تنظیم المدارس پاکستان
کے نصاب کے مطابق

رفیق السالکین

فی شرح

جلد چہارم

ریاض الصالحین

مصنف:
حضرت الامام أبی زکریا یحیی بن شرف النووی

مترجم:
ابوزین حضرت علامہ مولانا محمد اقبال قادری

شارح:
ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

نام کتاب: .... رفیق السالکین شرح ریاض الصالحین جلد دوم

مصنف: .... حضرت الامام أبی زکریا یحیی بن شرف النووی

مترجم: .... ابوزین حضرت علامہ مولانا محمد اقبال قادری

شارح: .... ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی

صفحات: 572

تعداد: 1100

ڈیزائننگ: .... ڈیسنٹ گرافکس

ناشر: .... اکبر بک سیلرز

قیمت: .... -/700 روپے

ملنے کے پتے

اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40- اُردو بازار
لاہور فون: 042-37352022

انس پبلیکیشنز
40- اُردو بازار، لاہور
Mob: 0300-8852283

فہرست ابواب ومضامین

کِتَابُ الْاُمُوْرِ الْمَنْھِیِّ عَنْھَا

ان احکام کا بیان جن سے منع کیا گیا ہے

كِتَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

متفرق احادیث اور واقعات کا بیان

كِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

استغفار کا بیان

فہرست تعارف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(جلد چہارم)

حرف الالف

حرف الباء

حرف الحاء

حرف الراء

حرف الزاء

حرف السین

حرف العین

حرف الفاء

حرف القاف

حرف الھمزہ

حرف الیاء

باب الکنیٰ

۱۱۰-بَابُ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَآءِ وَفَضْلُهُمْ

اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کی فضیلت کا بیان

کرامات جمع ہے کرامت کی بمعنی تعظیم واحترام، اصطلاح شریعت میں کرامت وہ عجیب وغریب چیز ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ حق یہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ بن سکتی ہے وہ ولی کی کرامت بن سکتی ہے سواء اس معجزہ کے جو دلیل نبوت ہو جیسے وحی اور آیات قرآنیہ۔ معتزلہ کرامات کا انکار کرتے ہیں، اہلِ سنت کے نزدیک کرامت حق ہے۔ آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو یمن سے شام میں لے آنا، حضرت مریم کا بغیر خاوند حاملہ ہونا اور غیبی رزق کھانا، اصحاب کہف کا بے کھانا پانی صدہا سال تک زندہ رہنا کرامات اولیاء ہیں جو قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ حضور غوث پاک کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں۔ حضور انور کے معجزات بے شمار، سرکار بغداد کے کرامات بے شمار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سب کو عام سرکار بغداد کی ولایت سب کو عام، فرماتے ہیں کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے آپ کی ولایت تا قیامت جاری ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء چوں جنابِ مصطفی درانبیاء

ولایت اور کرامات دین کی حقانیت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کی دلیل ہیں۔ اب عیسائیوں یہودیوں میں کوئی ولی نہیں کیونکہ وہ نبوتیں منسوخ ہوچکیں۔ آج سواء اہل سنت کے کسی فرقے میں اولیاء نہیں ذیوبندی، وہابی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی کسی دین میں ولی نہیں کیونکہ یہ فرقے باطل ہیں۔ جس شاخ کا تعلق جڑ سے قائم نہ رہے وہاں جڑ سے فیض آنا بند ہوجاوے اس شاخ میں پھل پھول نہیں لگتے۔ اسلام کی جڑ ہری ہے کہ اس میں اب بھی اولیاء اللہ اور کرامات پائے جاتے ہیں مگر ان فرقوں کا تعلق جڑ سے نہیں دوسرے دینوں کی جڑیں خشک ہوچکیں لہٰذا ان میں ولایت نہیں۔

(مرأۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، باب الکرامات، ج8، ص..190)

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝} (یونس:62-64)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''آگاہ رہو! بے شک اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمزدہ ہوں گے ۝ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے ۝ ان کے لئے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ

تعالیٰ کی باتیں نہیں بدلتیں، یہی بڑی کامیابی ہے''۔

تشریح: ولی کی تعریف:

علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ میر سید شریف علی جرجانی علیہما الرحمۃ ''ولی'' کی تعریف یوں کرتے ہیں:

,,والولی، هو العارف بالله و صفاته بحسب ما یمکن المواظب علی الطاعات، المجتنب عن المعاصی، المعرض عن الانهماك فی اللذات والشهوات،،

ترجمہ: ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت رکھتا ہو اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ہیشگی کرے اور اُن گناہوں سے گریز کرے جو لذات اور شہوات میں منہمک ہونے سے عارض ہوتے ہیں۔ (کتاب التعریفات، للشریف جرجانی، مکتبہ رحانیہ لاہور، ص۱۶۶، تحت حرف النون، ☆شرح عقائد نسفی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص۱۷۷)

ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب ونصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعت الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الٰہی ہو، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' یعنی ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں، اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہیں جو طاعت سے قرب الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جدا گانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کردی گئی ہے جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل وشرف رکھتا ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، تحت آیت مذکورہ)

اس آیت کے تحت صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں:

یوں تو تمام مفسرین نے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق اس آیت کی تفسیر کی ہے لیکن حق یہ ہے کہ عارف باللہ علامہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ)، کے بیان میں جتنی دلکشی، شیرینی اور جامعیت ہے اس کا جواب نہیں۔ اس لیے میں انہی کی خوشہ چینی کرتے ہوئے چند حقائق ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ ولی کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

قاموس میں ہے: ''الولی القرب والدنو۔ یعنی ولی کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ ولی اس سے اسم ہے۔ اس کا معنی ہے قریب، محب، صدیق اور مددگار۔ وفی القاموس الولی القرب والدنوو الولی اسم منه بمعنی القریب والمحب والصدیق والنصیر۔ پھر فرماتے ہیں کہ قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ قرب جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔

''نحن اقرب الیه من حبل الورید (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں) میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے۔ اسے قرب محبت کہتے ہیں۔ قرب کی ان دو قسموں میں نام کے اشتراک کے سوا کوئی وجہ اشتراک نہیں۔ قرب محبت کے بیشمار درجے ہیں۔ ایک سے ایک بلند ایک سے ایک اعلیٰ ایمان شرط اول ہے۔ دولت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہل عزم و ہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ جس کی وضاحت حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمائی:

لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به رواه والبخاری عن ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ نفلی عبادت سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کام ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (رواہ البخاری)

اور اس قرب محبت کا سب سے بلند اور اَرفع مقام وہ ہے جہاں محبوب رب العٰلمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فائز ہیں۔ حضور کا طائر ہمت جہاں محو پرواز ہے ان رفعتوں کو کوئی جان نہیں سکتا۔ سوائے اس ذات بے ہمتا کے جس نے اپنے محبوب بندے کو یہ ہمتیں اور حوصلے ارزانی فرمائے۔ واعلی درجاته نصیب الانبیاء ونصیب سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وله (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترقیات لاتتناهی الی ابدا الآبدین۔ (مظہری)

صوفیاء کرام کی اصطلاح میں "ولی" اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب و روز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ یہی وہ مقام ہے جسے "فنافی اللہ" کا مقام کہتے ہیں۔

لولی فی اصلاح الصوفیہ من کان قلبہ مستغرقا فی ذکر اللہ یسبحون الیل والنہار لا یفترون مھتلیا بحب اللہ تعالیٰ لا یسمع فیہ غیرہ ولو کانوا آباء ھم او ابناؤھم اواخوانھم او عشیرتھم فلا یحب احد الا اللہ ولا یبغض الا اللہ الخ(مظہری)
مرتبہ ولایت پر فائز ہونے کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ مرتبہ ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ آئینہ دل پر آفتاب رسالت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے۔ اور پرتو جمال محمدی علی صاحبہ اجمل الصلوات واطیب التسلیمات قلب وروح کو منور کردے اور یہ نعمت انہیں کو بخشی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضور کے نائبین یعنی اولیاء امت کی صحبت میں بکثرت حاضر رہیں۔

مسنون طریقہ سے کثرت ذکر اس نسبت کو قوی کرتی ہے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے: قال رسول اللہ(ﷺ) لکل شیئ وصقالۃ القلب ذکر اللہ۔ (رواہ البیہقی) ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ دل کا زنگ ذکر اللہ سے دور ہوتا ہے۔

انہیں نفوسِ قدسیہ کی محبت وہم نشینی کے متعلق احادیث طیبہ میں بار بار ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے۔ چنانچہ ائمہ حدیث حضرات مالک، احمد، طبرانی وغیرہم نے حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے

"قال سمعت رسول اللہ(ﷺ) یقول قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی۔

یعنی میں نے حضور کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں سے میں ضرور محبت کرتا ہوں جو آپس میں میری وجہ سے پیار ومحبت کرتے ہیں میری رضا جوئی کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: ''یا رسول اللہ بکیف تقول فی رجل احب قوما ولم یلحق بھم قال المرء مع من احب (متفق علیہ) اے اللہ کے پیارے رسول! اس شخص کے بارے میں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن عمل وتقویٰ میں ان کے برابر نہیں، فرمایا ہر شخص کی سنگت اس کے ساتھ ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں:۔سنو! اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو طالب اور مرید ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو مطلوب اور مراد ہیں۔ ایک وہ ہیں جو محب ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ سابقہ احادیث میں جن اولیا کا ذکر ہوا وہ طالب اور مرید ہیں اور جو مطلوب ومراد ہیں جو مقصود ومحبوب ہیں ان کے احوال کا بیان اس حدیث میں ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور دیگر علماء حدیث نے اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کی ہے۔

"عن ابی ھریرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قال قال رسول اللہ (ﷺ) ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبدا دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فلیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض۔"

یعنی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبرئیل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمان میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے (اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں) اس طرح جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے تو جبرئیل کو بھی اسے ناپسند کرنے کا حکم ملتا ہے پھر جبرئیل آسمان میں اس کے مبغوض اور ناپسند ہونے کی منادی کرتے ہیں۔ آسمان والے اس سے بغض کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے متعلق نفرت و بغض کا جذبہ بڑھنے لگتا ہے۔

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان علامات اور خصوصیات کا ذکر بھی فرمایا جن سے ان مخزن خیرات و برکات ہستیوں کو پہنچانا جس سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف نے چند احادیث ذکر کی ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں:۔

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ سے پوچھا گیا: من اولیاء اللہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا: "الذین اذاء راؤ ا ذکر اللہ عزوجل" وہ لوگ جن کے دیدار سے خدا یاد آ جائے۔

۲۔ حضرت اسماء بنت یزید نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یوں گہر افشانی کرتے ہوئے سنا (اے حاضرین (کیا میں تمہیں ان لوگوں پر آگاہ نہ کروں جو تم سب سے بہتر ہیں۔ سب نے عرض کی: بلیٰ یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول ضرور بتایئے تو حضور نے فرمایا: "اذاء راؤا ذکر اللہ" جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آ جائے۔ کیونکہ ان کا دل وہ آئینہ ہے جس میں جلیات الٰہیہ کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی چیز ایسے آئینہ کے مقابلہ میں رکھی جاتی ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑ رہی ہوں تو وہ چیز بھی روشن ہو جاتی ہے۔ بلکہ اگر آئینہ کا عکس روئی پر ڈالا جائے تو وہ جلنے لگتی ہے۔ حالانکہ سورج کی کرنیں اگر بلاواسطہ پڑیں تو وہ نہیں جلتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج سے دور ہے اور آئینہ سے قریب۔

نیز اولیاء کرام میں سے دو قسم کی قوتیں ہوتی ہیں۔ اثر قبول کرنے کی اور اثر کرنے کی۔ پہلی قوت کی وجہ سے وہ بارگاہ الٰہی سے فیض و تجلی کو قبول کرتے ہیں اور دوسری قوت سے وہ ان ارواح و قلوب کو فیض پہنچاتے ہیں جن کا ان سے روحانی لگاؤ

اور قلبی مناسبت ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص انکار اور تعصب سے پاک ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، تو وہ ان کے فیوض و برکات سے ضرور بہرہ مند ہوتا ہے۔

یعنی جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید حضور کریم (ﷺ) کی رسالت قرآن کی حقانیت پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان تمام اعمال اور اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرک جلی، شرک خفی، حسد، کینہ، غرور و تکبر اور ہوا وہوس۔ غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے وہ پاک ہوتے ہیں۔ یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ سربلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے حضرت سیدنا فاروق اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سے مروی ہے۔

"قال رسول الله ان من عباد الله لاناس ماهم بانبياء ولا شهداء يغبطهم الانبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله قالوا يارسول الله اخبرنامن هم ـ وما اعمالهم فلعلنا نحبهم قال هو قوم تحابوا فی الله علی غير ارحام بينهم ولا اموال يتعاطون بها فو الله ان وجوههم لنور وانهم علی منابر من نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون" (قرطبی)

ترجمہ:۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید۔ لیکن قیامت کے دن قرب الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہدا ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمیں بتائیے وہ کون ہیں۔ ان کے اعمال کی اہیں تا کہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں۔ فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہونگے اور نور کے منبروں پر انہیں بٹھایا جائے گا۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہونگے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہونگے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر حضور (ﷺ) نے یہ آیت پڑھی۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

عارف روم نے کیا خوب فرمایا ہے:

"مگسل از پیغمبر ایام خویش تکیہ کم کن بر فن و بر گام خویش"

اپنا تعلق رسول کریم سے مت توڑو اپنے علم وفن اور اپنے زور پر زیادہ بھروسہ نہ کرو۔

"گرچہ شیری چوں روی راہ بے دلیل ہمچو روباہ در ضلالی وذلیل"

تو شیر ہی کیوں نہ ہوا اگر تو اس راہ پر رہنما کے بغیر چلے گا تو لومڑی کی طرح گمراہ اور ذلیل ہوجائے گا۔

ہیں میرا لاک با پر ہائے شیخ تا بہ بینی عون ولشکر یائے شیخ اپنے پیرو مرشد کے پروں کے بغیر اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ تب تجھے اپنے مرشد کی مدد اور لشکر کا پتہ چلے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

اس کی مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب "معجزات نبی ﷺ کی برسات اور غوثِ جلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ}

(مریم:25،26)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی ○ تو کھا اور توپی''۔

تشریح:

(اے مریم علیہا السلام!) اس تنے کو ذرا جھنجھوڑ و تمہارے کھانے کے لئے عمدہ پکی ہوئی کھجوریں تیرے قدموں میں آ گریں گی۔ وہی پروردگار جو حجرہ عبادت میں تجھے بے موسم کے پھل کھلایا کرتا تھا وہی آج تیرے ایام زچگی کے لیے تازہ اور میٹھے خرموں کا اہتمام فرما رہا ہے۔ جنی وہ پکا ہوا پھل جو توڑنے کے قابل ہو جائے ''الجنی الذی بلغ الغاية وجاء او ان اجتنانه اطباء'' کے نزدیک ایام زچگی میں عورت کے لیے بہترین خوراک تازہ اور شیریں کھجور ہے۔

آیت نمبر 3:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○} (آل عمران): 37

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں: وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے''○

تشریح:

محراب کا لغوی معنی ہے "اکرم موضع فی المجلس" مجلس میں جو سب سے باعزت جگہ ہو اس کو محراب کہتے ہیں۔ عموماً اس حجرہ عبادت کو محراب کہا جاتا ہے۔ جو سطح زمین سے کچھ بلند بنایا جاتا ہے اور جس میں جانے کے لئے سیڑھیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہیکل سلیمانی کے اردگرد ہیکل کے خادموں اور چلہ کشوں کے لئے جو کمرے بنے ہوئے تھے انہی میں سے ایک میں حضرت مریم مشغول عبادت رہا کرتی تھیں اور حضرت زکریا (علیہ السلام) کیونکہ ان کے

سرپرست تھے اس لئے اکثر ان کی خبر گیری کے لئے ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔
جب بھی حضرت زکریا (علیہ السلام) حضرت مریم (علیہا السلام) کے پاس جاتے تو ان کے ہاں طرح طرح کے پھل رکھے پاتے۔ گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمی میں۔ اس سے علمائے اہل سنت نے اولیاء کرام کی کرامتوں کا برحق ہونا ثابت کیا ہے۔ کیونکہ حضرت مریم (علیہا السلام) نبی نہ تھیں۔ بے موسم کے پھلوں کا آپ کے پاس پایا جانا آپ کی کرامت تھی۔ صرف معتزلیوں نے کرامات اولیا کا انکار کیا ہے۔ اور آج بھی کئی ان کے ہم نوا اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود کرامات کا انکار کرنا اپنے علم کا کمال سمجھتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 4:

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوُوا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ} الکھف: (16-17)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۝ اور اے محبوب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔

(۶۱۱) وَعَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً: "مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ، فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ، فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ" اَوْ كَمَا قَالَ، وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ. قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ: مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ؟ قَالَ: اَوَمَا عَشَّيْتِهِمْ؟ قَالَتْ: اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ، قَالَ: فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ، فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: كُلُوْا لَا هَنِيْئًا وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا، قَالَ: وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: يَا

(۶۱۱) (بخاری شریف، رقم الحدیث 577، 3388، 5789، 5790، مسند امام احمد، رقم الحدیث 1713)

اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّةِ عَیْنِیْ لَهِیَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَّقَالَ: اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ، یَعْنِیْ: یَمِیْنَهٗ. ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ. وَكَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ، فَمَضَى الْاَجَلُ، فَتَفَرَّقْنَا اثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ، اَللهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَحَلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ لَّا یَطْعَمُهٗ، فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَا تَطْعَمُهٗ، فَحَلَفَ الضَّیْفُ - اَوِ الْاَضْیَافُ - اَنْ لَا یَطْعَمُهٗ اَوْ یَطْعَمُوْهُ حَتّٰى یَطْعَمَهٗ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: هٰذِهٖ مِنَ الشَّیْطٰنِ! فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا، فَجَعَلُوْا لَا یَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ: یَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّةِ عَیْنِیْ اِنَّهَا الْاٰنَ لَاَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ نَّاْكُلَ، فَاَكَلُوْا، وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ اَنَّهٗ اَكَلَ مِنْهَا.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: دُوْنَكَ اَضْیَافَكَ، فَاِنِّیْ مُنْطَلِقٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ اَنْ اَجِیْءَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَاَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ: اطْعَمُوْا؛ فَقَالُوْا: اَیْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ: اطْعَمُوا، قَالُوْا: مَا نَحْنُ بِاٰكِلِیْنَ حَتّٰى یَجِیْءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا، قَالَ: اقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاكُمْ، فَاِنَّهٗ اِنْ جَآءَ وَلَمْ تَطْعَمُوا، لَنَلْقَیَنَّ مِنْهُ فَاَبَوْا، فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ یَجِدُ عَلَیَّ، فَلَمَّا جَآءَ تَنَحَّیْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتُمْ؟ فَاَخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ: ثُمَّ قَالَ: یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: یَا غُنْثَرُ اَقْسَمْتُ عَلَیْكَ اِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِیْ لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ: سَلْ اَضْیَافَكَ، فَقَالُوْا: صَدَقَ، اَتَانَا بِهٖ، فَقَالَ: اِنَّمَا انْتَظَرْتُمُوْنِیْ وَاللهِ لَا اَطْعَمُهُ اللَّیْلَةَ. فَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ: وَاللهِ لَا نَطْعَمُهٗ حَتّٰى تَطْعَمَهٗ فَقَالَ: وَیْلَكُمْ مَا لَكُمْ لَا تَقْبَلُوْنَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ، فَجَآءَ بِهٖ، فَوَضَعَ یَدَهٗ فَقَالَ: بِسْمِ اللهِ، الْاُوْلٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ، فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

قَوْلُهٗ: "غُنْثَرُ" بِغَیْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٍ مُّثَلَّثَةٍ وَّهُوَ: الْغَبِیُّ الْجَاهِلُ.
وَقَوْلُهٗ: "فَجَدَّعَ" اَیْ شَتَمَهٗ، وَالْجَدْعُ الْقَطْعُ. قَوْلُهٗ "یَجِدُ عَلَیَّ" هُوَ بِكَسْرِ الْجِیْمِ: اَیْ یَغْضَبُ.

◀ حضرت ابومحمد عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے شخص کو بھی ساتھ لے جائے اور جس آدمی کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں چھٹے آدمی کو بھی ساتھ لے جائے۔ یا جیسے آپ

نے فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ رات کا کھانا کھایا اور پھر وہیں رُکے رہے حتیٰ کہ وہاں عشاء کی نماز پڑھی پھر رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد جتنا اللہ نے چاہا واپس گھر تشریف لائے۔ تو ان کی زوجہ نے عرض کی: آپ کو اپنے مہمانوں کی ضیافت سے کس چیز نے روکا؟ فرمایا: کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کیا: انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا' حالانکہ ہم نے انہیں کھانا پیش کیا تھا۔ (راوی عبدالرحمن بن ابی بکر) کہتے ہیں: میں جا کر چھپ گیا تو آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا: اوئے بیوقوف! اور مجھے سخت سست اور برا بھلا کہا' اور آپ نے (مہمانوں سے) فرمایا: تم کھاؤ تمہیں مبارک ہو' خدا کی قسم! میں بالکل نہیں کھاؤں گا۔ کہا: اور خدا کی قسم! ہم ایک لقمہ لیتے تو نیچے کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتا' حتیٰ کہ سب لوگ سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے کی طرف دیکھا اور اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا: اے بنوفراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک (اظہار مسرت کے کلمات ہیں) یہ تو پہلے سے بھی تین گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس سے کھایا: اور فرمایا: بے شک وہ (یعنی میری قسم) شیطان کی طرف سے تھی' پھر اس سے ایک لقمہ کھایا اور پھر کھانا اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ پس کھانا آپ کے پاس رہا اور ہمارے درمیان اور قوم (کفار) کے درمیان معاہدہ تھا سو معاہدے کی مدت ختم ہوئی' تو ہم بارہ اشخاص مختلف اطراف میں چلے اور ان میں سے ہر آدمی کے ہمراہ کچھ آدمی تھے اور اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے تو ان سب آدمیوں نے اس کھانے سے کھایا۔

اور ایک روایت میں ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور آپ کی بیوی نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی کھانا نہیں کھائے گی اور مہمان یا مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا یا نہیں کھائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا کھائیں' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ (قسم) شیطان کی طرف سے تھی' پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا منگوایا پس کھانا شروع کیا اور مہمانوں نے بھی کھانا شروع کیا۔ وہ نیچے سے ایک لقمہ اٹھاتے تو (نیچے) کھانے میں اس سے بھی زیادہ اضافہ ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا: اے بنوفراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو اب اس سے بھی زیادہ ہے جتنا ہمارے کھانا کھانے سے پہلے تھا۔ پس انہوں نے کھانا کھایا اور پھر اس کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس سے تناول فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمن سے فرمایا: اپنے مہمانوں کو لے جاؤ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں اور میرے آنے سے پہلے ان کی ضیافت سے فارغ ہو جانا۔ پس

حضرت عبدالرحمن انہیں لے گئے اور ان کی خدمت میں ما حضر پیش کیا اور کہا تناول فرمایئے۔ انہوں نے پوچھا گھر کے مالک کہاں ہیں؟ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا: تم کھاؤ۔ انہوں نے کہا: ہم نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ گھر کا مالک آ جائے۔ (حضرت عبدالرحمن نے) کہا: ہماری طرف سے ضیافت قبول کرؤ کیونکہ اگر تم نے کھانا نہ کھایا اور وہ (حضرت ابوبکر صدیق) آ گئے تو ہمیں ان کی طرف سے سخت سرزنش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ سو میں سمجھ گیا کہ آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ پر بہت غصہ ہوں گے۔ جب آپ تشریف لائے تو میں ان سے دور چلا گیا' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے کیا کیا ہے؟ سو انہیں بتایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی۔ اے عبدالرحمن! میں خاموش رہا' انہوں نے پھر فرمایا: اے عبدالرحمن! تو میں خاموش رہا' پھر فرمایا: او ئے بیوقوف! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو آ جا۔ سو میں باہر آیا اور عرض کیا: اپنے مہمانوں سے پوچھئے' تو مہمانوں نے کہا: یہ سچ کہتے ہیں: یہ ہمارے پاس (کھانا) لائے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم میرا انتظار کرتے رہے ہو خدا کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا۔ دوسروں نے کہا: ہم بھی نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم پر افسوس تمہیں کیا ہو گیا ہے تم ہماری ضیافت قبول کیوں نہیں کرتے اور فرمایا اپنا کھانا لے آؤ سو کھانا لایا گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھانے پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی اور فرمایا پہلی (قسم) شیطان کی طرف سے تھی پھر آپ نے بھی کھانا کھایا اور مہمانوں نے بھی۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

غُنْثَرُ: غین معجمہ مضمومہ پھر نون ساکن اور پھر ثاء مثلثہ کے ساتھ: غبی جاہل کو کہتے ہیں۔

فَجَدَّعَ: کا مطلب ہے انہوں نے مجھے برا بھلا کیا

"الجدع" کاٹنے کو کہتے ہیں۔

یَجِدُ عَلَیَّ: جیم پر زیر کے ساتھ یعنی وہ مجھ پر غصے ہوئے۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبدالرحمن جناب صدیق اکبر کے بڑے بیٹے اور جناب عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی ہیں، ان دونوں کی والدہ جناب ام رومان ہیں، آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا، حدیبیہ کی سال اسلام لائے حضور انور نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا۔ (اشعہ ومرقات)

شرح:

صفہ کا ترجمہ ہے چبوترہ مسجد نبوی شریف کے متصل ایک چھتا ہوا چبوترہ بنایا گیا تھا جس میں وہ حضرات رہتے تھے

جنہوں نے اپنے کو طلب علم اور خدمت دین کے لیے وقف کر دیا تھا، یہ حضرات ستر تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے۔ ان حضرات میں مشہور صحابہ کرام یہ ہیں ابوذر غفاری، عمار ابن یاسر، سلمان فارسی، صہیب، بلال، ابوہریرہ، خباب ابن ارت، حذیفہ ابن یمان، ابوسعید خدری، بشیر ابن خصاصہ، ابوموہبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم، انہیں حضرات کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ" الخ۔ (مرقات)

ان حضرات کا کھانا پینا مدینہ والوں کے ذمہ تھا، اب تک یہ ہی دستور چلا آ رہا ہے کہ دینی علم کے طلباء مساجد میں رہتے ہیں اور مسلمان محلہ والے ان کے مصارف برداشت کرتے ہیں اسی طرح دین چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔) یعنی آج واقعہ یہ ہوا کہ جناب ابوبکر صدیق تین طالب علم لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس طلباء کو مہمان بنایا یہ لانا ہمیشہ کے لیے نہ تھا صرف رات کے لیے تھا۔ بعض سخی مسلمان اپنے ہاں طالب علموں کا مستقل کھانا لگا دیتے ہیں یہ ان کی ہمت ہے، سب سے بہتر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے خرچہ سے عالم بنایا جاوے جیسے امام اعظم نے امام ابویوسف کو اپنے خرچہ پر اپنی تعلیم سے جید عالم بلکہ امام مجتہد بنا دیا جن کا فیض تا قیامت رہے گا۔

(پھر وہیں رُکے رہے حتیٰ کہ وہاں عشاء کی نماز پڑھی) یعنی حضرت ابوبکر صدیق عشاء کی نماز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف پر رہے، پھر حضور کے ساتھ نماز عشاء پڑھی پھر بعد عشاء حضور کے گھر لوٹ گئے اور بعد نماز عشاء حضور کے ساتھ کھانا کھایا اس میں رات کافی گزر گئی۔ ادھر حضرت صدیق اکبر کے مہمان سارے گھر والے آپ کے منتظر رہے کسی نے کھانا نہیں کھایا، ان کا خیال تھا کہ جناب صدیق کے آنے پر سب مل کر کھائیں گے، صاحب خانہ کا انتظار سنت صحابہ ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

(تو ان کی زوجہ نے عرض کی: آپ کو اپنے مہمانوں کی ضیافت سے کس چیز نے روکا؟) یعنی تمہارے دیر سے آنے سے تمہارے مہمانوں کو تکلیف ہوئی وہ اب تک بھوکے ہیں تم بہت دیر سے آئے، ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں اس میں بے ادبی یا گستاخی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟) آپ نے سوال کیا کہ تم نے مہمانوں کو میرے بغیر ہی کیوں کھانا نہیں کھلا دیا، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے کہا کہ ہم جناب صدیق اکبر کے ساتھ ہی کھائیں گے، اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ مہمان میزبان مل کر کھانا کھاتے تھے اب بھی عرب میں یہ ہی دستور ہے۔

جناب صدیق اکبر کو خیال ہوا کہ ہمارے گھر والوں نے مہمانوں سے یوں ہی رسمًا کھانے کے لیے کہا ہوگا اصرار نہیں کیا ہوگا ورنہ وہ ضرور کھا لیتے اس لیے آپ گھر والوں پر ناراض ہوئے اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی۔ (مرقات)

بی بی صاحبہ کا نہ کھانے کی قسم کھا لینا اس لیے تھا کہ خاوند کے بغیر بیوی کھانا کھا لینا معیوب سمجھتی ہیں یعنی اگر آپ بھوکے

رہیں گے تو میں بھی بھوکی رہوں گی۔ مہمانوں نے خیال کیا کہ ہماری وجہ سے یہ آپس کی شکر رنجی ہوئی تو وہ بولے ہم بھی نہیں کھائیں گے ہم لوگ اس خانہ جنگی کا باعث بنے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ پہلے آپس میں صلح کریں پھر ہم کھانا کھائیں گے۔

اہلِ عرب خصوصًا مسلمان مدینہ اپنے مہمانوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں انکی ہر ضد پوری کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے مہمانوں کی خاطر اپنی قسم توڑ دی، اب بھی مہمان کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے جب کہ مہمان روزے دار میزبان کے بغیر کھانا نہ کھائے، یوں ہی اگر مہمان روزہ دار ہو اور میزبان کھانے کی ضد کرے تو مہمان نفلی روزہ توڑ سکتا ہے مگر قضا واجب ہوگی۔

یہ ہوئی جناب صدیق اکبر کی کرامت یعنی خود آپ اور آپ کے مہمان بلکہ سب گھر والے جب ایک لقمہ برتن سے اٹھاتے تو اس جگہ پیالہ میں نیچے سے کھانا اور نمودار ہوجاتا جو اٹھائے ہوئے لقمہ سے زیادہ ہوتا سبحان اللہ! کرامت معجزے کی قسم سے ہے کہ کھانے کی برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے حضرت صدیق اکبر کی کرامت بھی۔

آپ کی بیوی صاحبہ کا نام ام رومان ہے، آپ قبیلہ بنی فراس سے تھیں اس لیے جناب صدیق نے انہیں اخت بنی فراس فرمایا یعنی اس قبیلہ والوں کی بہن۔

قرۃ عینی یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔(اشعہ)

سبحان اللہ! کیسا مبارک کھانا تھا کہ اسے جناب صدیق اکبر ان کے گھر والوں انکے مہمانوں نے بھی کھایا اور آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا وہ کھانا تو مبارک در مبارک ہوگیا۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج8، تحت حدیث 192:)

(۶۱۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ، فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ". رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ مِّنْ رِوَایَۃِ عَائِشَۃَ.

وَفِیْ رِوَایَتِہِمَا قَالَ ابْنُ وَھْبٍ: "مُحَدَّثُوْنَ" اَیْ مُلْھَمُوْنَ.

◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث) وہ لوگ جن پر الہام ہوتا ہے سوائے نبی کے (ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔)(بخاری)

(۶۱۲) (مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابۃ، رقم الحدیث 6080، بخاری شریف، رقم الحدیث 3282، ترمذی شریف، رقم الحدیث 3693، مسند امام احمد، رقم الحدیث 8449، ابن حبان، رقم الحدیث 6894، مستدرک حاکم، رقم الحدیث 4499)

اور مسلم نے اس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور دونوں کی روایتوں میں ہے کہ ابن وہب نے کہا: محدثین سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر الہام ہوتا ہے۔

(۶۱۳) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا يَعْنِي: ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ، إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي، فَقَالَ: أَمَّا أَنَا وَاللهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلوٰةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلوٰةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ.
قَالَ: ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، وَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا - أَوْ رِجَالًا - إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكَنَّى أَبَا سَعْدَةَ، فَقَالَ: أَمَا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً، وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمُرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّاوِي عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ.
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀ ◀ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو معزول کر دیا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا عامل بنایا۔ انہوں نے حضرت سعد کی شکایات کیں تھیں حتیٰ کہ یہ شکایت بھی کی کہ وہ اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھاتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا: اے ابو اسحاق! ان لوگوں کا خیال ہے کہ تم اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھاتے۔ انہوں نے عرض کیا: خدا کی قسم! میں تو انہیں وہی نماز پڑھاتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا

(۶۱۳) (بخاری شریف، رقم الحدیث 722، 736، 3522، مسلم شریف، رقم الحدیث 453، مسند امام احمد، رقم الحدیث 1518، ابن حبان، رقم الحدیث 1859، ابن خزیمہ، رقم الحدیث 508، سنن الکبریٰ بیہقی، رقم الحدیث 2313، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث 741، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 308، مسند طیالسی، رقم الحدیث 217، مسند حمیدی، رقم الحدیث 72، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث 3706، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 7757)

تھا میں عشاء کی نماز پڑھاتا تھا تو پہلی دو رکعتوں میں طویل قیام کرتا اور آخری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں: آپ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق میرا گمان یہی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہمراہ کوفہ کی طرف ایک آدمی یا چند آدمی بھیجے۔ وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کوفہ والوں سے پوچھتے تھے اور انہوں نے کوفہ میں کوئی مسجد نہ چھوڑی ہر جگہ جا کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا! لوگ ان کی تعریف کرتے تھے حتیٰ کہ وہ آدمی بنوعبس کی مسجد میں داخل ہوا ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اور جس کی کنیت ابوسعدہ تھی اس نے کہا: تم نے ہمیں بات کرنے کے لئے کہا ہے (تو پھر ہم کہتے ہیں کہ) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ تو لشکروں کے ساتھ جاتے ہیں اور نہ برابری سے تقسیم کرتے ہیں اور نہ ہی فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کروں گا: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور محض ریا اور لوگوں کو سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر کو لمبا کردے اور اس کی غربت کو بھی طویل کردے اور اسے فتنوں میں مبتلا کردے۔ اس کے بعد اس شخص سے اگر پوچھا جاتا تو وہ کہتا: میں بہت بوڑھا آدمی ہوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہوں مجھے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک بن عمیر جنہوں نے اس حدیث کو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو بعد میں دیکھا کہ اس کی بھنویں بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر گر گئی تھیں اور وہ راستوں میں لڑکیوں کو آنکھیں مارا کرتا تھا۔ (متفق علیہ)

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں جن کو ہم کرامات صحابہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

دشمن صحابہ کا انجام:

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کردوں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آگیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر وغضب کی نشانی دکھادے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسعد بن ابی وقاص...الخ، ج۶، ص۱۹۰)

گستاخ کی زبان کٹ گئی:

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کی فتح مبین ہو گئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں:

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِیَّۃِ مُعْصَمٗ

(ہم لوگ جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔)

فَاُبْنَا وَقَدْ اٰمَتْ نِسَاءٌ کَثِیْرَۃٌ وَنِسْوَۃُ سَعْدٍ لَّیْسَ فِیْھِنَّ اَیِّمٗ

(ہم جب جنگ سے واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکیں تھیں لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔)

اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکا یک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اس کا دم نکل گیا۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ اربع عشرۃ من الھجرۃ، غزوۃ القادسیۃ، ج۵، ص۱۱۳ ملتقطاً ثم دخلت سنۃ اربع وخمسین، ذکر توفی فیھا...الخ، ج۵، ص۵۷۲۔۵۷۳ ملتقطاً و دلائل النبوۃ لابی نعیم، اجابۃ الدعوۃ، اللھم کف لسانہ...الخ، ج۲، ص۱۲۱)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا:

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو وتلاش کیا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ تیرا چہرہ بگڑ جائے ان

لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص۶۱۶)

ایک خارجی کی ہلاکت:

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رنج وغم میں ڈوب گئے اور جوش میں آکر یہ دعا کردی کہ یا اللہ! عزوجل اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنا قہر وغضب دکھا دے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اقدس سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص۶۱۶)

تبصرہ:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا ان پانچ کرامتوں سے ہم کو دو سبق ملتے ہیں:

اول: یہ کہ محبوبان بارگاہ الٰہی یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ السلام وصدیقین اور شہداء کرام وصالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں ادنیٰ درجے کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار اور ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی یہ قہر الٰہی کا سگنل ہے۔ ان خدا کے مقدس اور محبوب بندوں کی ذرا سی بھی بے ادبی کو خداوند قدوس کی شان قہاری وجباری معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور ان گستاخوں کو دونوں جہان کے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں علماء، اولیاء اور تمام صالحین کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں اور یہ تباہی وبربادی کا وہ زہر آلود تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر ہر قدم پر یہ دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بددعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ خدا عزوجل کے نیک بندوں کی دعائیں ملتی رہیں کیونکہ نیک بندوں کی بددعائیں بربادی کا خوفناک سگنل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

نبی کے لئے بددعا کرنے والے کا انجام:

(بلعم باعور) بنی اسرائیل میں بہت بڑا عالم تھا۔ مُسْتَجَابُ الدَّعوات تھا (یعنی اس کی دعا قبول ہوتی تھی) لوگوں نے اس کو بہت سامال دیا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بددعا کرے۔ خبیث لالچ میں آگیا اور بددعا کرنی چاہی جو الفاظ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے کہنا چاہتا تھا، اپنے لئے نکلتے تھے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) نے اس کو ہلاک کر دیا۔

(تفسیر الطبری، الاعراف تحت الآیۃ ۱۷۶، الحدیث ۱۵۴۳۱، ج۶، ص ۱۲۳)

(۶۱۴) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ: اَنَّ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!؟ قَالَ: مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا، طُوِّقَهُ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ" فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا اَسْاَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً، فَاَعْمِ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ: اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ، وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا، فَوَقَعَتْ فِيْهَا، وَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

◄ ◄ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اروی بنت اوس نے مروان بن حکم کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین لے لی ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو بات سنی ہے کیا اس کے بعد بھی میں اس کی زمین سے کچھ لے سکتا ہوں؟ مروان نے پوچھا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا سنا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً لی اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ مروان نے ان سے کہا: اس کے بعد میں تم سے گواہ طلب نہیں کروں گا۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کردے اور اس کو اس کی زمین کے اندر ہلاک کر۔ (راوی) کہتے ہیں: اس عورت کو موت اس وقت آئی جب کہ اس کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گری اور مر گئی۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت حضرت محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے اس کے ہم معنیٰ ہے کہ وہ عورت اندھی ہو گئی تھی وہ دیوار تلاش کرتی تھی۔ کہتی تھی مجھے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا لگ گئی اور وہ گھر کے اس کنوئیں پر سے گزری جس کے متعلق اس کا جھگڑا تھا تو وہ اس میں گر گئی اور وہی اس کی قبر بنا۔

---

(۶۱۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث 4022)

حل لغات:

تَلْتَمِسُ: بمعنی تلاش کرنا۔

تعارفِ راوی:

عروہ ابن زبیر ابن عوام: آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے قرشی اسدی ہیں، حضرت زبیر اور والدہ اسماء اور عائشہ صدیقہ سے روایات لیتے ہیں، ۲۲ بائیس میں ولادت ہے آپ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں، ابن شہاب کہتے ہیں کہ آپ علم کے دریا ہیں۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف العین، فصل فی التابعین،)

شرح:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل کے فرزند اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی سے باندھ کر مارا اور ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی مارا مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتا لگانے کے لیے بھیج دیا تھا اس لئے یہ جنگ بدر کے معرکہ میں حصہ نہ لے سکے مگر اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ گندمی رنگ، بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً ۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پا کر مقام عقیق میں وصال فرمایا اور لوگوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لا کر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۶ والاستیعاب، باب حرف السین، سعید بن زید بن عمرو، ج ۲، ص ۱۷۸ و اسد الغابۃ، عمر بن الخطاب، ج ۴، ص ۱۵۸۔۱۵۹)

اللہ والوں کی یہ کرامت ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی ہیں اور ان کی زبان سے نکلے الفاظ کا ثمرہ خداوند کریم ضرور عالم وجود میں لاتا ہے۔ سچ ہے۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لبِ مومن سے　　وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے

(۶۱۵) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ: مَا اُرَانِیْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاِنِّیْ

---

(۶۱۵) (بخاری شریف، رقم الحدیث 1286، 1287، مستدرک حاکم، رقم الحدیث 4913، سنن الکبریٰ بیہقی، رقم الحدیث 12459)

لَا اَتْرُكُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْكَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَیْرًا. فَاَصْبَحْنَا. فَكَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ، وَدَفَنْتُ مَعَهٗ اٰخَرَ فِیْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِیْ اَنْ اَتْرُكَهٗ مَعَ اٰخَرَ. فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ. فَاِذَا هُوَ كَیَوْمِ وَضَعْتُهٗ غَیْرَ اُذُنِهٖ، فَجَعَلْتُهٗ فِیْ قَبْرٍ عَلٰی حِدَةٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◀ ◀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب میں جنگ احد میں حاضر ہوا تو رات کو میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں پہلے شہید ہونے والوں میں سے ہوں گا اور میں اپنے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں چھوڑ رہا ہوں جو مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو اور میرے ذمہ قرضہ ہے وہ ادا کر دینا اور میں تجھے اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں سو ہم نے صبح کی تو وہ پہلے شہید تھے میں نے ان کے ساتھ ان کی قبر میں ایک اور شہید کو بھی دفن کر دیا۔ پھر یہ بات مجھے اچھی نہ لگی کہ میں ان کو کسی دوسرے کے ہمراہ رہنے دوں۔ پس میں نے چھ ماہ بعد انہیں قبر سے نکالا تو وہ اسی طرح تھے جس طرح کہ اس دن تھے جب میں نے انہیں دفن کیا تھا۔ سوائے ان کے کان کے پس میں نے انہیں علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔ (بخاری)

حل لغات:

فَاسْتَخْرَجْتُهٗ: از باب استفعال، بمعنی نکالنا۔

تعارفِ راوی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4: کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند دیگر کرامات درج ذیل ہیں۔

فرشتوں نے سایہ کیا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے تو انکا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے کان اور ناک کو کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر رنج وغم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آئیں تو سید عالم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں کی فوج برابر لگا تار ان کی لاش پر اپنے

بازوؤں سے سایہ کرتی رہی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب ظل الملٰئکۃ علی الشہید، الحدیث:۲۸۱۶، ج۲، ص۲۵۸)

قبر میں تلاوت:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے غابہ جارہا تھا تو راستہ میں رات ہوگئی۔ اس لئے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزرگئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی۔

جب میں مدینہ منورہ کولوٹ کرآیا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشادفرمایا کہ کیا اے طلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اوران قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرمادیا ہے جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کران کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص۶۲۰)

تبصرہ:

یہ مستندروایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اوروہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں تلاوت کر سکتے ہیں اور دوسرے قسم قسم کے تصرفات بھی کرسکتے اور کرتے ہیں۔

(٦١٦) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فِیْ لَیْلَۃٍ مُّظْلِمَۃٍ وَّمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا۔ فَلَمَّا افْتَرَقَا، صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ مِنْ طُرُقٍ؛ وَفِیْ بَعْضِھَا اَنَّ الرَّجُلَیْنِ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا۔

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دوصحابی ایک تاریک رات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس سے نکلے توان کے ساتھ آگے آگے دو چراغ سے نظر آنے لگے اور جب وہ دونوں علیحدہ ہوئے توان میں سے ہرایک کے آگے آگے ایک چراغ تھا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ بخاری نے اس کومختلف طرق سے روایت کیا ہے اوران میں سے بعض میں ہے وہ آدمی حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

(٦١٧) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃً

(٦١٦) (بخاری شریف، رقم الحدیث 453، 3440، 3594، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث 3007)

رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّة، وَاَمَّرَ عَلَيْهَا عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ نِ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ، بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ، ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْا لِحْيَانَ، فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِّنْ مِئَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ. فَلَمَّا اَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهُ، لَجَأُوا إِلٰى مَوْضِعٍ، فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ. فَقَالُوْا: انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا ـ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: اَيُّهَا الْقَوْمُ، اَمَّا اَنَا، فَلَا اَنْزِلُ عَلٰى ذِمَّةِ كَافِرٍ: اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ ـ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ، فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا ـ قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللهِ لَا اَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِيْ بِهٰؤُلَاءِ اُسْوَةً، يُرِيْدُ الْقَتْلٰى. فَجَرُّوْهُ وَعَالَجُوْهُ، فَاَبٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ، فَقَتَلُوْهُ، وَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ، حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ؛ فَابْتَاعَ بَنُوا الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ ـ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا حَتّٰى اَجْمَعُوْا عَلٰى قَتْلِهِ. فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ. فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَّهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتّٰى اَتَاهُ. فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ ـ فَقَالَ: اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَاللهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ، فَوَاللهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَاْكُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ خُبَيْبًا ـ فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوْهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ: وَاللهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَّزِدْتُ: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا ـ وَقَالَ:

فَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا   عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَإِنْ يَّشَاْ   يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ ـ وَاَخْبَرَ ـ يَعْنِيْ: النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ اَصْحَابَهُ يَوْمَ اُصِيْبُوْا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ

---

(۶۱۷) (بخاری شریف 2880، 3767، 3858، 6967، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 2660، مسند امام احمد، رقم الحدیث 7915، ابن حبان، رقم الحدیث 7039، سنن الکبریٰ نسائی، رقم الحدیث 8839، 18213، طبرانی کبیر 4191، مسند طیالسی 2597)

حُدِّثُوا اَنَّهٗ قُتِلَ اَن يُّؤْتَوا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَآئِهِمْ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

قَوْلُهٗ: "اَلْهَدْاَةُ": مَوْضِعٌ، "وَالظُّلَّةُ": السَّحَابُ۔ "وَالدَّبْرُ": النَّحْلُ۔ وَقَوْلُهٗ: "اقْتُلْهُمْ بِدَدًا" بِكَسْرِ الْبَاءِ وَفَتْحِهَا، فَمَنْ كَسَرَ قَالَ هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَهِيَ النَّصِيبُ وَمَعْنَاهُ: اقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُّنْقَسِمَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيبٌ، وَمَنْ فَتَحَ قَالَ مَعْنَاهُ: مُتَفَرِّقِيْنَ فِي الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّبْدِيْدِ۔

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ سَبَقَتْ فِيْ مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، مِنْهَا حَدِيْثُ الْغُلَامِ الَّذِيْ كَانَ يَاْتِي الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ، وَمِنْهَا حَدِيْثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِيْنَ اُطْبِقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ الَّذِيْ سَمِعَ صَوْتًا فِي السَّحَابِ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ۔ وَالدَّلَائِلُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

◀ ◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک جماعت جاسوسی کے لئے بھیجی اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا وہ چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ مکہ اور عسفان کے درمیان ''ھداۃ'' کے مقام پر پہنچے تو ھذیل قبیلے کی ایک شاخ بنولحیان کو ان کے متعلق اطلاع دی گئی وہ لوگ تقریباً ایک سو تیر اندازوں کے ہمراہ ان کی طرف ان کے قدموں کے نشانوں پر چلنا شروع ہو گئے۔ جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کے تعاقب کو محسوس کیا تو انہوں نے ایک مقام پر پناہ لی۔ سو کافروں نے انہیں گھیر لیا اور کہا: تم نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ہم تمہارے ساتھ یہ عہد کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کریں گے' تو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے لوگو! میں کافروں کے عہد پر نیچے نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! ہمارے متعلق اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرما دے۔ سو انہوں نے ان پر تیر پھینکے اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا اور تین آدمی ان سے عہد لے کر نیچے اتر آئے ان میں ایک حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے' ایک حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک اور آدمی پس جب انہوں نے ان کو قابو کر لیا تو اپنی کمانوں کی تانتیں کھولیں اور انہیں ان کے ساتھ باندھ دیا۔ اس تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی عہد شکنی ہے خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ بے شک میرے لئے ان (یعنی شہیدوں) میں نمونہ ہے انہوں نے اسے کھینچا اور اسے تکلیف پہنچائی لیکن اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اسے شہید کر دیا اور وہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ کو لے گئے حتیٰ کہ جنگ بدر کے بعد انہوں نے انہیں مکہ میں فروخت کر دیا۔ بنو الحارث بن نوفل بن عبد مناف نے حضرت خبیب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیا اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی حارث کو جنگ بدر کے دن قتل کیا تھا۔
حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ ان کے ہاں اسیر رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث کی ایک بیٹی سے غیر ضروری بالوں کی صفائی کے لئے استرا طلب کیا تو اس کا ایک بچہ اس کی لاعلمی کی حالت میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلا گیا اس عورت نے دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچے کو اپنی زان پر بٹھایا ہوا ہے' اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ بہت گھبرائی۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی گھبراہٹ کو سمجھ گئے اور فرمایا: کیا تم اس سے ڈر گئی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں اس عورت نے کہا: خدا کی قسم! میں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا قیدی کوئی نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں انگور کا گچھہ تھا اور وہ اس سے انگور کھا رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ لوہے میں جکڑا ہوا تھا اور مکہ میں پھلوں کا نام تک نہ تھا۔ وہ عورت کہا کرتی' یہ وہ رزق ہے جو اللہ عزوجل نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا ہے پس جب وہ لوگ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حرم سے نکلے تا کہ انہیں حل میں جا کر قتل کریں تو حضرت خبیب نے ان سے کہا: مجھے دو رکعتیں پڑھ لینے دو تو انہوں نے انہیں چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا: خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں خوف کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ اے اللہ! ان کی تعداد کو شمار کر ان کو علیحدہ علیحدہ کر کے ہلاک کر اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رہنے دے اور پھر یہ شعر پڑھے: ''جب میں کسی ایک مسلمان کی حیثیت سے قتل ہو رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میں کس پہلو کے بل گرتا ہوں۔ میری یہ موت اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ایک کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں بھی برکت عطا کر سکتا ہے''۔

اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر اس مسلمان کے لئے نماز پڑھنے کی سنت قائم کر دی ہے جو اسیر ہو کر حالت صبر میں قتل ہو اور جس دن ان لوگوں کو یہ حادثہ پیش آیا تھا اسی دن آپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔ اور قریش کے کچھ لوگوں نے جب یہ سنا کہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہو گئے ہیں تو انہوں نے چند آدمی بھیجے تا کہ وہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کا کوئی حصہ لائیں تا کہ اسے پہچانا جا سکے' اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بڑوں میں سے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی حفاظت) کے لیے شہد کی مکھیوں کو بادل کی طرح بھیجا جنہوں نے ان) حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قریش کے فرستادوں سے حفاظت کی اور وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے۔ (بخاری)

الھداۃ: جگہ کا نام ہے۔ الظلۃ: بادل' الدبر: شہد کی مکھیاں۔ اقتلھم بددا: باء پر زیر اور زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے جس نے

زیر کے ساتھ پڑھا اس نے کہا یہ "بدۃ" کی جمع ہے باء پر زیر کے ساتھ' اور یہ حصے کو کہتے ہیں اور اس کا مطلب ہے: انہیں قتل کرو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تاکہ ان میں سے ہر ایک کا حصہ ہو۔ اور جس نے زبر کے ساتھ پڑھا اس نے کہا اس کا معنیٰ ہے: متفرق ہو کر ایک کے بعد ایک کا قتل کرنا اب یہ "تبدید" سے ہوگا۔

اس موضوع پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ اسی کتاب میں اپنے اپنے مقامات پر گزر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک اس لڑکے والی حدیث ہے جو ایک راہب اور ایک جادوگر کے پاس جایا کرتا تھا اور اس میں حضرت جریج والی حدیث ہے' اور ان غار والوں کی حدیث ہے' جن پر چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا تھا اور اس آدمی والی حدیث ہے جس نے بادل سے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں کے باغیچہ کو سیراب کر۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اس موضوع کے دلائل بہت زیادہ ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

(۶۱۸) **وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ: إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا، إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.**

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی چیز کے متعلق یہ فرماتے نہیں سنا: میرا اس کے متعلق یہ خیال ہے' مگر وہ چیز اسی طرح ہوتی جیسے آپ گمان کرتے۔ (بخاری)

حلِ لغات:

یَظُنُّ: ظَنَّ، یظنّ، ظنّاً، بمعنی گمان کرنا، خیال کرنا۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! عزوجل میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعے میں آخری سلام تیرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک پہنچا سکوں لہٰذا تو میرا سلام حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے کہ بالکل ہی ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بلند آواز سے وعلیک السلام فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

(۶۱۸) (بخاری شریف' 3653)

فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی خبیب ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ...الخ، ص۶۱۹ وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع...الخ تحت الحدیث:۴۰۸۶، ج۷، ص۳۲۷)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک:

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا۔ (یعنی اے اللہ! عزوجل تو میرے ان تمام قاتلوں کو گن گن کر شمار کرلے اور ان سب کو ہلاک فرمادے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔) ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک وراضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہوگئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ...الخ، ص۶۱۸ وصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث:۳۹۸۹، ج۳، ص۱۵ وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع...الخ، تحت الحدیث:۴۰۸۶، ج۷، ص۳۲۷)

لاش کو زمین نگل گئی:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا میں اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں گئے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش بالکل تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رخ کیا مگر ستر کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کو زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کو زمین نگل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہوگئی کہ پھٹنے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بلیع الارض (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔ پھر ان

دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے کفار مکہ! ہم تو دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جارہے تھے اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو ورنہ اپنا راستہ لو جب کفار مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے تو وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج۲، ص۱۴۱)

تبصرہ

شہید اسلام حضرت خبیب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چاروں کرامتوں کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے کہ خداوند کریم شہداء کرام بالخصوص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرام کو کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ نصیحت حاصل کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دین اسلام کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں اور پھر سوچئے کہ ہم آج کل کے مسلمان اسلام کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے اور پھر خدا کا نام لے کر اٹھئے اور اسلام کے لیے کچھ کر ڈالئے۔

باب کراماتِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(اس باب کو میں نے بطور شرح اضافہ کیا ہے، ابوالاحمد غفرلہ)

1 ولادت باسعادت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری:

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضہ اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوصالح سید موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شب ولادت مشاہدہ فرمایا کہ سرور کائنات، فخرِ موجودات منبع کمالات، باعث تخلیق کائنات، احمد مجتبیٰ، جنابِ حضرت محمد مصطفی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات بمعہ صحابہ کرام و آئمۃ الہدیٰ اور اولیا عظام علیہم الرضوان ان کے گھر جلوہ افروز ہیں اور ان الفاظ مبارکہ سے ان کو خطاب فرمایا اور بشارت سے نوازا کہ

اے ابوصالح! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا فرزند عطاء فرمایا ہے جو ولی ہے وہ میرا بیٹا ہے وہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب اس کی اولیا اللہ اور اقطاب میں وہ شان ہوگی جو انبیاء اور مرسلین میں میری شان ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء — چوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان انبیاء

(سیرت غوث الثقلین، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ، ص۵۵،)

2: بچپن سے ہی روزہ دار:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام رمضان المبارک کی صبح سحری سے لے کر شام تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔

اسی بات کی طرف آپ اپنے اشعار میں یوں فرماتے ہیں۔

بِدَایَۃُ اَمْرِیْ ذِکْرُہٗ مَلَأَ الْفَضَا — وَصَوْمِیْ فِیْ مَھْدِیْ بِہٖ کَانَ شُھْرَتِیْ

یعنی میرے ابتدائی حالات سے دنیا پُر ہے۔ اور بچپن ہی میں میرا روزہ دار ہونا میری شہرت کا باعث ہے۔

(تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر، سید عبد القادر اربلی، ترجمہ علامہ عبد الاحد قادری، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، ص ۵۸)

اور بہجۃ الاسرار میں یوں بیان کیا گیا کہ

خبر دی ہم کو ان سے فقیہ ابو علی اسحاق بن علی بن عبد اللہ ہمدانی صوفی نے کہا خبر دی کو شیخ اصیل ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللطیف بن شیخ پیشواء اور ابو النجیب عبد القادر سہروردی نے کہا خبر دی ہم کو شیخ ابو خلیل احمد بن سعد بن وہب بن علی مقری بغدادی پھر ہروی نے کہا خبر دی ہم کو وہ نیک بختوں کے امام پرہیز گار ابو سعد عبد اللہ بن سلیمان بن جعران ہاشمی جیلی اور والدہ احمد جیلیہ نے جیل میں ان دونوں نے کہا کہ والدہ شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس (سلوک) میں بڑا قدم تھا ہم نے ان سے کئی مرتبہ سنا کہ وہ فرماتی ہیں جب میں نے اپنے بیٹے عبد القادر کو جنا تو وہ رمضان شریف کو دن میں دودھ نہ پیتا تھا۔ رمضان شریف کا چاند لوگوں کو غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا تو میرے پاس پوچھنے آئے میں نے کہا کہ (میرے بیٹے) نے آج دودھ نہیں پیا پھر معلوم ہوا کہ یہ دن رمضان کا تھا اور ہمارے شہر میں اس وقت یہ بات مشہور ہو گئی کہ شریفوں (سادات) میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے کہ رمضان شریف میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ابو الحسن علی بن یوسف الشطنوفی علیہ الرحمۃ، موسسۃ الشرف، لاہور پاکستان، ص ۱۷۲)

3 عقیدت مند کو آگ جلا نہ سکی:

میاں عظمت اللہ بن قاضی عماد بن میاں نظام محمد بن شاہ بن محمد قدوۃ العلماء وجیہ الحق والدین علوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شہر برہان پور میں ایک دولت مند آگ کی پوجا کرنے والا رہتا تھا جس کا گھر ہمارے گھر کے قریب تھا مگر وہ آتش پرست سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدت مند تھا اور اپنے آپ کو سرکار غوث پاک کا مرید کہتا تھا اور ہر سال قسم قسم کے کھانے پکا کر علماء و فقراء کو کھلاتا تھا اور شعلوں سے محفل کو روشن کرتا اور محفل کو طرح طرح کی زیب و زینت سے آراستہ کرتا اور خوشبو سے مزین و معطر کرتا یہ سب کچھ آپ کی محبت کی وجہ سے کرتا تھا۔ جب وہ ہندو آتش پرست فوت ہوا تو ہندوؤں نے مرگھٹ میں بہت لکڑیاں جمع کر کے ان پر گھی ڈال کر اس کی لاش کو لکڑیوں میں رکھ دیا اور آگ لگا دی لیکن اللہ کی قدرت اس شخص کا ایک بال بھی نہ جلا۔

ہندو یہ دیکھ کر طرح طرح کے مشورے کرنے لگے آخر کار اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ اس کو پانی میں بہا دیا جائے تو جب اس کو پانی میں ڈال دیا گیا تو سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں ہندو میرا روحانی فرزند ہے جس کا نام مردان خدا کے نزدیک سعد اللہ ہے اس کو پانی سے نکال کر غسل دو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو اور دفن کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ اے عبد القادر میں تیرے مریدوں اور عقیدت مندوں کو آگ میں نہیں جلاؤں گا اور دنیا سے جاتے ہوئے ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

سبحان اللہ ذرا دیکھو تو جو اللہ والوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ دنیا کی آگ اُن کو نہیں جلاتی اور میرا یہ یقین ہے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جہنم کی آگ سے بھی محفوظ ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے آگ نے نہ جلایا اور حضور غوث پاک کا مرید بھی آگ سے محفوظ رہا اور یہ سب کچھ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی نظر کرم سے ہوا، کیونکہ ہر طرف آپ ہی کا فیض ہے۔

4: جسم مبارک کی نفاست:

آپ (حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جسم مبارک نہایت ہی نظیف تھا امام ربانی غوث صمدانی، سید عبدالوہاب شعرانی امام المحدثین حضرت ملا علی قاری اور حضرت علامہ یوسف نبہانی تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ شریف حسین موصلی اور شیخ خضر علیہما رحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت غوث اعظم رضہ اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں تیرہ سال رہے ہیں اس عرصہ طویل میں ہم نے آپ کی ناک سے رینٹھ نکلتے ہوئے اور منہ سے بلغم نکلتے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھی تھی۔ اور نہ ہی کبھی آپ کے جسم اطہر پر مکھی کو بیٹھے دیکھا۔

حوالہ: (سیرت غوث الثقلین، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ، ص ۱۳۱، ☆ طبقات الکبریٰ ج ۱، ص ۱۲۷، ☆ نزہۃ الخاطر الفاتر، ص ۶۵، ☆ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۲۰۳، ☆ قلائد الجواہر، ص ۱۹، ☆ سفینۃ الاولیاء، ص ۶۸، ☆ تحفہ قادریہ، ص ۱۳)

5 پسینہ مبارک:

مفتی عراق حضرت محی الدین ابو عبداللہ محمد بن حامد البغدادی علیہ الرحمۃ، حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''طیب الاعراق،، کہ آپ کا پسینہ مبارک خوشبودار تھا۔

(سیرت غوث الثقلین، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ، ص ۱۳۲، بحوالہ، قلائد الجواہر، ص ۲۰، تفریح الخاطر، ص ۵۲،)

6 انگلیوں کی برکت:

شیخ عارف ابو محمد فرماتے ہیں کہ میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے بغداد میں گیا اور آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہا اور آخر ایک دن میں نے مجاہدہ کرنے کے لئے مصر جانے کا ارادہ کیا اور سرکار غوث اعظم سے اجازت مانگی تو آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ راستہ میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی دو انگلیاں میرے منہ میں ڈال دیں اور مجھے چوسنے کا حکم دیا اس سے جو آپ کی غرض تھی میں جان گیا پھر آپ نے فرمایا جاؤ، تو میں بغداد سے مصر آیا اب میری یہ حالت ہے کہ نہ مجھے بھوک لگتی ہے نہ پیاس اور پہلے کی نسبت میرے جسم میں طاقت بھی زیادہ ہے۔

(تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر، سید عبد القادر اربلی، ترجمہ علامہ عبد الاحد قادری، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، ص ۱۴۵، ☆ سفینۃ الاولیاء ص ۷۱ ☆ سیرت غوث الثقلین، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ، ص ۱۳۴،)

7 عصاء روشن ہوگیا:

عبداللہ ذیال رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ 560ء کا واقعہ ہے کہ میں ایک وقت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں کھڑا ہوا تھا اتنے میں آپ اپنے دولت خانہ سے اپنا عصا لئے ہوئے باہر تشریف لائے اس وقت مجھے یہ خیال ہوا کہ مجھے آپ اپنے اس عصائے مبارک سے کوئی کرامت دکھلائیں تو آپ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا تو وہ روشن ہوکر چمکنے لگا اور ایک گھنٹہ تک اسی طرح چمکتا رہا اس کی روشنی آسمان کی طرف چڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ اس کی روشنی سے تمام مکان روشن ہوگیا پھر ایک گھنٹہ کے بعد آپ نے اٹھالیا تو پھر وہ جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ ذیال تم یہی چاہتے تھے۔ (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ترجمہ علامہ محمد عبدالستار قادری، اکبر بک سیلرز، لاہور، ص ۸۷،)

8 دس سیر گندم پانچ سال کھاتے رہے:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رکاب دار ابوالعباس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بغداد کی قحط سالی میں میں نے آپ سے تنگدستی وفاقہ کشی کی شکایت کی تو آپ نے مجھے تقریباً دس بارہ سیر گندم دیئے اور فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور کمرے میں بند کرکے رکھ دو۔ اور صرف ایک طرف سے اس کا منہ کھول کر حسب ضرورت اس میں سے نکال لیا کرو مگر اسے کبھی وزن نہ کرنا چنانچہ اس گیہوں کو پانچ سال تک کھاتے رہے ایک دفعہ میری زوجہ نے اس کمرے کا منہ کھول کر دیکھا کہ اس میں کتنے گیہوں ہیں تو اس میں جس قدر اول روز ڈالے تھے اتنے ہی معلوم ہوئے۔ پھر یہ گیہوں سات روز میں ختم ہوگئے میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسے نہ دیکھتے تو تم اسی طرح اس میں سے کھاتے رہتے۔

(قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ترجمہ علامہ محمد عبدالستار قادری، اکبر بک سیلرز، لاہور، ص ۱۰۵، ☆، سیرتِ غوثِ الثقلین، مولانا محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ، ص ۱۵۹، ۱۶۰،)

9 ہاتھ کی برکت:

۶۷۰ کی بات ہے حضرت ابوعبداللہ بن خضر حسینی موصلیؒ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم تیرہ سال تک سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے آپ کی بہت سی کرامتیں دیکھیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ جس مریض کے علاج سے بڑے بڑے حکماء اور اطباء جواب دیتے تھے وہ آپ کی خدمت میں لایا جاتا آپ اس کے لئے دعا فرمادیتے تھے اور اس کے جسم پر اپنا دست مبارک پھیر دیتے تھے مشاہدہ شاہد ہے کہ فوراً وہ آپ کے سامنے ہی اٹھ کھڑا ہوجاتا اور فضل الٰہی سے بالکل تندرست وتوانا ہوجاتا ہے۔

(سیرت غوث اعظم، علامہ عبدالرحیم خان، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، ص ۲۰۴،)

شیخ حضر الحسینی الموصلی بیان کرتے ہیں میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں قریباً عرصہ تیرہ

سال تک رہا اس اثناء میں میں نے آپ کے بہت سے خوارق عادات دیکھے، منجملہ ان کے ایک یہ واقعہ ہے کہ جس بیمار کے علاج سے اطباء عاجز آ جاتے تھے وہ مریض آپ کے پاس آ کر شفایاب ہو جاتا آپ اس کے لئے دعا صحت فرماتے اور اس کے جسم پر اپنا دست مبارک رکھتے خدائے تعالیٰ اسی وقت اسے صحت عطاء فرماتا۔

(نزھۃ الخاطر الفاطر فی مناقب سیدنا شیخ عبدالقادر، محدث کبیر ملا علی قاری حنفی، ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، ص ۷۵، ۷۶.)

10 مرغی زندہ ہو گئی:

ایک دن ایک عورت آپ کے پاس آئی تو اپنے بیٹے کو بھوک اور پیاس کی شدت سے زرد پایا جو کی روٹی کے ٹکڑوں پر کفایت کرتا دیکھا۔ جب وہ عورت شیخ کے پاس آئی تو دیکھا کہ ایک پلیٹ میں مرغی کی ہڈیاں پڑی ہیں جسے آپ نے کھایا تھا۔ اس عورت نے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ تو مرغی کھاتے ہیں مگر میرا بیٹا فاقہ کشی کر رہا ہے آپ نے ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر کہا اللہ کے حکم سے اٹھ وہ مرغی اٹھ کر ادھر ادھر گھومنے لگی آپ نے فرمایا جب تمہارا بیٹا اس مقام پر پہنچ جائے اسے مرغی کھانے میں کوئی باک نہیں۔

(نزھۃ الخاطر الفاطر فی مناقب سیدنا شیخ عبدالقادر، محدث کبیر ملا علی قاری حنفی، ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، ص ۷۷،)

ان کرامات کے علاوہ مزید حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کا مطالعہ کرنے کے لیے ہماری کتاب معجزات نبی کی برسات اور غوث جلی کی ذات کا مطالعہ فرمائیں (ابوالاحمد غفرلہ)

کِتَابُ الْاُمُوْرِ الْمَنْهِیِّ عَنْهَا

ان احکام کا بیان جن سے منع کیا گیا ہے

بَابُ تَحْرِیمِ الْغِیْبَةِ وَالْاَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت کے حکم کا بیان

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، کا ترجمہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،
مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں من الغیبۃ والشتم ہے تو معنی ظاہر ہیں یعنی اپنی زبان کو غیبت اور گالی سے محفوظ رکھنا، عام نسخوں میں واؤ سے ہے تب معنی یہ ہوں گے کہ اپنی زبان کو ہر بری چیز خصوصًا غیبت و گالی سے محفوظ رکھنا۔ خیال رہے کہ کسی مسلمان کے غیر مشہور عیب اس کے پس پشت بلا ضرورۃ بیان کرنا غیبت ہے خواہ وہ شخص زندہ ہو یا مردہ موجود ہو یا غائب۔ غیبت حرام ہے اور ہر فحش کلام شتم ہے، سبّ عام ہے شتم خاص۔ غیبت کی یہ تعریف اور تعریف کی یہ قیود خیال میں رکھنی چاہیے۔ لغوی غیبت کبھی حرام ہے، کبھی کفر، کبھی جائز، کبھی واجب، فرض۔ مسلمان کی غیبت بلا وجہ حرام ہے، انبیاء و اولیاء کی غیبت جو جنت کی بشارت یافتہ ہیں کفر ہیں جیسے روافض کا تبرا اور راویان حدیث کی غیبت واجب تا کہ احادیث صحیح و غیر صحیح مخلوط نہ ہو جاویں، کسی کے شر سے مسلمان کو بچانے کے لیے غیبت کرنا واجب ہے۔

آیت نمبر 1:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝} (الحجرات: 12).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے'' ۝

تشریح:

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی روایت کرتے ہیں:
حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو بدگمانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (الجامع لشعب الایمان)

ظن اور گمان کے جواز اور عدم جواز کے محمل امام محمد ابن محمد غزالی لکھتے ہیں:

شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتیٰ کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بوآ رہی ہو تو پھر بھی اس حد لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر گلی کر دی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلا دی ہو اور اس کا احتمال ہے، تو وہ دل کے خون کو، اس کے مال کو اور اس کے متعلق بدگمانی کا حرام کر دیا ہے، اس لئے جب تک وہ خود کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے یا اس پر دو نیک گواہ قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس طرح نہ ہو اور شیطان تمہارے دل میں کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کا وسوسہ ڈالے تو تم اس وسوسہ کو دور کرو اور اس پر جمے رہو کہ اس کا حال تم سے مستور ہے اور اس شخص کے حق میں نیک پر قائم رہنے اور گناہ سے باز رہنے کی دعا کرو اور شیطان کو ناکام اور نامراد کر کے اس کو غضب میں لاؤ۔

(احیاء العلوم، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص نیکی میں مشہور ہو تو اس کے متعلق بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہ کبیرہ کو مرتکب ہو اور فسق میں مشہور ہو اس کے متعلق بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی، دار الفکر، بیروت)

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی کا قول صائب اور صحیح ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو گمان ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نیک مسلمانوں کے متعلق برا گمان کیا جائے اور جس گمان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس حکم کے حصول کی دلیل قطعی میسر نہ ہو اور کسی معاملہ میں اس پر حکم نافذ کرنا مقصود ہو تو اس معاملہ میں ظن غالب پر عمل کر کے حکم نافذ کرنا واجب ہے، جس طرح ہم پر واجب ہے کہ ہم نیک مسلمانوں کی شہادت قبول کریں (اور ان کا نیک ہونا ظن غالب سے معلوم ہوگا) اور جنگل میں غور و فکر کر کے ظن غالب سے سمت قبلہ معلوم کرنا، اسی طرح اگر محرم نے کسی جانور کا شکار کر کے اس کو ہلاک کر دیا اور شریعت میں اس جانور کی مقدار اور قیمت متعین نہیں ہے تو اس کا تاوان ادا کرنے کے لئے ظن غالب سے اس کی قیمت کو تعین کرنا۔ اس قسم کی مثالوں میں ہمیں ظن گالب کے تقاضے پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو ظن مباح ہے وہ یہ ہے کہ جب امام کو رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو وہ غور و فکر کرے اور جتنی تعداد پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے، اگرچہ دوبارہ نماز پڑھنا افضل ہے اور جو ظن مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے متعلق نیک گمان کرے، خواہ لوگ اس کو بلا دلیل برا کہہ رہے ہوں۔ (عمدۃ القاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ:

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے، کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے اس کو علم

نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جارہا ہے، اسی طرح جس شخص کا پسِ پشت عیب بیان کیا جائے اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پسِ پشت عیب بیان کیا جارہا ہے، نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے نیز کسی مسلمان کی جب غیبت کی جائے تو وہ اپنے واقف لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے اور کسی مسلمان کو بے عزت کرنا اس کو قتل کر دینے کے مترادف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں پر جس طرح ایک دوسرے کی جان اور مال کو حرام کیا ہے، اسی طرح اس کی عزت کو بھی حرام کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے آج کے دن، اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:1742، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:4686، سنن نسائی رقم الحدیث:4125، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:3943)

نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہے: جس طرح تم میں سے کوئی شخص مردار کھانے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح کو غیبت کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیتل کے ناخن تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث، 4878)

حضرت مستورد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا گوشت کھایا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی دوزخ کی آگ کھلائے گا، اور جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا) حرام) کپڑا پہنا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی دوزخ کا کپڑا پہنائے گا، اور جس نے کسی شخص کو دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کیا، اللہ سبحانہ اس کو قیامت کے دن دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:488)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن یا مومنہ پر بہتان باندھا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خبال) دوزخ کے ایک طبقہ کی کیچڑ) میں بند رکھے گا حتیٰ کہ وہ اپنے بہتان سے نکل آئے اور وہ اس سے نہیں نکل سکے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث:13435، تاریخ بغداد ج 8 ص 201، مسند الشامیین رقم الحدیث:2460، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح

ہے۔مجمع الزوائدج10ص91)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: تم جس طرح دنیا میں اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب مردہ گوشت کھاؤ، وہ اس کو چیخ مارتا ہوں اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث:1677، اس حدیث کی روایت میں مجہول رواوی بھی ہیں۔مجمع الزوائد رقم الحدیث:13129)

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! غیبت کرنا زنا سے زیادہ سخت گناہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف نہ کردے۔

(شعب الایمان ج5ص306، الترغیب والترہیب ج3ص511، مشکوٰۃ رقم الحدیث:4874)

یحییٰ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی شخص کا عیب بیان کیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی عیب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6354)

مالک بن دینار کہتے تھے کہ کسی شخص کے برے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ خود نیک نہ ہو اور نیک لوگوں کی برائی کرتا ہو۔(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6359)

غیبت کا کفارہ:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لئے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے۔(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6368، اللآلی المصنوعۃ ج2ص303)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: جب کوئی شخص کسی کی غیبت کرے تو اس کو نہ بتائے لیکن اللہ سے استغفار کرے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6366)

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6367)

جن صورتوں میں پس پشت عیب بیان کرنا جائز ہے

شعبہ نے کہا: شکایت کرنے کے لیے اور لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6372)

ابن عیینہ نے کہا: تین آدمیوں کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، 1) ظالم حکمران 2) جو شخص لوگوں کے سامنے اللہ کی

نافرمانی کرتا ہو)3) وہ بدعتی جولوگوں کواپنی بدعت کی دعوت دیتا ہو۔(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6374)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جس سبب صحیح اور غرض شرعی کوکسی کا پس پشت عیب بیان کیے بغیر پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے لیے غیبت کرنا مباح ہے اوراس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان، قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کوختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ بُرا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو، اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔ تیسرا سبب ہے استفسار، کوئی شخص مفتی سے پوچھے: فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں؟ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور اس کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں۔

(الف) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا، یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے۔

(ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے، یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کر دے۔

(ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔

(د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا جو اس منصب کا اہل نہ ہو، اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں، تا کہ اہل اور کار آمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو، مثلاً شراب نوشی، جواء کھیلنا، لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے، جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو، ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا سبب ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے)، اصم (بہرے)، اعمیٰ (اندھے) احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز

ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے پھر بھی اس عیب کا ذکر جائز نہیں ہے۔

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ٥} بنی اسرائیل: 36)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے'' ٥

تشریح:

اس کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہے:

1۔ مشرکین نے اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں مختلف عقائد گھڑ رکھے تھے، وہ بتوں کو اللہ کا شریک کہتے تھے، بتوں کو اللہ کی جناب میں شفاعت کرنے والا مانتے تھے، بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ قرار دیتے تھے، قیامت کا انکار کرتے تھے، اور بحیرہ، سائبہ وغیرہ کے کھانے کو حرام کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں:

"ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وابائکم ما انزل اللہ بھا من سلطان، ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس، ولقد جاءھم من ربھم الھدی۔(النجم)

یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں نازل کی یہ لوگ صرف گمان کی اور اپنے نفسوں کی خواہش کی پیروی کررہے ہیں بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

"واذا قیل ان وعد اللہ حق والساعۃ لا ریب فیھا قلتم ما ندری ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستقینین۔ (الجاثیہ)

اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے، ہم تو صرف گمان کرتے ہیں اور ہم یقین نہیں کرتے۔

"قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا، ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون۔ (الانعام)

آپ کہیے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ تو وہ تم ہم پر پیش کرو، تم صرف ظن اور گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم صرف اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہو۔

2۔اسی نہج پر اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کی پیروی نہ کرو، اور محض ظن اور گمان کے پیچھے نہ چلو۔

2, محمد بن حنفیہ نے کہا جھوٹی گواہی نہ دو، حضرت ابن عباس نے فرمایا صرف اس چیز کی گواہی دو جس کو تمہاری آنکھوں نے دیکھا ہو اور تمہارے کانوں نے سنا ہو اور تمہارے دل نے یاد رکھا ہو۔

3 اس سے مراد تہمت لگانے سے منع کرنا ہے، زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادت تھی کہ وہ کسی مذمت میں مبالغہ کرنے کے لیے اس کو بدکاری کی تہمت لگاتے تھے اور اس کی ہجو کرتے تھے۔

4۔اس سے مراد ہے جھوٹ مت بولو، قتادہ نے کہا جب تم نے سنا نہ ہو تو یہ مت کہو میں نے سنا ہے اور جب تم نے دیکھا نہ ہو تو یہ مت کہو میں نے دیکھا ہے۔

5۔اس سے مراد ہے کسی پر بہتان نہ لگاؤ۔

ظن پر عمل کرنے کی شرعی نظائر:

علماء دین کے فتاوی پر عمل کرنا جائز ہے حالانکہ وہ بھی ظنی ہیں۔(۱) نیک مسلمانوں کی گواہی پر عمل کرنا جائز ہے حالانکہ ان کی گواہی بھی ظنی ہے۔(۲) جب آدمی کو قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو تو وہ غور و فکر کر کے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی سمت معلوم کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے گا حالانکہ یہ بھی ظنی عمل ہے۔(۳) حرم میں شکار کرنے کی جنایت میں اس کی مثل جانور کی قربانی دینی ہوگی اور یہ مماثلت بھی ظنی ہے۔(۴) فصد اور علاج معالجہ کی دیگر صورتیں بھی ظنی ہیں اور ان کے مطابق علاج کرنا جائز ہے۔(۵) ہم بازار سے جو گوشت خرید کر پکاتے ہیں اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مسلمان صحیح عقیدہ کا ذبیحہ ہے اور صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے یہ بھی ظنی ہے۔(۶) عدالتوں کے فیصلے بھی ظنی ہوتے ہیں اور ان کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔(۷) ہم کسی شخص پر اسلام کا حکم لگاتے ہیں اس کو مسلمان کہتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں اس کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی ظنی امر ہے۔(۸) کاروبار میں ہم لوگوں سے روپے پیسے کا لین دین کرتے ہیں دوستوں کی صداقت اور دشمنوں کی عداوت پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ سب ظنی امور ہیں۔(۹) موذن کی اذان سے نماز کا وقت ہونے کا یقین کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی ظنی امر ہے۔(۱۰) افطار اور سحر میں اوقات نماز کے نقشوں، اذانوں اور ریڈیو اور ٹی، وی کے اعلانات پر اعتماد کرتے ہیں۔(۱۱) عید، رمضان، حج اور قربانی میں رویت ہلال کمیٹی کے اعلانات پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ اعلانات بھی ظنی ہیں۔ حدیث میں ہے ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔(تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 3:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○} ق:18)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ایک نگہبان فرشتہ لکھنے کے لئے تیار رہتا

ہے"۔

تشریح:

اس آیت میں "رقیب" اور "عتید" کے الفاظ ہیں، "رقیب" کا معنی ہے: حکم پر عمل کرنے والا، محافظ اور مشاہدہ کرنے والا اور "عتید" کا معنی ہے: وہ شخص جو ہمیشہ حاضر رہے اور کبھی غائب نہ ہو اور وہ شخص جو گواہی دینے کی حفاظت کر رہا ہو۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب دو محافظ اللہ سبحانہ کی طرف اپنا لکھا ہوا لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صحیفہ کی ابتداء اور آخر میں نیکی لکھی ہوئی دیکھتا ہے تو فرشتوں سے فرماتا ہے: تم گواہ ہو جاؤ کہ اس صحیفہ کے درمیان میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کو میں نے معاف کر دیا۔

(الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی رقم الحدیث: 6170، کامل ابن عدی ج 2 ص 84 طبع جدید، مجمع الزوائد ج 10 ص 208)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے عمل لکھتے رہتے ہیں، جب وہ بندہ مر جاتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! بے شک فلاں بندہ مر گیا اب تو ہمیں اجازت دے کہ ہم آسمان کی طرف چلے جائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے آسمان تو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح کر رہے ہیں، پھر وہ فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! پھر ہم زمین میں قیام کریں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری زمین تو میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے جو میری تسبیح کرتی ہے، پھر وہ فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! پھر ہم کہاں رہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا؟ تم میرے اسی بندے کی قبر پر رہو، تم "اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ" اور "سبحان اللہ" پڑھو اور اس کو میرے بندے کے صحیفہ اعمال میں قیامت تک لکھتے رہو۔

(حافظ سیوطی نے اس حدیث کو "کتاب العظمۃ" اور "شعب الایمان" کے حوالے سے درج کیا ہے۔ الدر المنثور ج 7 ص 521)

اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَنْبَغِي لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَّحْفَظَ لِسَانَهٗ عَنْ جَمِيْعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيْهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتَى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهٗ فِي الْمَصْلَحَةِ، فَالسُّنَّةُ الْاِمْسَاكُ عَنْهُ، لِاَنَّهٗ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلٰى حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ، وَذٰلِكَ كَثِيْرٌ فِي الْعَادَةِ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ۔

جان لیجئے کہ ہر مکلف کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کی ہر قسم کی گفتگو سے حفاظت کرے سوائے اس گفتگو کے جس میں مصلحت ہو اور جس وقت مصلحت میں گفتگو کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو تو سنت یہی ہے کہ اس سے خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ یہی مباح گفتگو حرام یا مکروہ کی طرف لے جاتی ہے اور عادۃً ایسا بہت زیادہ ہوتا ہے اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔

(۶۱۹) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّهُ يَنْبَغِي اَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا. وَهُوَ الَّذِيْ ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ، وَمَتٰى شَكَّ فِيْ ظُهُوْرِ الْمَصْلَحَةِ، فَلَا يَتَكَلَّمْ۔

◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشادفرمایا: جوشخص اللہ تعالیٰ پراورآخرت کے دن پرایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

یہ اس بات میں واضح ہے کہ صرف اسی صورت میں بات کرے جب بات اچھی ہواوراچھی بات سے مراد یہ ہے کہ اس کی مصلحت واضح ہواور جب مصلحت کے بارے میں شک ہوتو پھر بات نہ کرے۔

(۶۲۰) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: رسول اللہ! کون سا مسلمان سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (متفق علیہ)

(۶۲۱) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص مجھے اپنی زبان اوراپنی شرمگاہ کے متعلق ضمانت دے دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

(۶۲۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ

---

(۶۱۹) (بخاری شریف' رقم الحدیث 5673' 5784' 6111' مسلم شریف' رقم الحدیث 48' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 3748' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1967' دارمی' رقم الحدیث 2035' مستدرک حاکم' رقم الحدیث 7296' مؤطا امام مالک' رقم الحدیث 1660' مسند امام احمد' رقم الحدیث 16241' ابن حبان' رقم الحدیث 5287' سنن الکبریٰ بیہقی' رقم الحدیث 188469' طبرانی اوسط' رقم الحدیث 8846' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 475' مسند ابویعلیٰ' رقم الحدیث 6590' الادب المفرد' رقم الحدیث 741' مسند الشہاب' رقم الحدیث 471' مصنف ابن ابی شیبہ' رقم الحدیث 33573)

(۶۲۰) (مسلم شریف' رقم الحدیث 69' بخاری شریف' رقم الحدیث 10' 11' 6119' ترمذی شریف' رقم الحدیث 2504' 2627' 2628' نسائی شریف' رقم الحدیث 4165' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 4995' دارمی' رقم الحدیث 4996' مسند امام احمد' رقم الحدیث 3934' 2712' 1390' ابن حبان' رقم الحدیث 6515' 6753' 196' مستدرک حاکم' رقم الحدیث 197' 2030' 23' بیہقی' 24' 25' مسند ابویعلیٰ' رقم الحدیث 20544' 20545' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 1137)

(۶۲۱) (بخاری شریف' رقم الحدیث 6109' 6422)

(۶۲۲) (بخاری شریف' رقم الحدیث 6112' مسلم شریف' رقم الحدیث 2988' ابن حبان' رقم الحدیث 5707' سنن الکبریٰ بیہقی' رقم الحدیث 16441)

الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا إِلَى النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنٰی: "يَتَبَيَّنُ" يَتَفَكَّرُ أَنَّهَا خَيْرٌ أَمْ لَا.

◀ ◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے سنا: بے شک ایک بندہ بات کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ وہ اچھی ہے یا نہیں تو وہ اس بات کی وجہ سے دوزخ میں اتنی گہرائی تک گرجاتا ہے جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اور یَتَبَیَّنُ: کا معنی ہے: وہ غور وفکر کرتا ہے کہ یہ بہتر ہے یا نہیں۔

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی بعض باتیں انسان کی نگاہ میں نہایت معمولی ہوتی ہیں رب تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم کہ انسان کو دوزخی بنادیتی ہیں لہٰذا زبان کی بہت ہی حفاظت چاہیے۔

دوزخ میں جس قدر نیچائی زیادہ اسی قدر عذاب سخت، جنت میں جس قدر اونچائی زیادہ اسی قدر ثواب اعلیٰ، دوزخ کا طبقہ ہاویہ سب سے نیچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدعملی کی وجہ سے انسان دوزخ کے اونچے طبقے میں جاوے گا جہاں عذاب ہلکا ہے مگر برے کلام کی وجہ سے نیچے طبقہ میں جاوے گا جہاں عذاب سخت تر ہے۔ رب تعالیٰ نے انسان کو ارکان (اعضاء) جنان (دل) لسان (زبان) عطا فرمائے ہیں ارکان وجنان کے گناہوں سے لسان یعنی زبان کا جرم بدترین ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 648:)

(۶۲۳) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

◀ ◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بات کرتا ہے اور اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرماتا ہے اور ایک بندہ اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا

(۶۲۳) (بخاری شریف، رقم الحدیث 6113، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث 781، مسند امام احمد، رقم الحدیث 8392، سنن الکبریٰ بیہقی، رقم الحدیث 16442)

لیکن اس بات کی وجہ سے وہ دوزخ میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

(۶۲۴) وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَا کَانَ یَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ یَکْتُبُ اللّٰہُ لَہٗ بِھَا رِضْوَانَہٗ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَاہُ. وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ سَخَطِ اللّٰہِ مَا کَانَ یَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ یَکْتُبُ اللّٰہُ لَہٗ بِھَا سَخَطَہٗ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَاہُ".

رَوَاہُ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّا، وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

◀◀ حضرت ابوعبدالرحمن بلال بن حارث المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے' اور اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ بات اتنی بلند مرتبہ ہوگی جتنی کہ وہ دراصل ہے' اور اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے قیامت تک اس کے لئے اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے' اور ایک آدمی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات کرتا ہے' اور اس بات کو وہ اتنا ضرر رساں نہیں سمجھتا جتنی کہ وہ اصل میں ہے' اور اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے لئے اس بات کی وجہ سے اس کے لیے اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

حکمِ حدیث:

اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حل لغات:

مَا بَلَغَتْ: بلغ، یبلغ، بلوغاً، بمعنی پہنچنا۔

تعارفِ راوی:

بلال ابن حارث: آپ کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے، مزنی ہیں، آپ اشعر میں رہے، ۸۰ اسی سال عمر ہوئی، ۶۰ میں وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الباء، فصل فی الصحابۃ)

شرح:

یعنی کوئی بات ایسی بری بول دیتا ہے جس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ناراض ہوجاتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات کیا کرے۔ حضرت علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بہت سی باتوں سے بلال ابن حارث کی حدیث روک دیتی ہے۔ (مرقات) یعنی میں کچھ بولنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث سامنے آجاتی ہے اور میں خاموش ہوجاتا ہوں۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 668:)

---

(۶۲۴) (ترمذی شریف' کتاب الزھد' رقم الحدیث 2319)

(٦٢٥) وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ حَدِّثْنِيْ بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ: "قُلْ: رَبِّيَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا".

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی بات ارشادفرمایئے جسے میں سختی سے اپنالوں' آپ نے فرمایا: تم یہ کہو: میرا رب اللہ ہے' اور پھر اس پرڈٹ جاؤ' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بارے میں آپ کس چیز سے زیادہ خوف محسوس فرماتے ہیں: تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو ہاتھ میں پکڑا پھر فرمایا: اس سے۔

حکم حدیث:

اس حدیث کوامام ترمذی نے روایت کیااور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حل لغات:

اَعْتَصِمُ :از، اعتصام، بمعنی مضبوطی سے پکڑنا۔

تعارفِ راوی:

سفیان بن عبداللہ: وفد کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنی نے آپ کو طائف میں زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور کیا تھا اور ایک روایت کے مطابق خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو طائف سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، از امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، حرف السین، ج2، ص426، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

شرح:

یعنی میرے اعضاء سارے ہی خطرناک ہیں مگران سب میں زیادہ خطرناک کون ساعضو ہے جو مجھے بہت زیادہ نقصان پہنچاسکتا ہے۔

حضورانور نے خودسائل کی زبان نہ پکڑی اس لیے کہ اس میں تکلف ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید صرف ان کی زبان ہی خطرناک ہوگی دوسروں کی نہیں اپنی زبان شریف پکڑنے میں یہ دونوں باتیں نہیں، نیز اشارہ کیانام نہ لے دیا کہ اشارہ فرمانے میں زیادہ اہتمام ہے، چونکہ کفروشرک اور اکثر بڑے گناہ زبان سے ہوتے ہیں، نیز زیادہ گناہ اور ہروقت گناہ زبان سے ہوتے ہیں اس لیے اسی کو زیادہ خطرناک قرار دیا دیگر اعضاء کے گناہوں میں بھی زبان کا دخل ہوتا ہے چوری، زنا، شراب

---

(٦٢٥) (ترمذی شریف' کتاب الزہد رقم الحدیث 2410)

خوری، قتل وغیرہ تمام جرموں میں پہلے زبان کام کرتی ہے پھر باقی اعضاء کہ ان کاموں کے مشورے زبان سے ہی ہوتے ہیں، میدان زبان بناتی ہے پھر اس پر چلتے ہیں باقی اعضاء، یہ ہی حال نیکیوں کا ہے کہ زیادہ نیکیاں زبان سے ہوتی ہے اور باقی اعضاء کی نیکیوں میں بھی زبان کا حصہ ضرور ہوتا ہے دوسرے اعضاء کی نیکیاں خاص وقتوں میں ہوتی ہیں مگر زبان کی نیکیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6 تحت حدیث 676:)

(٦٢٦) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ! وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو' کیونکہ ذکر خدا کے بغیر زیادہ باتیں دل کو سخت کر دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہی لوگ ہوں گے جن کے دل سخت ہیں۔ (ترمذی)

(٦٢٧) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وَقَاهُ اللهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان اور شرمگاہ کے شر سے محفوظ رکھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(٦٢٨) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

◀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نجات کس چیز میں ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھ' اپنے گھر ہی کو کافی سمجھ اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔

حکمِ حدیث:

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

---

(٦٢٦) (ترمذی شریف' رقم الحدیث 2411)

(٦٢٧) (ترمذی شریف' کتاب الزہد' رقم الحدیث 2409)

(٦٢٨) (ترمذی شریف' رقم الحدیث 2406)

تعارفِ راوی:

عقبہ ابن عامر: آپ جہنی ہیں، عتبہ ابن ابی سفیان کے بعد امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر امیر معاویہ نے آپ کو معزول کردیا ۵۸ اٹھاون میں مصر میں آپ کی وفات ہوئی آپ سے چند صحابہ اور بہت تابعین نے احادیث نقل کیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکٰوۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ تحت حرف العین، فصل فی الصحابہ)

شرح:

(اپنی زبان کو قابو میں رکھ) یعنی اپنی زبان کو قبضہ میں رکھو اس کی حفاظت کرو بری بات بولنے سے روکو۔

(اپنے گھر ہی کو کافی سمجھ) یعنی بلاضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلاوجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صدہا آفتوں سے امان ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت، لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی، گھر میں رہنا، رب کی عطا پر قناعت، موت تک اس پر قائم رہنا۔

(اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔) یعنی اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رونا اختیار کرو دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی عیب جوئی کرو۔ (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 672)

(۶۲۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ، فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّھَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُوْلُ: اتَّقِ اللّٰہَ فِیْنَا، فَاِنَّمَا نَحْنُ بِکَ؛ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا"۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

معنی: "تُکَفِّرُ اللِّسَانَ": اَیْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ لَہٗ۔

◀ ◀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی جب صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی وزاری کرتے اور اسے کہتے ہیں: تو خدا کا خوف کر، کیونکہ ہم بھی تیرے ساتھ ہیں اگر تو راہ راست پر رہی تو ہم بھی سیدھی راہ پر رہیں گے اور اگر تیرے اندر کجی آ گئی تو ہمارے اندر بھی کجی آ جائے گی۔ (ترمذی)

حل لغات:

تکفر اللسان: کا مطلب ہے عاجزی کرتے اور گڑگڑاتے ہیں زبان کے لیے۔

تعارفِ راوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 22 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۶۲۹) (ترمذی شریف، کتاب الزھد، رقم الحدیث 2407)

شرح:

تکفر بنا ہے کفر سے بمعنی ذلت و عاجزی و خواری، کہا جاتا ہے کفر الیھودی یعنی یہودی ذلیل ہوگیا اپنے صاحب کے آگے جھک گیا۔

(اگر تو راہ راست پر رہی تو ہم بھی سیدھی راہ پر رہیں گے اور اگر تیرے اندر کجی آ گئی تو ہمارے اندر بھی کجی آ جائے گی۔) یعنی نفع نقصان راحت و آرام تکالیف و آلام میں ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو خراب ہوگی ہماری شامت آ جاوے گی تو درست ہوگی ہماری عزت ہوگی۔ خیال رہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: لسان الانسان الہ البیان للکفر والایمان لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ دل کے درست ہو جانے سے تمام جسم درست ہو جاتا ہے کہ دل و زبان کا حال یکساں ہے، بارہا منافقین کی زبان ان کے دل کا نشان دے دیتی تھی، دل دیگ ہے زبان اس کا چمچہ ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 673:)

(۶۳۰) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ، اَخْبِرْنِی بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَیُبَاعِدُنِی مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: "لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ، وَاِنَّهُ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَّسَّرَهُ اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ: تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَیْتَ". ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَةَ كَمَا یُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ، وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ" ثُمَّ تَلَا: {تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ} حَتّٰی بَلَغَ {یَعْمَلُوْنَ}) النور: 16) ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ، وَعَمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ" قُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: "رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ الْجِهَادُ" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ!" قُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللهِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ وَقَالَ: "كُفَّ عَلَیْكَ هٰذَا" قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: "ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! وَهَلْ یَكُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ؟".

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ".

وَقَدْ سَبَقَ شَرْحِهٖ فِی بَابِ قَبْلَ هٰذَا۔

◄◄ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا

(۶۳۰) (ترمذی شریف رقم الحدیث 2616)

عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کرے اور مجھے دوزخ سے دور کر دے۔ آپ نے فرمایا: تو نے بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو آسان کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کر، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، اور رمضان کے روزے رکھ اور اگر حج کی استطاعت رکھتے ہوئے تو حج بیت اللہ کر، پھر فرمایا: کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں: روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور آدمی کا رات کے درمیان نماز پڑھنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ "دور رہتے ہیں ان کے پہلو (اپنے) بستروں سے" يَعْمَلُوْنَ تک۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں معاملے کی اصل اور اس کے ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کے متعلق نہ بتاؤں! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں! فرمایا: معاملے کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے، اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے پھر فرمایا: کیا میں تجھے اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں جس پر ان کا دارومدار ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا: اس کو قابو میں رکھو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم سے ہماری گفتگو کا بھی مواخذہ ہوگا؟ فرمایا: تیری ماں تجھے روئے، کیا لوگوں کو کوئی اور چیز آگ میں گرائے گی سوائے زبان کے دوسروں کے متعلق کی جانے والی باتوں کے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اس کی شرح اس سے قبل باب میں گزر چکی ہے۔

حل لغات:

اَدُلُّکَ: دل، یدل، دلالۃً بمعنی راہنمائی کرنا، رہبری کرنا۔

تعارفِ راوی:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 63 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(میں نے عرض کیا:) غزوۂ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی، جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا۔ (مرقاۃ)

(یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کرے اور مجھے دوزخ سے دور کر دے۔) یہ اسناد مجازی ہے جنت، دنیا، دوزخ سے بچانا رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے فاعل قرار دیا گیا لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں، ہمارے اعمال سے حضور کا توسل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

(آپ نے فرمایا: تو نے بہت بڑی بات پوچھی ہے) کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ

بھی بڑا ہی ہوگا۔
(لیکن یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو آسان کردے۔) یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے، ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے، ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔
(تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کر) یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آ رہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔
(کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرا' نماز قائم کر' زکوٰۃ ادا کر' اور رمضان کے روزے رکھ' اور اگر حج کی استطاعت رکھتے ہوئے تو حج بیت اللہ کر') اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت، روزہ ہر سال رمضان میں، زکوٰۃ ہر سال، اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔
(پھر فرمایا: کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں) یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کرسکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔
(روزہ ڈھال ہے) جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔
(اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹادیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے) چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی حاجت روائی بھی، اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے، جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔
(اور آدمی کا رات کے درمیان نماز پڑھنا') یعنی نماز تہجد، نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق، نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھیجی، حضور کے طفیل سے ہمیں ملی، فرماتا ہے: "فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ"۔
(پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ "دور رہتے ہیں ان کے پہلو (اپنے) بستروں سے "یَعْمَلُوْنَ تک) یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں، پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں، تہجد کے لیے پہلے سو لینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا، بعد تہجد بھی سونا سنت ہے، یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔
(پھر فرمایا: کیا میں تمہیں معاملے کی اصل اور اس کے ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کے متعلق نہ بتاؤں!) یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی، پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخلیل میں ہوتا ہے۔
(میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں!) یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو

شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔

(فرمایا: چیز کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے) چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے، جیسے ستون سے چھت کی۔

(اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے) جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے، جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے۔ جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے، کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔

(پھر فرمایا: کیا میں تجھے اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں جس پر ان کا دارومدار ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں!) ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو، یعنی اصل اصول۔

(تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا: اس کو قابو میں رکھو۔) کہ پہلے تولو بعد میں بولو، زبان کو لگام دو، رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لیے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان دیئے، مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک ہی دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔

(میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم سے ہماری گفتگو کا بھی مواخذہ ہوگا؟) یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا، قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہیں مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔

(فرمایا: تیری ماں تجھے روئے) عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے رُڑ جائیں، اڈپڈ جائیں اردو میں مارے ہتیارے، ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مرجائے اور ماں تجھے رورو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔

(کیا لوگوں کو کوئی اور چیز آگ میں گرائے گی سوائے زبان کے دوسروں کے متعلق کی جانے والی باتوں کے۔) کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت وخواری کے ساتھ پھیلنگے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1 تحت حدیث 27:)

(۶۳۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟" قَالُوْا: اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: "ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ" قِيْلَ:

---

(۶۳۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6467 'ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4874 'ترمذی شریف، رقم الحدیث 1934 'موطا امام مالک، رقم الحدیث 1786 'دارمی، رقم الحدیث 2714 'مسند امام احمد، رقم الحدیث 7146 'ابن حبان، رقم الحدیث 5758 'بیہقی، رقم الحدیث 20952 'مسند ابو یعلی، رقم الحدیث 6493)

اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: "اِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ، وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀ ◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں: فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کرو جسے وہ ناپسند کرے، عرض کیا گیا: جو بات میں اپنے بھائی کے متعلق کروں اگر وہ اس کے اندر پائی بھی جائے تو بھی غیبت ہوگی؟ فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہو جو اس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہے' اور اگر تم نے اس کے متعلق ایسی بات کہی جو اس کے اندر موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم)

(٦٣٢) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًی فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اِنَّ دِمَائَکُمْ، وَاَمْوَالَکُمْ، وَاَعْرَاضَکُمْ، حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا، فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

◀ ◀ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کے مقام پر یوم النحر کو اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے خون' تمہارے اموال' اور تمہاری عزتیں' تمہارے لئے اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ تمہارا یہ (آج کا) دن' تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں قابل احترام ہے۔ خبردار! کیا میں نے (پیغام حق) پہنچا دیا۔ (متفق علیہ)

(٦٣٣) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُکَ مِنْ صَفِیَّةَ کَذَا وَ کَذَا۔ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِیْ قَصِیْرَةً، فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ کَلِمَةً لَّوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ!"۔ قَالَتْ: وَحَکَیْتُ لَهٗ اِنْسَانًا فَقَالَ: "مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اِنْسَانًا وَّاِنَّ لِیْ کَذَا وَ کَذَا"۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ"۔

وَمَعْنٰی: "مَزَجَتْهُ" خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً یَتَغَیَّرُ بِهَا طَعْمُهٗ اَوْ رِیْحُهٗ لِشِدَّةِ نَتَنِهَا وَقُبْحِهَا۔ وَهٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ اَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِیْبَةِ،

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥}۔ (النجم: ٣،٤)

(٦٣٢) (مسلم شریف' کتاب القسامۃ' رقم الحدیث 4271)

(٦٣٣) (ترمذی شریف' کتاب صفۃ القیامۃ' رقم الحدیث 2503)

◀ ◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: آپ کے لئے صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فلاں فلاں بات ہی کافی ہے۔ بعض راوی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چھوٹے قد کی تھیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو اسے بھی بدل کر کے رکھ دے۔ (یعنی سمندر کے پانی کا رنگ بدل جائے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا خواہ مجھے اس کے بدلے فلاں فلاں چیز ملے۔

''اور یہ حدیث غیبت پر تنبیہ کرنے کی بڑی بلیغ مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ''اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے، نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے''o

حکمِ حدیث:

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حلِ لغات:

مَزَجَتْہُ: کا مطلب ہے جو اس میں گھل کر اس کا ذائقہ اور بُو اپنی سخت بو اور گندگی کی وجہ بدل دے

تعارفِ راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کہ وہ چھوٹے قد کی تھیں) اس طرح کہ جناب عائشہ نے بالشت دکھا کر فرمایا کہ صفیہ اتنی بڑی ہیں یعنی میرے بالشت کی برابر یہ عرض و معروض حضرت صفیہ بنت حیی کے پس پشت ہوئی اس لیے اسے غیبت کہا گیا۔ معلوم ہوا کہ غیبت اشارہ سے بھی ہو جاتی ہے۔

(تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو اسے بھی بدل کر کے رکھ دے۔) یعنی بظاہر یہ بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اگر اس رنگت کو پوڑیا کی شکل دے دی جاوے اور اسے سمندر میں گھول دیا جاوے تو سارے سمندر کو رنگین کر دے تو یہ تمہارے دل کو یقیناً گدلا کر دے گی تمہارے نیک اعمال کا رنگ بھی بگاڑ دے گی، اس سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام گناہوں سے معصوم نہیں، معصوم یا فرشتے ہیں یا حضرات انبیاء کرام، یہ حضرات عادل ہیں کہ گناہ پر جمتے نہیں توبہ کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیبت حق العبد جب ہے جب کہ اس کی خبر اس کو پہنچ جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق

اللہ ہے کہ توبہ سے معاف ہوجاتی ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب صفیہ سے معافی مانگنے کا حکم نہ دیا کیونکہ حضرت صفیہ کو اس کی خبر نہ ہوئی لہٰذا یہ حق اللہ رہی۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 686:)

(۶۳۴) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا عُرِجَ بِیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّھُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ یَّخْمِشُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَصُدُوْرَھُمْ فَقُلْتُ: مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ: ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِھِمْ!"۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

◄◄ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان کے ساتھ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے (یعنی ان کی غیبت کرتے) تھے اور ان کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتے تھے"۔ (ابوداؤد)

(۶۳۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُہٗ وَعِرْضُہٗ وَمَالُہٗ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر اس کا خون اس کی عزت اور اس کا مال حرام ہے۔ (مسلم)

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت وافلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہوجاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلا دے تو اس کا نام راکھ ہوجاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

(۶۳۴) (ابوداؤد شریف، کتاب الادب، رقم الحدیث 4878)

(۶۳۵) (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث 6416)

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی ... کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6،تحت حدیث 789:)

۱۱۲۔بَابُ تَحْرِیْمِ سَمَاعِ الْغِیْبَةِ وَاَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِیْبَةً مُّحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْاِنْكَارِ عَلٰى قَائِلِهَا فَاِنْ عَجَزَ اَوْلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ اِنْ اَمْكَنَهُ

غیبت سننے کی حرمت کا بیان،اور جو شخص حرام غیبت سنے اسے یہ حکم ہے کہ اس کا انکار کرے اور غیبت کرنے والے کو ٹو کے اور اگر ایسا نہ کرسکتا ہو یا غیبت کرنے والا اس کا کہنا نہ مانے تو اگر ممکن ہو تو وہ اس مجلس سے اٹھ جائے

آیت نمبر 1:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ} القصص: 55).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:''اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں''۔

تشریح: کفار کی لغو اور بے ہودہ باتیں:

اور وہ اہل کتاب جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے اور قرآن مجید کی نزول سے پہلے یہ عزم رکھتے تھے کہ جب آپ کی بعثت ہوگی اور قرآن مجید نازل ہوگا تو وہ آپ پر اور قرآن کریم پر ایمان لے آئیں گے، جب یہودیوں سے کوئی بے ہودہ اور لغو بات سنتے ہیں تو ان سے اعراض کرتے ہیں اور اسلام کر کے ان سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

مجاہد اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ جو یہودی اسلام لا چکے تھے جب ان کے پاس سے دوسرے یہودی گزرتے تو ان کو سب وشتم کرتے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کیا۔

زید بن اسلم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہودی اپنے ہاتھوں سے تورات میں کچھ لکھ لیتے تھے پھر کہتے تھے کہ یہ آیت اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو جو اہل کتاب اسلام لانے کا عزم رکھتے تھے جب ان کے پاس سے گزرتے اور ان کی محرف آیات کو سنتے تو ان سے اعراض کرتے تھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان نہیں لائے تھے، سہ اس وقت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے دین پر تھے، کیونکہ انہوں نے کہا تھا: انا کنا من قبلہ مسلمین (القصص) ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت ہوئی تو وہ پھر آپ پر ایمان لے آئے اور ان کے لیے دُگنا اَجر ہے کیونکہ انہوں نے پہلی بار صبر کا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ضحاک اور مکحول نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب وہ مشرکین سے شرکیہ کلمات سنتے تو ان سے اعراض کرتے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ(

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد نے کہا بعض اہل کتاب مسلمان ہو گئے تو مشرکین ان کو ایذاء پہنچاتے تھے وہ ان سے درگزر کرتے ہوئے یہ کہتے تھے تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں سے اُلجھنا نہیں چاہتے۔

وہ ان سے اعراض کرتے تھے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی باتوں کو غور سے نہیں سنتے تھے' اور ان کو ملامت سے یہ جواب دیتے تھے کہ تمہارے لیے تمہارے اعمال اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں: یعنی ہم وہ عمل کرتے ہیں جو ہم کو پسند ہیں اور تم وہ عمل کرتے ہو جو تم کو پسند ہیں' سلام علیکم! یعنی ہماری طرف سے تم امن اور سلامتی میں ہو' ہم تم کو سب وشتم نہیں کریں گے' کیا کبھی تم نے ہم سے کوئی ناگوار یا ناشائستہ بات سنی ہے؟ ہم جاہلوں سے اُلجھنا اور جھگڑنا نہیں چاہتے۔

(جامع البیان، تحت آیت مذکورہ، دارالفکر بیروت)

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○} (المؤمنون: 3)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے'' ○

تشریح: لغو کا لغوی معنی:

ابن فارس نے کہا لغو کے دو معنی ہیں، ایک معنی ہے ایسی بات یا ایسا کام جو قابل شمار نہ ہو، دوسرا معنی ہے کسی چیز سے دل لگ کرنا۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اونٹ کے جن بچوں کو دیت میں ادا نہیں کیا جاتا ان کو لغو کہتے ہیں۔

ابن اثیر الجزری نے کہا جب کوئی چیز ساقط کی جائے تو کہتے ہیں الغی، وہ کام یا وہ بات جو ساقط کرنے کے لائق ہو اس کو لغو کہتے ہیں۔ (النہایہ ج3 ص 221-222 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث میں ہے:

''من قال لصاحبه والامام یخطب صه فقد لغا۔ امام کے خطبہ کے دوران جس نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش رہو اس نے لغو بات کی۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن النسائی)

''من مس الحصی فقد لغا۔ جس نے) نماز جمعہ میں) کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

(صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ)

لغو کا اصطلاحی معنی:

علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے کہا جو کام زبان پر بغیر قصد اور عزم کے جاری ہو اس کو لغو کہتے ہیں۔

(التوقیف علی مہمات التعریف، القاہرہ)

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ نے کہا جو کلام ساقط الاعتبار ہو یا جس کلام سے کوئی حکم ثابت نہ ہو اس کو لغو کہتے ہیں۔ (التعریفات، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ نے کہا جو کلام قابل شمار نہ ہو اس کو لغو کہتے ہیں جو بات آدمی بے سوچے سمجھے کہہ دے اس کو لغوت بات کہتے ہیں اور ہر بری بات کو بھی غلو کہتے ہیں۔ (المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

امام شافعی کے نزدیک بغیر عزم کے جو قسم کھائی جائے وہ یمین لغو ہے جیسے کوئی شخص بات بات پر لاواللہ، بلی واللہ کہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک انسان کسی ایسی بات پر قسم کھائے جو اس کے اعتقاد کے موافق ہو اور واقع کے موافق نہ ہو وہ یمین لغو ہے کیونکہ اس میں نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ۔ (تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 3:

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: {اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْؤُوْلًا ۝} (بنی اسرائیل: 36)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے'' ۝

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ آیت نمبر 2 میں ہوگئی ہے۔

آیت نمبر: 4

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: {وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝}

(الانعام: 68)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ'' ۝

تشریح: دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت:

امام ابوعبدالرحمن بن ادریس رازی بن حاتم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ اس قسم کی آیتوں میں اللہ نے مسلمانوں کو اپنی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کو آپس میں اختلاف کرنے اور تفرقہ سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اس سے پہلے کی قومیں اپنے دین میں اختلاف کرنے اور مناظرے کرنے کی وجہ سے ہلاک اور تباہ و برباد ہوگئیں۔

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ خوض کا معنی ہے تکذیب کرنا' اور یہ آیت مشرکین اور اہل اعداء کے متعلق نازل ہوئی

ہے۔سدی نے بیان کیا ہے کہ مشرکین جب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتے تو نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن مجید کے متعلق بدگوئی کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب تک وہ کسی اور موضوع پر بات نہ کریں ان کے پاس نہ بیٹھو۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الریاض)

(٦٣٦) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ، رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی عزت کی حفاظت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (دوزخ کی) آگ کو اس کے چہرے سے دور فرما دے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حل لغات:

رَدَّ: از، رداً، بمعنی دور کرنا۔

تعارفِ راوی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 629 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ایک روایت یوں آتی ہے۔

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وَالٖہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا، جو بھی اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی جہنم سے حفاظت فرمائے گا۔ اسی موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی، (وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (پ ۲۱، الروم: ۴۷) (شرح السنۃ، کتاب البر والصلۃ، باب الذب عن المسلمین، ج۶، رقم ۳۴۲۲، ص ۴۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کی عزت کی حفاظت کی تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو جہنم سے اسکی حفاظت کریگا۔
(الترغیب والترہیب، کتاب الادب وغیرہ، الترہیب من الغیبۃ، رقم الحدیث ۴۳۰۹، ج۳، ص ۳۴۴)

(٦٣٧) وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ الَّذِي تَقَدَّمَ فِي

(٦٣٦) (ترمذی شریف، رقم الحدیث 1931)

باب الرَّجاء قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقَالَ: "أَيْنَ مالِكُ بنُ الدُّخْشُمِ؟" فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَلَا رَسُوْلَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ! وَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَعِتْبان" بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ ضَمُّها وَبَعْدَهَا تَاءٌ مُثَنَّاةٌ مِّنْ فَوْقٍ ثُمَّ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَ"الدُّخْشُم" بِضَمِّ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْخَاءِ وَضَمِّ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ.

◀◀ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مشہور طویل حدیث میں جس کا بیان باب الرجاء میں گزر چکا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اٹھے تو فرمایا: مالک بن الدخشم کہاں ہیں؟ ایک آدمی نے عرض کیا: وہ منافق ہے نہ خدا سے محبت کرتا ہے اور نہ اس کے رسول سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا مت کہو: کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے ذریعہ خدا کی رضا کا طلبگار ہے اور بے شک اللہ نے اس شخص پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے ذریعے خدا کی رضا کو طلب کیا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

عِتْبَانْ: مشہور عین کے نیچے زیر ہی ہے اور اس پر پیش بھی روایت کی گئی ہے اور اس کے بعد تاء مثناۃ ہے پھر باء موحدہ ہے۔

اَلدُّخْشُمْ: دال پر پیش اور خاء ساکن اور شین معجمتین پر پیش کے ساتھ۔

تعارفِ راوی:

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 420 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث کی شرح باب الرجاء میں ہو چکی ہے واللہ اعلم۔ (ابو الاحمد محمد نعیم قادری رضوی)

(۶۳۸) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِي قِصَّةِ تَوْبَتِهِ وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ التَّوْبَةِ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلِمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِي

---

(۶۳۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث 1395)

(۶۳۸) (بخاری شریف، رقم الحدیث 4418)

عِطْفَیْہِ. فَقَالَ لَہٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ اِلَّا خَیْرًا، فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

"عِطْفَاہُ": جَانِبَاہُ، وَھُوَ اِشَارَۃٌ اِلٰی اِعْجَابِہٖ بِنَفْسِہٖ.

◀ ◀ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی توبہ کے متعلق طویل حدیث میں جو اس سے پہلے باب توبہ میں گزر چکی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے مقام پر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ بنوسلمہ میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسے اس کی دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کی طرف دیکھنے نے روک لیا ہے' تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے بہت بری بات کہی ہے۔ خدا کی قسم! یارسول اللہ! ہمیں کعب کے متعلق جن باتوں کا علم ہے وہ اچھی ہی ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

عِطْفَاہُ: کا مطلب ہے اس کی دو طرفیں یہ اشارہ اپنے آپ پر نظر کرنے سے ہے۔

تعارفِ راوی:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:23 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حضرتِ سیّدنا محمد بن واسع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد میں چند نوجوانوں کو دیکھا جو غیبت اور گمراہی کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ تو میں نے ان سے کہا: کیا تم میں سے کوئی اپنے دوست کی مخالفت کرنا پسند کریگا کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی اور کو اپنا دوست بنا لے۔ نوجوان کہنے لگے: نہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: (پھر بھی) تم اللہ عزوجل کے گھر میں بیٹھ کر اس کے حکم کی مخالفت کر رہے ہو اور لوگوں کی غیبت کر رہے ہو۔ نوجوانوں نے کہا: ہم توبہ کرتے ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میرے بھائیو! وہ تمہارا رب عزوجل ہے اور تمہارا دوست ہے جب تم اس کی نافرمانی کرو گے اور دوسرے لوگ اس کی فرمانبرداری کریں گے تو تمہیں نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ فائدہ اٹھالیں گے تو کیا یہ تمہیں گراں نہ گزرے گا؟ نوجوانوں نے عرض کیا: جی ہاں گراں گزرے گا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اور جو اس کے حکم کی نافرمانی کریگا تو اللہ عزوجل اگر چاہے تو اسے عذاب میں مبتلا فرمائے گا تو کیا تم اپنی جوانی پر غیرت نہ کھاؤ گے کہ تم کس طرح جہنم میں جل رہے ہو اور عذاب میں مبتلا ہو اور دوسرے لوگ جنت اور ثواب کا مزہ لوٹیں۔ نوجوانوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ اور پھر ان لوگوں نے توبہ کر کے اللہ عزوجل سے لو لگا لی۔

۱۱۳-بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغِيْبَةِ

مباح غیبت کا بیان

اِعْلَمْ اَنَّ الْغِيبَةَ تُبَاحُ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ شَرْعِيٍّ لاَ يُمْكِنُ الْوُصُوْلُ اِلَيْهِ اِلاَّ بِهَا، وَهُوَ سِتَّةُ اَسْبَابٍ:

اَلْاَوَّلُ: التَّظَلُّمُ، فَيَجُوْزُ لِلْمَظْلُوْمِ اَنْ يَّتَظَلَّمَ اِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهٗ وِلَايَةٌ، اَوْ قُدْرَةٌ عَلٰى اِنْصَافِهٖ مِنْ ظَالِمِهٖ، فَيَقُوْلُ: ظَلَمَنِيْ فُلَانٌ بِكَذَا۔

اَلثَّانِيْ: اَلْاِسْتِعَانَةُ عَلٰى تَغْيِيْرِ الْمُنْكَرِ، وَرَدِّ الْعَاصِيْ اِلَى الصَّوَابِ، فَيَقُوْلُ لِمَنْ يَّرْجُوْ قُدْرَتَهٗ عَلٰى اِزَالَةِ الْمُنْكَرِ: فُلَانٌ يَّعْمَلُ كَذَا، فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَيَكُوْنُ مَقْصُوْدُهُ التَّوَصُّلَ اِلٰى اِزَالَةِ الْمُنْكَرِ، فَاِنْ لَّمْ يَقْصِدْ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا۔

اَلثَّالِثُ: اَلْاِسْتِفْتَاءُ، فَيَقُوْلُ لِلْمُفْتِيْ: ظَلَمَنِيْ اَبِيْ اَوْ اَخِيْ، اَوْ زَوْجِيْ، اَوْ فُلَانٌ بِكَذَا فَهَلْ لَهٗ ذٰلِكَ؟ وَمَا طَرِيْقِيْ فِي الْخَلَاصِ مِنْهُ، وَتَحْصِيْلِ حَقِّيْ، وَدَفْعِ الظُّلْمِ؟ وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَهٰذَا جَائِزٌ لِّلْحَاجَةِ، وَلٰكِنَّ الْاَحْوَطَ وَالْاَفْضَلَ اَنْ يَّقُوْلَ: مَا تقولُ فِيْ رَجُلٍ اَوْ شَخْصٍ، اَوْ زَوْجٍ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ كذا؟ فَاِنَّهٗ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ، وَمَعَ ذٰلِكَ، فَالتَّعْيِيْنُ جَائِزٌ كَمَا سَنَذْكُرُهٗ فِيْ حَدِيْثِ هِنْدٍ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

اَلرَّابِعُ: تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِيْحَتُهُمْ، وَذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهٍ:

مِنْهَا جَرْحُ الْمَجْرُوْحِيْنَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُوْدِ وذلكَ جَائِزٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ، بَلْ وَاجِبٌ لِّلْحَاجَةِ۔

وَمِنْهَا: اَلْمُشَاوَرَةُ فِيْ مُصَاهَرَةِ اِنْسَانٍ اَوْ مُشَارَكَتِهٖ، اَوْ اِيْدَاعِهٖ، اَوْ مُعَامَلَتِهٖ، اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، اَوْ مُجَاوَرَتِهٖ، ويجب عَلَى الْمُشَاوِرِ اَنْ لاَ يُخْفِيَ حَالَهٗ، بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِئَ الَّتِيْ فِيْهِ بِنِيَّةِ النَّصِيحَةِ۔

وَمِنْهَا: اِذَا رَاٰى مُتَفَقِّهًا يَتَرَدَّدُ اِلٰى مُبْتَدِعٍ، اَوْ فَاسِقٍ يَّاْخُذُ عَنْهُ الْعِلْمَ، وَخَافَ اَنْ يَّتَضَرَّرَ الْمُتَفَقِّهُ بِذٰلِكَ، فَعَلَيْهِ نَصِيْحَتُهٗ بِبَيَانِ حَالِهٖ، بِشَرْطِ اَنْ يَّقْصِدَ النَّصِيْحَةَ، وَهٰذَا مِمَّا يُغْلَطُ فِيْهِ۔ وَقَدْ يَحْمِلُ الْمُتَكَلِّمَ بِذٰلِكَ الْحَسَدُ، وَيُلَبِّسُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، وَيُخَيِّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ نَصِيْحَةٌ فَلْيُتَفَطَّنْ لِذٰلِكَ۔

وَمِنْهَا: اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وِلَايَةٌ لاَّ يَقُوْمُ بِهَا عَلٰى وَجْهِهَا: اِمَّا بِاَنْ لاَّ يَكُوْنَ صَالِحًا لَّهَا، وَاِمَّا بِاَنْ

يَكُوْنَ فَاسِقًا، اَوْ مُغَفَّلًا، وَنَحْوَ ذٰلِكَ فَيَجِبُ ذِكْرُ ذٰلِكَ لِمَنْ لَهُ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ لِيُزِيْلَهُ، وَيُوَلِّيَ مَنْ يَصْلُحُ، اَوْ يَعْلَمَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِيُعَامِلَهُ بِمُقْتَضٰى حَالِهِ، وَلَا يَغْتَرَّ بِهِ، وَاَنْ يَّسْعٰى فِيْ اَنْ يَّحُثَّهُ عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ اَوْ يَسْتَبْدِلَ بِهِ.

اَلْخَامِسُ: اَنْ يَّكُوْنَ مُجَاهِرًا بِفِسْقِهِ اَوْ بِدْعَتِهِ كَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ وَاَخْذِ الْمَكْسِ، وَجِبَايَةِ الْاَمْوَالِ ظُلْمًا، وَتَوَلِّي الْاُمُوْرِ الْبَاطِلَةِ، فَيَجُوْزُ ذِكْرُهُ بِمَا يُجَاهِرُ بِهِ، وَيَحْرُمُ ذِكْرُهُ بِغَيْرِهِ مِنَ الْعُيُوْبِ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ لِجَوَازِهِ سَبَبٌ اٰخَرُ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ.

اَلسَّادِسُ: التَّعْرِيْفُ، فَاِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ مَعْرُوْفًا بِلَقَبٍ، كَالْاَعْمَشِ، وَالْاَعْرَجِ وَالْاَصَمِّ وَالْاَعْمٰى، وَالْاَحْوَلِ، وَغَيْرِهِمْ جَازَ تَعْرِيْفُهُمْ بِذٰلِكَ، وَيَحْرُمُ اِطْلَاقُهُ عَلٰى جِهَةِ التَّنْقِيْصِ، وَلَوْ اَمْكَنَ تَعْرِيْفُهُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ اَوْلٰى. فَهٰذِهٖ سِتَّةُ اَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَاءُ وَاَكْثَرُهَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَدَلَائِلُهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَشْهُوْرَةٌ. فَمِنْ ذٰلِكَ:

جان لیجئے کہ صحیح شرعی مقصد کے لئے غیبت جائز ہے جبکہ اس مقصود شرعی کا حصول غیبت کے بغیر ممکن نہ ہو اور اس کے سات اسباب ہیں:

پہلا سبب تو ظالم کے خلاف انصاف طلب کرنا ہے۔ مظلوم کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بادشاہ، قاضی یا کسی دوسرے صاحب اختیار شخص کے پاس جو کہ اسے انصاف دلوا سکتا ہو، حصول انصاف کی درخواست کرے اور کہے فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی کسی برائی کو روکنے اور گنہگار کو اس کے جرم سے باز رکھنے کے لئے کسی ایسے شخص سے امداد طلب کرے جس کے متعلق اسے امید ہو کہ وہ اس برائی کو روکنے کی قدرت رکھتا ہے (اور کہے:) فلاں شخص یہ کرتوت کرتا ہے اسے اس سے روکئے وغیرہ، اور اس سے اس کا مقصد برائی کا ازالہ ہونا چاہئے اور اگر اس کا مقصد یہ نہ ہو تو پھر ایسی غیبت حرام ہے۔

تیسرا سبب فتویٰ طلب کرنا ہے کہ آدمی مفتی سے کہے: جو مجھ پر میرے باپ، بھائی، خاوند یا فلاں شخص نے ظلم کیا ہے اس کے لئے ایسا کرنا درست ہے، اور میرے لئے اس ظلم سے نجات حاصل کرنے یا اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم کو روکنے کی کیا تدبیر ہے وغیرہ۔ یہ ضرورت کے لئے جائز ہے لیکن زیادہ محتاط اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ کہے: آپ اس آدمی یا مرد یا خاوند کے بارے میں کیا کہتے ہیں: جس کا معاملہ اس طرح ہے کیونکہ اس طرح تعین کے بغیر ہی مقصد حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود تعین جائز ہے جیسا کہ ہم حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ!

چوتھا سبب: مسلمانوں کو برائی سے ڈرانا اور انہیں نصیحت کرنا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے ایک صورت ہے: مجروح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا، اور یہ اجماع المسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر واجب ہو جاتی ہے، اور ایک

صورت یہ ہے کسی شخص سے مصاہرت‘ مشارکت‘ امانت یالین دین کا تعلق قائم کرنے کے لئے اس کے متعلق کسی سے مشورہ کرنا اور جس آدمی کے ساتھ مشورہ کیا جائے اس پر واجب ہے کہ اس آدمی کے حال کو نہ چھپائے اور خیر خواہی کی نیت سے اس کے تمام عیوب بیان کر دے اور ایک صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی طالب علم کو کسی بدعتی یا فاسق کے پاس حصول علم کی غرض سے جاتا ہوا دیکھے اور اسے خوف ہو کہ اس طالب علم کو اس سے نقصان پہنچے گا تو اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم کی خیر خواہی کے لئے اس پر اس فاسق شخص کی حقیقت واضح کر دے۔ بشرطیکہ اس کا مقصد صرف خیر خواہی ہو۔ اس صورت میں اکثر غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات حسد آدمی کو ایسی بات کرنے پر ابھارتا ہے‘ اور شیطان صورتحال کو اس کے لئے پیچیدہ کر دیتا ہے‘ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ خیر خواہی کے لئے یہ بات کر رہا ہے پس اس معاملے میں غور و فکر سے کام لینا چاہئے اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو کوئی عہدہ حاصل ہو اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس عہدہ کی ذمہ داریوں کو کما حقہ پورا نہیں کر رہا‘ یا تو اس لئے کہ وہ اس کا اہل ہی نہ ہو اور یا اس لئے کہ وہ فاسق اور غافل ہو وغیرہ‘ تو ایسے عہدہ دار کا ذکر مقتدر عمومی کے پاس کرنا واجب ہے تا کہ وہ اس کو معزول کر کے کسی اہل شخص کی تقرری کرے یا اس کی صورت حال معلوم کر کے حسب ضرورت اس کے ساتھ معاملہ کرے اور اس کے معاملہ میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے اور کوشش کرے کہ اس کو استقامت کی ترغیب دے یا اسے معزول کر دے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ آدمی فسق اور بدعت کا اعلانیہ مرتکب ہوتا ہو جیسے اعلانیہ شراب پیتا ہو‘ لوگوں پر ظلم کرتا ہو اور ان سے ٹیکس وصول کرتا ہو‘ ظلماً لوگوں کے مال وصول کرتا ہو‘ اور غلط کاموں کا ارتکاب کرتا ہو ایسے شخص کے ان عیوب کا ذکر جائز ہے جن کا وہ اعلانیہ ارتکاب کرتا ہو اور اس کے دوسرے عیوب کا ذکر کرنا حرام ہے سوائے اس کے کہ ان عیوب کے ذکر کے لئے ہمارے ان مذکورہ اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے۔

چھٹا سبب یہ ہے کہ کسی شخص کی پہچان کے طور پر اس کا کوئی نام لیا جائے کہ جب کوئی شخص ایسے القاب سے مشہور ہو جیسے چندھیائی ہوئی آنکھوں والا‘ لنگڑا‘ بہرہ‘ اندھا اور بھینگا وغیرہ‘ تو اس کو ان القاب سے پکارنا جائز ہے‘ اور تنقیص کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال حرام ہے‘ اور اگر ان القاب کے بغیر ہی پہچان ممکن ہو تو پھر ان الفاظ سے پرہیز بہتر ہے۔

یہ چھ اسباب ہیں جن کا ذکر علماء نے کیا ہے۔

ان میں سے اکثر پر اجماع ہے‘ اور ان کے دلائل ہم احادیث صحیحہ مشہورہ سے بیان کریں گے ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۶۳۹) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "ائْذَنُوْا لَهُ بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ؟". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

احْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ جَوَازِ غِيْبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَاَهْلِ الرِّيَبِ.

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

---

(۶۳۹) (مسلم شریف‘ کتاب البر والصلۃ‘ رقم الحدیث 6471)

میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے اجازت دے دو (ویسے) یہ اپنے قبیلے کا بہت برا شخص ہے۔ (متفق علیہ)

امام بخاری نے اس حدیث سے فسادی اور مشکوک لوگوں کی غیبت کرنے پر استدلال کیا ہے۔

تعارفِ راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(یہ اپنے قبیلے کا بہت برا شخص ہے) حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لغۃً غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی، حرب ابن قیس نے عرض کیا "خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ"۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 664:)

(٦٤٠) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اَظُنُّ فُلَانًا وفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. قَالَ: قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ فلاں فلاں دو شخص ہمارے دین کے متعلق کچھ جانتے ہوں۔ (بخاری)

کہتے ہیں اور لیث بن سعد نے کہا جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ دونوں اشخاص منافقین میں سے تھے۔

(٦٤٠) (بخاری شریف، رقم الحدیث 6067)

(۶۴۱) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمَّا مُعَاوِيَةُ، فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهُ، وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ، فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِّلنِّسَاءِ" وَهُوَ تَفْسِيْرٌ لِرِوَايَةِ: "لَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ" وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ: كَثِيْرُ الْاَسْفَارِ.

◀ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی سو میں نے عرض کیا: ابوالجہم اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاویہ تو فقیر آدمی ہے اس کے پاس تو کوئی مال نہیں ہے، اور ابوالجہم اپنے کندھے سے لاٹھی ہی نہیں اتارتا۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: اور ابوالجہم عورتوں کو بہت مارتا تھا'' یہی اس روایت کی تفسیر ہے۔

حل لغات:

''لایضع العصاء عن عائقہ'' کا معنی بہت سفر کرنے والا ہے۔

تعارفِ راوی:

فاطمہ بنت قیس: آپ قرشیہ ہیں، حضرت ضحاک کی بہن اولین مہاجرات سے ہیں، جمال و عقل میں کمال رکھتی تھیں پہلے ابوعمرو ابن حفص کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو حضور انور نے حضرت اسامہ ابن زید سے آپ کا نکاح کر دیا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الفاء، فصل فی الصحابیات،)

شرح:

(کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی) یعنی عدت گزر چکنے کے بعد مجھے ان دو شخصوں نے پیغام نکاح دیا ہے حضور کی رائے کیا ہے۔

(ابوالجہم) آپ کا نام عامر ابن حذیفہ ہے عدوی ہیں ثقفی ہیں قرشی ہیں انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے سادہ کپڑا خریدا تھا انبجانیہ ابوجہم۔

---

(۶۴۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث 1480)

(اور ابوالجہم اپنے کندھے سے لاٹھی ہی نہیں اتارتا) یعنی ہمیشہ سفر ہی میں رہتے ہیں گھر بہت ہی کم بیٹھتے ہیں یا اپنی بیوی کو مارتے بہت ہیں، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ آگے آرہا ہے۔ضرب للنساء وہ روایت اس کی تفسیر ہے۔خیال رہے کہ یہ غیبت نہیں بلکہ حضرت فاطمہ کی خیر خواہی ہے پیغام نکاح کے موقعہ پر زوجین میں سے ایک دوسرے کے عیوب کی خبر دینا جائز ہے تاکہ آئندہ خانہ جنگی نہ ہو غیبت حرام میں بہت سی قیود ہیں جو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیں۔

(معاویہ تو فقیر آدمی ہے اس کے پاس تو کوئی مال نہیں ہے) اور ان کے باپ ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں جو اپنے بچوں کو خرچ نہیں دیتے تم کو کیا دیں گے۔اللہ اکبر یہ وہ معاویہ ہیں جو بعد میں اتنے غنی ہو گئے کہ ان کا لقب امیر معاویہ ہوا رضی اللہ عنہ، اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ عورت کو اچھا مشورہ دیا جائے اور جو بیوی کے نفقہ دینے پر قادر نہ ہو اس سے نکاح کرنا بہتر نہیں اگرچہ جائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" ایسے غریب آدمی کو روزہ رکھنا بہتر ہے۔وہ جو حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح ایسے شخص سے کیا جو صرف کمبل کا مالک تھا اس کے گھر میں کچھ نہ تھا وہ بیان جواز کے لیے تھا اور وہ عورت ایسی صابرہ شاکرہ تھی کہ مرد کے ساتھ فقر و فاقہ برداشت کرسکتی تھی، نیز وہ صاحب بعد میں بہت جلد مالدار ہو گئے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، تحت حدیث 241)

(۶۴۲) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا، وَقَالَ: لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ. فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ. فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ. فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهُ: مَا فَعَلَ. فَقَالُوْا: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقِيْ: {اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ} ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◄ ◄ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سفر پر نکلے اس سفر میں لوگوں کو بہت تکالیف پیش آئیں۔عبداللہ بن ابی نے کہا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتی کہ وہ بکھر جائیں اور یہ بھی کہا: اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو معزز لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔پس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا تو اس نے پکی قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کہا لوگ کہنے لگے زید نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(۶۴۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6894، بخاری شریف، رقم الحدیث 1210، ترمذی شریف، رقم الحدیث 3312، نسائی، رقم الحدیث 1901، مسند امام احمد، رقم الحدیث 15117، ابن حبان، رقم الحدیث 3174، بیہقی، رقم الحدیث 6477، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث 1828، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 5003)

کے سامنے جھوٹ بولا ہے۔ سو مجھے لوگوں کی اس بات سے بہت دکھ ہوا تو اللہ نے میری تصدیق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا تاکہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں تو انہوں نے (ازراہ تکبر) اپنے سروں کو پھیر لیا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

فَاجْتَهَدَ: از، اجتہاداً، بمعنی کوشش کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 349 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا یہ اکثر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا یہ بھی اس کی سازشوں میں سے ایک سازش ہے۔

(۶۴۳) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدُ امْرَاَةُ اَبِيْ سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَّلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ؟ قَالَ: "خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: بے شک ابوسفیان لالچی آدمی ہے مجھے اتنا مال نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو سوائے اس مال کے جو میں اس کے علم کے بغیر ہی لے لیتی ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اتنا مال لے لیا کر جو تیرے اور تیرے بچوں کے لئے بطریق احسن کافی ہو۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

رَجُلٌ شَحِيْحٌ: لالچی آدمی، کنجوس آدمی۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ہند بنت عتبہ: آپ ابوسفیان کی زوجہ اور امیر معاویہ کی ماں ہیں، فتح مکہ کے دن ابوسفیان کے بعد ایمان لائیں ان

(۶۴۳) (مسلم شریف، کتاب الاقضیۃ، رقم الحدیث 1714)

دونوں کوحضور انور نے ان کے نکاح پر قائم رکھا بڑی فصیحہ عاقلہ تھیں جب حضور انور نے خطبہ عالیہ میں عورتوں سے فرمایا کہ شرک نہ کرو چوری نہ کرو تو آپ نے پوچھا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے خرچ پورا نہیں دیتے تو فرمایا کہ تم بقدر ضرورت ان کی جیب سے نکال سکتی ہو پھر فرمایا کہ زنا نہ کرو تو آپ بولیں کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرسکتی ہے فرمایا اپنے بچوں کو قتل نہ کرو آپ بولیں کہ ہمارے لوگ تو بدر میں قتل ہوگئے آپ کی وفات خلافت فاروقی میں ہوئی آپ اور صدیق اکبر کے والد ابو قحافہ نے ایک ہی دن وفات پائی حضرت عائشہ نے آپ سے روایات لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ احد کے دن ہندہ نے حضرت امیر حمزہ کی کلیجی نکال کر چبائی ان کے اعضاء نہانی کا ہار گلے میں ڈالا مگر پھر غزوہ یرموک میں بڑی بہادری سے جہاد کیا اس غزوہ کی فتح کا سہرہ آپ کے سر رہا احد کے دن کا بدلہ کر دیا ان کا احترام چاہیے۔ (از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ)

۲۱۴۔ بَابُ تَحْرِيْمِ النَّمِيْمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْاِفْسَادِ

چغلی کے حرام ہونے کا بیان اور چغلی یہ ہے کہ فساد کی نیت سے لوگوں کو ایک دوسرے کی باتیں بتائی جائیں

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے نقل فرمایا کہ کسی کی بات ضرر (یعنی نقصان) پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا چُغلی ہے۔ (عمدۃ القاری تحت الحدیث ۲۱۶ ج ۲ ص ۵۹۴ دار الفکر بیروت)

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ○} (ن: ۱۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''ذلیل طعنے دینے والا بہت اِدھر اُدھر کی لگاتا پھرنے والا'' ○

تشریح:

اس آیت میں فرمایا: آپ بہت قسمیں کھانے والے، بے حد ذلیل کی بات نہ مانیں۔ جو بہت طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے۔

زیادہ قسم کھانے کی مذمت اور چغلی کھانے پر وعید:

اس آیت میں ''حلاف'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: بہت زیادہ قسم کھانے والا، خواہ وہ معاملہ حق ہو یا باطل، بات بات پر اللہ تعالیٰ کا قسم کھانا ناپسندیدہ ہے، قرآن مجید میں ہے:

''وَلَا تَجْعَلُوا اللهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ'' (البقرہ:) اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

اور اس آیت میں ''مھین'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: حقیر اور ذلیل۔

یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص بہت زیادہ اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہو، اور وہ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہو وہ لوگوں کے نزدیک حقیر

اور ذلیل ہوتا ہے اور جو شخص بات بات پر اللہ کی قسم کھائے وہ بھی ذلیل ہوتا ہے کیونکہ اس شخص دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں ہے، کیونکہ اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی تو وہ بات بات پر اللہ کی قسم کھا کر اللہ کو گواہ نہ بناتا اور جب کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ پر اللہ کو گواہ بنا رہا ہے اور جو شخص اللہ کو جھوٹ پر گواہ بنائے اس سے بڑھ کر ذلیل اور کون ہوگا۔

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: {مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ٥} (ق:18)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو''٥

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ آیت نمبر:3 میں ہوگئی ہے۔

(۶۴۴) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀◀ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

(۶۴۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ

فَقَالَ: "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ! بَلٰى اِنَّهُ كَبِيْرٌ: اَمَّا اَحَدُهُمَا، فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنٰى: "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ" اَيْ: كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا۔ وَقِيْلَ: كَبِيْرٌ تَرْكُهٗ عَلَيْهِمَا۔

◀◀ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور انہیں کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، لیکن گناہ

---

(۶۴۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث 198، مسند امام احمد، رقم الحدیث 23373، 23407، 23435، 23497)

(۶۴۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث 585، بخاری شریف، رقم الحدیث 213، 215، 1295، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 20، ترمذی شریف، رقم الحدیث 70، نسائی شریف، رقم الحدیث 31، ابن ماجہ، رقم الحدیث 347، دارمی، رقم الحدیث 739، مسند امام احمد، رقم الحدیث 180، ابن خزیمہ، رقم الحدیث 55، بیہقی، رقم الحدیث 510، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث 2050)

وہ بڑا ہی تھا۔ ان میں سے ایک تو بہت چغلیاں کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے دوران اپنا پردہ نہیں کرتا تھا''۔(متفق علیہ)

اور یہ الفاظ بخاری کی ایک روایت کے ہیں۔

حل لغات:

''وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ'' کا معنی یہ ہے کہ ایسا گناہ جسے وہ بڑا گناہ سمجھتے تھے اور اس کا مطلب یہ بھی بتایا ہے کہ وہ گناہ جس کو چھوڑنا ان کے لئے مشکل تھا۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) حضور کی نگاہ کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔(۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔(۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہو رہا ہے۔(۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا ہو۔(۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔(۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا۔ اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو۔(۷) اگرچہ ہر خشک وتر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مؤمن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔(۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔(۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب۔ دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔(۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔(۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، تحت حدیث 322)

(٦۴٦) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيْمَةُ، الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْعَضْهُ": بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَاِسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَبِالْهَاءِ عَلَى وَزْنِ الْوَجْهِ، وَرُوِيَ "الْعِضَةُ" بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلَى وَزْنِ الْعِدَةِ، وَهِيَ: الْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ، وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْاُوْلَى: الْعَضْهُ مَصْدَرٌ يُقَالُ: عَضَهَهُ عَضْهًا، اَيْ: رَمَاهُ بِالْعَضْهِ.

◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ بہتان کیا ہے؟ یہ چغل خوری ہے یعنی لوگوں کو ایک دوسرے کی باتیں بتانا۔(مسلم)

حل لغات:

اَلْعَضْهُ: عین مہملہ کے فتحہ اور ضاد معجمہ کے سکون اور ھاء کے ساتھ الوجہ کے وزن پر۔ اور عین کے کسرہ ضاد معجمہ کے فتحہ سے اَلْعِضَۃُ بھی مروی ہے عِدَۃٌ کے وزن پر، جھوٹ اور بہتان کو کہتے ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق اَلْعَضْہُ مصدر ہے کہا جاتا ہے: عَضَہَہٗ عَضْہًا یعنی اس پر بہتان باندھا۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

کامل مسلمان جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، تحت حدیث 4:)

۱۱۵-بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَكَلَامِ النَّاسِ اِلَى وُلَاةِ الْاُمُوْرِ اِذَا لَمْ تَدْعُ اِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَّنَحْوِهٖ

ضرورت یعنی فساد وغیرہ کے خوف کے بغیر لوگوں کی باتیں حکام تک پہنچانے کی ممانعت کا بیان

(٦۴٦) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6510، مسند امام احمد، رقم الحدیث 3727، ابن حبان، رقم الحدیث 272، بیہقی، رقم الحدیث 20947، مسند ابو یعلی، رقم الحدیث 5138)

آیت نمبر 1:

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} المائدة:2۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو''۔

تشریح:

جرم اور گناہ میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ بینک اور بیمہ کمپنی، جوئے خانہ اور کسی بھی بدی کے اڈے میں ملازمت کرنا، خواہ وہ ملازمت کلرکی کی ہو یا چوکیداری کی، وہ بہرحال اس برائی کے ساتھ ایک نوع کا تعاون ہے اور ناجائز ہے۔

وَفِي الْبَابِ الْاَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ۔

اور اس موضوع کے متعلق کچھ احادیث اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔

(۱۴۷) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُبَلِّغُنِي اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِي عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا، فَاِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ"۔ رَوَاهُ اَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

◀◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں کوئی (معیوب) بات مجھے نہ بتائے کیونکہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حل لغات:

يُبَلِّغُنِي: از، تبليغاً، بمعنی پہنچانا۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مسلمان بھائی کی طرف سے دنیوی امور میں صاف دل ہو، سینہ کینہ سے پاک ہو، تب اس میں انوار مدینہ آئیں گے۔ دھندلا آئینہ اور میلا دل قابل عزت نہیں مگر کفار سے عداوت اصل ایمان ہے۔ رب فرماتا ہے: "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُولَهُ" ایسے ہی فاسق مسلمانوں کی بدکاری سے ناراض ہونا عبادت ہے۔ لہٰذا حدیث صاف ہے۔ (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1 تحت حدیث 173)

---

(۱۴۷) (ترمذی شریف، کتاب المناقب، رقم الحدیث 38969)

۱۱۶۔ بَابُ ذَمِّ ذِی الْوَجْهَيْنِ

دو غلے پن کی مذمت کا بیان

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللهُ تَعَالَى: {يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ٥} ۔ (النساء: 108)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے" ٥

تشریح:

اللہ تعالیٰ کا بندے کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی ذات وہاں موجود ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی مکان میں پایا جانا جسم کی صفت ہے اور ذات الٰہی اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اہل سنت کے نزدیک معیت کا معنی ہے" ای بالعلم والرؤیۃ والسمع" یعنی اپنے علم سے وہ اپنے بندے کے ساتھ ہے اس کو اور اس کو ہر حرکت کر دیکھتا ہے اور اس کی ہر بات کو سنتا ہے۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں: "یہ آیت ان لوگوں کو اپنا ماتم کرنے کے لئے کافی ہے جو یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہیں اس کے درمیان اور ہمارے درمیان کوئی حجاب بھی نہیں اور وہ ہمارے کسی عمل سے غافل بھی نہیں اور پھر وہ اس سے نہیں شرماتے۔ اور نہ اس سے ڈرتے ہیں"۔ اگر ہم کسی آدمی کی موجودگی میں ہو کوئی بری حرکت کرنے کی جرات نہیں کرتے تو کیا یہ وقاحت و بے حیائی کی حد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم بے جھجک گناہ پر گناہ اور قصور پر قصور کرتے چلے جائیں۔ (ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

یعنی جو لوگ کوئی برا کام کرتے ہیں تو لوگوں سے حیاء کرتے ہیں اور چھپ کر وہ کام کرتے ہیں یا لوگوں کے ضرر کے خوف سے چھپ کر وہ کام کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ سے حیاء نہیں کرتے' یعنی اللہ کے خوف سے اور اس کے عذاب کے ڈر سے اس برائی کو ترک نہیں کرتے' جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے اس سے مراد جھوٹ ہے اور بے قصور پر تہمت لگانا اور بہتان باندھنا ہے اور اللہ ہر کام کو محیط ہے' خواہ کوئی کام چھپ کر کیا جائے یا لوگوں کے سامنے وہ ہر ایک کے کام سے پوری طرح باخبر ہے۔

(۶۴۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا، وَتَجِدُوْنَ خِيَارَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لَهُ، وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِيْ

(۶۴۸) (بخاری شریف' رقم الحدیث 3305' مسلم شریف' رقم الحدیث 1819' مسند امام احمد' رقم الحدیث 7304' ابن حبان' رقم الحدیث 6263' سنن الکبریٰ بیہقی' رقم الحدیث 5078' مسند ابو یعلیٰ' رقم الحدیث 1894' مسند طیالسی' رقم الحدیث 2380' مسند حمیدی' رقم الحدیث 1044)

يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ"۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو (معدنیات کی) کانوں کی مانند پاؤ گے اُن میں سے جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں اگر وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔ تو تم اس کام (یعنی امارت) کے لئے سب سے بہتر اسے پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہوگا اور تم تمام لوگوں میں سب سے بدترین دو غلے شخص کو پاؤ گے جو ایک آدمی کے پاس ایک شکل میں جاتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسری شکل میں۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

مَعَادِنَ: جمع معدن کی بمعنی کان۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اللہ کے نزدیک دنیا و آخرت میں کون محترم ہے۔

چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ"۔ خیال رہے کہ انسان کے لئے تقویٰ ذاتی شرافت وعزت ہے اسے حسب کہتے ہیں اور عالی خاندان عارضی عزت ہے اسے نسب کہتے ہیں مبارک ہے وہ جو حسب ونسب دونوں میں اعلیٰ ہو۔

معادن جمع ہے معدن کی بمعنی کان، قبیلہ کو معدن کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کی کان ہوتا ہے یعنی کیا تم مجھ سے عرب کے قبائل کے متعلق پوچھتے ہو کہ کونسا قبیلہ اشرف ہے۔

(وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، الخ) یعنی اسلام لانے سے اعلیٰ خاندانی آدمی کی شرافت گھٹ نہیں جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو صرف خاندانی مسلمان سے افضل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو زمانہ کفر میں اپنی قوم میں اعلیٰ و افضل ہو وہ مسلمان ہو کر بھی اعلیٰ و افضل ہی رہے گا اسے نومسلم یا دیندار سمجھ کر ذلیل نہ سمجھا جاوے گا۔ اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو اس کی شرافت کو اور چار چاند لگ جاویں گے مثلاً آج کوئی بڑا عزت والا پادری یا پنڈت مسلمان ہو جاوے تو اسے نومسلم یا دیندار کہہ کر حقیر نہ جانو اس کی عزت و احترام باقی رکھو اور اگر وہ عالم ہو جاوے تو اس کا بہت احترام کرو یہاں فقہ سے مراد عالم باعمل ہے، پھر بھی مطلب وہ ہی ہوا کہ شرافت علم و تقویٰ پر ہے غرضکہ حسب و نسب دونوں کی شرافت کا اجتماع رب کی

رحمت ہے۔(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از،مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6،تحت حدیث 723:)

(۶۴۹) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ: اَنَّ نَاسًا قَالُوا لِجَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ. قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت محمد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا: ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں ہم وہ باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کی مجلس سے باہر آ کر کرتے ہیں' تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم اس چیز کو نفاق سمجھتے تھے۔ (بخاری)

حل لغات:

سَلَاطِیْنَ: جمع ہے سلطان کی بمعنی بادشاہ، حجت، دلیل۔

شرح:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دنیا میں دوغلا پن اختیار کرے تو روزِ قیامت اسکی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب ذی الوجہین وذی اللسانین، رقم الحدیث ۴، ج ۳،ص ۲۷۱)

۱۱۷-بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ

جھوٹ کی حرمت کا بیان

آیت نمبر 1:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ} بنی اسرائیل:36۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں''۔

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ کی آیت نمبر 2 میں ہوگئی ہے۔

آیت نمبر 2:

(۶۴۹) (بخاری شریف' رقم الحدیث 6756' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 3975' مسند امام احمد' رقم الحدیث 5829' سنن الکبریٰ نسائی' رقم الحدیث 8759' سنن الکبریٰ بیہقی' رقم الحدیث 16438' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 13548' مسند طیالسی' رقم الحدیث 1955)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝} (ق: 18).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو'' ۝

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ کی آیت نمبر 3 میں ہوگئی ہے۔

(۶۵۰) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا۔ وَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀ ◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے' اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے' اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے' اور جھوٹ بدی کی طرف راہنمائی کرتا ہے' اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے' اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

صِدِّیْقًا: بمعنی دوست، ہمنوا، سچا، دیانت دار،

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(بے شک سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے) یعنی جو شخص سچ بولنے کا عادی ہوجاوے اللہ تعالیٰ اسے نیک کار بنادے گا اس کی عادت اچھے کام کرنے کی ہوجاوے گی، اس کی برکت سے وہ مرتے وقت تک نیک رہے گا برائیوں سے بچے گا۔

(حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے) اور جو اللہ کے نزدیک صدیق ہوجاوے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے ہر قسم کا ثواب پاتا ہے اور دنیا بھی اسے سچا کہنے اچھا سمجھنے لگتی ہے، اس کی عزت

(۶۵۰) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6511، 5743، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4989، ترمذی شریف، رقم الحدیث 1971، ابن حبان، رقم الحدیث 3849، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث 1792، دارمی، رقم الحدیث 2715، مسند امام احمد، رقم الحدیث 17، ابن حبان، رقم الحدیث 272، مستدرک حاکم، رقم الحدیث 440، بیہقی، رقم الحدیث 20606، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث 122، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 8532)

لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

(اور جھوٹ بدی کی طرف راہنمائی کرتا ہے) یعنی جھوٹا آدمی آگے چل کر پکا فاسق و فاجر بن جاتا ہے جھوٹ ہزار ہا گناہوں تک پہنچا دیتا ہے، تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے۔ سب سے پہلے جھوٹ شیطان نے بولا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پہلا تقیہ پہلا جھوٹ شیطان کا کام تھا۔

(حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے) جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر یہ شخص ہر قسم کے گناہوں میں پھنس جاتا ہے اور قدرتی طور پر لوگوں کو اس کا اعتبار نہیں رہتا لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 659:)

(۶۵۱) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ، كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِّفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهٖ فِيْ "بَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ"۔

◄◄ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں جس آدمی کے اندر پائی جائیں وہ پکا منافق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے حتیٰ کہ وہ اسے ترک کر دے (اور وہ خصلتیں یہ ہیں) جب اس کو امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ بکے۔ (متفق علیہ)

اس کا بیان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سمیت "باب الوفاء بالعہد" میں گزر چکا ہے۔:

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث مبارکہ کی شرح باب الوفاء بالعہد' میں ہو چکی ہے۔

---

(۶۵۱) (بخاری شریف، رقم الحدیث 34، 2327، 3007، مسلم شریف، رقم الحدیث 58، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4688، ترمذی شریف، 2632، نسائی شریف، رقم الحدیث 5020، مسند امام احمد، رقم الحدیث 6768، ابن حبان، رقم الحدیث 254، سنن الکبریٰ نسائی، رقم الحدیث 8734، سنن الکبریٰ بیہقی، رقم الحدیث 18625، مسند الکسی، 322، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 25610)

(۱۵۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، صُبَّ فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ".
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.
"تَحَلَّمَ": أَيْ قَالَ إِنَّهُ حَلَمَ فِي نَوْمِهِ وَرَأَى كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ كَاذِبٌ.
وَ"الْآنُكُ" بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّونِ وَتَخْفِيفِ الْكَافِ: وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ.

◀◀ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تو (قیامت کے دن) اسے تکلیف دی جائے گی کہ وہ جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے گا' اور جو شخص لوگوں کی باتوں کی طرف کان لگائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا اور جس شخص نے کوئی تصویر بنائی اسے عذاب دیا جائے گا اور اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ اس صورت میں روح پھونکے لیکن وہ روح نہیں پھونک سکے گا۔ (بخاری)

حل لغات:

تَحَلَّمَ: یعنی وہ کہے کہ میں نے ایسے ایسے خواب میں دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔
وَالْآنُكُ: مد کے ساتھ اور نون کے ضمہ اور کاف کی تخفیف کے ساتھ۔ پگھلاتے ہوئے سیسے کو کہا جاتا ہے۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ رب تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے

---

(۱۵۲) (بخاری شریف' رقم الحدیث 6635' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 5024' ترمذی شریف' رقم الحدیث 2283' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 3916' مسند امام احمد' رقم الحدیث 1866' ابن حبان' رقم الحدیث 5685' سنن الکبریٰ بیہقی' رقم الحدیث 14349' شعب الایمان بیہقی' رقم الحدیث 4829' طبرانی اوسط' رقم الحدیث 8552' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 11831' الادب المفرد' رقم الحدیث 1159' مسند حمیدی' رقم الحدیث 531' مسند الکسی' رقم الحدیث 601)

کیونکہ مؤمن کی سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں ۴۶ حصہ ہے اور وحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور وحی الٰہی جھوٹی گھڑتا ہے اس لیے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹ بڑا سخت جرم ہے، بعض لوگ تبلیغ کے بہانہ جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کردیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آرہی ہے فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ جَو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہیں بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لیے ہے۔

یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سنے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ گرم کر کے انڈیلا جاوے گا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، واقعی اسے قیامت میں یہ عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 340:)

(۱۶۵۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْرَی الْفِرَی أَنْ یُّرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْهِ مَا لَمْ تَرَیَا". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

وَمَعْنَاهُ: یَقُوْلُ: رَاَیْتُ، فِیْمَا لَمْ یَرَهُ۔

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھی۔ (بخاری)

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز اس نے نہیں دیکھی اس کے بارے میں کہے کہ میں نے دیکھی ہے۔

(۱۶۵۴) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ: "هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِنْ رُؤْیَا؟" فَیَقُصُّ عَلَیْهِ مَنْ شَاءَ اللہُ اَنْ یَّقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: "اِنَّهٗ اَتَانِی اللَّیْلَةَ اٰتِیَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ، وَاِنِّیْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَاِنَّا اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَیْهِ بِصَخْرَةٍ، وَاِذَا هُوَ یَهْوِیْ بِالصَّخْرَةِ لِرَاْسِهٖ، فَیَثْلَغُ رَاْسَهٗ، فَیَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَاهُنَا، فَیَتْبَعُ الْحَجَرَ فَیَاْخُذُهٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلَیْهِ حَتّٰی یَصِحَّ رَاْسُهٗ کَمَا کَانَ، ثُمَّ یَعُوْدُ عَلَیْهِ، فَیَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰی!" قَالَ: "قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللہِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَیْهِ بِکَلُّوْبٍ مِنْ حَدِیْدٍ، وَاِذَا هُوَ یَاْتِیْ اَحَدَ شِقَّیْ وَجْهِهٖ فَیُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ اِلٰی قَفَاهُ، وَمِنْخَرَهٗ اِلٰی قَفَاهُ، وَعَیْنَهٗ اِلٰی قَفَاهُ، ثُمَّ یَتَحَوَّلُ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ،

(۱۶۵۳) (بخاری شریف، رقم الحدیث 6636، شعب الایمان، رقم الحدیث 4771)

(۱۶۵۴) (بخاری شریف، رقم الحدیث 6640، 809، 1092، 1320، 1979، 2638، 3064، 3176، 4397، 5745)

فَیَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ، فَمَا یَفْرَغُ مِنْ ذٰلِکَ الْجَانِبِ حَتّٰی یَصِحَّ ذٰلِکَ الْجَانِبُ کَمَا کَانَ، ثُمَّ یَعُوْدُ عَلَیْهِ فَیَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِی الْمَرَّةِ الْاُوْلٰی" قَالَ: "قُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَیْنَا عَلٰی مِثْلِ التَّنُّوْرِ" فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ: "فَاِذَا فِیْهِ لَغَطٌ، وَاَصْوَاتٌ، فَاطَّلَعْنَا فِیْهِ فَاِذَا فِیْهِ رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ، وَاِذَا هُمْ یَاْتِیْهِمْ لَهَبٌ مِّنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَاِذَا اَتَاهُمْ ذٰلِکَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا۔ قُلْتُ: مَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍ" حَسِبْتُ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: "اَحْمَرُ مِثْلُ الدَّمِ، وَاِذَا فِی النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ یَّسْبَحُ، وَاِذَا عَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهٗ حِجَارَةً کَثِیْرَةً، وَاِذَا ذٰلِکَ السَّابِحُ یَسْبَحُ، مَا یَسْبَحُ، ثُمَّ یَاْتِیْ ذٰلِکَ الَّذِیْ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ، فَیَفْغَرُ لَهٗ فَاهُ، فَیُلْقِمُهٗ حَجَرًا، فَیَنْطَلِقُ فَیَسْبَحُ، ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَیْهِ، کُلَّمَا رَجَعَ اِلَیْهِ، فَغَرَ لَهٗ فَاهُ، فَاَلْقَمَهٗ حَجَرًا، قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ کَرِیْهِ الْمَرْاٰةِ، اَوْ کَاَکْرَهِ مَا اَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَّرْاٰی، فَاِذَا هُوَ عِنْدَهٗ نَارٌ یَّحُشُّهَا وَیَسْعٰی حَوْلَهَا۔ قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَا؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَیْنَا عَلٰی رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ فِیْهَا مِنْ کُلِّ نَوْرِ الرَّبِیْعِ، وَاِذَا بَیْنَ ظَهْرَیِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِیْلٌ لَا اَکَادُ اَرٰی رَاْسَهٗ طُوْلًا فِی السَّمَاءِ، وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَکْثَرِ وِلْدَانٍ رَاَیْتُهُمْ قَطُّ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَا لِیْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَیْنَا اِلٰی دَوْحَةٍ عَظِیْمَةٍ لَمْ اَرَ دَوْحَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا، وَلَا اَحْسَنَ! قَالَا لِیْ: ارْقَ فِیْهَا، فَارْتَقَیْنَا فِیْهَا اِلٰی مَدِیْنَةٍ مَبْنِیَّةٍ بِلَبِنٍ ذَهَبٍ وَّلَبِنٍ فِضَّةٍ، فَاَتَیْنَا بَابَ الْمَدِیْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا، فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ کَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ! وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ کَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ! قَالَا لَهُمْ: اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِیْ ذٰلِکَ النَّهْرِ، وَاِذَا هُوَ نَهْرٌ مُّعْتَرِضٌ یَّجْرِیْ کَاَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِی الْبَیَاضِ، فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِیْهِ۔ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَیْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِکَ السُّوْءُ عَنْهُمْ، فَصَارُوْا فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ" قَالَ: "قَالَا لِیْ: هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَهٰذَاکَ مَنْزِلُکَ، فَسَمَا بَصَرِیْ صُعُدًا، فَاِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَیْضَاءِ، قَالَا لِیْ: هٰذَاکَ مَنْزِلُکَ؟ قُلْتُ لَهُمَا: بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکُمَا، فَذَرَانِیْ فَاَدْخُلَهٗ۔ قَالَا لِیْ: اَمَّا الْاٰنَ فَلَا، وَاَنْتَ دَاخِلُهٗ، قُلْتُ لَهُمَا: فَاِنِّیْ رَاَیْتُ مُنْذُ اللَّیْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِیْ رَاَیْتُ؟ قَالَا لِیْ: اَمَا اِنَّا سَنُخْبِرُکَ: اَمَّا الرَّجُلُ الْاَوَّلُ الَّذِیْ اَتَیْتَ عَلَیْهِ یُثْلَغُ رَاْسُهٗ بِالْحَجَرِ، فَاِنَّهُ الرَّجُلُ یَاْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَیَرْفُضُهٗ، وَیَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ۔ وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ اَتَیْتَ عَلَیْهِ یُشَرْشَرُ شِدْقُهٗ اِلٰی قَفَاهُ، وَمِنْخَرُهٗ اِلٰی قَفَاهُ،

وَعَيْنُهُ إِلٰى قَفَاهُ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوا مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ. وَاَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ مِثْلِ بَنَاءِ التَّنُّوْرِ، فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِيْ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ، وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ، فَإِنَّهُ اٰكِلُ الرِّبَا، وَاَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْاٰةِ الَّذِيْ عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا، فَإِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِيْ فِي الرَّوْضَةِ، فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهُ، فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَّاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ" وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ: "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ" فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ، وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ، فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَيِّئًا، تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخْرَجَانِيْ إِلٰى اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ" ثُمَّ ذَكَرَهُ وَقَالَ: "فَانْطَلَقْنَا إِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ، اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ؛ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا ارْتَفَعَتِ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا، وَإِذَا خَمَدَتْ! رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ". وَفِيْهَا: "حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ" وَلَمْ يَشُكَّ "فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ، فَإِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِيْ فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ". وَفِيْهَا: "فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَّمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ". وَفِيْهَا: "الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَاَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ". وَفِيْهَا: "الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ، فَيُفْعَلُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَالدَّارُ الْاُوْلَى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَاَنَا جِبْرِيْلُ، وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَاْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ، فَإِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِيْ اَدْخُلْ مَنْزِلِيْ، قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَّمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُهُ: "يَثْلَغُ رَاْسَهُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَيْ: يَشْدَخُهُ وَيَشُقُّهُ. قَوْلُهُ: "يَتَدَهْدَهُ" اَيْ: يَتَدَحْرَجُ. وَ"الْكَلُّوْبُ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ، وَهُوَ مَعْرُوْفٌ.

قَوْلُهٗ: "فَيُشَرْشِرُ": اَیْ: يُقَطِّعُ. قَوْلُهٗ: "ضَوْضَوْا" وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ: اَیْ صَاحُوْا. قَوْلُهٗ: "فَيَفْغَرُ" هُوَ بِالْفَاءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَیْ: يَفْتَحُ. قَوْلُهٗ "الْمَرْآةِ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ، اَیْ: الْمَنْظَرِ. قَوْلُهٗ: "يَحُشُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَیْ: يُوْقِدُهَا. قَوْلُهٗ: "رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ" هُوَ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّاءِ وَتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ، اَیْ: وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيْلَتِهٖ. قَوْلُهٗ: "دَوْحَةٌ" هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ. قَوْلُهٗ: "الْمَحْضُ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَهُوَ: اللَّبَنُ. قَوْلُهٗ "فَسَمَا بَصَرِیْ" اَیْ: اِرْتَفَعَ. وَ"صُعُدًا" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ، اَیْ: مُرْتَفِعًا. وَ"الرَّبَابَةُ" بِفَتْحِ الرَّاءِ وَبِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً، وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

◀ ◀ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جو کچھ اللہ کو منظور ہوتا بیان کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ہم سے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا چلو: اور میں ان کے ہمراہ چل دیا اور ہم ایک آدمی کے پاس پہنچے جو پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک اور آدمی بھاری پتھر اٹھائے اس کے سر کے پاس کھڑا تھا وہ پتھر کو اس کے سر پر پھینکتا اور اس کے سر کو کچل دیتا تھا اور پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا اسے اٹھاتا اور اس کے واپس لوٹنے تک اس شخص کا سر پہلے کی طرح صحیح سلامت ہو چکا ہوتا۔ پھر وہ اس کے پاس واپس آتا اور اسی طرح کرتا جیسے اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا' فرمایا: میں نے ان دونوں سے پوچھا: سبحان اللہ! یہ دو کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا: چلو چلو سو ہم چل دیئے پس ایک آدمی کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص لوہے کا ایک آنکڑا لیے اس کے سر کے پاس کھڑا تھا وہ اس کے چہرے کی طرف بڑھتا اور اس کے جبڑے کو گدی تک چیر دیتا وہ اس کے نتھنے کو بھی گدی تک چیر دیتا اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر دیتا پھر وہ شخص اس کی دوسری جانب کی طرف مڑتا اور اس جانب کے ساتھ بھی وہی کچھ کرتا جو اس نے اس کی پہلی جانب کے ساتھ کیا تھا وہ ابھی دوسری طرف سے فارغ نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب پہلے کی طرح صحیح ہو چکی ہوتی تھی اور وہ اس کی طرف مڑتا اور اسی عمل کو دہراتا جو اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ فرمایا: میں نے پوچھا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا: چلو چلو' پس ہم چل دیئے اور ہم تنور کی سی چیز کے پاس پہنچے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے اندر شور و شغب تھا۔ ہم نے اس میں جھانکا تو دیکھا کہ اس کے اندر عورتیں اور مرد تھے جو سب ننگے تھے اور ان کے نیچے کی طرف سے ایک شعلہ ابھر کر ان کی طرف آتا تھا اور جب یہ شعلہ ان کی طرف آتا تو وہ شور و غوغا کرتے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا: چلو چلو' سو ہم چل دیئے پس ہم ایک نہر پر پہنچے (راوی کہتے ہیں) میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فرماتے تھے: وہ نہر خون کی طرح سرخ تھی اور نہر کے اندر ایک آدمی تیر رہا تھا' اور نہر کے کنارے ایک دوسرا آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر اکٹھے کر رکھے تھے۔ وہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا اور جب وہ اس شخص کی طرف آتا جس نے اپنے پاس پتھر اکٹھے کر رکھے تھے وہ اس کے سامنے اپنا منہ کھولتا تو وہ شخص اس کے منہ میں ایک پتھر پھینک دیتا پھر وہ چلا جاتا اور تیرنے لگتا اور پھر اس دوسرے شخص کی طرف لوٹتا وہ جب بھی لوٹ کر اس کی طرف آتا تو منہ کھولتا تو وہ شخص اس کے منہ میں ایک پتھر پھینک دیتا میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ دونوں کون ہیں؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلو چلو' سو ہم چل دیئے پس ہم ایک مکروہ شکل آدمی کے پاس پہنچے: یا فرمایا: اتنا زیادہ مکروہ جتنا کہ آپ کسی آدمی کو دیکھیں اس کے پاس آگ تھی وہ اسے بھڑکا رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ ان دونوں نے مجھے کہا: چلو چلو' سو ہم چل دیئے پس ہم ایک باغ کے پاس پہنچے جس میں موسم بہار کے ہر قسم کے پھول کھلے ہوئے تھے اور اس باغیچے کے درمیان ایک طویل قامت انسان کھڑا تھا اور اوپر آسمان کی طرف اس کی طوالت کی وجہ سے میں اس کے سر کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور اس کے اردگرد اتنی زیادہ تعداد میں بچے تھے جتنے میں نے کبھی نہیں دیکھے میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ اور یہ کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا: چلو چلو! سو ہم چل دیئے پس ہم ایک بڑے درخت کے پاس پہنچے اتنا بڑا درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا انہوں نے مجھ سے کہا: اس کے اوپر چڑھو ہم اس درخت پر چڑھے تو ایک شہر تک پہنچے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ پس ہم شہر کے دروازے پر گئے' تو ہم نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا' تو ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ ہمیں کچھ لوگ ملے جن کا کچھ حصہ تو بہت خوبصورت تھا اور کچھ حصہ بہت ہی بدصورت تھا۔ ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اس نہر میں کود جاؤ' اور وہ نہر چوڑائی میں بہہ رہی تھی اور اس کا پانی بہت سفید تھا وہ لوگ گئے اور نہر میں کود گئے۔ پھر وہ لوٹ کر ہماری طرف آئے تو ان کی بدصورتی ختم ہو چکی تھی اور وہ بہت خوبصورت ہو گئے تھے: فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: یہ جنت عدن ہے' اور وہ آپ کی منزل ہے۔ میری نظر اوپر کی طرف اٹھی تو میں نے دیکھا کہ وہاں سفید بادل کی طرح کا ایک محل ہے ان دونوں نے مجھ سے کہا: وہی آپ کی منزل ہے میں نے ان دونوں سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس کے اندر داخل ہو جاؤں تو ان دونوں نے کہا: ابھی تو نہیں البتہ آپ اس میں داخل ضرور ہوں گے' میں نے ان سے کہا: آج رات میں نے بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھیں ہیں تو جو کچھ میں نے دیکھا وہ کیا تھا؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا: ہاں ہم تمہیں بتائیں گے وہ پہلا شخص جس کے پاس آپ گئے جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ' وہ آدمی تھا جس نے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی اور پھر اسے ترک کر دیا اور وہ فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا اور وہ آدمی جس کے پاس تم گئے جس کی باچھ کو نتھنے اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی تھا جو صبح گھر سے نکلتا تو جھوٹ بولتا تھا اور اس کا جھوٹ دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتا تھا اور ننگے مرد اور عورتیں جو تنور جیسی عمارت میں تھے وہ زانی مرد اور زانیہ عورتیں تھیں اور وہ آدمی جس کے

پاس آپ گئے جو نہر میں تیر رہا تھا اور جس کے منہ میں پتھر پھینکے جا رہے تھے وہ سود خور شخص تھا اور کریہہ شکل کا جو آدمی آگ کے پاس تھا اور اسے بھڑکا رہا تھا اور اس کے ارد گرد دوڑ رہا تھا وہ جہنم کا داروغہ مالک تھا' اور باغیچے میں جو طویل القامت آدمی تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے ان کے گرد جو بچے تھے وہ تمام ایسے بچے تھے جو فطرت پر فوت ہوئے۔ اور برقانی کی روایت میں ہے: ''فطرت پر پیدا ہوئے'' کسی مسلمان نے عرض کیا: یارسول اللہ! مشرکوں کے بچے بھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مشرکوں کے بچے بھی۔ اور وہ لوگ جن کا نصف حصہ خوبصورت اور نصف بدصورت تھا وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اعمال حسنہ کے ساتھ بداعمالیوں کو بھی ملا دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ (بخاری)

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے: میں نے آج رات دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی حدیث بیان فرمائی اور فرمایا: سو ہم چل دیئے اور ہم تنور جیسے ایک سوراخ (گڑھے) کے پاس پہنچے جس کا اوپر والا حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کھلا تھا۔ اس کے نیچے آگ جل رہی تھی جب وہ آگ بلند ہوتی تو وہ اوپر کو اٹھتے حتیٰ کہ باہر نکلنے کے قریب پہنچ جاتے۔ اور جب آگ دھیمی ہو جاتی تو وہ پھر اس کے اندر نیچے چلے جاتے اور اس کے اندر ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں۔ اور اسی روایت میں ہے: حتیٰ کہ ہم خون کی نہر کے پاس پہنچے' اس میں راوی نے شک نہیں کیا اور نہر کے وسط میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی کھڑا تھا جس کے ہاتھوں میں پتھر تھے سو جو آدمی نہر کے اندر تھا وہ آیا اور اس نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس آدمی نے اس کے منہ میں پتھر پھینکا اور اس کو اس طرف لوٹا دیا جہاں وہ پہلے تھا جب بھی وہ باہر نکلنے کے لئے آتا تو وہ اس کے منہ میں پتھر پھینکتا اور اس کو اس طرف لوٹا دیتا جہاں وہ پہلے تھا۔ اور اسی روایت میں ہے: اور مجھے ایک گھر کے اندر لے گئے جو اتنا خوبصورت تھا کہ اتنا خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کے اندر جوان اور بوڑھے مرد تھے۔ اسی روایت میں ہے: وہ آدمی جس کو تم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں وہ جھوٹا شخص تھا جو جھوٹ بولتا تو اس کے جھوٹ کو اٹھا لیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ آفاق تک پہنچ جاتا ہے' اور اس کے ساتھ یہ سلوک قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور اسی حدیث میں ہے: جس کو تم نے دیکھا کہ اس کے سر کو کچلا جا رہا ہے وہ ایسا آدمی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تو وہ رات کو بھی اس سے غافل ہو کر سویا رہا اور دن کو بھی قرآن پر اس نے عمل نہ کیا اسے یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور پہلا گھر جس میں تم داخل ہوئے تھے وہ عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کا ہے' اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں پس تم اپنا سر بلند کرو سو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ میرے اوپر بادل سی کوئی چیز تھی انہوں نے کہا: یہ آپ کی منزل ہے میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں تو انہوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوری نہیں کی۔ جب آپ اپنی عمر پوری کر لیں گے تو اپنی منزل میں داخل ہو جائیں گے۔ (بخاری)

حل لغات:

یثلغ راسہٗ: تاء مثلثہ اور عین معجمہ کے ساتھ کا مطلب ہے۔ وہ اس کے سر کو پھاڑتا ہے

یَتَدھدہ: وہ لڑھکتا ہے۔

الکلوب: کاف پر زبر اور لام مشدد پر پیش کے ساتھ معروف چیز کو کہتے ہیں۔

فیشرشر: وہ کاٹتا ہے'

ضوصوا: وہ ضاد معجموں کے ساتھ' کا مطلب ہے انہوں نے شور مچایا۔

فیفغر: فاء اور غین معجمہ کے ساتھ کا مطلب ہے: کھولتا ہے۔

المراۃ: میم پر زبر کے ساتھ کا مطلب ہے منظر۔

یحشھا: یا پر زبر اور حاء پر پیش اور شین معجمہ کے ساتھ کا مطلب ہے: وہ آگ جلا رہا ہے۔

روضۃ معتمۃ: میم پر پیش عین ساکن تا پر اور حاء کے ساتھ بہت بڑے درخت کو کہا جاتا ہے۔

الموض: میم پر زبر حاء مہملہ کے سکون اور ضاد معجمہ کے ساتھ دودھ کو کہتے ہیں۔

فسما بصری: آنکھیں اٹھ گئیں۔

صعدا: صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے بلندی۔

الربابۃ: راء پر زبر اور باء موحدہ مکررہ کے ساتھ بادل کو کہا جاتا ہے۔

تعارفِ راوی:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 406 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ہم سے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے (یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔ زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم!

)اس کے سر کے پاس کھڑا تھا (یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو

آنکھوں سے دکھایا گیا۔

(اوراس کے جبڑے کو گدی تک چیر دیتا وہ اس کے نتھنے کو بھی گدی تک چیر دیتا اوراس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر دیتا) یعنی دوطرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کررہا تھا داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہوجاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

(انہوں نے مجھ سے کہا: چلو چلو، پس ہم چل دیئے) یعنی آگے چلئے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کردی جاوے گی۔

فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقاً پتھر۔صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک،راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔

جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت وتکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹب میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا،نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔

درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں،اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی،جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے،مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے متبعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔غرضکہ غلط بات،غلط مسئلہ،غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

چونکہ عالم بےعمل فاسق بھی ہے فاسق گر بھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بدعمل یا بدعقیدہ ہوجاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا،چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سوگیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تا کہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔اس

سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی لہٰذا وہ بھڑکتی آگ میں جلائے گئے، شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نور ہے اور بے محل خرچ ہو تو نار۔

چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا لہٰذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں لہٰذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا و اعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

(میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں) شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہٰذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہوسکتا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 457)

۱۱۸- بَابُ بَيَانُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْكِذْبِ

جھوٹ کی جائز صورتوں کا بیان

اِعْلَمْ اَنَّ الْكَذِبَ، وَاِنْ كَانَ اَصْلُهُ مُحَرَّمًا، فَيَجُوْزُ فِيْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ بِشُرُوْطٍ قَدْ اَوْضَحْتُهَا فِيْ كِتَابِ: اَلْاَذْكَارِ، وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ: اَنَّ الْكَلَامَ وَسِيْلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْمُوْدٍ يُمْكِنُ تَحْصِيْلُهُ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيْهِ، وَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْ تَحْصِيْلُهُ اِلَّا بِالْكَذِبِ، جَازَ الْكَذِبُ. ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا، كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا. فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِّنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهُ، اَوْ اَخْذَ مَالِهٖ وَاَخْفٰى مَالَهُ وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهٖ. وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيْعَةٌ، وَاَرَادَ ظَالِمٌ

اَخْذَهَا، وَجَبَ الْكَذِبُ بِإِخْفَائِهَا. وَالْاَحْوَطُ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ اَنْ يُّوَرِّيَ. وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ: اَنْ يَّقْصِدَ بِعِبَارَتِهِ مَقْصُوْدًا صَحِيْحًا لَّيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ، وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هٰذَا الْحَالِ.

وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِجَوَازِ الْكَذِبِ فِيْ هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اَنَّها سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِيْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ: قَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ، تَعْنِيْ: الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ، وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا.

◄◄ جان لیجئے کہ جھوٹ اگرچہ اصلاً حرام ہے تاہم بعض صورتوں میں چند شرائط کے ساتھ جھوٹ جائز ہے ان شرطوں کی وضاحت میں نے کتاب ''الاذکار'' میں کر دی ہے مختصر یہ کہ کلام' حصول مقاصد کا ذریعہ ہوتا ہے ہر نیک مقصد جو جھوٹ کے بغیر حاصل ہو سکتا ہو اس کے لئے جھوٹ بولنا حرام ہے' اور اگر جھوٹ کے بغیر اس کا حصول ممکن نہ ہو تو پھر اس کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اگر اس مقصد کا حصول مباح ہو تو جھوٹ بولنا مباح ہوگا اور اگر اس کا حصول واجب ہو تو جھوٹ بولنا واجب ہوگا اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے جو اسے قتل کرنا چاہے چھپ جائے یا وہ اس کا مال چھیننا چاہتا ہو اور وہ مسلمان اپنا مال چھپا دے اور کسی مسلمان سے اس کے بارے میں پوچھا جائے تو اس انسان پر واجب ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھنے کے لئے جھوٹ بولے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی امانت ہو اور ظالم اس سے امانت کا مال چھیننا چاہتا ہو تو اس مال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے' اور اس صورت میں زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ انسان توریہ کرے اور توریہ کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے کلام سے ایسا مفہوم مراد لے جو اس کی اپنی نیت کے اعتبار سے صحیح ہو جھوٹ نہ ہو اگرچہ عبارت کے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے جیسا کہ مخاطب سمجھے جھوٹ ہی ہو اور اگر وہ توریہ نہ کرے بلکہ مطلقاً جھوٹی بات کرے تو وہ اس صورت میں حرام نہیں ہوگی۔ علماء نے ایسی صورت میں جھوٹ بولنے کے جواز پر حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے' اور ان تک اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اس سلسلہ میں لوگوں میں جو باتیں مشہور ہیں ان میں سے تین صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں جھوٹ بولنے کے متعلق اجازت دیتے ہوئے میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی نہیں سنا' وہ تین چیزیں یہ ہیں: جنگ' لوگوں کے درمیان صلح کرانا' مرد کی بات اپنی بیوی سے اور عورت کی اپنے مرد (خاوند) سے بات چیت مرد سے۔

تعارف راوی:

یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل مدینہ منورہ پہنچیں، حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہوگئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کرلیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمن ابن عوف نے نکاح کرلیا، ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اور اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئی، حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں۔ (مرقات)

شرح:

یعنی جو مسلمان دو لڑے ہوئے مسلمانوں کے درمیان جھوٹی خبریں پہنچا کر ان میں صلح کرادے تو وہ گنہگار نہیں اور یہ جھوٹ گناہ نہیں مثلاً زید و عمرو لڑے ہوئے ہیں یہ زید سے کہے کہ عمرو نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں، عمرو کے متعلق بھی یہی کہے حتیٰ کہ ان کی صلح ہوجائے تو یہ شخص ثواب پائے گا۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں جھوٹ جائز ہے ان میں سے ایک تو یہ۔ دوسرے کسی کا جان و مال محفوظ کرنے دشمن سے بچانے کے لیے جھوٹ بولنا بلکہ بعض جگہ جھوٹ عبادت ہے جیسے کسی متقی پرہیزگار کا اپنے کو گنہگار کہنا عبادت ہے اور بعض سچ کفر ہوجاتا ہے شیطان نے کہا تھا "رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی" سچ کہا تھا ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر شیطان ہوگیا کافر۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 660:)

۱۱۹-بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيمَا يَقُولُهُ وَيَحْكِيهِ

بات کہنے اور بیان کرنے کے لئے چھان بین کی تاکید کا بیان

آیت نمبر 1:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ} (بنی اسرائیل: 36)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں''۔

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ کی آیت نمبر 2 میں ہوگئی ہے۔

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ}) ق:18)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو''۔

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ کی آیت نمبر 3 میں ہوگئی ہے۔

(۶۵۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ''۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے لئے اسی قدر جھوٹ کافی ہے کہ جو کچھ اس نے سنا اسے بیان کردے۔ (مسلم)

(۶۵۶) وَعَنْ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ''۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◄ حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی اور اس کا خیال یہ ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مسلم)

تعارفِ راوی:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 406 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی حدیث گھڑنا بھی گناہ اور دیدہ ودانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ، بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں، ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں۔ (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1 تحت حدیث 197)

(۶۵۷) وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا: اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ ضَرَّۃً فَھَلْ عَلَیَّ

---

(۶۵۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث 5، بخاری شریف، رقم الحدیث 1229، 3274، ترمذی شریف، رقم الحدیث 2659، 2661، 2669، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث 30، 32، 33، دارمی، رقم الحدیث 231، 232، 234، مسند امام احمد 584، 1075، 1089، ابن حبان، رقم الحدیث 31، 6256، مستدرک حاکم، رقم الحدیث 380، 5141، 5222، بیہقی، رقم الحدیث 20782، 19993، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: 259، 260، 496، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 9872، 9873، 204)

(۶۵۶) (مسلم شریف، رقم الحدیث: 1)

(۶۵۷) (مسلم شریف، کتاب اللباس، رقم الحدیث 5467، بخاری شریف، رقم الحدیث 4921، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4813)

جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِيْنِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"وَالْمُتَشَبِّعُ": هُوَ الَّذِي يُظْهِرُ الشَّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانَ۔ وَمَعْنَاهُ هُنَا: اَنْ يُّظْهِرَ اَنَّهُ حَصَلَ لَهُ فَضِيلَةٌ وَّلَيْسَتْ حَاصِلَةً۔ "وَلَابِسُ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" اَيْ: ذِي زُوْرٍ، وَهُوَ الَّذِي يُزَوِّرُ عَلَى النَّاسِ، بِاَنْ يَّتَزَيَّى بِزِيِّ اَهْلِ الزُّهْدِ اَوِ الْعِلْمِ اَوِ الثَّرْوَةِ، لِيَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ۔ وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ وَاللهُ اَعْلَمُ۔

◀ ◀ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک سوتن ہے کیا میرے لئے اس بات میں کوئی حرج ہے کہ میرا خاوند مجھے جو چیز نہ دے میں اس کے بارے میں کہوں کہ مجھے اس نے دی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو کوئی چیز نہ دی گئی ہو اور وہ کہے کہ مجھے دی گئی ہے تو وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

المتشبع! وہ جو کہے کہ میں سیر ہو گیا ہوں حالانکہ وہ سیر نہ ہوا ہو...... اور یہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ کسی فضیلت کے حصول کا اظہار کرے حالانکہ وہ فضیلت اسے حاصل نہ ہو۔

اور ولابس ثوبی زورٍ: کا مطلب ہے جھوٹ والا لباس، یعنی یہ وہ آدمی ہوتا ہے جو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے پرہیز گاروں، اہلِ علم اور امیر کبیر لوگوں جیسا لباس پہنتا ہے تا کہ وہ اس طرح لوگوں کو دھوکہ دے سکے حالانکہ ایسی حیثیت اس کی نہ ہو اس کے علاوہ بھی معانی بیان کئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم

شرح:

عربی میں سوکن کو ضرۃ کہتے ہیں ضرہ ضرۃ سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرر و نقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عموماً کوشش کرتی ہے اس لیے اسے ضرہ کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام فطینہ بھی ہے، بمعنی بہت سمجھ دار، ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی فطینہ ہوتی ہے اسی لیے اسے فطینہ کہتے ہیں۔ (مرقات)

(کیا میرے لئے اس بات میں کوئی حرج ہے کہ میرا خاوند مجھے جو چیز نہ دے میں اس کے بارے میں کہوں کہ مجھے اس نے دی ہے؟) یعنی میں اپنی سوکن کو جلانے، طیش دلانے کے لیے یہ ظاہر کر دوں کہ خاوند بمقابلہ تیرے مجھے زیادہ دیتا ہے مثلاً اپنے میکے کا جوڑا پہن کر دکھاؤں کہ خاوند نے دیا ہے۔

(جس کو کوئی چیز نہ دی گئی ہو اور وہ کہے کہ مجھے دی گئی ہے تو وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے) یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ یہ اس کے اپنے کپڑے ہیں، پھر بعد میں

حال کھلنے میں بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق وفاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح ، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ، ج5 تحت حدیث168:)

۱۲۰-بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيْمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی گواہی کی شدید حرمت کا بیان

آیت نمبر 1:

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ} الحج:30،

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور بچو جھوٹی بات سے''۔

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ} بنی اسرائیل:36،

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں''۔

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ کی آیت نمبر 2 میں ہوگئی ہے۔

آیت نمبر 3:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ٥} ق: 18)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو''٥

تشریح:

اس کی تشریح باب تحریم الغیبۃ کی آیت نمبر 3 میں ہوگئی ہے۔

آیت نمبر 4:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ٥} الفجر: 16)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں''٥

آیت نمبر 5:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ} الفرقان:72)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے''۔

تشریح:

یشھدون کے دو معنی ہیں۔ حاضر ہونا اور گواہی دینا۔ پہلا معنی لیا جائے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی باطل سرگرمی میں شریک نہیں ہوتے۔ ایسی محفلیں جو لہو ولعب کے لیے منعقد ہوں، ایسے اجتماعات جہاں غلط نظریات کا پرچار کیا جاتا ہوان میں شامل نہیں ہوتے۔ اور اگر دوسرا معنی لیا جائے تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ بیشک آیت کے دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا یہ شیوہ ہے کہ نہ وہ پہلے باطل ونفاق کی ہنگامہ آرائیوں کی رونق دوبالا کرتے ہیں اور نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کیا میں تمہیں خبردار نہ کروں کہ سب سے بڑے گناہ کون کون سے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ضرور خبردار فرمایئے۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا

"الشرك بالله وعقوق الوالدين كان متكئا فجلس فقال الا وقول الزور فما زال يكررها حتى قلنا ليته سكت۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ پہلے حضور (ﷺ) ٹیک لگائے تھے پھر بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار! جھوٹی گواہی اوران آخری الفاظ کو حضور (ﷺ) بار بار دہراتے رہے۔ جھوٹی گواہی سے جو مفاسد مرتب ہوتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اسی لیے حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے لگاتے۔ اس کا منہ کالا کرتے، اس کا سر منڈا دیتے اور اسے بازار میں پھراتے تا کہ اس کی خوب تشہیر ہو۔

(ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

الضحاك اور اکثر مفسرین نے کہا الزور سے مراد شرک ہے اور علی بن ابی طلحہ نے کہا اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے، حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گواہی دینے والے کو چالیس کوڑے مارتے تھے، اور اس کا منہ کالا کر دیتے تھے اور اس کو بازار میں گشت کراتے تھے، ابن جریج نے کہا الزور سے مراد جھوٹ ہے۔ مجاہد نیک ہا اس سے مراد مشرکین کی عیدیں ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ماتم کی مجلس ہے، قتادہ نے کہا اس کا معنی ہے وہ اہل باطل کی باطل پر موافقت نہیں کرتے اور محمد بن حنفیہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لھو) کھیل کود) اور غنا) موسیقی) کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے۔

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا غنا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے، زور کا اصل معنی ہے کسی چیز کی صفت کے خلاف اس کی تعریف وتحسین کرنا پس زور باطل کو ملمع کاری کر کے اس کے حق ہونے کا وہم پیدا کرنا ہے اور فرمایا جب وہ کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

(تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۶۵۸) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟" قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ. قَالَ: "الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ" وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا: لَیْتَهٗ سَکَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

◀◀ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! اور جھوٹی بات' اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کا مسلسل تکرار فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم یہ خواہش کرنے لگے کہ کاش! آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) سکوت فرمائیں"۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

عُقُوْقُ :عق، سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے قطع کرنا، بر برتاؤ کرنا، نافرمانی کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 81 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے

۱۲۱۔بَابُ تَحْرِیْمِ لَعْنِ اِنْسَانٍ بِعَیْنِهٖ اَوْ دَابَّةٍ

کسی مخصوص انسان یا چوپائے پر لعنت کی حرمت کا بیان

(۶۵۹) عَنْ اَبِیْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاکِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ

---

(۶۵۸) (مسلم شریف' رقم الحدیث 167' بخاری شریف' رقم الحدیث 2510' 2511' 5631' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 2875' 3599' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1207' 1901' 2301' 3018' نسائی شریف' رقم الحدیث 4010' 4011' 4867' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 2372' دارمی' رقم الحدیث 2360' مسند امام احمد' رقم الحدیث 6884' 12394' 12358' ابن حبان' رقم الحدیث 5563' 5563' مستدرک حاکم' رقم الحدیث 7808' 60' بیہقی' رقم الحدیث 19653' 20167' 20168' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 8483' 8784' 1420)

(۶۵۹) (مسلم شریف' رقم الحدیث 210' بخاری شریف' رقم الحدیث 1297' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 2191' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1543' نسائی شریف' رقم الحدیث 3770' ابن ماجہ' رقم الحدیث 2098' مسند امام احمد' رقم الحدیث 16433' ابن حبان' رقم الحدیث 4366' بیہقی' رقم الحدیث 1554' مسند ابویعلیٰ' رقم الحدیث 1535' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 1325)

الرِّضْوَانِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ بِمِلَّۃٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ کَاذِبًا مُتَعَمِّدًا، فَھُوَ کَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ، عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، وَلَیْسَ عَلٰی رَجُلٍ نَذْرٌ فِیْمَا لَا یَمْلِکُہٗ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِہٖ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀◀ حضرت ابوزید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اہل بیت الرضوان میں سے ہیں، سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسری ملت کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے کہا، اور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا تو قیامت کے دن اس کو اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر ماننا درست نہیں اور کسی مومن پر لعنت بھیجنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

مُتَعَمِّدًا: بمعنی جان بوجھ کر، ارادۃً۔

تعارفِ راوی:

ثابت ابن ضحاک: آپ کی کنیت ابوزید ہے، انصاری خزرجی ہیں، بچپن میں بیعت الرضوان میں حضور انور سے بیعت کی واقعہ ابن زبیر میں وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الثاء، فصل فی الصحابہ)

شرح:

(جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسری ملت کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی) مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو یہودی ہو جاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

(تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے کہا) یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا یہ فرمان تشدد کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہو گیا، ایسی قسم میں امام ابوحنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہو جائے گی کفارہ واجب ہو گا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے۔ یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے بری ہو جاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے۔

(ور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا تو قیامت کے دن اس کو اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا) مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہو جائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے، اس صورت میں نہ اس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہوگا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اس کی ملک تھی نہ وہ غلام، پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اس کی ملک میں آ بھی جائیں تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۔

مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کر لے تو کل قیامت میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہوگا جب تک رب تعالیٰ چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہوگی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

(اور کسی مومن پر لعنت بھیجنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے) یعنی جو شخص لعنت کے لائق نہ ہو اسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۔

کیونکہ کفر و ارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلاوجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اسے لائق قتل کہنا ہے۔ خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنے ہیں پھینکنا، اصطلاح شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، تحت حدیث 325:)

(۲۶۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔ (مسلم)

(۲۶۱) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ تو شفاعت کرنے والے ہوں گے اور نہ گواہ۔ (مسلم)

(۲۶۲) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللهِ، وَلَا بِغَضَبِهٖ، وَلَا بِالنَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

◀ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

(۲۶۰) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2597)

(۲۶۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2598)

(۲۶۲) (ترمذی شریف، رقم الحدیث 1976)

فرمایا: ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت اور اس کے غضب اور دوزخ کے الفاظ کے ساتھ لعنت نہ کیا کرو۔

حکمِ حدیث:

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حل لغات:

تَلَاعَنُوْا: لعن، لعناً بمعنی لعنت کرنا، شرمندہ کرنا۔

تعارفِ راوی:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 406 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت اللہ کی پھٹکار، نہ یہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب اللہ کا قہر وغیرہ، لعنت وغضب کی بددعا نہ کرو نہ یہ کہو کہ تو جہنم میں جائے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہو یا تجھے خدا دوزخ میں یا آگ میں ڈالے۔

خیال رہے کہ یہ لعنت و پھٹکار اور یہ بددعائیں کسی معین مسلمان کو منع ہیں غیر معین کو اس کے وصف سے لعنت کرنا بالکل جائز ہے جیسے "لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" رہے مشرکین و کفار اگر ان کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو تو انہیں نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ بہرحال لعنت بددعائیں کوئی خاص عبادت نہیں کہ اس کی عادت نہ ڈالے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از: مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، تحت حدیث 682)

(۱۶۶۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ".

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

◀ ◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن طعن کرنے والا لعنت بھیجنے والا اور فحش گو اور بے ہودہ بکنے والا نہیں ہوتا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(۱۶۶۴) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا، صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَّجَعَتْ إِلَى

(۱۶۶۳) (ترمذی شریف، کتاب البر والصلة، رقم الحدیث 1977)

(۱۶۶۴) ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4905)

الَّذِیْ لُعِنَ، فَاِنْ کَانَ اَھْلًا لِّذٰلِكَ، وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِھَا"۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک بندہ جب کسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے' اور اس کے آگے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ نیچے زمین کی طرف آتی ہے تو اس پر زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں مڑتی ہے' اور جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو اس چیز کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت بھیجی گئی ہو' اگر تو وہ چیز لعنت کی حقدار ہو تو ٹھیک' ورنہ لعنت اس شخص کی طرف پلٹ جاتی ہے جس نے لعنت بھیجی تھی۔ (ابوداؤد)

تعارفِ راوی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 629 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(تو وہ لعنت آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے) جیسے غبار دھواں وغیرہ بذاتِ خود اوپر چڑھتے ہیں ایسے ہی لعنت و پھٹکار بھی اوپر چڑھتی ہے مگر اسے آسمان میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں اس کا مستحق کوئی نہیں۔

(اور اس کے آگے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ نیچے زمین کی طرف آتی ہے تو اس پر زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں) لہٰذا وہ لعنت زمین میں نہیں دھنس سکتی کہ وہاں بھی اس کا مستحق کوئی نہیں۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت نہ تو آسمان میں رہتے ہیں نہ زمین کے اندر بلکہ اوپر اوپر ہی مارے مارے پھرتے ہیں لہٰذا اس فرمان پر کوئی غبار نہیں۔

(پھر وہ دائیں بائیں مڑتی ہے) یعنی لعنت اس حیران پریشان چیز کی طرح دوڑتی گھومتی ہے جسے اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو اور تلاش ٹھکانہ کے لیے حیران پریشان گھومے یا بطور تمثیل ارشاد ہوا ہے یا واقعہ ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے تمام قول وفعل ایک شکل وحال رکھتے ہیں۔

(اور جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو اس چیز کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت بھیجی گئی ہو' اگر تو وہ چیز لعنت کی حقدار ہو تو ٹھیک' ورنہ لعنت اس شخص کی طرف پلٹ جاتی ہے جس نے لعنت بھیجی تھی) بہر حال لعنت یا تو ملعون پر پڑتی ہے اگر وہ اسکا اہل ہو ورنہ خود لاعن پر لہٰذا لعنت کرنا چاہیے ہی نہیں۔ سوچو کہ ان کا حال کیا ہوگا جو دن رات حضرات صحابہ پر تبرا اور لعن طعن کرتے رہتے ہیں، اسی طرح جو لوگ جانوروں کو، دھوپ کو، ہوا کو لعنت کر دیتے ہیں، بیماریوں کو کوستے پیٹتے ہیں اس سب کا وبال خود ان پر ہی پڑتا ہے۔ (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، تحت حدیث 683)

(۱۶۵) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ، وَامْرَاَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰی نَاقَۃٍ، فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْھَا. فَسَمِعَ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "خُذُوْا مَا عَلَیْھَا وَدَعُوْھَا ؛ فَاِنَّھَا مَلْعُوْنَۃٌ" قَالَ عِمْرَانُ: فَکَاَنِّیْ اَرَاھَا الْاٰنَ تَمْشِیْ فِی النَّاسِ مَا یَعْرِضُ لَھَا اَحَدٌ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

◀ ◀ حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر پر تشریف لے جارہے تھے اور انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی اس نے اونٹنی کو جھڑکا اور اس پر لعنت بھیجی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن لیا تو فرمایا: اس اونٹنی پر جو کچھ ہے وہ لے لو اور اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان پھر رہی ہے اور کوئی ایک بھی اس سے تعرض نہیں کرتا۔ (مسلم)

حل لغات:

مَلْعُوْنَۃٌ: لعنت کی ہوئی۔ اسم مفعول۔

تعارفِ راوی:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 24 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤمن نہ تو طعنہ باز ہوتا ہے اور نہ لعنت باز نہ فحش گو نہ بے حیا۔

(۶۶۶) وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ نَضْلَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا جَارِیَۃٌ عَلٰی نَاقَۃٍ عَلَیْھَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ. اِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَتَضَایَقَ بِھِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ: حَلْ، اَللّٰھُمَّ الْعَنْھَا. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَۃٌ عَلَیْھَا لَعْنَۃٌ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُہٗ: "حَلْ" بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ وَاِسْکَانِ اللَّامِ: وَھِیَ کَلِمَۃٌ لِّزَجْرِ الْاِبِلِ.

وَاعْلَمْ اَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ قَدْ یُسْتَشْکَلُ مَعْنَاہُ، وَلَا اِشْکَالَ فِیْہِ، بَلِ الْمُرَادُ النَّھْیُ اَنْ

---

(۶۶۵) (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث 6478، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 2591، مسند امام احمد، رقم الحدیث 19883، ابن حبان، رقم الحدیث 5740، بیہقی، رقم الحدیث 10112، مسند ابویعلی، رقم الحدیث 7428، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 451)

(۶۶۶) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6480، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 2591، مسند امام احمد، رقم الحدیث 19883، ابن حبان، رقم الحدیث 5740، بیہقی، رقم الحدیث 10112، مسند ابویعلی، رقم الحدیث 7428، طبرانی، رقم الحدیث 451)

تُصَاحِبَهُمْ تِلْكَ النَّاقَةُ، وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُكُوبِهَا فِي غَيْرِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بَلْ كُلُّ ذٰلِكَ وَمَا سِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْهُ، إِلَّا مِنْ مُصَاحَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا؛ لِأَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ كُلَّهَا كَانَتْ جَائِزَةً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِنْهَا، فَبَقِيَ الْبَاقِي عَلَى مَا كَانَ، وَاللهُ أَعلم۔

◄◄ حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان لڑکی ایک اونٹنی پر سوار تھی اور اس اونٹنی پر لوگوں کا کچھ سامان بھی تھا اس کی نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی اور پہاڑ ان کے لئے تنگ ہو گیا تھا تو اس لڑکی نے اونٹنی کو جھڑکا اور کہا! اے اللہ اس پر لعنت کر' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت بھیجی گئی ہو۔ (مسلم)

جان لیجئے کہ اس حدیث کے معنیٰ کو مشکل خیال کیا گیا ہے حالانکہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹنی کے ساتھ لے جانے کی ممانعت فرما دی ہے۔ البتہ اس کو بیچ دینے یا ذبح کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کے علاوہ اس پر سواری منع نہیں بلکہ اس کے علاوہ سب تصرفات درست ہیں کوئی ممانعت نہیں ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کا جانا منع ہے یہ تمام تصرفات جائز تھے۔ ان میں سے بعض سے منع کیا گیا اور باقی کو برقرار رکھا گیا۔ واللہ اعلم۔

حل لغات:

حل: حاء مہملہ پر زبر اور لام ساکن کے ساتھ ہے یہ کلمہ اونٹ کو جھڑکنے کے لیے بولا جاتا ہے

تعارفِ راوی:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 410 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے اس پر سے اڑا دی اس نے ہوا پر لعنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کہ یہ تو زیر فرمان ہے اور یقیناً جو کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس کی اہل نہ ہو تو لعنت اس پر ہی لوٹتی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۱۲۲-بَابُ جَوَازِ لَعْنِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِي غَيْرِ الْمُعَيَّنِيْنَ

غیر معین گنہگاروں پر لعنت بھیجنے کے جواز کا بیان

آیت نمبر 1:

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝} (هود: 18)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''خبردار ظالموں پر خدا کی لعنت'' ۝

تشریح:

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت کفار اور منافقین کو تمام خلق کے سامنے کہا جائے گا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا، ظالموں پر خدا کی لعنت اس طرح وہ تمام خلق کے سامنے رسوا کئے جائیں گے۔

(خزائن العرفان تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝} (الأعراف: 44)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور بیچ میں منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر'' ۝

تشریح:

جب پر پھٹکار ڈالی جائے گی ان کی صفات بھی ساتھ ہی بیان کر دی گئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ظالم ہیں اور ظلم سے مراد یہاں کفر وشرک ہے جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے۔ دوسری یہ کہ وہ خود بھی دین حق قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ تیسری یہ کہ دین حق کے دلائل میں شکوک وشبہات ڈال کر اسے ٹیڑھا اور غلط دکھانے کی سعی کرتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ ان کا آخرت پر ایمان نہیں۔ اور جو شخص ان چار گمراہیوں میں مبتلا ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر پھٹکار ڈالی جائے۔

(تفسیر ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

(٦٦٦) وَثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ" وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ اٰكِلَ الرِّبَا" وَأَنَّهُ لَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ" أَيْ حُدُوْدَهَا، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ لَّعَنَ وَالِدَيْهِ" وَ"لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"، وَأَنَّهُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رِعْلًا، وَذَكْوَانَ، وَعُصَيَّةَ: عَصَوُا اللهَ وَرَسُوْلَهُ" وَهٰذِهِ ثَلَاثُ قَبَائِلَ مِنَ الْعَرَبِ۔ وَأَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" وَأَنَّهُ "لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ"۔

وَجَمِيْعُ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ فِي الصَّحِيحِ؛ بَعْضُهَا فِي صَحِيْحَيِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا فِي أَحَدِهِمَا، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ الْاِخْتِصَارَ بِالْإِشَارَةِ إِلَيْهَا، وَسَأَذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِي أَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، إِنْ

شآء اللہ تعالٰی۔

اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کی لعنت ہو اپنے بالوں کو کسی دوسرے سے ملانے والی عورت پر' اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی سود خور پر لعنت کرے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے تصویریں بنانے والے پر لعنت بھیجی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی اس پر لعنت کرے جس نے زمین کی حدود کو بدلا' اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی چور پر لعنت کرے جو انڈہ چوری کرتا ہے' اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کی لعنت ہو اس پر جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے' اور اللہ تعالٰی کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے نام سے ذبح کرے' اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالٰی' فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہو۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! رعل' ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیج وہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں۔ یہ عرب کے تین قبائل تھے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت پیدا کرنے والے مردوں پر اور مردوں سے مشابہت پیدا کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی اور یہ تمام الفاظ صحیح احادیث میں ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں اور بعض ان میں سے ایک میں ہیں میں نے اختصار کے پیش نظر ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے' اور میں ان میں سے اکثر کو اس کتاب میں ان کے متعلقہ ابواب میں ذکر کروں گا۔ انشاء اللہ!

۱۲۳-بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ
مسلمان کو ناحق گالی دینے کی حرمت کا بیان

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ٥} (الاحزاب: 58)

اللہ تبارک وتعالٰی کا فرمان ہے: ''اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا'' ٥

تشریح:

"والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنت بغیر ما اکتسبوا"...

اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بے خطا دکھ دیتے ہیں۔ یعنی جو مؤمن مرد و عورت بے قصور ہوں' کسی ایسے جرم کا انہوں نے ارتکاب نہ کیا ہو کہ ان کو دکھ پہنچانا لازم ہو یا ان کو جو لوگ اذیت پہنچاتے ہیں اور ان کو

ناکردہ گناہ کے ساتھ متہم کرتے ہیں۔

"فقد احتملوا بهتانًا واثمًا مبينًا...

وہ بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار اپنے اوپر اٹھاتے ہیں۔ بُہْتَانًا اور اِثْمًا کی تنوین بہتان اور گناہ کی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ مقاتل نے کہا: اس آیت کا نزول حضرت علی کے متعلق ہوا۔ ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ حضرت عائشہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ سبب نزول خواہ خاص ہو مگر الفاظ عام ہیں۔ ہر وہ شخص جو کسی مسلمان مرد یا عورت کو بے وجہ اذیت پہنچائے' آیت کے حکم میں داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے ظلم و ایذاء) سے مسلمان محفوظ رہیں اور مؤمن وہ ہے کہ لوگوں کو اپنے جان و مال کا اس کی طرف سے اندیشہ نہ ہو۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گالی دینی (یعنی زنا کی تہمت لگانی) رسول اللہ کو ہی گالی دینی ہے کیونکہ ام المؤمنین نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بی بی تھیں عرفاً بھی عقلاً بھی اور روایت کے لحاظ سے بھی جو یبر نے بوساطت ضحاک حضرت ابن عباس کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مجھ سے اس شخص کی طرف سے کون عذرخواہی کرے گا جو مجھے ایذاء پہنچاتا ہے اور مجھے ایذاء دینے والوں کو اپنے گھر میں جمع کرتا ہے۔ یعنی عبد اللہ بن ابی جس نے حضرت عائشہ پر زنا کی تہمت لگائی تھی۔ بعض لوگوں کا جو قول ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ سے اِثۡمًا مُّبِیۡنًا تک پوری آیت آپ کے متعلق نازل ہوئی' صرف آخری آیت کا نزول مراد نہیں ہے۔ اسی طرح جس نے حضرت علی کو گالی دی' اس نے رسول اللہ کو دکھ پہنچایا۔ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے: (اے علی!) تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ رواہ الشیخان فی الصحیحین عن البراء بن عازب۔

بلکہ عام صحابہ کو برا کہنا رسول اللہ کو دکھ پہنچانے کا موجب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل راوی ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' میرے صحابہ کے معاملہ میں میرے بعد ان کو (ملامت کا) نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان سے محبت رکھے گا' وہ میری محبت کے ساتھ ان سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا' وہ میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھے گا۔ جس نے ان کو ایذاء دی' اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی' اس نے اللہ کو ناراض کیا اور جس نے اللہ کو ناراض کیا' اس کو عنقریب اللہ عذاب میں گرفتار کرے گا۔ رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب۔

ضحاک اور کلبی کا بیان ہے کہ آیت کا نزول ان زنا کاروں کے حق میں ہوا جو منافق تھے' راتوں کو مدینہ کے راستوں میں گھوما کرتے تھے۔ جب رات کو عورتیں قضائے حاجت کے لئے گھروں سے باہر نکل کر (جنگل کی طرف) جاتی تھیں تو راستہ میں یہ ان کو ستاتے تھے۔ اگر عورتیں خاموش رہتی تھیں تو یہ ان کے پیچھے لگ جاتے تھے اور اگر وہ جھڑ دیتی تھیں تو یہ رک جاتے

تھے۔ حقیقت میں ان کا مقصد ہوتا تھا باندیوں کو چھیڑنا لیکن لباس چونکہ باندی اور آزاد عورت کا ایک ہی جیسا ہوتا تھا' کرتہ اور اوڑھنی پہن کر سب ہی نکلتی تھیں اس لئے ان کو شناخت نہیں ہوتی تھی کہ کون باندی ہے اور کون آزاد عورت اس لئے آزاد عورتیں اس زد میں آ جاتی تھیں۔ عورتوں نے اس کی شکایت اپنے شوہروں سے کی اور شوہروں نے جا کر رسول اللہ کو اطلاع دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی' پھر اگلی آیت میں آزاد عورتوں کو باندیوں جیسا لباس پہن کر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔

ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابو مالک کی روایت سے لکھا ہے اور اسی جیسی حدیث حسن اور محمد بن کعب قرظی کی روایت سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ کی بیویاں قضائے حاجت کے لئے رات کو نکلتی تھیں تو کچھ منافق ان کو چھیڑتے اور ستاتے تھے۔ بیویوں نے اس کی شکایت رسول اللہ سے کی۔ منافقوں سے جب اس کی باز پرس ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو یہ حرکت باندیوں سے کرتے ہیں (یعنی ہم تو ان کو باندیاں سمجھ کر چھیڑتے ہیں) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری تحت آیت مذکورہ)

(٦٦٧) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀ ◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا نافرمانی ہے' اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

(٦٦٨) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْكُفْرِ، اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، اِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ"۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

◀ ◀ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جو آدمی کسی دوسرے کو فاسق یا کافر کہتا ہے تو جس کو اس نے ایسا کہا ہے اگر وہ ایسا نہ ہوا تو اس کی بات اس کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (بخاری)

حل لغات:

اِرْتَدَّتْ : از، ارتداداً، بمعنی لوٹنا، پھر جانا۔ اسی سے مرتد آتا ہے جو اسلام سے پھرنے والے کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

---

(٦٦٧) (مسلم شریف' رقم الحدیث 129' بخاری شریف' رقم الحدیث 48' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1983' نسائی شریف' رقم الحدیث 4104' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 69' مسند امام احمد' رقم الحدیث 1519' ابن حبان' رقم الحدیث 5939' بیہقی' رقم الحدیث 15630' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 325' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 10105' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 10308)

(٦٦٨) (بخاری شریف' رقم الحدیث 6045' مسلم شریف' رقم الحدیث 61)

تعارفِ راوی:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 409 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہوا تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6 تحت حدیث 651)

(۶۶۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُتَسَابَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُوْمُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀ ◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے دو شخص جو کچھ کہتے ہیں اس کا سارا بوجھ ابتدا کرنے والے پر پڑتا ہے جب تک مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔ (مسلم)

(۶۷۰) وَعَنْهُ، قَالَ: اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ: "اِضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللهُ! قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا هٰذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◀ ◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے مارو' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس ہم میں سے کوئی اسے ہاتھوں سے مار رہا تھا' کوئی اپنے جوتوں سے مار رہا تھا' اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا' پس جب وہ پلٹا تو کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے نہ کہو اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (بخاری)

(۶۷۱) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ

---

(۶۶۹) (مسلم شریف' رقم الحدیث 6465' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 4894' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1981' مسند امام احمد' رقم الحدیث 7204' ابن حبان' رقم الحدیث 5728' بیہقی' رقم الحدیث 20878' مسند ابویعلیٰ' رقم الحدیث 4259' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 1001)

(۶۷۰) (بخاری شریف' رقم الحدیث 6781)

(۶۷۱) (بخاری شریف' کتاب الحدود' رقم الحدیث 6858)

بِالزِّنٰی یُقَامُ عَلَیْهِ الْحَدُّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ کَمَا قَالَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

◄ ◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی' قیامت کے دن اس پر حد قائم کی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہو۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

قَذَفَ: از، قذفاً، بمعنی قے کرنا، بغیر سوچے سمجھے بک دینا، تہمت لگانا،

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ۱، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

غالبًا مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہوسکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں۔ خیال رہے کہ آزاد مسلمہ عفیفہ عورت کو زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسی ۸۰ کوڑے جاری ہوتے ہیں، مملوکہ لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں ہوتی، سرکار فرمارہے ہیں کہ اسے یہ سزا قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزا یاب بھی، ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب یا مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں۔ (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 5، تحت حدیث 268:)

۱۲۴-بَابُ تَحْرِیْمِ سَبِّ الْاَمْوَاتِ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّمُصْلِحَةٍ شَرْعِیَّةٍ

ناحق اور مصلحت شرعیہ کے بغیر مُردوں کو گالی دینے کی حرمت کا بیان

وَهِیَ التَّحْذِیْرُ مِنَ الْاِقْتِدَاءِ بِهٖ فِیْ بِدْعَتِهٖ، وَفِسْقِهٖ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَفِیْهِ الْاٰیَةُ وَالْاَحَادِیْثُ السَّابِقَةُ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اور مصلحت شرعیہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے فسق اور بدعت وغیرہ کی پیروی سے ڈرایا جائے۔ اور اس باب سے متعلق آیات واحادیث اس سے قبل باب میں گزر چکی ہیں۔

(۶۷۲) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا"۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

(۶۷۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث 1393)

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردوں کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ اپنے ان اعمال تک پہنچ چکے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے۔ (بخاری)

حل لغات:

تَسُبُّوا: سبّ، یسبّ، سبًّا، بمعنی گالی دینا، برا کہنا۔

تعارفِ راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آباواجداد میں کسی کو برا بھلا کہا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔ یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔

(سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من اللطمۃ، ج۸، ص ۳۳)

۱۲۵۔بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِيْذَاءِ

دوسروں کو تکلیف دینے کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر 1:

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: {وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○} (الأحزاب: 58)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا"۔

تشریح:

اس کی تشریح ابھی ماقبل باب میں آیت نمبر: 1 کے تحت گزری ہے۔

(۶۷۳) وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللہُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا

رَضِیَ اللہُ عَنْہُ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀ ◀ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو ترک کردے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلمًا غیبت واذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، تحت حدیث 4:)

(۶۷۴) وَعَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَیُدْخَلَ الْجَنَّۃَ، فَلْتَاْتِہٖ مَنِیَّتُہٗ وَھُوَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْیَاْتِ اِلَی النَّاسِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی اِلَیْہِ"۔

رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

وَھُوَ بَعْضُ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ سَبَقَ فِیْ بَابِ طَاعَۃِ وُلَاۃِ الْاُمُوْرِ۔

◀ ◀ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ اسے دوزخ سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک کہ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (مسلم)

---

(۶۷۳) (مسلم شریف، رقم الحدیث 69، بخاری شریف، رقم الحدیث 10، 11، 6119، ترمذی شریف، رقم الحدیث 2504، 2627، 2628، نسائی شریف، رقم الحدیث 4165، 4995، 4996، ابن ماجہ، رقم الحدیث 3934، دارمی، رقم الحدیث 2712، مسند امام احمد، رقم الحدیث 1390، 6515، 6753، ابن حبان، رقم الحدیث 196، 197، 230، مستدرک حاکم، رقم الحدیث 23، بیہقی، رقم الحدیث 20544، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث 2273، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 1137، 8021)

(۶۷۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث 1844)

یہ اس طویل حدیث کا کچھ حصہ ہے جو حکمرانوں کی اطاعت کے باب میں گزر چکی ہے۔

حل لغات:

یُتَزَحْزَحَ: بمعنی دور ہونا، ہٹنا،

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، اس دوران ان میں سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو گئے تو ایک دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پاس رکھی اپنی ایک رسی لینے گئے، جس سے وہ گھبرا گئے (یعنی اس سونے والے کے پاس رسی تھی یا اس جانے والے کے پاس تھی اس نے یہ رسی سانپ کی طرح اس پر ڈالی وہ سونے والے اسے سانپ سمجھ کر ڈر گئے اور لوگ ہنس پڑے۔ا ۔) تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب من یاخذ۔۔۔الخ، ۴/۳۹۱، حدیث:۵۰۰۴)

مُفَسِّرِ شَہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃُ الحنّان اِس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: اس فرمانِ عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں کسی کو ڈرانا جائز نہیں کہ کبھی اس سے ڈرنے والا مر جاتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے، خوش طبعی وہ چاہیے جس سے سب کا دل خوش ہو جائے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی دل لگی ہنسی کسی سے کرنی جس سے اس کو تکلیف پہنچے مثلاً کسی کو بیوقوف بنانا اس کے چپت لگانا وغیرہ حرام ہے۔ (مراۃ المناجیح، ۵/۲۷۰)

۱۲۶- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ

ایک دوسرے سے بغض، قطع تعلقی اور دشمنی رکھنے کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر 1:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ} الحجرات: 10۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ’’مسلمان مسلمان بھائی ہیں‘‘۔

تشریح:

’’اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: یعنی تمام مؤمنوں کی اصل ایک ہے یعنی سب کی (مشترک) اصل ایمان ہے اور ایمان ہی حیات ابدی کا موجب ہے۔ اس لیے تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں اور چونکہ اس اصل کی پیدائش گاہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی ذات گرامی ہے اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام مؤمنوں کے باپ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیبیاں تمام مسلمانوں کی مائیں قرار پائیں۔

بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ: تثنیہ کا صیغہ (دو بھائی) خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا کہ اختلاف کم سے کم دو آدمیوں میں ہوتا ہے (اس سے زائد کی نفی نہیں ہوتی)۔

"**وَاتَّقُوا اللّٰہَ:** اور اللہ سے ڈرتے رہو یعنی اس کے حکم کے خلاف نہ کرو۔

'**لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ:** یعنی اس امید پر تقویٰ پر قائم رہو کہ تم پر رحم کیا جائے گا کیونکہ باہم اتحاد' الفت' محبت اور آپس میں رحم کرنے کا سبب تقویٰ ہے اور آپس کی محبت و تراحم اللہ کی رحمت کا موجب ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔

صحیحین میں آیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا' اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ یہ روایت حضرت جریر بن عبداللہ کی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پڑھ کر سنائی تو سب مسلمانوں نے باہم صلح کر لی اور ہر شخص دوسرے کے ساتھ لڑنے سے رک گیا۔

سعید بن منصور اور ابن جریر نے حضرت ابو مالک کی روایت سے بیان کیا ہے کہ دو مسلمانوں میں باہم گالی گلوچ ہوگئی' جس کی وجہ سے ہر ایک کا قبیلہ دوسرے پر بھڑک اٹھا اور ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ شروع ہوگئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ شاید یہ قصہ بعینہ اسی واقعہ کا بیان ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

ابن جریر' ابن ابی حاتم نیز بغوی نے سدی کا بیان نقل کیا ہے۔ ایک انصاری تھے جن کو عمرانی کہا جاتا تھا' ان کی بیوی ام زید نے اپنے میکے جانے کا ارادہ کیا۔ شوہر نے روک دیا اور ایک بالا خانہ پر عورت کو رکھ دیا۔ عورت نے اپنے میکے کو خبر کر دی۔ وہاں سے اس کے قبیلہ والے آ گئے اور عورت کو بالا خانے سے نیچے اتار کر لے جانے لگے۔ شوہر باہر گیا ہوا تھا' اس نے اپنے کنبے والوں سے مدد طلب کی۔ اس کے چچا کے بیٹے آ گئے اور عورت کو لے جانے میں مزاحمت کی۔ آخر دونوں فریقوں میں دھکم دھکا ہونے لگی اور جوتوں سے لڑائی شروع ہوگئی۔ انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی کو بھیج کر ان میں صلح کرا دی اور سب اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

ابن جریر اور بغوی نے ذکر کیا کہ قتادہ نے فرمایا: ہم سے بیان کیا گیا تھا کہ اس آیت کا نزول دو انصاریوں کے حق میں ہوا۔ دونوں میں کسی حق کی بابت اختلاف تھا۔ آخر نوبت دھکم دھکا' ہاتھا پائی اور جوتہ بازی تک پہنچ گئی لیکن تلوار کی لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن جریر نے حسن کا بیان نقل کیا ہے کہ دو قبیلوں میں کچھ جھگڑا تھا۔) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو (شرعی) حکم کی طرف بلایا لیکن وہ قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔ آخر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حسن کی یہ روایت شاید اسی واقعہ کا

بیان ہے جو قتادہ نے بیان کیا ہے۔

بغوی وغیرہ نے بوساطت سالم بیان کیا کہ سالم کے والد یعنی حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمان‘ مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کی حق تلفی نہ کرے‘ نہ گالی دے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں لگا رہتا ہے۔ اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے اللہ روز قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کردے گا‘ اس لئے جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

(امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان‘ مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم نہ کرے‘ اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کی تحقیر نہ کرے۔ سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین مرتبہ فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے‘ آدمی کے لیے یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون بھی‘ اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔ دونوں آیتیں دلالت کررہی ہیں کہ باغی گروہ دائرۂ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اِس پر مؤمن کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

بغوی نے لکھا ہے اسی پر دلالت کرتا ہے وہ اثر جو حارث اعور نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دریافت کیا گیا کہ جنگ جمل اور صفین میں جو لوگ آپ کے مقابل تھے کیا وہ مشرک تھے؟ فرمایا: نہیں! شرک سے تو وہ بھاگ کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ سوال کیا گیا: تو کیا وہ منافق تھے؟ فرمایا: نہیں! منافق تو اللہ کو یاد نہیں کرتے۔ عرض کیا گیا: تو پھر وہ کون تھے؟ فرمایا: وہ ہمارے بھائی تھے‘ جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی۔

مسئلہ اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ امام (خلیفہ) کے خلاف جمع ہوجائے اور اس کے پاس اجتماعی قوت اور لڑنے والی طاقت بھی ہو تو خلیفہ کو چاہیے کہ اوّل اس کو اطاعت کی دعوت دے اور اس کے اعتراضات دور کردے پھر اگر وہ گروہ کوئی ایسی وجہ ظاہر کریں جس کی وجہ سے انہوں نے امام کے خلاف صف آرائی کی ہے۔ مثلاً امام نے ان پر یا ان کے علاوہ دوسروں پر کچھ ظلم کیا ہو تو ایسے لوگوں سے جنگ کرنی امام کے لیے جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے علم برادران بغاوت کی مدد کریں تاکہ امام ان کے ساتھ انصاف کرے اور ظلم سے باز آجائے۔ (کذا قال ابن الھمام) لیکن بغاوت کو جائز قرار دینے والی کوئی معقول وجہ وہ ظاہر نہ کرسکیں اور لڑنے کے لیے جتھے بند ہوجائیں تو امام کے لیے ان کو قتل کرنا اور ان سے لڑنا جائز ہے۔ (ہذا قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ جب تک وہ خود جنگ شروع نہ کریں‘ انکو قتل کرنا جائز نہیں۔ مسلمانوں کو قتل کرنا صرف دفاعی صورت میں جائز ہے اور وہ مسلمان ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے: فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا ......امام احمد‘ امام مالک اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں بَغْی کا معنی ہے طلب کرنا۔ اللہ نے فرمایا ہے: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ (یہی وہ ہے جس کے ہم طلبگار تھے) اس جگہ بَغْی سے مراد ہے ان چیزوں کی طلب جو انتظام (اور امن وانصاف) میں مخل ہو۔ جیسے جور ظلم احکام شرع کو قبول کرنے سے انکار۔ اس طرح دوسری آیات میں آیا ہے: فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ......اگر وہ عورتیں تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کے خلاف کسی طرح کی راہ ظلم تلاش نہ کرو۔

اس لیے مذکورۂ بالا باغیوں سے قتال کرنے کے لیے یہ شرط ضروری نہیں کہ ابتداء قتال باغیوں کی طرف سے ہو۔ رہی یہ بات کہ باغیوں کے پاس فوج اور قوت جنگ ہونا ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان کے پاس عسکری طاقت نہ ہو تو پھر ان سے جنگ کرنی غیر ضروری ہے۔ ہم ان کو قید کر سکتے ہیں اور ان کو مار سکتے ہیں۔ اگر ہم جواز قتال کے لیے یہ شرط لازم قرار دیں کہ ابتداء جنگ باغیوں کی طرف سے ہو تو ممکن ہے کہ آئندہ ان کی قوت اتنی بڑھ جائے کہ ہم ان کا دفاع ہی نہ کر سکیں۔

مسئلہ: اگر باغیوں کا ایک گروہ ہو تو زخمی باغی پر حملہ کیا جائے (کہ وہ مر جائے) اور جو باغی منہ پھیر کر بھاگ رہا ہو اس کا پیچھا کیا جائے تا کہ وہ اپنی جماعت سے جا کر مل نہ جائے۔ امام شافعی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے کہ زخمی باغی پر حملہ نہ کیا جائے نہ بھاگتے ہوئے کا تعاقب کیا جائے کیونکہ جب ان دونوں نے مسلمانوں سے لڑنا چھوڑ دیا تو اب ان کا قتل دفاعی نہیں رہا اور دفاعِ شر کے لیے ہی انکے قتل کا جواز تھا۔ ابن ابی شیبہ نے عبد خیر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جنگ جمل کے دن فرمایا: پشت پھیر کر بھاگتے ہوئے کا تعاقب نہ کرنا اور جو ہتھیار ڈال دے اس پر حملہ نہ کرنا وہ امن یافتہ ہے۔ یہ جملہ بھی روایت میں آیا ہے کہ قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

ہم کہتے ہیں یہ (زخمی باغی اور پشت پھیر کر بھاگنے والے) جب اپنے گروہ سے جا کر مل جائیں گے تو شر کا اندیشہ بہرحال باقی رہے گا۔ رہا اہل جمل کے متعلق حضرت علی کا حکم تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جمل والوں کا کوئی (مرکزی) گروہ (کہیں) جمع نہیں تھا۔

حاکم نے مستدرک میں اور بزار نے مسند میں بتوسط کوثر بن حکیم بروایت نافع از ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے ابن ام عبد! کیا تم کو معلوم ہے کہ اس امت میں سے اگر کوئی بغاوت کرے تو اللہ نے اس کے متعلق کیا حکم دیا ہے؟ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا: زخمی پر حملہ نہ کرو قیدی کو قتل نہ کیا جائے اس کے مال کو غنیمت سمجھ کر تقسیم نہ کیا جائے۔ کوثر بن حکیم کی وجہ سے اس روایت کو بزار نے معلل قرار دیا ہے اور ذہبی نے حاکم پر (اس روایت کی وجہ سے) گرفت کی ہے۔ شاید سہو مفسر یا کسی راوی کی چوک کی وجہ سے بجائے ابن مسعود کے ابن عمر کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالحقیقۃ۔

مسئلہ: علماء کا بالاجماع فیصلہ ہے کہ باغی کے بیوی بچوں کو باندی غلام نہ بنایا جائے۔ نہ اس کے مال و متاع کو تقسیم کیا جائے بلکہ مال کو قرق کر لیا جائے اور جب تک وہ توبہ نہ کرے مال کو روکے رکھا جائے۔ ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ جب حضرت

علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو شکست دے دی تو ایک نداء دینے والے کو حکم دیا۔ اس نے نداء کر دی کہ اب نہ سامنے سے آنے والے کو قتل کیا جائے' نہ پشت پھیرنے والے کو۔ یعنی شکست دینے کے بعد یہ منادی کرا دی۔ کسی کا دروازہ نہ کھلوایا جائے اور کسی کی شرم گاہ کو حلال نہ سمجھا جائے' نہ کسی کے مال کو (مال غنیمت سمجھ کر) حلال سمجھا جائے) عبدالرزاق نے اس روایت میں اتنا زائد بیان کیا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زخمی مقتول (باغی) کا مال نہیں لیتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص (مقتول کے مال میں سے) کوئی چیز اپنی شناخت کر لے' وہ لے لے۔

تاریخ واسط میں آیا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جنگ جمل کے دن فرمایا: پشت پھیرنے والے کا پیچھا نہ کرو اور کسی زخمی پر (اس کو قتل کر دینے کے ارادہ سے) سخت حملہ نہ کرو اور کسی قیدی کو قتل نہ کرو اور (باغیوں کی) عورتوں سے الگ رہو خواہ وہ تم کو سخت سست کہیں اور تمہارے حاکموں کو گالیاں ہی دیں۔

مسئلہ: اگر باغیوں سے چھینے ہوئے ہتھیاروں کے ذریعہ سے باغیوں سے لڑنے کی ضرورت ہو تو امام کے طرفداروں کو ان ہتھیاروں سے کام لینا جائز ہے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح باغیوں کی سواریوں پر سوار ہو کر بھی باغیوں سے جنگ کی جا سکتی ہے۔ امام شافعی' امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام احمد کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ ان بزرگوں کے نزدیک باغیوں کے ہتھیاروں اور سواریوں کا استعمال ناجائز ہے۔ ہمارے قول کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن ابی شیبہ نے مصنف کے آخر میں بیان کی ہے کہ جمل میں اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر باغی آئے تھے اور جو ہتھیار انہوں نے استعمال کیے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے (باغیوں کی شکست کے بعد) وہ اپنے لشکر کو تقسیم کر دیئے تھے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے: یہ تقسیم استعمال کرنے کے لیے تھی' مالک بنانے کے لیے نہیں تھی کیونکہ باتفاق علماء باغیوں کے مال کا (فاتح لشکر یا خلیفہ) مالک نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: باغیوں نے دوران جنگ وفاداران امام کا جو جانی و مالی نقصان کر دیا ہو اور اس کی کوئی وجہ شرعی (باغیوں کے خیال میں) ہو اور ان کے پاس (فوجی و انتظامی) طاقت بھی ہو تو امام مالک' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی کا (آخری راجح) قول نیز امام محمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا۔ شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) اور احمد کا دوسرا قول اس کے خلاف ہے۔

ابن شہاب زہری نے لکھا ہے کہ اس فتنہ میں بڑی خونریزی ہوئی' جس میں بعض موقعوں پر قاتل اور مقتول کی شناخت بھی ہو گئی اور بکثرت مال بھی ضائع ہوا۔ لیکن جب لڑائی ختم ہو گئی اور فتنہ ٹھنڈا پڑ گیا اور باغیوں پر خلیفہ کا اقتدار ہو گیا تو میں نہیں جانتا کہ کسی سے قصاص لیا گیا ہو یا کسی سے تلف شدہ مال کا تاوان وصول کیا گیا ہو۔

مسئلہ: اگر کسی باغی نے امام کے کسی وفادار کو قتل کر دیا اور وہ مدعی ہے کہ میں نے یہ قتل ٹھیک کیا اور میرا یہ فعل برحق ہے تو قاتل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا ہے تو وارث نہ ہوگا اور اگر امام کا کوئی وفادار کسی باغی کو قتل کر دے

تو باجماع علماء قاتل مقتول کا وارث ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: اطاعت امام سے خارج ہونے والوں کے پاس (ان کے خیال میں بھی) لوگوں کو قتل کرنے، رہزنی کرنے اور مال لوٹنے کی کوئی شرعی وجہ نہ ہو تو ان کے پاس خواہ فوجی طاقت ہو مگر رہزن اور ڈاکو قرار دیا جائے گا۔ ان کا حکم سورۃ مائدہ میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے اور صلیب پر لٹکایا جائے یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور بستی سے نکال دیا جائے۔

مسئلہ: اطاعت امام سے سرکشی کرنے والے کے پاس اگر فوجی اور انتظامی طاقت نہ ہو تو مطابق حکم خدا اس کو قید کر دیا جائے۔ جسمانی مار لگائی جائے اور اس طرح کی دوسری سزا دی جائے مگر قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سنا کوئی شخص مسجد کے گوشہ میں کہہ رہا تھا: لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ...... (اللہ کے سوا کسی کا حکم جائز نہیں) فرمایا: بات تو سچی ہے لیکن اس کا مطلب غلط نکالا گیا ہے۔

تمہارے ہم پر تین حق ہیں: مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے (یعنی نماز پڑھنے) سے ہم تم کو نہیں روکیں گے، جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ ہوں گے (یعنی جب تک تم ہمارے وفادار ہو گے) ہم مال غنیمت میں حصہ دار ہونے سے تم کو نہیں روکیں گے ہم تم سے لڑنے (اور تم کو قتل کرنے) کی ابتداء نہیں کریں گے۔ محمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہم کو بھی حضرت علی کا یہ اثر اسی طرح پہنچا ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ حضرت ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن قیس کے کانوں میں کچھ گرانی تھی (یعنی گرانگوش اور بہرے تھے) جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں حاضر ہوتے اور پہلے سے لوگ وہاں بیٹھے ہوئے ہوتے (اور جگہ تنگ ہوتی) تو لوگ آپ کو (آگے) جگہ دے دیتے تھے تاکہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشادات سن سکیں۔ ایک روز آپ فجر کی نماز میں اس وقت آئے جب ایک رکعت ہوچکی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز ختم کی تو صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جگہ کی تنگی کی وجہ سے اپنے اپنے مقام پر جم کر بیٹھے رہے۔ مجلس اتنی تنگ تھی کہ کوئی خود سمٹ کر دوسرے کے لیے گنجائش نکال نہیں سکتا تھا۔ آنے والے کو جب بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی تو وہ کھڑا رہتا تھا۔ حضرت ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف کو بڑھے اور لوگوں سے فرمایا: جگہ دو گنجائش کرو۔ لوگ آپ کو دیکھ کر سمٹنے اور گنجائش دینے لگے۔ اس طرح آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریب تک پہنچ گئے۔ آپ کے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان صرف ایک آدمی رہ گیا۔ حضرت ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس سے بھی فرمایا: مجھے جگہ دے۔ اس شخص نے کہا: آپ کو جگہ تو مل گئی، یہیں بیٹھ جایئے۔ حضرت ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس آدمی کے پیچھے غصہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ یہ بات آپ کو کھلی بہت، جب تاریکی چھٹ گئی اور روشنی ہوگئی تو ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس شخص کو دبایا اور پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ اس نے کہا: میں فلاں شخص ہوں۔ ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: فلاں عورت کا بیٹا۔ حضرت ثابت (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) نے اس شخص کے وہ) مادری) عیوب بیان کیے جو جاہلیت کے زمانہ میں طنزیہ طور پر اس کے لیے کہے جاتے تھے۔ اس شخص نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ} (المائدة: 54).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں''۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " اذلة علی المومنین اذلة قوم کی صفت ہے اسی طرح اعزة بھی صفت ہے یعنی وہ مومنین سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، دابة ذلول جو آسانی سے مطیع بنایا گیا ہو۔ الذل میں سے کسی شے کا دخل نہیں اور وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں، حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: وہ مومنین کے لیے اس طرح ہیں جس طرح باپ، بیٹے کیلیے ہوتا ہے اور سردار غلام کے لیے ہوتا ہے، وہ کفار پر اس طرح شدید ہیں جیسے شیر اپنے شکار کے لیے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اشداء علی الکفار رحماء بینھم "۔

یہ بھی جائز ہے کہ اذلة کی نصب حال کی بنا پر ہو یعنی یحبھم ویحبونہ فی ھذہ الحال اس سے پہلے اللہ کا اپنے بندے سے محبت کرنا اور بندوں کا اللہ سے محبت کرنے کا معنی گزر چکا ہے۔ (تفسیر قرطبی، تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 3:

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ} (الفتح: 29).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل''۔

تشریح:

اس کی ترکیب میں دو مشہور قول یہ ہیں: (۱) محمد مبتدا اور رسول اللہ۔ اس کی خبر۔ (۲) ھو مبتدا محذوف محمد موصوف۔ رسول اللہ صفت۔ یا عطف بیان دونوں مل کر خبر۔

یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں اس چیز کا بیان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور رسول اللہ کے الفاظ جملہ اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر مشتمل ہیں۔ وھو مشتمل علی کل وصف جمیل (ابن کثیر)

یہاں سے اختتام سورت تک اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی توصیف فرما رہا ہے۔ فرمایا کہ میرے رسول مکرم پر ایمان لانے والے اور کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے کفار کے مقابلے میں بڑے بہادر، بڑے طاقتور ہیں۔ یہ سر کٹا سکتے ہیں لیکن ظلم کے سامنے اسے جھکا نہیں سکتے۔ یہ بکاؤ مال نہیں کہ دشمنان اسلام ان کو خرید

لیں، یہ بزدل اور ڈرپوک نہیں کہ جور و ستم سے ان کو اس راہ محبت سے برگشتہ کیا جائے۔ اشداء شدید کی جمع ہے اور لفظ شدت کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور نے لسان العرب اور علامہ زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے۔

"الشدة: النجدة وثبات القلب والشديد: الشجاع۔ القوی من الرجال والجمع اشداء

(تاج العروس)

یعنی شدت قوت اور دل کی پختگی کا نام ہے اور الشدید، شجاع اور طاقتور مرد کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اشداء ہے۔ اشداء کا جب تک یہ مفہوم ذہن نشین نہ ہو عبارت کا حسن آشکارا نہیں ہوتا۔ الٹا انسان اس بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے کہ اسلام کے یہ ماننے والے بڑے بے رحم اور سخت دل تھے اور کفار پر جور و ستم کرنے سے باز نہیں آتے تھے، حالانکہ آیت کا یہ مفہوم نہیں۔

کفار کے مقابلے میں تو یہ فولادی چٹان ہیں جنہیں کوئی طوفان اپنی جگہ سے سرمو سرکا نہیں سکتا۔ لیکن اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ان کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ بڑے نرم، بڑے شفیق اور بڑے مہربان ہیں۔ ان کی باہمی رافت و رحمت کی کیفیت کو جس طرح اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

"قال النبی (ﷺ) مثل المومنین فی توادهم وتراحمهم کمثل الجسد الواحد واذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالحمی والسهر۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کی مثالی باہمی محبت اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم، اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند کافور ہو جاتی ہے۔

دوسرا ارشاد گرامی ہے:

"قال (ﷺ) المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا، وشبك (ﷺ) بین اصابعه۔

ترجمہ: مومن کا تعلق مومن کے ساتھ ایسا ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسری حصہ کو سہارا دیئے ہوئے ہوتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا ایک دوسرے میں ملا دیا۔ (بخاری)

ایک عرب شاعر نے بھی اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

"حلیم اذا ما الحلم زین اهله علی انه عند العدو مهیب"

کہ میرا ممدوح اس وقت تک بڑا حلیم اور بردبار ہے۔ جب تک کہ باعث زینت ہو لیکن دشمن کے مقابلہ میں وہ بڑا جوفناک ہے۔

ترجمان حقیقت کا ارشاد بھی سنیئے۔

"اگر ہو رزم تو شیران غالب سے بڑھ کر اگر ہو بزم تو رعنا غزال تاتاری"

اہل ایمان کی باہمی محبت اور وابستگی کا یہ حال ہے کہ جب آمنے سامنے ہوتے ہیں تو اجنبیوں کی طرح پہلو بچا کر نکل نہیں جاتے بلکہ مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

قال رسول اللہ (ﷺ) اذا التقی المسلمان وتصافحا وحمدااللہ واستغفراہ غفر لھما۔

یعنی جب دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں، اپنے رب کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتا ہے۔

اس موقع پر علامہ آلوسی کی اس عبارت کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا؛ بلکہ کئی شبہات دور ہو جائیں گے۔

"واما ما اعتاد الناس بعد صلوتی الصبح والعصر فلا اصل له ولکن لا باس به فان اصل المصافحة سنة وکونهم محا فظین علیها فی بعض الاحوال ومفرطین فی کثیر منها لا یخرج ذلك البعض عن کونه من المصافحة التی ورد الشرع باصلها وجعل ذلك العزبن عبدالسلام فی قواعده من البدع المباحة۔ (روح المعانی)

ترجمہ: یعنی ہمارے ہاں لوگوں کی عادت ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے۔ بعض حالات میں اس کی پابندی بلکہ میں غلو اس کو مسنون مصافحہ سے خارج نہیں کر دیتا۔ چنانچہ شیخ الاسلام عز بن عبدالسلام نے اپنی کتاب "القواعد" میں اسے بدعت مباحہ شمار کیا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امت میں مروجہ ایسے اعمال جن کی اصل تو سنت سے ثابت ہے، ان کو کسی خاص وقت یا مقام پر پابندی سے ادا کیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ نہ اسے بدعت کہہ کر امت میں فساد و انتشار پر پیدا کرنا قرین دانشمندی ہے۔ اذان کے بعد درود شریف، نماز جنازہ کے بعد دعا وغیرہ اسی قسم کے مسائل ہیں۔

(تفسیر ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۶۷۵) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَقَاطَعُوْا، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا، وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◄◄ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ نہ بغض رکھو، نہ حسد، نہ ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی کرو اور نہ قطع تعلقی اور اے خدا کے بندو! آپس میں بھائی

(۶۷۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6401، بخاری شریف، رقم الحدیث 4849، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4917، ترمذی شریف، رقم الحدیث 1988، نسائی شریف، رقم الحدیث 3240، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث 1616، مسند امام احمد، رقم الحدیث 8103، ابن حبان، رقم الحدیث 5687، بیہقی، رقم الحدیث 11239، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث 3261، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 3957)

بھائی بن جاؤ، اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع رکھے۔ (متفق علیہ)

(٦٧٦) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا! أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا!" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: "تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَّاثْنَيْنِ" وَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کو معاف کر دیا جاتا ہے جو کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہراتا ہو سوائے اس آدمی کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو حتیٰ کہ وہ دونوں باہم صلح کر لیں۔ (مسلم)

اور یہ ایک روایت میں ہے: ہر جمعرات اور پیر کو اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اور اسی کی مثل حدیث ذکر کی ہے۔

حل لغات:

شَحْنَاءُ: مشاحنة بمعنی بغض، عداوت، لڑائی، جھگڑا۔

تعارفِ راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

چونکہ جنت کے طبقے بہت ہیں ہر طبقہ کا علیٰحدہ دروازہ ہے اس لیے ابواب جمع فرمایا گیا یا خود جنت ہی کے بہت دروازے ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ جنت کے بعض دروازے وہ ہیں جو سال بھر تک ہر دوشنبہ و جمعہ کو کھلتے ہیں، بعض دروازے وہ ہیں جو ماہ رمضان میں کھلتے ہیں لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر رمضان میں دو دروازے کھلتے ہیں یہ دروازے کھلنا عام رحمت و مغفرت کے لیے ہیں۔

لا یشرك بالله سے مراد ہے مؤمن ہونا ورنہ جو مشرک نہ ہو مگر ہو کافر وہ بھی نہ بخشا جاوے گا، عداوت سے مراد دنیاوی

(٦٧٦) (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث 6419، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4916، ترمذی شریف، رقم الحدیث 2023، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث 1740، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث 1618، مسند امام احمد، رقم الحدیث 9041، ابن حبان، رقم الحدیث 5661، ابن خزیمہ، رقم الحدیث 2120، بیہقی، رقم الحدیث 6189، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث 6684، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 409)

دشمنی ہے۔

(ان دونوں کومہلت دو حتیٰ کہ وہ دونوں باہم صلح کرلیں۔) ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی مغفرت صلح پر موقوف ہے جب کہ ان میں سے کسی نے صلح کی کوشش نہ کی لیکن اگر ایک نے تو صلح کی کوشش کی مگر دوسرا راضی نہ ہوا ہو تو اس دوسرے کو نہ بخشا جاوے گا اس میں تمام وہ قیود یاد رکھو جو ابھی پہلے عرض کی جا چکی ہیں۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث:857)

۱۲۷-بَابُ تَحْرِیْمِ الْحَسَدِ

حسد کے حرام ہونے کا بیان

حسد کی تعریف:

وَهُوَ تَمَنِّيْ زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا، سَوَاءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ أَوْ دُنْيَا

اور حسد یہ ہے کہ کسی صاحب نعمت سے زوال نعمت کی آرزو کی جائے خواہ وہ نعمت دینی ہو خواہ دنیوی۔

حسد کے چار مراتب ہیں:

(۱) کسی کی نعمت کے زوال کی اس طرح تمنا کرنا کہ خود کو اس نعمت کے حصول کی خواہش نہ ہو یہ حسد کا انتہائی درجہ ہے (۲، ۳) غیر کی نعمت کے زوال کے ساتھ ساتھ بعینہ اسی نعمت یا اس جیسی دوسری نعمت کے حصول کی تمنا کرنا، اگر محسود (یعنی جس سے حسد ہو اس) کی نعمت یا اس جیسی نعمت حاسد کو حاصل نہ ہو تو محض اس سے نعمت کے زوال کی تمنا اس لئے کرنا کہ وہ اس سے ممتاز نہ ہو سکے اور (۴) غیر سے نعمت کے زائل ہونے کی خواہش تو نہ ہو مگر آدمی یہ پسند کرے کہ وہ اس سے ممتاز بھی نہ ہو۔ یہ آخری صورت اگر دنیا کے بارے میں ہو تو حسد کی معاف شدہ صورت ہے اور اگر دین کے معاملہ میں ہو تو مطلوب ہے۔

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر)

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ} (النساء: 54)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا''۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "امر یحسدون" اس سے مراد یہود ہیں، "الناس" سے مراد خاص نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مجاہد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہما سے روایت ہے۔ (المحرر الوجیز، دار الکتب العلمیہ)

یہود نے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نبوت ملنے پر حسد کیا تھا آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر حسد کیا تھا

ان کے ایمان لانے پر، قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: "الناس" سے مراد عرب ہیں۔ (المحرر الوجیز، دار الکتب العلمیہ)
یہود نے نبوت کی وجہ سے ان سے حسد کیا، ضحاک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: یہود نے قریش سے حسد کیا، کیونکہ ان میں نبوت تھی، حسد مذموم ہے اور حسد کرنے والا مغموم ہے حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھاتی ہے، حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نبی مکرم (ﷺ) سے یہ روایت کیا ہے حسن نے کہا: میں نے حاسد سے زیادہ کوئی ظالم نہیں دیکھا جو مظلوم کے زیادہ مشابہ ہو جس کا نفس ہمیشہ قلق میں رہتا ہے، غم لاحق رہتا ہے اور اس کے آنسو ختم ہی نہیں ہوتے، حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اللہ کی نعمتوں پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی بعض کتب میں فرماتا ہے: حسد کرنے والا میری نعمتوں کا دشمن ہے، میری قضا سے ناراض ہے اور میری تقسیم پر خوش نہیں ہے، منصور الفقیہ نے کہا:

"الا قل لمن ضل لی حاسدا اتدری علی من اسائت الادب:
"اسات علی اللہ فی حکمہ اذا انت لم ترض لی ما وھب:

"خبردار میرے حاسد کو کہو: کیا تو جانتا ہے تو نے کس کی بے ادبی کی؟ تو نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سلسلہ میں اس کی بے ادبی کی جب تو مجھ سے خوش نہیں جو اس نے مجھے عطا فرمایا"۔

کہا جاتا ہے: حسد پہلا گناہ ہے جس کے ساتھ آسمان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی اور پہلا گناہ ہے جس کے ساتھ زمین میں نافرمانی کی گئی، آسمان میں ابلیس نے حضرت آدم (علیہ السلام) سے حسد کیا اور زمین میں قابیل نے ہابیل سے حسد کیا، ابو العتاہیہ نے لوگوں کے بارے میں کہا:

فیارب ان الناس لا ینصفوننی فکیف ولو انصفتھم ظلمونی
وان کان لی شیئ تصدوا لاخذہ وان شئت ابغی شیئھم منعونی
وان نالھم بذلی فلا شکر عندھم وان انا لم ابذل لھم شتمونی
وان طرقتنی نکبۃ فکھوا بھا وان صحبتی نعمۃ حسدونی
سامنع قلبی ان یحن الیھمو واحجب عنھم ناظری وجفونی

(دیوان ابی العتاہیۃ،)

بعض علماء نے فرمایا: جب تجھے پسند ہو تو حاسد سے سلامت رہے تو اس پر اپنا معاملہ ظاہر نہ کر۔ قریش سے ایک شخص نے کہا:

حسدوا النعمۃ لما ظھرت فرموھا یاباطیل الکلم
واذا ما اللہ اسدی نعمہ لم یضرھا قول اعداء النعم

اور کتنا خوب کہا ہے:

اصبر علی حسد الحسود فان صبرك قاتله
فالنار تأكل بعضها انلم تجد ماتاكله

بعض اہل تفسیر نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس نجعلھما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین"۔(حم السجدہ) کے تحت فرمایا: کہ الذین سے مراد جنوں میں سے ابلیس ہے اور انسانوں میں سے قابیل ہے، کیونکہ ابلیس پہلا فرد ہے جس نے کفر کا طریقہ جاری کیا اور قابیل پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ جاری کیا۔ (تفسیر قرطبی تحت آیت مذکورہ)

وَفِيْهِ حَدِيْثُ اَنَسٍ السَّابِقُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اس موضوع کے متعلق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

(٦٧٧) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ" اَوْ قَالَ: "الْعُشْبَ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو یا فرمایا: گھاس کو۔ (ابوداؤد)

حل لغات:

اَلْحَطَبَ: لکڑی،

اَلْعُشْبَ: گھاس بوس،

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ١، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی حسد و بغض ذریعہ بن جاتا نیکیوں کی بربادی کا یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جاویں، حاسد و بغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ کفر و ارتداد کے سواء کوئی گناہ مؤمن کی نیکیاں برباد نہیں کرتا، ہاں نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، رب فرماتا ہے:"اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" (اشعہ) اس حدیث کی بناء پر معتزلہ نے کہا ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں بھی مٹ جاتی ہیں مگر غلط کہا کیونکہ اس

(٦٧٧) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4903)

حدیث کا وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔(دیکھو مرقات)

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ، ج6، تحت حدیث 867:)

۱۲۸-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ لِكَلَامِ مَنْ يَّكْرَهُ اسْتِمَاعَهٗ

جاسوسی کرنے اور اس آدمی کی بات سننے کی کوشش کرنا

جو اسے ناپسند کرتا ہو' کی ممانعت کا بیان

اگر کسی کی جاسوسی کے سبب اسلام واہلِ اسلام کو کمزور کرنا، مسلمانوں کا قتل ہونا، انہیں کفار کا غلام اور قیدی بننا لازم آئے یا لوٹ مار وغیرہ جیسے اُمورِ فاسدہ لازم آئیں تو ایسا شخص ان لوگوں میں سے ہے جو زمین میں فساد پھیلاتا ہے اور کھیتی اور لوگوں کو ہلاک کرتا ہے پس ایسے شخص کے قتل کرنے کا حکم ہے اور یہ شخص عذاب کا حقدار ہے۔ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ یہ بَدیہی (واضح) بات ہر جاسوس جانتا ہے کہ چُغلی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے تو بطورِ جاسوس لوگوں کی چُغلی کرنے کا عمل تو مزید کئی گناہوں کے لازم آنے کے سبب بہت بڑا اور عظیم گناہ ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم (اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ)

آیت نمبر 1:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {وَلَا تَجَسَّسُوْا} [الحجرات: 12].

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:"اور عیب نہ ڈھونڈو"۔

تشریح:

ابورجاء اور حضرت حسن بصری نے اسے اختلاف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے علماء نے اسے ولاتحسو پڑھا ہے اس میں اختلاف ہے کیا دونوں کا معنی ایک ہے یا ان دونوں کے دو معنی ہیں؟ اخفش نے کہا: ان میں سے ایک دوسرے سے بعید نہیں کیونکہ تحسس کا معنی ایسی چیز کے بارے میں بحث کرنا ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہو اور تجس سے مراد خبروں کو طلب کرنا اور ان کے بارے میں بحث کرنا ہے

ایک قول یہ کیا گیا ہے: تجس کا معنی بحث کرنا اسی سے یہ لفظ ذکر کیا جاتا ہے رجل جاسوس جب وہ امور کی کرید کرتا ہو اور تحسس سے مراد انسان کا کسی حاسہ سے اس چیز کا ادراک کرنا دوسرا قول یہ ہے کہ ان میں فرق ہے تحسس کا معنی اپنے لئے تلاش کرنا اور تجس کا معنی ہے کسی اور کا بھیجا ہوا یہ ثعلب کا قول ہے پہلا قول زیادہ معروف ہے جب تو ان کی چھان بین کرے اسی معنی میں جاسوس ہے آیت کا معنی ہے جو امر ظاہر ہوا سے لے لو اور مسلمانوں کے پوشیدہ امور کا تجس نہ کر، یعنی تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا عیب تلاش نہ کرے یہاں تک کہ اس پر مطلع ہو جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مخفی رکھا ہے۔

ابوداؤد کی کتاب میں حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اگر تو لوگوں کے پوشیدہ امور کا پیچھا کریگا تو تو انہیں فاسد کردے گا۔

(۱) حضرت ابودرداء نے کہا: یہ ایسا کلمہ ہے جو حضرت معاویہ نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے سنا اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اسے نفع دیا۔

مقدام بن معدیکرب سے مروی ہے وہ حضرت ابوامامہ سے وہ نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے روایت کرتے ہیں فرمایا: امیر جب لوگوں میں شک کی تلاش کرے تو اس نے انہیں خراب کردیا۔

(۲) زید بن وہب سے مروی ہے کہ کوئی آدمی حضرت ابن مسعود کیخدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یہ فلاں ہے، اس کی داڑھی شراب ٹپکاتی ہے حضرت عبداللہ نے کہا: ہمیں تجسس سے روک دیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے لئے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو ہم اس کو اپنائیں گے۔

(۳) ابوبرزہ اسلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی پوشیدہ باتوں کا پیچھا نہ کرو جو انسان ان کی پوشیدہ باتوں کا پیچھا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ باتوں کا پیچھا کے گا اور اللہ تعالیٰ جس کی پوشیدہ بات کا پیچھا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے گھر میں رسوا کردے گا۔

(4) حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا: ایک رات میں نے حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مل کر پہرہ دیا کہ ایک گھر میں ہمارے لئے چراغ ظاہر ہوا دروازہ لوگوں پر کھلا ہوا تھا جن کی آوازیں بلند تھیں اور وہ فضول بات کررہے تھے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: یہ گھر ربیعہ بن امیہ بن خلف کا ہے وہ اس وقت شراب پی رہے ہیں تیری کیا رائے ہے میں نے کہا: میری رائے ہے ہم نے وہ کام کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تجسس کیا ہے حضرت عمر واپس ہوگئے اور انہیں چھوڑ دیا۔

ابوقلابہ نے کہا: حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں بیان کیا گیا کہ ابومجن ثقفی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھر میں شراب پیتا ہے حضرت عمر وہاں تشریف لے گئے یہاں تک کہ اس کے گھر میں داخل ہوئے اس کے پاس صرف ایک آدمی تھا ابومجن نے کہا: یہ تیرے لئے حلال نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے تجسس سے تجھے منع کیا ہے حضرت عمر وہاں سے نکلے اور اسے چھوڑ دیا۔

زید بن اسلم نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ پہرہ دینے کے لئے نکلے دونوں کے لئے آگ ظاہر ہوئی دونوں نے اجازت طلب کی دروازہ کھولا گیا تو وہاں ایک مرد اور عورت تھی عورت گانا گارہی تھی اور مرد کے ہاتھ پر پیالہ تھا حضرت عمر نے فرمایا: اے فلاں تو یہ کام کررہا ہے: اس نے عرض کی: اے امیرالمومنین آپ نے یہ کیا کیا ہے؟

حضرت عمر نے پوچھا: یہ تیری کیا لگتی ہے؟ عرض کیا میری بیوی ہے فرمایا اس پیالے میں کیا ہے جواب دیا میٹھا پانی حضرت عمر نے پوچھا تو کیا گا رہی تھی اس نے عرض کی پھر اس آدمی نے کہا: اے امیر المومنین: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت عمر نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔

میں کہتا ہوں: اس خبر سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ عورت مرد کی بیوی نہیں تھی کیونکہ حضرت عمر زنا کی اجازت دینے والے نہیں تھے اس عورت نے ایسے اشعار پڑھے جن میں خاوند کا ذکر تھا اس نے یہ اشعار اس کی عدم موجودگی میں کہے تھے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

عمر بن دینار نے کہا: اہل مدینہ کے ایک آدمی کی بہن تھی وہ بیمار ہوگی وہ اس کی عیادت کرتا تھا وہ فوت ہوگئی اس نے اپنی بہن کو دفن کیا وہ خود اس کی قبر میں اترا اس کی آستین سے ایک تھیلا گر گیا جس میں دینار تھے اس نے اپنے خاندان کے کچھ افراد سے مدد لی انہوں نے اس کی قبر کو کھودا اور تھیلہ لے لیا پھر اس نے کہا: میں اسے کھولوں گا یہاں تک کہ میں دیکھوں گا کہ میری بہن کا انجام کیا ہوا اس نے اسے کھولا تو قبر آگ سے بھڑک رہی تھی وہ اپنی ماں کے پاس آیا عرض کی: مجھے بتاؤ میری بہن کا عمل کیسا تھا ماں نے کہا تیری بہن مر چکی ہے اب اس کے عمل کے بارے میں سوال کا فائدہ وہ لگاتار سوال کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ماں نے کہا: اس کا یہ عمل تھا کہ وہ نماز کو تاخیر سے پڑھتی جب لوگ سو جاتے تو وہ لوگوں کے گھروں کی طرف اٹھتی اور اپنے کان ان کے دروازوں کے ساتھ لگاتی اور ان کے معاملات کے بارے میں تجسس کرتی اور ان کے راز ظاہر کر دیتی اس مرد نے کہا: اس وجہ سے وہ ہلاک ہوئی۔ (تفسیر قرطبی تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا o} الاحزاب: 58).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا'' o

تشریح:

اس کی تشریح باب 127 کی آیت نمبر 1 میں ہو چکی ہے۔

(۱۷۸) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ

(۱۷۸) (مسلم شریف رقم الحدیث 6411 بخاری شریف رقم الحدیث 2032 ابوداؤد شریف رقم الحدیث 2081 ترمذی شریف رقم الحدیث 1134 نسائی شریف رقم الحدیث 3239 ابن ماجہ شریف رقم الحدیث 2171 مؤطا امام مالک رقم الحدیث 1365 دارمی رقم الحدیث 2176 مسند امام احمد رقم الحدیث 4722 ابن حبان رقم الحدیث 4965 بیہقی رقم الحدیث 10670 مسند ابو یعلی رقم الحدیث 1762 طبرانی کبیر رقم الحدیث 873)

وَالظَّنَّ. فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمْ. اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ، وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهٗ، وَعِرْضُهٗ، وَمَالُهٗ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ، وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَلَا تَهَاجَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ".

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا.

◀ ◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظن سے بچو' کیونکہ ظن سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے نہ ایک دوسرے کے (عیوب) کی ٹوہ لگاؤ' نہ جاسوسی کرو' نہ حد سے زیادہ لالچ کرو' نہ حسد کرو' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو' نہ باہمی دشمنی رکھو' اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ جیسے کہ تمہیں حکم دیا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر ظلم کرتا ہے' نہ اس کی مدد سے ہاتھ کھینچتا ہے' اور نہ اس کی تذلیل کرتا ہے۔ تقویٰ اس جگہ ہے' تقویٰ اس جگہ ہے' اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سینے کی طرف اشارہ فرماتے۔ ایک آدمی کے لئے اسی قدر بدی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کا خون' اس کی عزت' اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے' اور نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: ''نہ ایک دوسرے سے حسد کرو' نہ دشمنی رکھو' نہ جاسوسی کرو اور نہ ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہا کرو' اور نہ محض قیمت بڑھانے کی غرض سے بولی پر بولی دیا کرو' اور اے اللہ عزوجل کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے: نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو' اور نہ دشمنی کرو' نہ بغض رکھو' اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو' اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے: نہ ایک دوسرے سے بول چال ترک کرو' اور نہ ایک دوسرے کے سودے پر سودا کرو۔

مسلم نے ان سب احادیث کی روایات کی اور امام بخاری نے اکثر روایت کیں۔

حل لغات:

لَاتَحَسَّسُوْا: بمعنی ٹوہ لگانا۔

وَلَاتَجَسَّسُوْا: بمعنی جاسوسی کرنا۔

وَلَاتَنَافَسُوْا،: بمعنی ایک دوسرے کا حق غصب کرنے کی حرص کرنا۔

وَلَاتَحَاسَدُوْا،: بمعنی حسد کرنا۔

وَلَاتَبَاغَضُوْا،: بمعنی بغض کرنا۔

وَلَاتَدَابَرُوْا،: بمعنی پیٹھ دیکھانا۔

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَاتَجَسَّسُوْا وَلَاتَقَاطَعُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَاللہِ اِخْوَانًا۔

ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلۃ)

مسلمانوں کی جاسوسی کرنے والوں کا حکم:

اگر کسی کی جاسوسی کے سبب اسلام واہلِ اسلام کو کمزور کرنا، مسلمانوں کا قتل ہونا، انہیں کفار کا غلام اور قیدی بننا لازم آئے یا لوٹ مار وغیرہ جیسے اُمورِ فاسدہ لازم آئیں تو ایسا شخص ان لوگوں میں سے ہے جو زمین میں فساد پھیلاتا ہے اور کھیتی اور لوگوں کو ہلاک کرتا ہے پس ایسے شخص کے قتل کرنے کا حکم ہے اور یہ شخص عذاب کا حقدار ہے۔ ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ یہ بَدِیہی (واضح) بات ہر جاسوس جانتا ہے کہ چُغلی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے تو بطورِ جاسوس لوگوں کی چُغلی کرنے کا عمل تو مزید کئی گناہوں کے لازم آنے کے سبب بہت بڑا اور عظیم گناہ ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم۔

عَقلمند بادشاہ

مِصر کا عَقلمَند بادشاہ احمد ابنِ طُولون ایک دن کسی ویرانے میں اپنے مُصاحبین کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا کہ اُس کی نظر پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس ایک فقیر پر پڑی، بادشاہ نے ایک روٹی، ایک تلی ہوئی مُرغی، ایک گوشت کا ٹکڑا اور فالُودہ غلام کی معرِفت اُس کو بھجوایا۔ غلام نے واپس آ کر بتایا، عالی جاہ! کھانا پا کر وہ خوش نہیں ہوا۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس

طلب کیا۔ جب وہ آ گیا تو اُس سے کچھ سُوالات کئے جس کے اُس نے خوش اُسلُوبی کے ساتھ جوابات دیئے اور اُس پر شاہی دبدبے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ عقلمند بادشاہ نے اچانک کہا، تم مُخْبِر معلوم ہوتے ہو! یہ کہہ کر بادشاہ نے سیاط یعنی کوڑے مارنے والے کو طلب کیا، اس کو دیکھتے ہی اُس فقیر نے فوراً اِعتراف کرلیا کہ میں واقعی مُخْبِر (یعنی جاسوس) ہوں۔ یہ ماجرا دیکھ کر کسی نے بادشاہ سے کہا، عالی جاہ! آپ نے تو گویا جادو کر دیا!

عقلمند بادشاہ بولا، کوئی جادو نہیں کیا، میں نے اُسے اپنے قِیافے سے پکڑا ہے کیوں کہ کھانا اس قَدَر عمدہ تھا کہ جو ڈٹ کر کھا چکا ہو اُس کے منہ میں بھی دیکھ کر پانی بھر آئے اور وہ اُس کی طرف راغِب ہو جائے مگر ظاہری بدحالی کے باوُجود اِس نے اس کھانے کی جانب کوئی توجُّہ نہ دی۔ مزید عام آدمی شاہی رُعب داب دیکھ کر تھرّا جاتا ہے مگر یہ بے باکی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا اِس لئے اندازہ ہوا کہ یہ جاسوس ہے (کیوں کہ جاسوس کی مخصوص خُطوط پر تربیّت کی جاتی ہے)

(حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ا ص ۴۵۹)

(۶۷۹) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ".
حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

◀ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: اگر تو نے مسلمانوں کے عیوب تلاش کئے تو تو نے انہیں فساد میں مبتلا کر دیا۔ یا فرمایا: قریب ہے کہ تو انہیں فساد میں مبتلا کر دے۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

(۶۸۰) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ أُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيْلَ لَهُ: هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا، فَقَالَ: إِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلٰكِنْ إِنْ يَّظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَأْخُذْ بِهِ۔
حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ فلاں آدمی ہے اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں لوگوں کے عیوب کی ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوئی تو ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے اس کو ابوداؤد نے بخاری و مسلم کی اسناد کی شرط پر روایت کیا۔

---

(۶۷۹) ابوداؤد شریف، کتاب الادب، رقم الحدیث 4888

(۶۸۰) (ابوداؤد شریف، کتاب الادب، رقم الحدیث 4890

حل لغات:

التَّجَسُّس: جاسوسی۔

تعارفِ راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ایک عورت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اہل مکہ نے جاسوس بنا کر بھیجا اس حدیث کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے اور روایت یہ ہے کہ حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقداد کو بھیجا دوسری روایت میں بجائے مقداد کے ابو مرثد ہیں تو فرمایا کہ تم جاؤ حتیٰ کہ خاخ کے باغ میں پہنچو وہاں ایک بوڑھی عورت ہے جس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لو چنانچہ ہم چلے کہ ہم کو ہمارے گھوڑے دوڑا رہے تھے حتیٰ کہ ہم باغ میں آئے تو ہم اس بوڑھی کے پاس تھے ہم نے کہا خط نکال دو وہ بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا یا خط نکال ورنہ کپڑے اتار تب اس نے اپنی چوٹی سے خط نکالا ہم وہ خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو اس میں حاطب بن بلتعہ کی طرف سے مکہ والے مشرکوں کی طرف پیغام تھا وہ مشرکوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کاموں کی خبر دے رہے تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب یہ کیا وہ بولے یا رسول اللہ حضور مجھ پر جلدی نہ کریں میں قریش میں ایک الحاقی شخص ہوں میں خود قریش میں سے نہیں ہوں اور جو مہاجرین آپ کے ساتھ ہیں ان کی قریش سے قرابت داریاں ہیں جن سے وہ مکہ میں ان کے مالوں ان کے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہیں میں نے چاہا کہ جب مجھے ان سے نسبی رشتہ حاصل نہیں تو میں ان پر ایک احسان کر دوں جس سے وہ میرے عزیزوں کی حفاظت کریں میں نے یہ کام نہ تو کفر کی وجہ سے کیا نہ اپنے دین سے پھرتے ہوئے اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے تم سے سچ کہا جناب عمر بولے یا رسول اللہ مجھے چھوڑیئے میں اس منافق کی گردن ماردوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدر میں حاضر ہوئے ہیں تمہیں کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ نے بدر والوں پر توجہ فرمائی ہے فرمایا ہو کہ جو چاہو کرو تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی اور ایک روایت میں ہے کہ میں تم کو بخش چکا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (مسلم، بخاری)

۱۲۹۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ

مسلمانوں سے بلاوجہ بدگمانی کی ممانعت کا بیان

اس کے حرام ہونے کا سبب یہ ہے کہ دل کے معاملات کو سوائے علّام الغیوب رب عَزَّ وَجَلَّ کے کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا

آپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ آپ کسی کے بارے میں برا گمان رکھیں جب تک آپ کے سامنے کوئی ایسی واضح دلیل ظاہر نہ ہو جائے کہ جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ لہٰذا اس وقت جو بات آپ کو معلوم ہے یا جس کا مشاہدہ کیا اس کا اعتقاد رکھے بغیر کوئی چارہ نہیں اور جس چیز کا آپ نے نہ تو آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور نہ ہی کانوں سے اس کے متعلق کچھ سنا لیکن پھر بھی وہ آپ کے دل میں کھٹکے تو جان لیں کہ آپ کے دل میں کھٹکنے والی بات شیطانی وسوسہ ہے۔ پس آپ پر لازم ہے کہ اسے جھٹلا دیں کیونکہ شیطان سب سے بڑا فاسق ہے۔ (اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِرِ)

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ}

(الحجرات: 12)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے''۔

تشریح:

فرمایا بکثرت ظن وگمان کرنے سے اجتناب کیا کرو۔ کیونکہ بعض ظن ایسے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں۔ اگر تم ظن وگمان کے شیدائی بن جاؤ تو سکتا ہے تم ایسے گمان بھی کرنے لگو جو سراسر گناہ ہیں۔ ان کلمات کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مطلقاً ظن سے نہیں روکا اور نہ ہر قسم کے ظن کو گناہ کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ظن جائز ہیں۔ اس لیے علمائے کرام نے ظن کی متعدد قسمیں ذکر کی ہیں۔

واجب، مستحب، مباح اور ممنوع۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے۔ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے وصال سے تین روز پہلے فرمایا لایموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللہ عزوجل۔ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔ دوسرا ارشاد نبوی ہے۔ ''یقول اللہ انا عند ظن عبدی بی فلیظن ماشاء''

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جس کا وہ مجھ سے ظن رکھتا ہے۔ اب اس کی مرضی جیسا چاہے میرے ساتھ ظن رکھے۔

مستحب کی مثال: مومن کے ساتھ جس کا ظاہری حال اچھا ہو حسن ظن کرنا مستحب ہے۔ ایسا شخص جس کے احوال مشکوک ہوں اس کے متعلق سوء ظن کرنا مباح ہے۔ لیکن جب تک یقینی دلائل موجود نہ ہوں، اس وقت تک محض ظن کے مطابق اس کے خلاف کاروائی کرنا جائز نہیں۔ اسی کے متعلق حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث ہے۔

''اذا ظننتم فلا تحققوا۔ یعنی اگر کسی کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس کی تحقیق میں نہ لگ جاؤ۔ شریعت میں نصوص کے خلاف ظن وتخمین سے کام لینا ممنوع ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ آیت میں ظن سے مراد تہمت ہے۔ قال علماء نا فالظن فی الایۃ ھو التھمۃ۔ اور اس قول کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ بعد میں فلا تجسسوا فرمایا ہے، کیونکہ جب کسی پر تہمت لگتی ہے تو طبیعت چاہتی ہے اس کا سراغ لگایا جائے اور صحیح حالات پر آگاہی حاصل کی جائے۔ (ضیاء القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۶۸۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (متفق علیہ)

تعارفِ راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح: بدگمانی کی مذمت:

خاتم المرسلین، رحمۃ للعالمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اپنے بھائی سے بدگمانی کی بے شک اس نے اپنے رب عزوجل سے بدگمانی کی، کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ"

ترجمۂ کنزالایمان: بہت گمانوں سے بچو۔ (پ26، الحجرات:12)

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، سورۃ الحجرات، آیت ۱۲، ج۷، ص۵۶۶)

سَیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تمہیں بدگمانی پیدا ہو تو اس پر یقین نہ کرو، جب تم حسد کرو تو حد سے نہ بڑھا کرو، جب تمہیں کسی کام کے بارے میں بدشگونی پیدا ہو تو اسے کر گزرو اور اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھو اور جب کوئی چیز تولو تو زیادہ تول دیا کرو۔ (جامع الاحادیث للسیوطی، قسم الاقوال، الحدیث: ۱۵۷۷، ج۱، ص۲۳)

۱۳۰-بَابُ تَحْرِیْمِ اِحْتِقَارِ الْمُسْلِمِیْنَ

مسلمانوں کو حقیر سمجھنے کی حرمت کا بیان

حضرتِ سیِّدُنا اِمام احمد بن حَجَر مَکّی شافعی علیہ رحمۃ اللہِ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: سُخْرِیَہ سے مُراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکمِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرَّب ہو۔ چُنانچہ سرکارِ ابدقرار، شافِعِ روزِ شمار، بِاِذنِ

(۶۸۱) (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث 6411)

پروردگار دوعالم کے مالک ومختار عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرمادے۔(سننِ ترمذی ج۵ ص۴۵۹ حدیث ۳۸۸۰)

آیت نمبر ۱:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝} الحجرات: ۱۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو، کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہوکر فاسق کہلانا، اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں''۝

تشریح:

قاموس میں ہے: ''قوم'' مردوں اور عورتوں کی مخلوط جماعت یا صرف مردوں کی جماعت پر قوم کا اطلاق ہوتا ہے اور عورتیں ضمنی طور پر مردوں کے ساتھ شامل ہوتی ہیں۔

صاحب صحاح نے لکھا: قوم اصل میں صرف مردوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے۔ عورتوں کی جماعت کو نہیں کہا جاتا۔ جوہری نے اسی آیت کو دلیل میں پیش کیا ہے کیونکہ نِسَاء کا قَوْمٌ پر عطف کیا گیا ہے (اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے) ایک شاعر کا شعر ہے۔

''وما ادری ولَسْتُ اخال ادری اَقَوْمٌ اٰلُ حصنٍ اَمْ نِسَآء''

''میں نہیں جانتا کہ قبیلہ حصن والے مرد ہیں یا عورتیں۔''

آیاتِ قرآنی میں لفظ قوم کا اطلاق مردوں اور عورتوں کے مجموعہ پر ہوا ہے اور حقیقی اطلاق بقول صاحب مدارک مردوں پر ہی ہوتا ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے: قوم مصدر ہے بطور صفت جمع میں اس کا استعمال عام ہے یا قائم کی جمع ہے جیسے زائر کی جمع زور آتی ہے اور (بڑے بڑے) کاموں کی سرانجام دہی چونکہ مردوں کا فریضہ ہے اس لیے مردوں کی جماعت کی صفت کے طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے اور قوم لوط، قوم نوح، قوم ہود اور بعض دوسرے مقامات پر جو قوم کے لفظ کی تفسیر جماعت مردان و زنان کے مجموعہ سے کی گئی ہے تو اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ (قوم کا لفظ اگرچہ صرف مردوں کے لیے آتا ہے لیکن) تغلیباً یہ لفظ عورتوں کو بھی شامل قرار دیا گیا ہے یا یہ ہے کہ مردوں کا ذکر کافی سمجھا گیا۔ ذیلی طور پر عورتیں تو ان کے ساتھ آ ہی گئیں، رہ گئی جماعت کو دوسری جماعت کے ساتھ استہزاء کی ممانعت کی وجہ تو ظاہر ہے کہ مجالس میں ہی (اکثر) ایسا کیا جاتا ہے۔

عسی ان یکونوا خیرا منھم ...... ہوسکتا ہے کہ جن کا مذاق بنایا گیا ہو وہ مذاق بنانے والوں سے بہتر ہوں۔

ولا نساء من نساء . . . اور نہ عورتوں کو عورتوں پر (ہنسنا چاہیے)۔

عسی ان یکن خیرا منھن ...... ہوسکتا ہے کہ مذاق کرنے والیوں سے وہ عورتیں بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہو۔

نِسَاءٌ کا عطف قومٌ پر ہے جب کہ قوم سے مراد ہوں مرد (اگر قوم سے مراد مردوں اور عورتوں کی مخلوط جماعت ہو تو) عورتوں کے عورتوں سے مذاق کرنے کی ممانعت پہلے ضمناً آ گئی تھی لیکن قوت کے ساتھ ممانعت کو ظاہر کرنے کے لیے دوبارہ ممانعت کی صراحت کر دی۔ عورتوں کو صراحت کے ساتھ ممانعت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورتیں ہی اپنی جہالت اور دانش و فہم کی کمزوری کی وجہ سے اکثر اس مرض میں مبتلا ہوتی ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ اس فقرہ کا نزول ان امہات مؤمنین کے حق میں ہوا جو حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر پست قامت ہونے کا طنز کرتی تھیں۔

عکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنت حیی بن اخطب کے حق میں ہوا۔ امہات المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت صفیہ کو یہودن، یہودی ماں باپ کی بیٹی کہا تھا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی شکایت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کی تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ میرے باپ ہارون اور میرے چچا موسیٰ اور میرے شوہر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (علیہم السلام) ہیں۔

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب ...... اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔

لَمْزٌ: زبان سے طعن کرنا یعنی کوئی کسی پر عیب نہ لگائے (عار نہ دلائے)۔

تَنَابُزٌ: (باب تفاعل) نبز کا معنی ہے لقب۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ نبز صرف برے لقب کو کہتے ہیں۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے: تنابز: باہم عار دلانا اور (برے) لقب سے ایک کا دوسرے کو پکارنا۔ یعنی کوئی کسی کو برے لقب سے نہ پکارے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ عکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: تنابز بالالقاب یہ ہے کہ کوئی کسی سے کہے: اے فاسق! اے منافق! اے کافر۔

حسن نے کہا: یہودی اور عیسائی مسلمان ہو جاتے تھے تب بھی (کچھ) لوگ ان سے کہتے تھے: اے یہودی، اے عیسائی۔ اس کی ممانعت کر دی گئی۔ عطاء نے کہا: کسی کو اے گدھے! اے سور کہنا تنابز لقب ہے۔ ایک روایت میں حضرت

ابن عباس کا قول آیا ہے کہ تنابز کا یہ مطلب ہے کہ کسی شخص نے کوئی برا عمل کیا ہو پھر توبہ کر لی ہو لیکن لوگ گزشتہ برے عمل کی اس کو عار دلائیں، اس کی ممانعت اس جملہ میں کر دی گئی۔

چاروں اصحاب السنن نے حضرت ابو جبیرہ بن ضحاک کا قول نقل کیا ہے کہ بعض آدمیوں کے دو یا تین نام ہوتے ہیں (کوئی برا، کوئی اچھا) بعض لوگ اس کو برے نام سے پکارتے تھے۔ اس پر آیت: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ'' نازل ہوئی۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کی روایت میں ابو جبیرہ کا قول اس طرح آیا ہے۔ آیت: ولا تنابزوا بالالقاب'' خصوصیت کے ساتھ بنی سلمہ کے متعلق نازل ہوئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ والوں میں سے ہر شخص کے دو دو یا تین تین نام ہوتے تھے جب کوئی شخص دوسرے کو ان ناموں میں سے کوئی نام لے کر پکارتا تھا (اور وہ ناراض ہوتا تھا) تو لوگ کہتے تھے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! یہ اس نام سے چڑتا ہے۔ اس پر آیت مذکورہ کا نزول ہوا۔

بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئك هم الظالمون ...... ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی برا ہے اور جو) ان حرکتوں سے) باز نہیں آئیں گے تو وہ بلاشبہ ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی توبہ کرنے کے بعد کسی کو یہودی یا فاسق یا شرابی کہنا برا ہے۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو کوئی کسی کو فسق یا کفر کی طرف منسوب کرے گا (یعنی فاسق یا کافر کہے گا) اگر وہ ایسا نہ ہوا تو وہ قول کہنے پر لوٹ پڑے گا (یعنی کہنے والا فاسق یا کافر ہو جائے گا)۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک پر یہ کلمہ لوٹے گا (یعنی یا کہنے والا کافر ہو جائے گا یا جس کو کافر کہا ہے وہ واقع میں کافر ہو گا)۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے کسی کو کفر کی طرف منسوب کیا یا دشمن خدا کہا اور واقع میں وہ ایسا نہ ہوا تو وہ قول کہنے والے پر پڑ جائے گا۔ (متفق علیہ)

بعض اہل تفسیر نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے' کسی کا مذاق اڑانا' طعن کرنا' برے نام سے پکارنا فسق ہے اور ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے۔ اس لیے تم ایسا کام نہ کرو کہ تم کو اس کی وجہ سے فسق کے نام سے موسوم کیا جائے۔

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ کبیرہ) ہے اور مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سعد کی روایت سے اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور حضرت عمر بن نعمان بن مقرن کی روایت سے اور

دارقطنی نے حضرت جابر کی روایت سے بیان کی ہے۔طبرانی نے حضرت ابن مسعود کی روایت سے اتنا زائد نقل کیا ہے اور مسلمانوں کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ: اور جس نے مذاق بنانے' طنز کرنے اور برے لقب سے کسی کو یاد کرنے سے توبہ نہ کی تو وہ ظالم ہے) ظلم کا معنی ہے کسی کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر بے محل رکھ دینا' مترجم) طاعت کی جگہ معصیت کو رکھتا ہے اور نفس کو (نجات کے بجائے) عذاب کے لیے پیش کرتا ہے۔

مسائل: کسی محصن (پاک دامن) آزاد مسلمان کو زنا کی طرف منسوب کرنا (اور پھر ثابت نہ کرسکنا) حدِ قذف (اسی کوڑے) کا موجب ہے اور اگر غیر محصن مثلاً غلام یا کافر ہو اور اس کو متہم بالزنا کیا جائے تو حدِ قذف جاری نہ ہوگی۔تعزیر کی جائے گی کیونکہ غیر محصن کا درجہ محصن سے کم ہے اور تہمت زنا سے آبروریزی ہوتی ہے اور بری بات پھیلتی ہے۔

اگر محصن کو زنا کے علاوہ کسی اور حرام فعل کی طرف منسوب کیا جائے تو تعزیر واجب ہے' حدِ قذف جاری نہیں ہوگی اور تعزیر بھی اس وقت جاری ہوگی جب تہمت تراشی کسی ایسے فعل کے ارتکاب کی ہو جو باختیار کیا گیا ہو اور شرعاً حرام ہو اور عرف (عمومی رسم و رواج) میں اس کو عار سمجھا جاتا ہو۔ورنہ تعزیر بھی جاری نہ ہوگی۔ہاں! اگر اس تہمت سے کسی شریف آدمی کی آبروریزی ہو تو بہرحال تعزیز جاری ہوگی۔مثلاً کسی نے مسلمان (صالح) کو فاسق یا کافر یا خبیث یا چور یا فاجر یا مخنث یا خائن یا بے دین یا لٹیرا یا گرہ کٹ یا دیوث یا شرابی یا سود خوار کہا تو تعزیر کا مستحق قرار پائے گا۔

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی کو "یا مخنث" کہا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اس پر تعزیر جاری کی۔ھٰکَذَا رُوِیَ......

اگر کسی کو اے گدھے یا سور یا کتے یا مینڈھا یا پچھنے لگانے والا کہا تو تعزیر جاری ہوگی۔

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ صورت مذکورہ میں تعزیر نہ ہوگی۔ہاں! اگر کسی عالم یا علوی یا نیک صالح آدمی کو ایسا کہا تو تعزیر ہوگی۔اگر کسی کو گوٹے باز (شطرنج باز' چوسر باز وغیرہ) یا محصل ٹیکس کہا تو تعزیر نہ ہوگی۔اگرچہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہیں لیکن عرف عام میں ان کو عیب نہیں شمار کیا جاتا۔

مسئلہ: تعزیری سزا کتنی ہونی چاہیے؟ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور امام شافعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: تعزیری سزا ادنیٰ حد سے بھی کم ہوگی۔امام صاحب کے نزدیک شراب پینے کی ادنیٰ حد غلام کے لیے چالیس تازیانہ ہیں' اس سے تعزیری سزا کم ہونی چاہیے۔امام ابو یوسف) رحمتہ اللہ علیہ) کے نزدیک شراب کی حد آزاد مسلمان کے لیے اسی تازیانے ہے۔لہٰذا اسی تازیانوں سے تعزیر کم ہونی چاہیے) امام شافعی (رحمتہ اللہ علیہ) اور امام احمد (رحمتہ اللہ علیہ) کے نزدیک ادنیٰ حد بیس تازیانے ہیں تعزیز اس سے کم ہونا چاہیے۔امام مالک (رحمتہ اللہ علیہ) نے فرمایا: حاکم وقت کو اختیار ہے تعزیر میں جتنے تازیانے مناسب سمجھے لگوائے' کوئی تعداد مقرر نہیں۔

اگر شرمگاہ کے علاوہ جماع کیا تو امام احمد (رحمتہ اللہ علیہ) کے نزدیک اعلیٰ حد اور ادنیٰ حد کے درمیان تعزیری سزا دی

جائے۔ ادنیٰ حد سے زائد اور اعلیٰ سے کم۔

اجنبی عورت کا بوسہ لینے کسی کو گالی دینے یا نصاب سرقہ سے کم چوری کرنے پر تعزیر کی جائے گی لیکن اتنی کہ ادنیٰ حد تک نہ پہنچے۔ واللہ اعلم۔

بغوی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) جب کسی جہاد یا سفر میں تشریف لے جاتے تو ایک ایک غریب آدمی دو دو مالدار آدمیوں کی خدمت کرنے کے لیے مقرر فرما دیتے اور دو مالداروں کے ساتھ تیسرے غریب کو ملا دیتے تھے غریب خادم آگے جا کر دونوں مالداروں کے اترنے کا مقام درست کر دیتا تھا اور کھانے پینے کی چیزیں بھی فراہم کرتا تھا۔ ایک بار حضرت سلمان فارسی کو دو آدمیوں کے کام پر مامور کیا۔ حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھ کر کسی فرودگاہ پر پہنچے اور وہاں جا کر سو رہے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کے لیے کھانے پینے کا سامان فراہم نہ کر سکے۔ جب آپ سے ان دونوں آدمیوں نے پوچھا کہ تم نے کوئی چیز فراہم نہیں کی تو حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: مجھے ایسی نیند آ گئی کہ میں کچھ نہ کر سکا ان دونوں نے کہا: تو اب رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں جاؤ اور ہمارے لیے حضور (ﷺ) سے کھانا عطا کرنے کی درخواست کرو۔ ساتھیوں کے کہنے کے مطابق حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جا کر حضور (ﷺ) سے عطاء طعام کی درخواست کی۔ حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اُسامہ بن زید رسول اللہ (ﷺ) کے متعلق) سے جا کر کہو اگر کچھ طعام و ادام (سالن) بچا ہوا ہوگا تو وہ دے دیں گے۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (ﷺ) کے خازن بھی تھے اور پڑاؤ کے مہتمم بھی۔ حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جا کر درخواست کی۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے واپس آ کر ساتھیوں کو اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قول کی اطلاع دے دی۔ ساتھیوں نے کہا: اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس کھانا تو تھا لیکن انہوں نے بخل سے کام لیا۔ اس کے بعد حضرت سلمان کو صحابہ کی ایک جماعت کے پاس بھیجا گیا لیکن وہاں سے بھی کچھ نہ ملا۔ سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ناکام لوٹ آئے۔ حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھیوں نے کہا: اگر ہم (تم کو) کسی جاری کنویں کی طرف (پانی کے لیے) بھیجیں گے تو وہ بھی سوکھ جائے گا۔ پھر یہ لوگ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جستجو کے لیے آئے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اسامہ کو جو طعام و ادام دینے کا حکم دیا تھا کیا واقعی وہ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس موجود نہیں تھا۔) یا تھا اور انہوں نے بخل سے کام لیا) جب حضور اقدس (ﷺ) کی خدمت میں یہ لوگ حاضر ہوئے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ گوشت کی خوشبو تمہارے منہ سے آتی مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ دونوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! خدا کی قسم ہم نے تو آج دن بھر گوشت نہیں کھایا۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا: تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اسامہ کا گوشت کھاتے رہے ہو۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی

(تفسیر مظہری، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ، تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر 2:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝} (الهمزة: ۱).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے''۔

تشریح:

ویل لکل همزة لمزة...... عیب چیں، چغل خوروں کے لیے ویل ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ہمزہ اور لمزہ دونوں ہم معنی ہیں، دونوں کا معنی ہے عیب چیں، خوردہ گیر۔ یہ وہ لوگ ہیں جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں، دوستوں میں پھوٹ پیدا کرا دیتے ہیں اور بے داغ لوگوں کے عیب کے طلبگار رہتے ہیں۔ مقاتل نے کہا: هُمَزَة: رُو در رو عیب لگانے والا اور لُمَزَة پس پشت عیب بیان کرنے والا۔ ابو العالیہ اور حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کے برعکس کہا ہے۔ سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) اور قتادہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: ہمزہ غیبت کرنے والا، آدمیوں کا گوشت کھانے والا اور لمزہ لوگوں پر طنز کرنے والا، نکتہ چیں۔

ابن زید نے کہا: ہمزہ وہ شخص جو ہاتھوں کے اشارہ سے لوگوں کو مطعون کرے اور دکھ پہنچائے اور لمزہ وہ شخص جو زبان سے نکتہ چینی کرے اور عیب بیان کرے۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمزہ زبان سے عیوب بیان کرنے والا اور لمزہ آنکھ کے اشارہ سے عیب بیان کرنے والا۔ ابن کیسان نے کہا: ہمزہ وہ شخص جو اپنے ہم نشین کو اپنے الفاظ سے دکھ پہنچاتا ہے اور لمزہ وہ شخص جو آنکھ یا سر یا ابرو کے اشارہ سے (کسی کے عیب) ظاہر کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں اصل لغت میں ہمزہ کا معنی ہے توڑنا اور چھونا۔ حدیث میں ہے: **اللهم انی اعوذبك من همزات الشياطين**۔ الٰہی میں شیطانی کچوکوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور لمزہ کا معنی ہے طعنہ زنی پھر استعمال میں دونوں کا معنی ہو گیا، ایسا ذکر جس سے لوگوں کی آبرو کی شکست ہو اور ان پر طنز کیا جائے۔

همزه، لمزه کا وزن (فُعْلَةٌ) خوگر بن جانے پر دلالت کر رہا ہے۔ **ضحكة شجرة لعهة همزة لمزة**۔ اسی شخص کو کہتے ہیں جو ان افعال کا خوگر اور عادی بن گیا ہو۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: ہم برابر سنا کرتے تھے کہ **ویل لکل همزة لمزة** کا نزول ابی بن خلف کے بارے میں ہوا تھا۔ (ابن ابی حاتم)

سدی نے بیان کیا کہ اخنس بن شریق بن وہب ثقفی کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا۔ ابن جریر نے رقہ کے باشندوں میں سے ایک شخص کے حوالہ سے بیان کیا کہ جمیل بن عامر کے حق میں اس کا نزول ہوا۔ ابن المنذر نے ابن اسحٰق کے حوالہ سے بیان کیا کہ امیہ بن خلف جمحی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عیب چینی اور طنز کے ساتھ دیکھا تھا، اس کے بارے میں یہ پوری سورت اللہ نے اتاری۔ مقاتل نے کہا کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی غیبت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے کرتا تھا اور رو در رو طنز کرتا تھا۔ اس کے متعلق اسی سورت کا نزول ہوا۔

اگر آیت کا نزول کسی خاص شخص کے حق میں بھی ہو' تب بھی حکم میں عموم رہیگا' جو شخص مذکورہ کا حامل ہو' اُسکے لیے یہی حکم ہے۔ (تفسیر مظہری، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ، تحت آیت مذکورہ)

(٦٨٢) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ قَرِیْبًا بِطُوْلِهٖ.

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی انسان کے لئے اسی قدر برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ یہ حدیث ابھی ابھی تفصیل سے گزر چکی ہے۔

(٦٨٣) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ!" فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا، وَنَعْلُهٗ حَسَنَةً، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَمَعْنٰی "بَطَرُ الْحَقِّ" دَفْعُهٗ، "وَغَمْطُهُمْ": اِحْتِقَارُهُمْ، وَقَدْ سَبَقَ بَیَانُهٗ اَوْضَحَ مِنْ هٰذَا فِیْ بَابِ الْكِبْرِ.

◀◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر تکبر ہو۔ ایک آدمی نے عرض کیا: بے شک ایک آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ جمیل ہے' اور جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر تو حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

بَطَرُ الْحَق: حق کا نہ ماننا۔

غَمْطُهُمْ: بمعنی حقیر سمجھنا۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:38 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(٦٨٢)(مسلم شریف' کتاب البر والصلۃ' رقم الحدیث 6416)

(٦٨٣)) مسلم شریف' رقم الحدیث 173' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 4091' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1998' 1999' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 59' 4173)

شرح:

یعنی جس کے دل میں رائی برابر نور ایمانی ہو وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دوزخ میں نہیں جاوے گا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ایمان سے مراد نتیجہ ایمان ہے اور آگ میں جانے سے مراد ہمیشگی کے لیے جانا ہے، ایمان میں زیادتی کمی ناممکن ہے نور ایمان میں ممکن ہے۔

اس فرمان عالی کے چند معنی ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ جاوے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کردے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ"۔

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، تحت حدیث 928:)

(۶۸۴) وَعَنۡ جُنۡدُبِ بۡنِ عَبۡدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ لَا يَغۡفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ، فَقَالَ اللهُ - عَزَّوَجَلَّ -: مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يَتَأَلّٰى عَلَيَّ اَنۡ لَا اَغۡفِرَ لِفُلَانٍ! فَاِنِّيۡ قَدۡ غَفَرۡتُ لَهٗ، وَاَحۡبَطۡتُ عَمَلَكَ"۔ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

◄ ◄ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھا رہا ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا۔ بے شک میں نے اس کو بخش دیا اور (اے قسم کھانے والے!) میں نے تیرے اعمال کو ضائع کردیا۔ (مسلم)

حل لغات:

اَحۡبَطۡتُ: حبط، یحبط، حبطاً بمعنی بے کار ہونا، ضائع ہونا۔ خراب ہونا۔

تعارفِ راوی:

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 392 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں فرمائے گا) اس لیے نہ بخشے گا کہ اس نے گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اس لیے کہ اس نے مجھ

---

(۶۸۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6555)

پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں۔ پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

یَتَاَلّٰی تَاَلِّیْ سے بنا بمعنی قسم کھانا اسی سے ایلاء ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد وتقویٰ پر نازاں تھا۔ (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

او گنہگاریاں عجز وکھاون قرب حضوری پاون　　عملاں والیاں ناز وکھاون دور نکالیاں جاون

(بے شک میں نے اس کو بخش دیا اور (اے قسم کھانے والے!) میں نے تیرے اعمال کو ضائع کر دیا۔) یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آ گیا اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کر لی جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہو گئیں۔ اس شرح کی بناء پر حدیث بالکل واضح ہو گئی نہ آیات قرآنیہ کے خلاف رہی نہ دیگر احادیث کے۔ ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ معمولی گناہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کر دینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا زاہد کی قسم کو جھوٹا کر دیا اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ آمین! ہر شخص ڈرتا رہے۔ شعر

پانی بھریں پنہاریاں رنگ برنگے گھڑے　　بھریا اس کا جانیئے جس کا توڑ چڑھے

(مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از: مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، تحت حدیث:558)

۱۳۱۔ بَابُ النَّھْیِ عَنْ اِظْھَارِ الشَّمَاتَۃِ بِالْمُسْلِمِ
کسی مسلمان کی تکلیف پر خوشی کے اظہار کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ} (الحجرات: 10)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''مسلمان مسلمان بھائی ہیں''۔

تشریح:

مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رسوا کرے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے، اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس کے مصائب میں سے کوئی مصیبت دور فرمادے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے، قیامت کے دن اللہ اس کا پردہ رکھے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۴۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۸۰)

حضرت ابوموسیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے دیوار کی طرح ہے اس کے اجزاء ایک دوسرے سے مضبوط ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۰۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم مؤمنوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستی نبھانے اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم درد اور بخار سے کراہتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۰۱۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۸۶، مسند احمد ج ٤ ص ۲۹۸)

نیز حضرت نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمام مؤمنین ایک شخص کی طرح ہیں جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو سارے جسم میں درد ہوگا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۲۵۸۶، مسند احمد ج٤ ص۲۷۶)

آیت نمبر:2

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {إِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ} (النور:19)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں''۔

تشریح:

الفاحشتہ کا معنی بے حیائی اور بدکاری ہے اور بے حیائی کی جھوٹی خبر کی اشاعت بھی بے حیائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو عذاب الیم کا باعث فرمایا ہے، نیز اس آیت میں فرمایا مسلمانوں میں فحاشی کو پھیلانے سے محبت کرنا بھی موجب عذاب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر بھی عذاب ہوتا ہے، کفر اور نفاق بھی دل کا فعل ہے اور حسد کینہ اور بخل بھی دل کے افعال ہیں اور گناہ کا عزم صمیم کرنا بھی دل کا فعل ہے اور ان تمام

افعال پر مواخذہ ہوتا ہے اور اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ گناہ کے عزم اور اس کی نیت پر مواخذہ نہیں ہوتا صرف گناہ کے عمل پر مواخذہ ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۶۸۵) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْكَ فَیَرْحَمُهُ اللہُ وَیَبْتَلِیْكَ"۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر (کہیں ایسا نہ ہو کہ) اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرمائے اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِی الْبَابِ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ السَّابِقُ فِیْ بَابِ التَّجَسُّسِ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ..." (الحدیث)۔

اور اس باب کے متعلق ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو تجسس کے باب میں گزر چکی ہے کہ ہر مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

حل لغات:

الشَّمَاتَةَ: کسی کو مصبت یا تکلیف میں دیکھ کر خوش ہونا۔

تعارف راوی:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 847 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر) یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

مگو اندوہ خویش پیش کساں — کہ لاحول گویند شادی کناں

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کے لیے ہو تب جائز ہے جب کہ اس طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرض کہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں۔

(کہیں ایسا نہ ہو کہ) اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرمائے اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے۔) یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی

(۶۸۵) (ترمذی شریف، رقم الحدیث 2506)

منانے کا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بارہا کا آزمودہ ہے ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 689)

۱۳۲۔بَابُ تَحْرِیْمِ الطَّعْنِ فِی الْاَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِیْ ظَاهِرِ الشَّرْعِ

انساب میں طعن کرنے کی حرمت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا٥} (الأحزاب: 58)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا''٥

تشریح:

ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بھی اہانت والی باتوں اور شر انگیز کاموں سے تکلیف پہنچتی ہے، مثلاً جھوٹے الزام لگانا اور صحیح اور سچی باتوں کی تکذیب کرنا، یا کسی کی مذمت کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اس کو اس کے کسی کمزور پہلو سے عار دلانا، اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء میں اور مسلمانوں کی ایذاء میں یہ فرق کیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء کو کفر قرار دیا ہے اور مسلمانوں کی ایذاء کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا کہ ایک باندی زیب و زینت سے مزین ہو کر بازاروں میں جا رہی تھی، حضرت عمر نے باندی کو مارا اور اس کو بناؤ سنگھار کرنے سے منع کیا، اس نے جا کر اپنے مالکوں سے شکایت کی، انہوں نے آ کر حضرت عمر سے توہین آمیز کلام کیا تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کے حکم اور برائی سے منع کرنے پر غضب ناک ہونا جائز نہیں ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۲) بدکار اور زانی جب مدینہ کے راستوں میں جاتے تو جو عورتیں قضاء حاجت کے لئے رات کو گھر سے باہر نکلتیں تھیں وہ ان کا پیچھا کرتے تھے اور ان سے چھیڑ خانی کرتے تھے، وہ عموماً باندیوں کو چھیڑتے تھے لیکن چونکہ آزاد اور پاکباز عورتیں لباس اور ہیئت میں باندیوں سے ممیز اور ممتاز نہیں تھیں اسلئے وہ بھی ان کی فحش حرکات کا شکار ہو جاتی تھیں، پھر انہوں نے اپنے خاوندوں سے اس کی شکایت کی اور انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ راستے میں جانے والی عورتوں سے چھیڑ خانی کرنا ان کو تنگ کرنا اور فحش حرکات کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۳) حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) اور حضرت صفوان بن معطل (رضی اللہ تعالٰی عنہ) پر جن منافقوں نے بدکاری کی تہمت لگائی تھی ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی اور تہمت کا گناہ کبیرہ ہونا بالکل واضح ہے۔

(٤) بعض منافقین نے حضرت علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے بدتمیزی کے ساتھ کلام کیا تو ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی شان میں بدتمیزی کرنا نہ صرف یہ کہ گناہ کبیرہ ہے بلکہ نفاق کی علامت ہے۔

(زاد المسیر ج٦ ص٤٢١، المکتب الاسلامی بیروت، ١٤٠٧ھ)

(٦٨٦) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں دو چیزیں ہیں جو انہیں کفر تک لے جاتی ہیں، نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ (مسلم)

حل لغات:

كُفْرٌ: چھپانا، انکار کرنا، ناشکری کرنا وغیرہ۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

سیدنا امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مسلم شریف کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: یہ حدیث پاک نسب پر طعن کرنے اور نوحہ کرنے کی حرمت کے سخت ہونے پر دلالت کرتی ہے اس کے بارے میں چار اقوال منقول ہیں: (۱) سب سے صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ کفار کے اعمال اور جاہلیت کی عادات میں سے ہیں (۲) یہ اعمال کفر کی طرف لے جانے والے ہیں (۳) یہ نعمت و احسان کی ناشکری ہے اور (۴) یہ وعید انہیں حلال جاننے والے کے لئے ہے۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، تحت الحدیث: ۲۲۷)

۱۳۳- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ وَالْخِدَاعِ

دھوکے اور فریب کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر: 1

(٦٨٦) (مسلم شریف، رقم الحدیث 135، مسند امام احمد، رقم الحدیث 7550، 8892، 9571، ابن حبان، رقم الحدیث 1465، مستدرک حاکم، رقم الحدیث 1415، بیہقی، رقم الحدیث 6903، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 2178، 6100، 20)

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝} (الأحزاب: 58).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا''۝

تشریح:

ابھی ماقبل باب میں اس کی تشریح گزری ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

(۶۸۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا، فَقَالَ: "مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ: اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: "اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ بھی ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو آپ کی انگلیوں کو تری لگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس غلے کا مالک کون ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اس پر بارش برسی ہے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے اس کو غلے کے اوپر کیوں نہیں کیا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے'' جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں''۔

حل لغات:

غَشَّنَا: جس نے ہمیں دھوکہ دیا۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۶۸۷) (مسلم شریف' رقم الحدیث 191' بخاری شریف' رقم الحدیث 6480'6659'6660' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1459' نسائی شریف' رقم الحدیث 4100' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 2575'2576'2577' درامی' رقم الحدیث 2520' مسند امام احمد' رقم الحدیث 4476'4649'5149'6277' ابن حبان' رقم الحدیث 567'5488'4590' بیہقی' رقم الحدیث 15633' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 6246'6251'11553'542)

شرح:

(جس نے ہم پر ہتھیار اٹھائے) ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے، یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا علینا جمع ارشاد فرمارہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقاً اٹھانا ہے خواہ ظلماً قتل کے لیے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔

(وہ ہم میں سے نہیں) یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہمارے اہل طریقہ و اہل سنت سے نہیں لہٰذا اس سے کفر مراد نہیں۔

(جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں"۔) ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کردینا یا اصل میں نقل ملا دینا غرضکہ ہر کاروباری دھوکہ مراد ہے۔ اور غشنا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنلہ مودتی جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت نہ پائے گا اور اسے میری محبت نہ پہنچے گی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:429)

(۶۸۸) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَنَاجَشُوا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (محض دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے) بولی پر بولی نہ لگایا کرو۔ (متفق علیہ)

(۶۸۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهٰى عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (محض دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے) بولی پر بولی لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تجارت کی وقت تبلیغ کرنا:

(۶۹۰) وَعَنْهُ، قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

---

(۶۸۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث 3705)

(۶۸۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث 3708، نسائی شریف، رقم الحدیث 4498، 4499، ابن ماجہ شریف، 2180، 2179، موطا امام مالک، رقم الحدیث 1367، مسند امام احمد، رقم الحدیث 6417، ابن حبان، رقم الحدیث 4962، 4958، بیہقی، رقم الحدیث 10663، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث 5807، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 146)

(۶۹۰) (مسلم شریف، کتاب البیوع، رقم الحدیث 3749)

"اَلْخِلَابَةُ" بِخَاءٍ مُّعْجَمَةٍ مَّكْسُوْرَةٍ وَّبَاءٍ مُّوَحَّدَةٍ، وَّهِيَ: الْخَدِيْعَةُ.

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: کہ اسے خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جس سے خرید و فروخت کرو اسے کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اَلْخِلَابَةُ: خاء معجمہ مکسورہ اور باء موحدہ کے ساتھ اس کا مطلب دھوکا دینا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح: تجارت کے اصول:

(1) تجارت کے چند اصول ہیں جس کی پابندی ہر تاجر پر لازم ہے یعنی پہلے ہی بڑی تجارت شروع نہ کردو بلکہ معمولی کام کو ہاتھ لگاؤ۔ آپ حدیث شریف سن چکے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنے کا حکم فرمایا۔

حکایت:

ایک شخص تجارت کرنا چاہتے تھے وہ کسی مشہور فرم کے مالک کے پاس مشورہ کے لئے پہنچے۔ ان کا خیال تھا کہ تجارت میں نہایت پوشیدہ راز ہوں گے جنہیں معلوم کرتے ہی میں ایک دم لاکھ پتی بن جاؤں گا۔ مالک فرم نے مشورہ دیا کہ آپ پانچ روپیہ کی دیا سلائی کی ڈبیاں لے کر بازار میں بیٹھ جائیں، اگر شام کو پانچ آنے کے پیسے بھی کمائے تو آپ کامیاب ہیں۔ جب اس کی بکری کچھ بڑھ جائے تو اس کے ساتھ کچھ سگریٹ کی ڈبیاں بھی رکھ لیں جب یہ کام چل پڑے تو پان چھالیہ بھی رکھ لیں یہاں تک کہ ایک دن پورے پنواڑی بلکہ پورے پنساری بن جائیں گے۔ دیکھو ہندوؤں کے بچے پہلے ہی منیم نہیں بن جاتے بلکہ اولاً معمولی خوانچے بیچتے ہیں اسی خوانچہ سے ایک دن لکھ پتی بن جاتے ہیں۔ ہم نے کاٹھیاواڑ میں میمن تاجروں کو دیکھا کہ جب وہ کسی کو تجارت سکھاتے ہیں تو ایک سال باورچی رکھتے ہیں۔ دوسرے سال ادھار وصول کرنے پر، تیسرے سال بلٹیاں چھوڑانے اور مال روانہ کرنے پر، چوتھے سال خوردہ فروشی پر، پھر دکان کی چابیاں سپرد کردیتے ہیں۔

(2) ہر شخص اپنے مناسب طاقت تجارت کرے، قدرت نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کام کے لئے بنایا ہے کسی کو غلہ کی تجارت پھلتی ہے، کسی کو کپڑے، کسی کو لکڑی کی، کسی کو کتابوں کی، غرضیکہ تجارت سے پہلے یہ خوب سوچ لو کہ میں کس قسم کی تجارت میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔

اپنی کہانی:

میرا مشغلہ شروع سے ہی علم کا رہا۔ مجھے بھی تجارت کا شوق تھا کہ میں نے غلہ کی مختلف تجارتیں کیں مگر ہمیشہ نقصان اٹھایا۔ اب کتابوں کی تجارت کو ہاتھ لگایا۔ رب تعالیٰ نے بڑا فائدہ دیا۔ معلوم ہوا کہ علماء اور مدرسین کو علمی تجارت فائدہ مند ہوسکتی ہے۔ ہم نے بعض ایسے ہندو ماسٹر بھی دیکھے جو پڑھاتے ہیں اور ساتھ ساتھ قلم، دوات، پنسل، کاغذ وغیرہ کی مدرسہ ہی میں تجارت بھی کرتے ہیں۔ اس نفع سے اپنا ماہواری خرچ چلا کر تنخواہ ساری بچاتے ہیں۔ غرضیکہ تجارت کے لئے انتخابِ کار کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

(3) کسی ایسے کام میں ہاتھ مت ڈالو، جس کی تمہیں خبر نہ ہو اور سب کچھ دوسروں کے قبضہ میں ہو۔

ایک سخت غلطی: اولاً تو مسلمان تجارت کرتے ہی نہیں اور کرتے بھی ہیں تو اصولی غلطیوں کی وجہ سے بہت جلد فیل ہوجاتے ہیں، مسلمانوں کی غلطیاں حسب ذیل ہیں۔

ایک سخت غلطی:

اولاً تو مسلمان تجارت کرتے ہی نہیں اور کرتے بھی ہیں تو اصولی غلطیوں کی وجہ سے بہت جلد فیل ہوجاتے ہیں، مسلمانوں کی غلطیاں حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسلم دکانداروں کی بد خلقی:

کہ جو گاہک ان کے پاس ایک دفعہ آتا ہے پھر ان کی بد مزاجی کی وجہ سے دوبارہ نہیں آتا۔

(۲) جلد باز یا ناواقف تاجر:

دکان رکھتے ہی لکھ پتی بننا چاہتے ہیں اگر دو دن بکری نہ ہو یا کچھ گھاٹا پڑے تو فوراً بد دل ہو کر دکان چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔

(۳) نفع بازی:

عام طور پر مسلمان تاجر جلد مالدار بننے کے لئے زیادہ نفع پر تجارت کرتے ہیں۔ ایک ہی چیز اور جگہ سستی بکتی ہے اور ان کے ہاں گراں تو ان سے کون خریدے گا۔ عام تجارت میں نفع ایسا چاہیے، جیسے آٹے میں نمک، ہاں نادر و نایاب چیزوں پر زیادہ نفع لیا جائے تو حرج نہیں۔

(۴) بے جا خرچ:

ناواقف تاجر معمولی کاروبار پر بہت خرچ بڑھا لیتے ہیں۔ ان کی چھوٹی سی دکان اتنا خرچ نہیں اٹھا سکتی آخر فیل ہوجاتے ہیں۔

مسلمان خریداروں کی غلطی:

ہندو مسلمان تاجر کو دیکھنا چاہتے ہی نہیں۔ انہیں مسلمان کی دکان کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کسی مسلمان نے دکان نکالی تو آس پاس کے ہندو دکانداروں نے چیزیں فوراً سستی کر دیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بہت کما بھی چکے اور آئندہ کمائیں گے بھی۔ دو چار مہینے اگر نہ کمایا تو نہ سہی۔ مسلمان خریدار ایک پیسے کی رعایت دیکھ کر بنیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اپنے غریب بھائیوں پر نظر نہیں کرتے۔ اگر ہندو کے ہاں پیسے کے چار پان مل رہے اور مسلمان کے ہاں تین تو مسلمان سے تین لو اور دل میں سمجھ لو کہ اگر یہ مسلمان بھائی ہمارے گھر آتا تو اسے ایک پان کھلانا ہی پڑتا۔ ہم نے ایک پان سے اس کی تواضع ہی کر دی۔ دل میں کچھ گنجائش پیدا کرو۔ دلی گنجائش سے قومیں بنتی ہیں۔

حکایت:

مجھ سے ایک تاجر نے کہا کہ ایک انگریز میری دکان پر چھتری خریدنے آیا میں نے نہایت نفیس جاپانی چھتری پیش کی جس کی قیمت بارہ آنے تھی۔ اس نے چھتری بہت پسند کی اور بہت خوش ہوا مگر جاپان کی مہر پڑھتے ہی جھنجھلا کر پٹک دی بولا ڈیم جاپان۔ انگلش مال لاؤ۔ میں نے لندن کی بنی ہوئی معمولی چھتری دی جس کی قیمت پورے تین روپے تھی وہ بخوشی لے گیا۔ یہ ہے قوم پرستی کہ جاپانی سستا اور خوبصورت مال نہ لیا اور لندن کا بنا ہوا معمولی مال زیادہ قیمت سے لے گیا۔ مسلمان خریدار اس سے عبرت پکڑیں۔ (اسلامی زندگی، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ)

کسی کی بیوی کو خراب کرنا:

(۶۹۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ، اَوْ مَمْلُوْكَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

"خَبَّبَ" بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ، ثُمَّ بَاءٍ مُوَحَّدَةٍ مُكَرَّرَةٍ: اَیْ اَفْسَدَهُ وَخَدَعَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے کی بیوی یا غلام کو خراب کیا وہ ہم میں سے نہیں''۔ (ابوداؤد)

حل لغات:

خَبَّبَ: خاء معجمہ پھر باء موحدہ مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے: اس نے اسے خراب کیا اور اسے دھوکا میں ڈالا۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ۱، حدیث نمبر 8: کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۶۹۱) (ابوداؤد شریف رقم الحدیث 5170)

شرح:

خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں: عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کر کے دوسرے مردوں کی خوبیاں ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کے لیے جادو تعویذ گنڈے کرنے سب حرام ہے اور غلام یا لونڈی کو بگاڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے، اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان کی امداد کرے، بہر حال دو دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرو توڑو نہ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ، ج5، حدیث نمبر: 182)

۱۳۴-بَابُ تَحْرِيمِ الْغَدْرِ

وعدہ خلافی کی حرمت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ} (المائدۃ: 1)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو''۔

تشریح: عقود کا لغوی اور عرفی معنی:

عقود عقد کی جمع ہے۔ عقد کا معنی ہے کسی چیز کو پختگی اور مضبوطی کے ساتھ دوسری چیز کے ساتھ واصل کرنا' یا ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ گرہ باندھنا' عہد کا معنی ہے کسی چیز کو لازم کرنا اور عقد کا معنی ہے پختگی کے ساتھ کسی چیز کا التزام کرنا' یعنی اس لزوم کو ماننا' اور عقود سے مراد وہ عہود ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان کیے گئے' یا وہ عہود ہیں جو بندوں نے آپس میں عقد بیع اور عقد نکاح وغیرہ کے ساتھ کیے' یا جو لوگوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے عہد کیے' یا جس چیز پر حلف اٹھا کر عہد کیا۔

عقود کا شرعی معنی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو! اپنے عقود کو پورا کرو' اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' اس کے احکام اور اس کے افعال کو ماننے اور قبول کرنے کا نام ایمان ہے' اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان والے اس کے تمام احکام پر عمل کریں اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے' ان سے باز رہیں۔ لہٰذا جو شخص ایمان لاتا ہے' اس کا ایمان اس عقد اور عہد کو متضمن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو بجالائے گا' تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم نے اللہ پر ایمان لا کر جس عقد کا التزام کر لیا ہے' اس کو پورا کرو۔

اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے؟ اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں، اس کی اطاعت کریں، جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے، ان کو حلال قرار دیں اور جن کو اس نے حرام کیا ہے، ان کو حرام قرار دیں۔

ابن زید اور زید بن اسلم نے کہا اس سے مراد وہ عقد اور عہد ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔

مثلاً قسم کھا کر معاہدہ کرنا، عقد نکاح اور عقد بیع وغیرہ۔

مجاہد نے بیان کیا اس سے مراد وہ عقود ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے مدد کرنے کے لیے کرتے تھے۔

قتادہ نے کہا "اس سے مراد وہ عقود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے تورات اور انجیل میں لیے تھے کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کریں گے اور آپ کی کتاب پر ایمان لائیں گے"۔

(جامع البیان ج ٦ ص ٦٦-٦٤ مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٤١٥ھ)

عقود کی اقسام:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ عقد کی تین قسمیں ہیں:

(١) اللہ اور بندہ کے درمیان عقد۔

(٢) بندہ اور اس کے نفس کے درمیان عقد۔

(٣) ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ عقد۔

جو عقد اللہ اور بندہ کے درمیان ہے اس کا موجب عقل ہے یا شرع ہے۔ عقل سے مراد تو بداہت عقل ہے کیونکہ انسان کی عقل میں اللہ تعالیٰ نے ایسا نور رکھا ہے جس سے انسان اپنے خالق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور یا عقل سے مراد یہ ہے کہ انسان مخلوق میں غور و فکر کرے تو ہر چیز کا ایک نظم اور ضبط کے ساتھ کام کرنا اور نظام کائنات میں کسی فرق اور رخنہ کا واقع نہ ہونا، زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ خالق وحدہ لاشریک ہے، اور یا اس عقد کا موجب شرع ہے اور شرع سے مراد کتاب اور سنت ہے۔ سو کتاب اور سنت میں اللہ تعالیٰ کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں، بندہ ایمان لانے کے بعد ان سب پر عمل کرنے کا اللہ سے عقد کر لیتا ہے۔ جو عقد بندہ اور اس کے نفس کے درمیان ہے، اس سے مراد ہے بندہ کا نذر مان لینا۔ اگر وہ کسی عبادت کی اور کار خیر کی نذر مان لیتا ہے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے، مثلاً یہ کہ وہ اونٹ کا گوشت یا شہد نہیں کھائے گا تو اس قسم کو پورا کرنا مستحب ہے۔ اور اس کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی معصیت کی یا کسی عبادت کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے تو اس قسم کو پورا کرنا حرام ہے، اور اس کو توڑنا واجب ہے۔

اور جو عقد ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہوتا ہے، جیسے عقد بیع، عقد نکاح وغیرہ۔ ان کا حکم معقود علیہ کے

اعتبار سے ہے۔ جس چیز پر عقد کیا ہے اگر وہ واجب ہے تو عقد واجب ہے' مثلاً غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہے تو یہ عقد واجب ہے۔ اگر وہ سنت ہے تو عقد سنت ہے' جیسے عام حالات میں عقد نکاح۔ اگر وہ جائز ہے تو عقد جائز ہے' جیسے بیع شراء۔ اگر وہ مکروہ ہے تو عقد مکروہ ہے' جیسے نبیذ کی بیع۔ اگر وہ حرام ہے تو عقد حرام ہے' جیسے خمر اور خنزیر کی بیع ہے۔ اسی طرح عقد اجارہ (کرایہ) کی اقسام ہیں۔

آیت نمبر: 2

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝} (بنی اسرائیل: 34)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق سوال ہونا ہے ۝

تشریح:

اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کرنے کا حرام ہونا:

(آیت) ''واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها''۔ (النحل: ٩١)

ترجمہ: اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو۔

(آیت) '' فاعقبهم نفاقا فی قلوبهم الی یوم یلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون''۔ (التوبہ: ٧٧)

ترجمہ: سو اللہ سے ملاقات کے دن تک انکے دلوں میں نفاق رکھ دیا' کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن جب اللہ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔

(صحیح البخاری' ج ٧' رقم الحدیث: ٦١٧٧' صحیح مسلم' جہاد ٩' (١٧٣٥) ٤٤٤٨' سنن الترمذی' ج ٣' رقم الحدیث: ١٥٨٧' سنن ابوداؤد' ج ٢' رقم الحدیث: ٢٧٥٦' صحیح ابن حبان' ج ١٦' رقم الحدیث: ٧٣٤٣' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٦٤٨' مسند احمد' ج ١' ص ٤١١' ٤١٧' ٤٤١' ج ٢' ص ٥٦' ٤٩' ٤٨' ٢٩' ١٦' طبع قدیم - مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٤٦٤٨' طبع جدید' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ٨' ص ١٦٠-١٥٩)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ میں فرمایا سنو! جو امانت دار نہ ہو اس کا ایمان نہیں اور جو عہد پورا نہ کرے وہ دین دار نہیں۔

(شعب الایمان' ج ٤' رقم الحدیث: ٤٣٥٤)

(٦٩٢) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ

خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں جس شخص میں پائی جاتی ہوں وہ خالص منافق ہے' اور جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت موجود ہو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے حتیٰ کہ وہ اس کو ترک کر دے' جب اس کو امانت سونپی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ بکواس کرے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

خَاصَمَ: از، خصماً، بمعنی جھگڑا کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث کی شرح "باب ایفاء العہد" میں گزر چکی ہے۔ (ابو الاحمد غفرلہ)

وعدہ خلافی کرنے والے کا انجام:

(۶۹۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالُوْا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، يُقَالُ: هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وعدہ خلافی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک بڑا جھنڈا ہوگا اور کہا جائے گا یہ فلاں شخص کی وعدہ خلافی کا جھنڈا ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۹۴) وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ

(۶۹۲) (مسلم شریف' رقم الحدیث 118' بخاری شریف' رقم الحدیث 33' 34' 2337' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 4688' ترمذی شریف' رقم الحدیث 2631' 2632' نسائی شریف' رقم الحدیث 5020' 5021' 5023' مسند امام احمد' رقم الحدیث 6768' 6864' 6879' ابن حبان' رقم الحدیث 254' بیہقی' رقم الحدیث 21140' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 9075)

(۶۹۳) (بخاری شریف' رقم الحدیث 3187)

اَمِیْرِ عَامَّۃٍ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◄◄ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہر وعدہ خلافی کرنے والے کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا جسے اس کی وعدہ خلافی کی مناسبت سے بلند کیا جائے گا۔ خبردار! کوئی وعدہ خلاف اپنی وعدہ خلافی میں عام بادشاہ کی وعدہ خلافی سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ (مسلم)

حل لغات:

اِسْتِہٖ: معنی، جڑ بنیاد، سرین۔

تعارف راوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 22 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے۔ واقعی بدعہد کے چوتڑوں پر جھنڈا لگا ہوگا یا جہاں بدعہد لوگ کھڑے کیے جائیں گے وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی ہو۔ خیال رہے کہ امت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ گناہوں کا وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی اپنے کو رسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں لہٰذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 623)

مزدور کی مزدوری مارنا:

(۶۹۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللہُ تَعَالٰی: ثَلَاثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ: رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ، وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِیْرًا، فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ، وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ"۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص سے میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر وعدہ کیا، پھر وعدہ خلافی کی اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچا اور پھر اس کی قیمت کھا گیا، اور ایک وہ شخص جس نے کسی سے اجرت پر کام کرایا اس نے کام تو پورا لے لیا لیکن اسے اس کی اجرت ادا نہ کی۔ (بخاری)

---

(۶۹۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث 1738)

(۶۹۵) (بخاری شریف، رقم الحدیث 22279)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(تین اشخاص سے میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا) یعنی سخت سزا دوں گا جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن پر قابو پائے تو اس کی کوئی رعایت نہیں کرتا، ایسے ہی میں انکی رعایت ورحم نہ کروں گا لہٰذا یہ حدیث واضح ہے۔

(ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر وعدہ کیا' پھر وعدہ خلافی کی) اس کی بہت صورتیں ہیں: کسی کو خدا کا نام لے کر امان دی پھر موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا، کسی سے رب کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کیا پھر پورا نہ کیا، عورت سے رب تعالٰی کا نام لے کر بہت سے وعدوں پر نکاح کیا، پھر وہ ادا نہ کیے، اسی لیے نکاح کے وقت کلمے پڑھاتے ہیں کہ دونوں خاوند بیوی حقوق میں جکڑ جائیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: "اَلَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَہۡدَ اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِہٖ"۔ غرضکہ وعدہ خلافی یوں ہی بری ہے مگر جب وعدہ رب تعالٰی کا نام لے کر کیا گیا ہو، پھر خلاف کرنا زیادہ برا کہ اس میں اللہ تعالٰی کے نام شریف کی بے حرمتی بھی ہے۔

(اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچا اور پھر اس کی قیمت کھا گیا) کھانے کا ذکر اتفاقی ہے وہ قیمت کھائے یا نہ کھائے، آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دینا ویسے ہی بہت برا ہے، یوسف علیہ السلام کے بھائی اسی جرم پر زیادہ شرمندہ تھے جن کی معافی ہوئی۔

(اور ایک وہ شخص جس نے کسی سے اجرت پر کام کرایا اس نے کام تو پورا لے لیا لیکن اسے اس کی اجرت ادا نہ کی) کام پورا لینے میں اسی جانب اشارہ ہے کہ اگر مزدور ہی بیچ میں کام چھوڑ دے شرارۃً تو وہ مزدوری کا حقدار نہیں، نائی آدھی حجامت کر کے انکار کر دے تو بجائے اجرت کے سزا کا مستحق ہوگا، کام پورا کرنے پر اجرت کا مستحق ہوگا، روزانہ اجرت دی جائے یا ماہوار جو طے ہو گیا ہو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 4، حدیث نمبر: 581)

۱۳۵-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

عطیہ وغیرہ پر احسان جتلانے کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی} (البقرۃ: 264)۔

اللہ تبارک وتعالٰی کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر''۔

تشریح:

اگر کسی کو صدقہ دینے کے بعد طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی تو اس سے بہتر ہے کہ اس کو صدقہ نہ دیا جائے اور اس سے

کوئی نیک اور اچھی بات کہہ دی جائے' مثلاً سائل سے یہ کہہ دے کہ اس وقت ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے اور اس سے معذرت کرے' یا اس کی کسی اور دینے والے کی طرف رہنمائی کر دے' یا کسی مسلمان کو کوئی نصیحت کرنا' اس کی خیر خواہی میں کوئی بات کرنا' کسی کو نیک مشورہ دینا ایسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے جس کے بعد اس شخص کی دل آزاری کی جائے جس کو صدقہ دیا اور اس رکوع کی چوتھی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ صدقہ اور خیرات کرنے والے اخلاص کے ساتھ' محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے صدقہ دیں' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے صدقہ نہ دیں' وہ ضرورت مندوں سے اپنی سخاوت اور دریا دلی کے قصیدے سننے کی خواہش نہ رکھیں' نہ یہ چاہیں کہ عام لوگوں میں ان کی فیاضی کا ذکر ہو' اگر انہوں نے اپنی سخاوت اور دریا دلی کے قصیدے سننے کی خواہش نہ رکھیں' نہ یہ چاہیں کہ عام لوگوں میں ان کی فیاضی کا ذکر ہو' اگر انہوں نے اپنی سخاوت اور دریا دلی کے قصیدے سننے کی خواہش نہ رکھیں' نہ یہ چاہیں کہ عام لوگوں میں ان کی فیاضی کا ذکر ہوا گر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا یہ تمام عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اور ان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی چکنے پتھر پر مٹی جمع ہو گئی اور بارش نے اس کو بالکل صاف کر دیا' خلاصہ یہ ہے کہ صدقہ کی مقبولیت اور اس پر اجر ملنے کی تین شرطیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں:

(۱) احسان نہ جتایا جائے۔

(۲) جس کو صدقہ دیا ہو اس کو طعنہ دے کر آذیت نہ پہنچائی جائے۔

(۳) اخلاص کے ساتھ صدقہ دیا جائے' لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے نہ دیا جائے۔

آیت نمبر: 2

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی} (البقرۃ: 262)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیئے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں''۔

تشریح:

اللہ تبارک وتعالیٰ اس رکوع کی پہلی آیت میں اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا ہے' دوسری آیت میں یہ فرمایا ہے کہ یہ اجر وثواب تب حاصل ہو گا جب صدقہ دینے کے بعد احسان جتایا جائے نہ طعنہ دے کر اس کو اذیت پہنچائی جائے جس کو صدقہ دیا ہے' امام رازی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے جب غزوہ تبوک میں ایک ہزار اونٹ مع کجاووں کے دیئے اور ایک ہزار دینار دیئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے میرے رب! میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی عثمان سے راضی ہو جا' اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنے مال سے چار ہزار دینار صدقہ کیے تو یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف

پہنچاتے ہیں' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے' ان پر کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ:۲۶۲)

(تفسیر کبیر ج۲ ص ۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

(۶۹۶) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ، وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" قَالَ: فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ: قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْکَاذِبِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ: "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ" یَعْنِیْ: اَلْمُسْبِلَ اِزَارَهٗ وَثَوْبَهٗ اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ لِلْخُیَلَاءِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں سے قیامت کے دن نہ اللہ کلام فرمائے گا' نہ ان کی طرف دیکھے گا' اور نہ انہیں پاک کرے گا' اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو بڑے گھاٹے اور خسارے میں ہیں وہ کون ہیں؟ فرمایا: چادر کو تکبر سے لٹکانے والا' احسان جتلانے والا' اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے: چادر لٹکانے والا' یعنی اپنی چادر اور کپڑوں کو ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے کرنے والا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 409 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کی شرح جلد دوم حدیث نمبر: 800 میں ہو چکی ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

۱۳۶۔ بَابُ النَّهْیِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْیِ

فخر اور زیادتی کرنے کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی} (النجم: 32)۔

(۶۹۶) (مسلم شریف' رقم الحدیث 201' بخاری شریف' رقم الحدیث 2527' 2230' 2240' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 4087' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 3474' ترمذی شریف' رقم الحدیث 1595' نسائی شریف' رقم الحدیث 2562' نسائی شریف' رقم الحدیث 2563' نسائی شریف' رقم الحدیث 4458' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث 2208' دارمی' رقم الحدیث 2094' دارمی' رقم الحدیث 2605' مسند امام احمد' رقم الحدیث 21356' 21446' 21584' ابن حبان' رقم الحدیث 4413' ابن حبان' رقم الحدیث 3384' مستدرک حاکم' رقم الحدیث 7235' بیہقی' رقم الحدیث 10191' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 7587)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ' وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں'' ○

تشریح:

یعنی تم اپنی تعریف اور توصیف اور حمد وثناء نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا ریاکاری سے دور ہے اور تواضع اور خضوع اور خشوع کے قریب ہے، اللہ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ اخلاص سے عمل کرتا ہے اور کون اللہ کے عذاب سے زیادہ ڈرتا ہے۔

حسن بصری نے کہا: اللہ سبحانہٗ ہر نفس کو جانتا ہے کہ وہ اب کیا عمل کر رہا ہے اور آئندہ کیا عمل کرے گا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا: میں اس امت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا اور کسی کی حمد وثناء نہیں کرتا۔ (الجامع الاحکام القرآن جز ۱۷ ص ۱۰۲)

اس آیت میں مؤمنین کے لیے یہ رہ نمائی ہے کہ اے مؤمنو! اللہ تمہارے احوال کو بہت زیادہ جاننے والا ہے، وہ تمہاری پیدائش سے لے کر تمہاری موت تک کے تمام احوال سے واقف ہے سو تم ریا اور فخر سے یہ نہ کہو کہ میں فلاں سے بہتر ہوں اور میں فلاں سے زیادہ مخلص اور متقی ہوں کیونکہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ تم حتمی اور قطعی طور پر یہ نہ کہو کہ میں نجات یافتہ ہوں کیونکہ تمہارے انجام کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

خودستائی عیب ہے اے خودستا

زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے: اپنے آپ کو خامیوں اور عیوب سے بری نہ کرو۔

مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: تم گناہ نہ کرو اور تم کہتے ہو کہ ہم اطاعت کرتے ہیں۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۵۸۰)

حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے کہا: میرا نام برہ (نیکی کرنے والی) رکھا گیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم: ۳۲)

سو تم اپنی پارسائی کا دعویٰ نہ کرو، اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے کہ تم میں سے کون نیکی کرنے والا ہے

تم اس کا نام زینب رکھو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۴۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۹۵۳)

آیت نمبر: 2

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○} (الشوری: 42).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: مواخذہ تو انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں' انہی کے لئے دردناک عذاب ہے ○

تشریح:

یعنی جولوگ اسلحہ کے زور پر لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں اور جبراً بھتہ لیتے ہیں، حکومت پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے مواخذہ کرے اور ان لوگوں کو ڈاکہ ڈالنے اور جبراً بھتہ لینے سے روکے۔

مقاتل نے کہا: ظلم اور بغاوت سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ علانیہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، کھلے عام شراب پیتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں اور دیگر گناہ کرتے ہیں، حکومت پر لازم ہے کہ ان کو لگام دے اور ان کی ناک میں نکیل ڈالے۔

مقاتل نے کہا: اس سے مراد مشرکین ہیں جو ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے اور ناحق سرکشی کرتے تھے۔

قتادہ نے کہا: یہ آیت ہر قسم کے ظلم کرنے والوں کے لیے عام ہے۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۶۹۷) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْبَغْيُ: التَّعَدِّيْ وَالْإِسْتِطَالَةُ۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل فرمائی ہے کہ تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص دوسرے شخص پر زیادتی نہ کرے اور نہ ایک شخص دوسرے کے سامنے فخر کرے۔ (مسلم)

حل لغات:

اہل لغت کہتے ہیں کہ "البغی" کا مطلب زیادتی اور دست درازی کرنا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر: 605 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث میں حتیٰ بمعنی "کہ" ہے یعنی عجز و انکسار اختیار کرو تا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب و خاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر

---

(۶۹۷) (مسلم شریف، کتاب الجنۃ وصفۃ، رقم الحدیث 2865)

کبر وفخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:728)

(۶۹۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَالرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ: "اَهْلَكُهُمْ" بِرَفْعِ الْكَافِ وَرُوِیَ بِنَصْبِهَا: وَذٰلِكَ النَّهْیُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهٖ، وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ، وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ، فَهٰذَا هُوَ الْحَرَامُ، وَاَمَّا مَنْ قَالَهٗ لِمَا يَرٰى فِی النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ فِیْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ، وَقَالَهٗ تَحَزُّنًا عَلَيْهِمْ، وَعَلَى الدِّيْنِ، فَلَا بَاْسَ بِهٖ. هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَاءُ وَفَصَّلُوْهُ، وَمِمَّنْ قَالَهٗ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ: مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، وَالْخَطَّابِیُّ، وَالْحُمَيْدِیُّ وَآخَرُوْنَ، وَقَدْ اَوْضَحْتُهٗ فِیْ كِتَابِ: الْاَذْكَارِ

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص کہے: لوگ ہلاک ہوئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

مشہور روایت تو اَهْلَكُهُمْ کاف کے زبر سے ہی ہے۔ البتہ اسے اَهْلَكُهُمْ کاف کے پیش سے بھی پڑھا گیا ہے اور یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کوئی شخص یہ کلمات تکبراً لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو ان سے بلند سمجھتے ہوئے کہے۔ اور یہ حرام ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اور اگر کوئی شخص لوگوں کو امور دین میں کوتاہی کرتے دیکھ کر لوگوں پر تاسف اور دین کے متعلق اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ کلمات کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ علماء نے اس کی یہی تفسیر اور تفصیل بیان کی ہے اور اکابر علماء: حضرت مالک بن انس اور خطابی اور حمیدی وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ میں نے اس کی وضاحت اپنی کتاب "الاذکار" میں کر دی ہے۔

۱۳۷ - بَابُ تَحْرِيْمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا لِبِدْعَةٍ فِی الْمَهْجُوْرِ، اَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

(۶۹۸) (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث 6557، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4983، مسند امام احمد، رقم الحدیث 7671)

مسلمانوں کے درمیان تین دن سے زیادہ کی قطع تعلقی کی حرمت کا بیان سوائے اس صورت کے جو کسی بدعت اور اعلانیہ فسق کے ارتکاب کی وجہ سے ہو

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ} (الحجرات:10)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ''۔

تشریح:

اس کی تشریح ابھی باب نمبر 131 جلد ہذا میں گزری ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

آیت نمبر:2

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} (المائدۃ:2)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو''۔

تشریح:

جرم اور گناہ میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ بینک اور بیمہ کمپنی، جوئے خانہ اور کسی بھی بدی کے اڈے میں ملازمت کرنا، خواہ وہ ملازمت کلرکی کی ہو یا چوکیداری کی، وہ بہرحال اس برائی کے ساتھ ایک نوع کا تعاون ہے اور ناجائز ہے۔

(۶۹۹) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا، وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ آپس میں قطع تعلقی کرو نہ دشمنی اور نہ بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تک بول چال منقطع رکھے۔ (متفق علیہ)

(۷۰۰) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَحِلُّ

(۶۹۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6401، بخاری شریف، رقم الحدیث 4849، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4917، ترمذی شریف، رقم الحدیث 1988، نسائی شریف، رقم الحدیث 3230، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث 1616، مسند امام احمد، رقم الحدیث 8103)

(۷۰۰) (مسلم شریف، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث 6407، مسلم شریف، رقم الحدیث 5718، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4911، ترمذی شریف، رقم الحدیث 1932، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث 1614، مسند امام احمد، رقم الحدیث 1519، ابن حبان، رقم الحدیث 5669، بیہقی، رقم الحدیث 14550، مسند ابویعلی، رقم الحدیث 720، طبرانی کبیر، رقم الحدیث 324)

لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هٰذَا، وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ"۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے بھائی سے بول چال منقطع رکھے کہ وہ ایک دوسرے سے ملیں تو یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے روگردانی کرے ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

یَّهْجُرَ: از، ھجراً بمعنی چھوڑنا۔ ترک کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر: 362 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہاں بول چال چھوڑنے سے مراد دنیاوی رنجشوں کی وجہ سے ترک تعلق کرنا ہے، چونکہ تین دن کے عرصہ میں نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لیے تین دن کی قید لگائی گئی۔ بدمذہب بے دین سے دائمی بائیکاٹ کرنا یا تعلیم و تربیت کے لیے ترک تعلق کرنا زیادہ کا بھی جائز ہے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن مالک، بلال ابن امیہ، مرارہ ابن لوی رضی اللہ عنہم اجمعین کا بائیکاٹ پچاس دن رکھا، یہ بائیکاٹ ہجران نہ تھا بلکہ تعلیم تھی لہٰذا یہ حدیث حضرت کعب کی حدیث کے خلاف نہیں۔

(ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے) یعنی اگر دنیاوی معاملات میں دو مسلمان لڑ پڑیں پھر ملیں تو بہتر وہ ہوگا جو اس کی ابتداء کرے۔ یہاں کشیدگی دور کردینے کی ہدایت ہے کسی خطرناک آدمی سے محتاط رہنا اس کے خلاف نہیں۔ تہاجر اور چیز ہے احتیاط دوسری چیز۔ ابتداء بالسلام کرنے والے کو اس لیے خیر فرمایا کہ وہ تواضع کرتا ہے اللہ کے لیے وہ ہی ہجران دور کرتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 855)

(۷۰۱) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِيْ كُلِّ اثْنَيْنِ وَخَمِيْسٍ، فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لِكُلِّ امْرِئٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا امْرَءًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ، فَيَقُوْلُ: اتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(۷۰۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث 6419، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4916، ترمذی شریف، رقم الحدیث 2023، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث 1740، مالک، رقم الحدیث 1618، مسند امام احمد، رقم الحدیث 9041، ابن حبان، رقم الحدیث 5661)

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر جمعرات اور پیر کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو معاف فرما دیتا ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس شخص کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان ناراضگی ہو تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ان دونوں کو چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ آپس میں صلح کرلیں۔ (مسلم)

(۷۰۲) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ يَئِسَ أَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"التَّحْرِيْشُ": الْإِفْسَادُ وَتَغْيِيْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعُهُمْ.

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: بے شک شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب کے مسلمان اس کی عبادت کریں۔ البتہ وہ ان کے دلوں میں فساد پیدا کرتا رہتا ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

التحریش: فساد پیدا کرنا، اور ان کے دلوں میں تبدیلی اور ان سے قطع تعلق کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب کے مسلمان اس کی عبادت کریں) یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے، ایک آدھ آدمی کا مرتد ہو جانا اس کے خلاف نہیں۔ عرب کو جزیرہ اس لیئے فرمایا کہ اسے بحر فارس وروم اور دجلہ وفرات نے گھیرا ہے، عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے، چوڑائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اور مولود شریف، عرس، فاتحہ، ختم، حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عجم کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہو سکتا۔ ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہو سکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسلیمہ کذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کرلیا مگر اس ارتداد کا بفضلہ تعالیٰ بقا نہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہو گئی جس کا اعتبار نہیں۔

---

(۷۰۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2812)

(البتہ وہ ان کے دلوں میں فساد پیدا کرتا رہتا ہے۔) یعنی عرب کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا رہے گا۔ چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جا رہے ہیں مگر اس کی حقیقت مفقود ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج ۱، حدیث نمبر:70)

(۷۰۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ، دَخَلَ النَّارَ".

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھے کہ سو جس نے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کی پھر مر گیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

ابوداؤد نے اس حدیث کو بخاری و مسلم کی اسناد کی شرط پر روایت کیا ہے۔

(۷۰۴) وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِیِّ۔ وَيُقَالُ: السَّلَمِيُّ الصَّحَابِيُّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ".

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت ابو خراش حدرد بن حدرد اور الاسلمی جنہیں سلمی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہا جاتا ہے سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے ایک سال تک اپنے بھائی سے تعلقات منقطع رکھے تو یہ اسی طرح ہے جیسے اس نے اسے قتل کر دیا۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

(۷۰۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ، وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ".

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: "اِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا فِیْ شَیْءٍ".

---

(۷۰۳) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4914)

(۷۰۴) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4915)

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اگر اس طرح تین دن گزر جائیں تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اسے سلام کہے اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو دونوں اجر میں (برابر کے) شریک ہوجائیں گے اور اگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گنہگار ہوا اور سلام کرنے والا قطع تعلقی کے جرم سے بری الذمہ ہوجائے گا۔

ابوداؤد نے اس کو اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ابوداؤد نے کہا: اگر یہ قطع تعلقی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حل لغات:

فَلْيَلْقَهٗ: تو چاہیے کہ اس سے ملاقات کرے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث مبارکہ کی شرح ابھی ماقبل اسی جلد میں، حدیث نمبر:700 میں گزری ہے، (ابوالاحمد غفرلہ)

۱۳۸۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَنَاجِي اثْنَيْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اِلَّا لِحَاجَةٍ وَّهُوَ اَنْ يَّتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَيْثُ لَا يَسْمَعُهُمَا وَفِيْ مَعْنَاهُ مَا اِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَّا يَفْهَمُهٗ

تیسرے آدمی کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر بلاضرورت دو آدمیوں کی سرگوشی کی ممانعت کا بیان، اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس طرح آہستگی سے بات کریں کہ تیسرا آدمی نہ سن سکے اور اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ ایسی زبان میں بات کریں جسے وہ نہ سمجھ سکے

آیت نمبر: 1

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ} (المجادلة:10)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "وہ مشورہ کا تو شیطان ہی کی طرف سے ہے"۔

تشریح:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان منافقین کو اس پر برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے اس طرح سرگوشیاں کیا کریں

جس سے مسلمان فکر' تشویش اور غم میں مبتلا ہوں۔ اس لئے کہ جب مسلمان منافقوں کو ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھیں گے تو یہ گمان کریں گے کہ شاید ان کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ہمارے بھائی اور رشتہ دار جو جہاد میں گئے ہوئے تھے وہ قتل ہو گئے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں اور اس وجہ سے وہ تشویش اور غم میں مبتلا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: ان کی سرگوشیوں سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ کے اذن کے بغیر شیطان کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ مخلوق کو جو بھی ضرر یا نفع پہنچتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' وہی اپنے علم کے تقاضے اور اپنی مشیت سے مخلوق کو بیماریوں اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے یا ان کو صحت' شفاء اور راحت عطا کرتا ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی قسم کا تردد اور فکر نہ کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے وہ مایوس اور نامراد نہیں ہوتا۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب تین مسلمان ہوں تو ایسا نہ کریں کہ ایک کو چھوڑ کر دو مسلمان آپس میں سرگوشی کرنا شروع کر دیں۔ اس سے تیسرا مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں۔ اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تین آدمیوں میں سے ایک آدمی پشتو یا گجراتی نہیں جانتا اور وہ آدمی آپس میں پشتو یا گجراتی میں بات کرنا شروع کر دیں تو اس سے وہ تیسرا خواہ مخواہ اس بدگمانی میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ میرے خلاف یا میرے متعلق کوئی بات کر رہے ہیں'۔

جیسا کہ آگے احادیث میں آرہا ہے۔

(۷۰۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَرَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَزَادَ: قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: فَاَرْبَعَةً؟ قَالَ: لَا يَضُرُّكَ.

وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُنَاجِيَهُ، وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَيْرِيْ، فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً، فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا: اسْتَاْخِرَا شَيْئًا، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ".

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تین آدمی (اکٹھے) ہوں تو دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے' اور انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے ابوصالح نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا: اگر آدمی چار ہوں تو؟ انہوں نے فرمایا: پھر تیرے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۷۰۶) (مسلم شریف' کتاب السلام' رقم الحدیث 2183)

اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں حضرت عبداللہ ابن دینار سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: میں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خالد بن عقبہ کے اس مکان کے پاس تھے جو بازار میں ہے۔ پس ایک آدمی آیا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سرگوشی کرنا چاہتا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ میرے سوا کوئی بھی نہ تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک اور آدمی کو بلایا یہاں تک کہ ہم چار ہوئے تو انہوں نے مجھ سے اور اس تیسرے آدمی سے جس کو انہوں نے بلایا تھا' فرمایا: تھوڑا پیچھے ہٹ جاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔

شرح:

ان جیسی احادیث میں عدد کی خصوصیت مراد نہیں ہے' لہٰذا چار آدمیوں میں سے ایک کو چھوڑ کر تین آدمی سرگوشیاں نہ کریں' اسی طرح دس آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں پشتو یا سندھی میں بات نہ شروع کر دیں۔ اس لئے جب مجلس میں بہت آدمی ہوں تو اس زبان میں بات کریں جو سب کو آتی ہو اور مجلس میں سے کسی ایک آدمی کے بھی غم اور تشویش میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنیں۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' جب منافقین مسلمانوں سے ہٹ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور جب اسلام کا غلبہ ہو گیا تو یہ حکم ساقط ہو گیا اور بعض علماء نے کہا: یہ حکم سفر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سفر کے دوران مسلمان اجنبی مقام میں ہوتے ہیں اور وہاں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جب لوگ اس کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی کر رہے ہوں تو وہ مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ کہیں وہ اس کو لوٹ کر قتل کرنے کی سازش نہ کر رہے ہوں۔

(۷۰۷) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم تین آدمی (اکٹھے) ہو تو دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں حتیٰ کہ تم لوگوں کے ساتھ مل جاؤ یہ اس لئے ہے کہ اس سے اس تیسرے شخص کو رنج پہنچتا ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

خواہ کسی مجلس میں تین مسلمان ہوں یا کسی راستہ پر جاتے ہوئے تین شخص ہمراہ ہوں یہاں ہمراہی اور مصاحبت مراد ہے

(۷۰۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2184)

لہٰذا حدیث صاف ہے۔

یعنی اگر تین ساتھیوں میں سے دو خفیہ سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو اندیشہ ہوگا کہ کوئی بات میرے خلاف طے کی جاوے گی میرے خلاف مشورہ کررہے ہیں، جب تین سے زیادہ آدمی ہوں تو باقی کسی کو یہ خطرہ نہ ہوگا کہ میرے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ممانعت وہاں ہے جہاں تیسرے کو اپنے متعلق یہ شبہ ہوسکتا ہو اگر یہ شبہ نہ ہوسکے تو بلا کراہت یہ عمل جائز ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ زہرا حاضر ہوئیں حضور نے انہیں مرحبا کہا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:795)

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔

١٣٩-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْاَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ اَوْ زَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْاَدَبِ

غلام چوپائے، بیوی اور بچے کو شرعی سبب کے بغیر، تادیب کی حد سے زیادہ مارنے کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا o} (النساء،الأية:36).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو، نیز رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتے دار پڑوسی اور وہ پڑوسی جو رشتے دار نہیں، ہم مجلس ساتھی اور مسافر اور جو تمہارے غلام ہیں، ان سب کے ساتھ بھلائی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے، فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' o

تشریح:

ماں باپ کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان:

(آیت) ''ووصينا الانسان بوالديه. حملته امه وهنا على وهن وفصاله فى عامين ان اشكر لى ولوالديك الى المصير''۔ (لقمان:١٤)

ترجمہ: ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (اور ہم نے یہ حکم دیا کہ) میرا اور

اپنے والدین کا شکرادا کرو میری طرف لوٹنا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ کون لوگ میرے اچھے سلوک کے مستحق ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں' کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں' کہا پھر فرمایا تمہارا باپ۔

(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۵۴۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۳۹' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۰۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۷۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۴۱' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۵۹۷۱' سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۲ شرح السنۃ' رقم الحدیث: ۳۴۱۶)

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اپنے شکر کے بعد ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان کے حق میں سب سے بڑی نعمت اس کا وجود اور اس کی تربیت اور پرورش ہے اور اس کے وجود کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہری سبب اس کے والدین ہیں' اسی طرح اس کی تربیت اور پرورش میں حقیقی سبب اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہری سبب اس کے والدین ہیں۔ نیز جس طرح اللہ بندے کو نعمتیں دے کر اس سے اس کا عوض نہیں چاہتا اسی طرح ماں باپ بھی اولاد کو بلاعوض نعمتیں دے دیتے ہیں' اور جس طرح اللہ بندہ کو نعمتیں دینے سے تھکتا اور اکتاتا نہیں والدین بھی اولاد کو نعمتیں دینے سے تھکتے اور اکتاتے نہیں' اور جس طرح بندے گنہ گار ہوں پھر بھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کا دروازہ بند نہیں کرتا' اسی طرح اگر اولاد نالائق ہو پھر بھی ماں باپ اس کو اپنی شفقت سے محروم نہیں کرتے' اور جس طرح اللہ اپنے بندوں کو دائمی ضرر اور عذاب سے بچانے کے لئے ہدایت فراہم کرتا ہے ماں باپ بھی اپنی اولاد کو ضرر سے بچانے کے لئے نصیحت کرتے رہتے ہیں۔

ماں باپ کے ساتھ اہم نیکیاں یہ ہیں کہ انسان ان کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے' ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے' ان کے ساتھ سختی سے بات نہ کرے' ان کے مطالبات پورے کرنے کی کوشش کرے' اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق ان پر اپنا مال خرچ کرے' ان کے ساتھ عاجزی اور تواضع کے ساتھ رہے' ان کی اطاعت کرے اور ان کو راضی رکھنے کی کوشش کرے خواہ اس کے خیال میں وہ اس پر ظلم کر رہے ہوں ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دے' ماں کے بلانے پر نفل نماز توڑ دے البتہ فرض نماز کسی کے بلانے پر نہ توڑے اگر اس کا باپ یہ کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کو طلاق دے دے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے مجھ سے کہا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا پھر

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۳۸ 'امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۹۳ 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۸۸ ' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳ '۴۲ '۲۰)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ حضرت ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے' تم چاہو تو اس کو ضائع کر دو اور تم چاہو تو اس کی حفاظت کرو' سفیان کی ایک روایت میں ماں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں باپ کا ذکر ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۰۶)

حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی لکھتے ہیں:

سب سے پہلے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا اور بیٹے کی باپ کے ساتھ نیکی یہی ہے کہ جس کو باپ ناپسند کرے اس کو بیٹا بھی ناپسند کرے اور جس سے اس کا باپ محبت کرتا ہو اس سے محبت کرے خواہ اس کو وہ ناپسند ہو' یہ اس وقت واجب ہے جب اس کا باپ مسلمان ہو' ورنہ مستحب ہے۔ (مختصر سنن ابوداؤد ج ۸ ص ۳۵)

نیز باپ کے ساتھ یہ بھی نیکی ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اور ان کو تحائف بھیجتے تھے' جب بیویوں کی سہیلیوں کا یہ درجہ ہے تو باپ کے دوستوں کا مقام اس سے زیادہ بلند ہے' نیز ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے لئے استغفار کرنا بھی ان کے ساتھ نیکی ہے' ایک شخص نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور پوچھا ماں باپ کے فوت ہونیکے بعد میں ان کے ساتھ کس طرح نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا انکی نماز جنازہ پڑھو' ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو' انہوں نے لوگوں سے جو وعدے کئے تھے ان کو پورا کرو' انکے دوستوں کی عزت کرو اور جن کے ساتھ وہ صلہ رحم کرتے تھے انکے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۹۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ ھ)

پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان:

جو پڑوسی رشتہ دار ہو اس کا ایک حق اسلام ہے اور ایک رشتہ داری کا حق ہے اور ایک پڑوسی کا حق ہے' اور جو پڑوسی اجنبی ہو اس کے ساتھ اسلام اور پڑوسی کا حق ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دوبارہ پوچھا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے ہدیہ بھیجا یا نہیں' میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرائیل مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دے گا۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۴۹' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۶۰۱۴' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۶۲۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۵۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنے دوستوں کے نزدیک اچھا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے' اور جو شخص اپنے پڑوسیوں کے نزدیک اچھا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۵۱' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۱۱۵' سنن دارمی' ج۲ص ۲۱۵)

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۰۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کے ساتھ ابتداء کروں' فرمایا جس کا دروازہ تمہارے دروازہ کے زیادہ قریب ہو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (الوسیط ج ۲ص ۵' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۶۰۲۰)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ بن حیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو تو تم اس کی عیادت کرو' اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو' اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو' اگر وہ بدحال ہو تو اس پر ستر کرو' اگر اس کو کوئی اچھائی پہنچے تو اس کو مبارک باد دو' اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرو' اپنے گھر کی عمارت اس کی عمارت سے بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا رک جائے۔

(المعجم الکبیر: ج ۱۹ص ۴۱۹)

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سالن پکائے تو اس میں شوربا زیادہ کرے۔ پھر اپنے پڑوسی کو بھی اس میں سے دے۔

(المعجم الاوسط' رقم الحدیث: ۳۶۱۵' کشف الاستار عن زوائد' رقم الحدیث: ۱۹۰۱' مسند احمد' رقم الحدیث: ۱۳۶۸)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص پیٹ بھر کر رات گذارے اور اس کو علم ہو کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہے اس کا مجھ پر ایمان نہیں ہے۔

(المعجم الکبیر' رقم الحدیث: ۷۵۱' کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث: ۱۱۹)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ نے لکھا ہے کہ جس شخص کا گھر یا دکان تمہارے گھر یا دکان سے متصل ہو وہ تمہارا پڑوسی

ہے' بعض علماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے۔(اکمال اکمال المعلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے غلاموں کے ساتھ نیکی کرو۔

غلاموں اور خادموں کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (یہ) تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کر دیا ہے۔ سو جو تم کھاتے ہو وہ ان کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو وہ ان کو پہناؤ اور ان کے ذمہ ایسا کام نہ لگاؤ جو ان پر بھاری ہو اور اگر تم ان کے ذمہ ایسا کام لگاؤ تو تم ان کی مدد کرو۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۰' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٤٣٨٩' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٥١٥٧' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٩٥٢' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٣٦٩٠)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم نبی التوبہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے اپنے غلام کو تہمت لگائی حالانکہ وہ اس تہمت سے بری تھا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر حد قائم کرے گا' سوا اس کے کہ وہ بات صحیح ہو' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٩٥٤' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ٦٨٥٨' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ١٦٦٠' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٥١٦٥)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے خادم کو دن میں کتنی بار معاف کروں' آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر بار۔(سنن ترمذی رقم الحدیث:١٩٥٦)

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے اور اس کو خدا یاد آجائے تو اس کو مارنا چھوڑ دے۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٩٥٧)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ٢٧٥ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ایک غلام کو آزاد کر دیا وہ ایک تنکے سے زمین کرید رہے تھے انہوں نے کہا اس عمل میں ایک تنکے کے برابر بھی اجر نہیں ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا یا پیٹا اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:٥١٦٨)

امام مسلم بن حجاج قشیری ٢٦١ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے غلام آزاد کیا اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کو عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا حتیٰ کہ اس کی فرج کے بدلہ میں اس کی

فرج آزاد کردے گا۔

اسلام میں غلامی کو ختم کرنے کے لئے بہت سے طریقے مقرر کیے گئے قتل خطا کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے ظہار کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے عمداً روزہ توڑنے کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے اور جس کے پاس غلام نہ ہوں تو وہ کفارہ قسم میں تین دن روزے رکھے گا' اور باقی صورتوں میں دو ماہ کے روزے رکھے گا۔

(تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۷۰۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ، لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا، اِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"خَشَاشُ الْاَرْضِ" بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِيَ: هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا۔

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا' اس نے بلی کو پکڑے رکھا حتیٰ کہ وہ مر گئی تو اسی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں داخل ہوگئی جسے اس نے اسے بند کر رکھا تھا نہ تو اسے وہ کھلاتی تھی اور نہ کچھ پلاتی تھی اور نہ ہی اس نے اسے آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

''خَشَاشُ الْاَرْضِ'': خاء معجمہ کے زبر اور شین معجمہ مکررہ کے ساتھ زمین کے کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا) یعنی اس کے لیے عذاب جہنم کا حکم ہو گیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا مگر وہ اس لیے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی بلکہ اس لیے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اسے کھانا پانی دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ

(۷۰۸) (بخاری شریف رقم الحدیث 2365)

جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے۔علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور خدا کے سواء کس سے کہے۔تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہوجاتا ہے، کبائر سے بچے یا نہ بچے، رب تعالیٰ کا یہ فرمان "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ "۔اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے بلکہ امید دلائی گئی ہے اور یہ بخشش رب تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ " لہٰذا نہ تو آیات میں تعارض ہے اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف۔بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا مگر متواتر عرصہ تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے اس کے لیے تو قرآنی آیت موجود ہے "وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا "۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر:129)

(۷۰۹) وَعَنْهُ: اَنَّهٗ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَيْرًا وَّهُمْ يَرْمُوْنَهٗ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِّنْ نَّبْلِهِمْ. فَلَمَّا رَاَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا. اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْغَرَضُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّاءِ وَهُوَ الْهَدَفُ وَالشَّيْءُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے کہ آپ قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک پرندہ باندھ رکھا تھا اور اس کو تیر مار رہے تھے اور انہوں نے پرندے کے مالک سے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ جو تیر بھی خطا جائے گا وہ اسے دے دیا جائے گا، پس جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے یہ کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی روح والی چیز کو نشانہ بنائے۔(متفق علیہ)

"اَلْغَرَضُ": غین معجمہ پر زبر اور راء کے ساتھ ہدف (نشانے) کو کہتے ہیں اور وہ شے جس کی طرف تیر پھینکا جائے۔

(۷۱۰) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَمَعْنَاهُ: تُحْبَسُ لِلْقَتْلِ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بے زبان جانوروں کو

(۷۰۹)(بخاری شریف، رقم الحدیث 5514)

(۷۱۰)(بخاری شریف، رقم الحدیث 5513)

مارنے کی غرض سے باندھنے سے منع فرمایا ہے۔(متفق علیہ) اوراس کا مطلب ہے: جسے قتل کرنے کے لیے باندھا جائے۔

حل لغات:

نَھٰی: نھاہ،ینھاہ،نھیا، بمعنی منع کرنا،ڈانٹنا۔

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1 ،حدیث نمبر 5: کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی بے مارا جائے اور نہ ان پر اپنے نشانوں کو پکا کرنے کی مشق کی جائے ہاں ان کو ادب سیکھانے کے لیے ہلکا سا مار سکتا ہے۔

کسی طاقتور جانور کو مارا جائے تو وہ زیادہ تکلیف نہیں پہنچاتی اور نہ ہی منزل مقصود تک لے جانے کے لئے کافی ہوتی ہے یونہی اس سے لگائی ہوئیں ضربیں جانور کی تربیت میں کچھ کام آسکتی ہیں اور عوام الناس کا خوف بھی اسی قسم کا ہوتا ہے البتہ عارفین اور علمائے حق کا معاملہ الگ ہے اور علماء سے میری مراد وہ علماء نہیں جو صرف نام کے علماء ہیں کیونکہ ایسے علماء تو خوف کے معاملے میں عوام الناس سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں۔ بلکہ میری مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کی معرفت اور اس کے ایام اور اس کے افعال کا علم رکھتے ہیں اور ایسے لوگ اس زمانے میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

(۷۱۱)وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ سُوَیْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ سَابِعَ سَبْعَۃٍ مِّنْ بَنِیْ مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَۃٌ لَّطَمَھَا اَصْغَرُنَا فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّعْتِقَھَا۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "سَابِعَ اِخْوَۃٍ لِّیْ"۔

حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں بنو مقرن میں ساتواں تھا۔ ایک خادم کے سوا ہمارا کوئی غلام نہ تھا۔ ہم میں سب سے چھوٹے نے اس کو طمانچہ مار دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کو آزاد کر دیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے' میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

(۷۱۲)وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ بِالسَّوْطِ

(۷۱۱)(مسلم شریف'رقم الحدیث1658)

(۷۱۲)(مسلم شریف'رقم الحدیث1659)

فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِیْ: "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ" فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ: "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ". فَقُلْتُ: لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَّدِيْ مِنْ هَيْبَتِهٖ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَقَالَ: "اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ، لَلَفَحَتْكَ النَّارُ، اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ".

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ.

حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی، اے ابومسعود! جان لو، میں غصے کی وجہ سے اس آواز کو نہ سمجھ سکا پس جب میرے قریب آئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔ اے مسعود! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جتنی قدرت تمہیں اس غلام پر حاصل ہے اس سے زیادہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے۔ میں نے کہا: اس کے بعد میں کسی غلام کو بھی نہیں ماروں گا۔ اور ایک روایت میں ہے: پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ اور ایک روایت میں ہے: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ غلام اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں آگ جلاتی، یا فرمایا: تمہیں آگ چھو لیتی۔ ان احادیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

حل لغات:

حُرٌّ: از، حرارًا، بمعنی آزاد ہونا،

تعارف راوی:

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر: 124 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی) یعنی یہ آواز کلام سنا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(کہ جتنی قدرت تمہیں اس غلام پر حاصل ہے اس سے زیادہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے) کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی، جب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا ہر طرح تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔

(میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ غلام اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے) تاکہ یہ آزادی میرے اس قصور کا کفارہ ہو جائے۔

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے توتمہیں آگ جلاتی) کیونکہ تم نے اسے بے قصور مارا یا قصور سے زیادہ مارا اور اس سے معافی چاہی نہیں لہٰذا یہ مارنا جرم ہوا اور تھا حق العبد، اس لیے خطرہ تھا۔علماء فرماتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر آزاد کردینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہوجانے پر کوئی نیکی کردینا اچھا ہے کہ یہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے:"اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ"۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 5، حدیث نمبر: 270)

(۷۱۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهٗ حَدًّا لَّمْ یَاْتِهٖ، اَوْ لَطَمَهٗ، فَاِنَّ کَفَّارَتَهٗ اَنْ یُّعْتِقَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس نے اپنے غلام کو ایسے جرم کی سزا دی جس کا اس نے ارتکاب نہیں کیا یا اسے طمانچہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔(مسلم)

(۷۱۴) وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰی اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْبَاطِ، وَقَدْ اُقِیْمُوْا فِی الشَّمْسِ، وَصُبَّ عَلٰی رُؤُوْسِهِمُ الزَّیْتُ! فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قِیْلَ: یُعَذَّبُوْنَ فِی الْخَرَاجِ -وَفِیْ رِوَایَةٍ: حُبِسُوْا فِی الْجِزْیَةِ- فَقَالَ هِشَامٌ: اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اِنَّ اللهَ یُعَذِّبُ الَّذِیْنَ یُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِی الدُّنْیَا"۔ فَدَخَلَ عَلَی الْاَمِیْرِ، فَحَدَّثَهٗ، فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوْا۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْاَنْبَاطُ" اَلْفَلَّاحُوْنَ مِنَ الْعَجَمِ۔

◀◀ حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ شام میں کچھ کاشت کاروں کے پاس سے گزرے۔جنہیں دھوپ میں کھڑا کردیا گیا تھا اور ان کے سر پر روغن زیتون انڈیلا گیا تھا۔انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا گیا: انہیں خراج کی وجہ سے سزا دی جارہی ہے' اور ایک روایت میں ہے: انہیں جزیہ کی وجہ سے قید کیا گیا ہے تو حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔پھر وہ وہاں کے امیر کے پاس گئے اور اسے حدیث سنائی تو اس کے حکم سے ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا۔(مسلم)

حل لغات:

اَلْاَنْبَاطُ: عجمی کاشت کاروں کو کہتے ہیں۔

(۷۱۳)(مسلم شریف، رقم الحدیث 1657)

(۷۱۴)(مسلم شریف، رقم الحدیث 2613)

تعارف راوی:

ہشام ابن حکیم: ابن حزام آپ قرشی اسدی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے فضلاء صحابہ سے ہیں، وعظ ونصیحت بہت فرماتے تھے، بہت حضرات نے حتیٰ کہ حضرت عمر نے آپ سے روایات لیں اپنے والد سے پہلے ۵۴ھ میں وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الھاء، فصل فی الصحابہ)

شرح:

نبط یا نبیط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لیے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں۔

حاکم نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تاکہ ٹیکس ادا کر دیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔

اب کھولتا پانی، گرم تیل ان سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالیٰ دے گا کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 431)

(۷۱۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا مَّوْسُوْمَ الْوَجْهِ، فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: "وَاللهِ لَا أَسِمُهُ إِلَّا أَقْصٰى شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ" وَأَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَكُوِيَ فِيْ جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْجَاعِرَتَانِ": نَاحِيَةُ الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ.

◀ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا: (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے) فرمایا: خدا کی قسم! میں گدھے کے اس حصے کو ہی داغوں گا جو چہرے سے بہت دور ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گدھے کو اس کی سرین کی اطراف میں داغ دیا گیا۔ سو وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سرین کے اطراف میں داغ لگایا۔ (مسلم)

"اَلْجَاعِرَتَانِ": دبر کے اردگرد چوتڑوں کو کہتے ہیں۔

(۷۱۶) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: "لَعَنَ اللهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

---

(۷۱۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2118)

(۷۱۶) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2117)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ اَیْضًا: نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِی الْوَجْہِ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِی الْوَجْہِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو داغ دینے والے پر لعنت کرے۔
(مسلم)

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر داغ دینے سے منع فرمایا ہے۔

حل لغات:

اَلْوَسْمُ: علامت، نشان، داغ، ایک درخت کا نام جس کے پتوں کو بطور خضاب استعمال کرتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اگر یہ گدھا کسی کافر یا منافق کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت۔ خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقًا حرام ہے خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے۔ چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لیے جائز ہے خصوصًا زکوۃ و جزیہ کے جانور۔ انسان کے داغ لگانا علاج کے لیے جائز ہے جیسے بعض بیماریوں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے، علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب، سعد ابن معاذ، حضرت جابر اور سعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:973)

۱۴۰- بَابُ تَحْرِیْمِ التَّعْذِیْبِ بِالنَّارِ فِیْ کُلِّ حَیَوَانٍ حَتّٰی النَّمْلَۃَ وَنَحْوِھَا

تمام جانوروں حتیٰ کہ جوؤں تک کو آگ کے ساتھ عذاب دینے کی حرمت کا بیان

(۷۱۷) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْثٍ، فَقَالَ: "اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا" لِرَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ سَمَّاھُمَا "فَاَحْرِقُوْھُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ

(۷۱۷) (بخاری شریف، رقم الحدیث 3016)

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: "اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وفُلَانًا، وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللهُ، فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک پارٹی کے ساتھ بھیجا اور فرمایا اگر تم فلاں فلاں قریش کے دو آدمیوں کا نام لے کر فرمایا کو پاؤ تو ان کو آگ کے ساتھ جلا دینا۔ پھر جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو آگ کے ساتھ جلا دینا لیکن چونکہ آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے اس لئے اگر تم انہیں پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔ (بخاری)

(۷۱۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ، فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا؟، رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا"۔ وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: "مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ؟" قُلْنَا: نَحْنُ قَالَ: "اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ"۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

قَوْلُهٗ: "قَرْيَةُ نَمْلٍ" مَعْنَاهُ: مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ۔

◀◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سفر پر تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاجت کے لئے تشریف لے گئے سو ہم نے سرخ رنگ کا ایک پرندہ دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ تو ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا پس وہ پرندہ اپنے پر پھیلاتے ہوئے آ گیا۔ سو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اس کو اس کے بچوں کے متعلق کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس کے بچے اسے لوٹا دو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک گھر دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو کس نے جلا دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے جلایا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آگ کے مالک کے سوا کسی کے لئے مناسب نہیں کہ (وہ کسی کو) آگ کے ساتھ عذاب دے۔

اس حدیث کو ابو داؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

حل لغات:

قَرْيَةُ نَمْلٍ: سے مراد وہ جگہ ہے جہاں چیونٹیاں اکٹھی رہتی ہیں۔

(۷۱۸) (ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 2675)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت کے لئے تشریف لے گئے) استنجاء کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور۔

(تو ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا) لالی کی غیر موجودگی میں اس کے بچے پکڑ لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(وہ پرندہ اپنے پر پھیلاتے ہوئے آ گیا) اس طرح کہ زمین کے قریب آ کر پر پھیلا کر گرنے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بچھی جانے لگی اسے پتہ چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں۔

(اس کے بچے اسے لوٹا دو) ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دکھ دینا منع ہے مگر مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ بلا ضرورت شکار ممنوع ہے ہاں ضرورتاً جائز، ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا ان کا ضرر دفع کرنا۔

(پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک گھر دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا) کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بچھادی جس سے وہ جگہ ہی جل گئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وقت سب کو حضور کے فیض کی ضرورت ہے، دیکھو کچھ دیر کے لیے حضور غائب ہوئے تھے کہ ان حضرات سے دو غلطیاں ہو گئیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:450)

۱۴۱-بَابُ تَحْرِیمِ مَطْلِ الْغَنِیِّ بِحَقٍّ طَلَبَهُ صَاحِبُهُ

مالدار سے اگر کوئی حق مانگے تو اس کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا} (النساء:58)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو''۔

تشریح:

امانت ادا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانته ولیتق اللہ ربه''۔ (البقرہ:۲۸۳)

ترجمہ: پس اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتبار ہو تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس کی امانت ادا

کردے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

(آیت) "یایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول و تخونوا امانتکم وانتم تعلمون"۔ (الانفال:۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم کو علم ہے۔

(آیت) "والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون"۔ (المؤمنون:۸)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔

امانت ادا کرنے کے متعلق احادیث:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو' سائل نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منصب کسی نااہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۵۹)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۵۳۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۲۶۸' سنن داری' رقم الحدیث: ۲۵۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو' یا کسی کی آبروریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقہ سے حاصل کرنا ہو (یعنی اگر ایسی بات ہو تو اس کی صاحب حق کو اطلاع دے کر خبردار کرنا چاہیے) (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۸۶۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص امانت دار نہ وہ اس کا ایمان نہیں اور جو وضو نہ کرے اس کا ایمان نہیں۔ (شعب الایمان' رقم الحدیث: ۵۲۵۴)

حضرت عبادہ بن الصامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں' جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو امانت ادا کرو' جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو' جب تم بات کرو سچ بولو' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو' اپنی نظریں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

(شعب الایمان' رقم الحدیث: ۵۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس امت میں

سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھائی جائیں گی وہ حیا اور امانت ہیں، سو تم اللہ عزوجل سے اس کا سوال کرو۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث: ۵۲۷۶)

حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا، جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں ہے وہ دین دار نہیں ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۵۲۷۹)

آیت نمبر: 2

وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: {فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ} (البقرۃ: 283)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے''۔

(۷۱۹) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

مَعْنٰی "أُتْبِعَ": أُحِيلَ۔

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مالدار کا (ادائیگی حق میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اگر مالدار سے حق کی وصولی کا حوالہ تم میں سے کسی کے سپرد کیا جائے تو اسے چاہئے کہ قبول کر لے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

"أُتْبِعَ": کا معنی ہے، حوالے کیا گیا۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(مالدار کا (ادائیگی حق میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے) یعنی جس مقروض کے پاس ادائے قرض کے لیے پیسہ ہو پھر ٹالے تو وہ ظالم ہے اسے قرض خواہ ذلیل بھی کر سکتا ہے اور جیل بھی بھجوا سکتا ہے، یہ شخص مقروض گنہگار بھی ہوگا کیونکہ ظالم گنہگار رہوتا ہی ہے۔

(اگر مالدار سے حق کی وصولی کا حوالہ تم میں سے کسی کے سپرد کیا جائے تو اسے چاہئے کہ قبول کر لے) حوالہ کے معنی ہیں نقل ذمۃ الی ذمۃ یعنی اپنا قرض دوسرے کے ذمہ ڈال دینا۔ اتبع باب افعال کا ماضی مجہول ہے یعنی تابع بنایا جائے، ملئ بمعنی

(۷۱۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث 1564)

غنی جس کی جیب مال سے بھری ہو، یہ امر استحبابی ہے یعنی اگر تمہارا مقروض تم سے کہے کہ میرا قرض فلاں سے وصول کر لینا اور وہ فلاں بھی قبول کر لے تو بہتر ہے کہ اس مقروض کا پیچھا چھوڑ دو اور اس غنی سے ہی وصول کر لو، تمہیں تو اپنے قرض سے غرض ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 4، حدیث نمبر: 509)

۱۴۲-بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدِ الْإِنْسَانِ فِيْ هِبَةٍ لَّمْ يُسَلِّمْهَا إِلَى الْمَوْهُوْبِ لَهٗ وَفِيْ هِبَةٍ وَّهَبَهَا لِوَلَدِهٖ وَسَلَّمَهَا أَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا وَ كَرَاهَةِ شِرَائِهٖ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ أَوْ أَخْرَجَهٗ عَنْ زَكٰوةٍ أَوْ كَفَّارَةٍ وَّنَحْوِهَا وَلَا بَأْسَ بِشِرَائِهٖ مِنْ شَخْصٍ اٰخَرَ قَدِ انْتَقَلَ إِلَيْهِ

ایسا ہبہ جو موہوب لہ کے سپرد نہیں کیا یا بچے کو ہبہ کیا خواہ اس کے سپرد کیا یا نہ کیا اس کو واپس لینے اور جسے صدقہ کا مال دیا یا جسے زکوٰۃ یا کفارہ کے لئے نکالا ہوا مال دیا اس سے وہ مال خریدنے کی کراہت کا بیان؛ اور اگر وہ مال کسی دوسرے آدمی کو منتقل ہو چکا ہو تو اس کا خرید لینے میں کوئی حرج نہیں

(۷۲۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "مَثَلُ الَّذِيْ يَرْجِعُ فِيْ صَدَقَتِهٖ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْءُ، ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ فَيَأْكُلُهٗ"۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہبہ کر کے اسے واپس لے لیتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اسے واپس لے لیتا (یعنی چاٹ لیتا) ہے۔ (متفق علیہ)

''اور ایک روایت میں ہے: صدقہ کر کے اسے واپس لے لینے والے کی مثال کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے اور پھر اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے اور اسے کھا لیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: اپنے ہبہ کئے ہوئے مال کی طرف لوٹنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے۔

(۷۲۱) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهٗ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهٗ، وَظَنَنْتُ أَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ؛ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ

(۷۲۰) (بخاری شریف، کتاب الھبۃ، رقم الحدیث 2589)

(۷۲۱) (بخاری شریف، رقم الحدیث 1490)

صَدَقَتِہٖ کَالْعَائِدِ فِیْ قَیْئِہٖ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

قَوْلُہٗ: "حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" مَعنَاہُ: تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَلٰی بَعْضِ الْمُجَاھِدِیْنَ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ایک شخص کو گھوڑا دیا تو جس شخص کے پاس گھوڑا تھا اس نے اسے کمزور کر دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے خرید لوں اور میرا خیال تھا کہ وہ سستا بیچ دے گا سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے نہ خریدنا' کیونکہ اپنے صدقہ کی طرف لوٹنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے۔

(متفق علیہ)

حل لغات:

حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ": کا معنیٰ ہے میں نے اسے بعض مجاہدین پر صدقہ کر دیا۔

تعارف راوی:

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 1: کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کہ میں نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ایک شخص کو گھوڑا دیا) بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے۔

(تو جس شخص کے پاس گھوڑا تھا اس نے اسے کمزور کر دیا) اس طرح کہ اس کی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور و دبلا ہو کر گویا برباد ہی ہو گیا۔

(میرا خیال تھا کہ وہ سستا بیچ دے گا) یا اس لیے گھوڑا کمزور ہو چکا ہے جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اس لیے کہ میں اس کا محسن ہوں مجھے رعایت سے دے گا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے نہ خریدنا) اس جملہ کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے دے گا اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل یوں سمجھ لو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی یہ اگر اس مہربانی کے شکریہ میں ہو تو وہ دعوت ناجائز ہے اور اگر عام دعوت تھی جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(کیونکہ اپنے صدقہ کی طرف لوٹنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے) اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ آدمی کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائے گا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائے گی اگرچہ کام بہت برا ہے، یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر: 180)

۱۴۳-بَابُ تَأْكِيدِ تَحْرِيمِ مَالِ الْيَتِيمِ

یتیم کا مال کھانے کی حرمت کی تاکید کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○} (النساء:10).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں تو وہ اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے○

آیت نمبر: 2

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ} (الأنعام:152).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہے''۔

تشریح: یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا:

اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے اور اچھے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور سورۃ نساء میں فرمایا ہے اور یتیموں کو جانچتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ (النساء:۶)

سورہ نساء کی اس آیت میں ان کی بدنی قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ اس قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان میں عقلمندی کے آثار دیکھو کیونکہ اگر جوان ہونے کے بعد یتیم کا مال اس کے حوالہ کر دیا جائے اور وہ ذہین اور عقل مند نہ ہو تو اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور شوق کو پورا کرنے میں سارا مال ضائع کر دے گا اور اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا' اس لیے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو جائے' مال اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اس عمر کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا وہ بالغ ہو جائے۔ اہل

مدینہ نے کہا' وہ بالغ بھی ہو اور اس میں سمجھ داری کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک یہ عمر پچیس سال ہے۔

یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کے متعلق بہت سخت وعید ہے:

(آیت) " ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا"۔ (النساء:۱۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں' اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے"۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابویعلی' امام طبرانی' امام ابن حبان اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے درآنحالیکہ ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

آیت نمبر:3

وَقَالَ اللهُ تَعَالیٰ: {وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ} (البقرة:220)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ: ان کا بھلا کرنا بہتر ہے' اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے''۔

تشریح:

تو ہر وہ شخص جس کی زیر کفالت کوئی یتیم تھا' اس نے اپنا اور یتیم کا کھانا الگ الگ کر لیا' بعض اوقات یتیم کا کھانا بچ جاتا اور بعد میں سڑ کر خراب ہو جاتا' نیز الگ الگ دو سالن پکانے میں مشقت اور دشواری مستزاد تھی' انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یتیم کے مال کے ضیاع اور اپنی دشواری کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر تم خیر خواہی کی نیت سے اپنا اور ان کا کھانا مشترک رکھو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اللہ چاہتا تو (یہ آسانی مہیا نہ کر کے) تم کو مشقت میں ڈال دیتا' لیکن اللہ تعالیٰ غالب ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت والا بھی ہے

(الدرالمنثور ج۱ ص ۲۵۵' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ اللہ پر دلوں کا حال روشن ہے' وہ خیر خواہ اور بدخواہ کو جانتا ہے اس کو علم ہے کہ یتیم کے مال کو

ضیاع سے بچانے کے لیے کون مشترک کھانا پکایا کرتا ہے اور یتیم کے مال سے (بطور خیانت) فائدہ اٹھانے کے لیے کون ایسا کرتا ہے، یتیم کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نقد مال اور باقی رہنے والی چیزوں کو الگ اس کے حساب میں رکھو اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں ان میں اپنا اور یتیم کا کھانا بہ قدر حساب مشترک رکھو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھ یتیم کا ولی یتیم کے مال میں تصرف کر سکتا ہے، یتیم کے مال کی خرید و فروخت اور اس میں تجارت اور مضاربت کر سکتا ہے اور اگر یتیم کا فائدہ ہو تو یتیم کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر تجارت بھی کر سکتا ہے اور مضاربت بھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے ساتھ اختلاط کی اجازت دی ہے تو ان کے مال کے ساتھ بھی اختلاط کر سکتا ہے اور ان کے نسب کے ساتھ بھی، یتیم لڑکے کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے اور یتیم لڑکی کے ساتھ اپنے بیٹے کا نکاح کر سکتا ہے اور خود بھی اس سے نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ ان تمام مالی اور جسمانی تصرفات سے یتیم کی خیر خواہی مقصود ہو اس کے مال اور نفس سے اپنے خود غرضانہ فوائد مطلوب نہ ہوں۔ (تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۷۲۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ!" قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ، وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"اَلْمُوْبِقَاتُ": اَلْمُهْلِكَاتُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سات مہلک چیزوں سے بچو! صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ سات چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہو ہاں شرعی حق کے ساتھ قتل کرنا (جائز ہے) اور سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، دشمن سے مقابلے کے وقت پیٹھ پھیرنا، اور پاکدامن اور غافل مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

"اَلْمُوْبِقَاتُ": ہلاک کرنے والی چیزیں۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

(۷۲۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث 2766)

شرح:

(کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

(جادو کرنا) یعنی جادو کرنا یا بلاضرورت جادو سیکھنا۔خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہوجاتا ہے۔ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔(از اشعۃ اللمعات)

(سود کھانا) یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔

(یتیم کا مال کھانا) یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

(دشمن سے مقابلے کے وقت پیٹھ پھیرنا) یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہوجانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

(ور پاکدامن اور غافل مومن عورتوں پر تہمت لگانا) زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحتہً،ضمناً لہٰذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک وکفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دوشرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج ۱، حدیث نمبر:50)

۱۴۴-بَابُ تَغْلِیْظِ تَحْرِیْمِ الرِّبَا

حرمت سود کی شدت کا بیان

آیت نمبر: ۱

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: {اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ

الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ} -(البقرة:-276,275)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:''وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو' یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے' اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود' تو جسے اس کے ربّ کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا' اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے' اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے ○ اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔

اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: {يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا} (البقرة: 278)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود''۔

تشریح: ربا کا لغوی معنی:

لغت میں ربا کے معنی زیادتی' بڑھوتری اور بلندی ہیں' علامہ زبیدی لکھتے ہیں علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں' ایک ربا حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربا حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لے جائے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۳' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

علامہ عینی نے ''شرح المہذب'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربا کو الف' واؤ' یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا' ربو اور ربی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

ربا کا اصطلاحی معنی:

اصلاح شرع میں ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیئۃ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)۔ ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو' مثلاً چار کلوگرام گندم کو نقد آٹھ کلوگرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربا الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے' جس کو ان شاء اللہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ ربا النسیءۃ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور

ہمارے نزدیک ربا یہ ہے کہ مال کے بدلے میں مال میں جو مال بلاعوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلاعوض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیۂ پر صادق آتی ہے اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیۂ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیءۃ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے' لکھتے ہیں: ربا النسیۂ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی' مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا' یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)'

ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ:

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے مثلاً پانچ کلوگرام گندم کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض ایک سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں' کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سونا سونے کے عوض' چاندی چاندی کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر فروخت کرو اور نقد بہ نقد اور جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہوں' اور ایک روایت میں ہے: جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا۔ دینے والا اور لینے والا دونوں برابر ہیں' اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۔۲۵۔۲۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے' سونا' چاندی' گندم' جو' چھوارے اور نمک' غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی وزیادتی کیساتھ بیع حرام نہیں ہے' کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا: سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہوگی' کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے'

امام شافعی نے فرمایا باقی چار چیزوں میں علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے' سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہوگی' امام مالک کا قول سونے اور چاندی میں امام شافعی کی طرح ہے اور باقی چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے سوانہوں نے منقی میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جاسکتا ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' اور سعید بن مسیب' امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل ہے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی وبیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے' مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد تفاضل کے ساتھ۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۔ ۲۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے۔

(علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ مختصر الخرقی مع المغنی ج ۴ ص ۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت) (اور یہی امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ۴ ص ۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو' لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔ (المغنی ج ۴ ص ۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ (اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۷۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے' کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔

علامہ ابوالحسین مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۷۷' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ:

ائمہ کرام نے احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر حتی المقدور اس امر کی سعی اور کوشش فرمائی ہے کہ سود کے لیے کوئی اصول وضع کیا جاسکے کیونکہ یہ ظاہر کہ احادیث میں جن چھ چیزوں (سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور' اور نمک) میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کو ربا فرمایا ہے' ان میں حصر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو بطور مثال ذکر کیا ہے' اسی لیے ائمہ اور مجتہدین نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان چیزوں میں کوئی امر مشترک تلاش کر کے اس کو علت ربا قرار دیا ہے جیسا کہ مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں نے نہایت کاوش کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشادات مبارکہ کو سمجھا اور سمجھایا ہے' ہم نے جب ان احادیث پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے:

"اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم. (صحیح مسلم ج۲ ص۲۵ مطبوعہ اصح المطابع' کراچی)

جب دو نوع مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہو فروخت کرو" اور جب ان میں اختلاف نہ ہو تو فرمایا: مثلاً بمثل فروخت کرو اور مثل میں مساوات کا مطلب ہے قدر میں مساوات اور قدر وزن' کیل اور عدد تینوں کو شامل ہے جس طرح ایک کلو یا ایک صاع گندم دو کلو یا دو صاع گندم کے برابر نہیں ہیں' اسی طرح ایک درجن اخروٹ اور انڈے دو درجن اور انڈوں کی مثل اور برابر نہیں ہے۔ یہ ایک بالکل بدیہی بات ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی وزناً کیلاً (ماپ کے ذریعہ) یا عدداً فروخت ہوتی ہیں خواہ وہ از قبیل ثمن ہوں یا از قبیل طعام ہوں یا عام استعمال کی چیزیں ہوں' لائق ذخیرہ ہوں یا نہ ہوں جب ان کی بیع مثلاً بمثل یعنی وزن ماپ یا عدد کے اعتبار سے برابر برابر اور یداً بید یعنی نقد کی جائے گی تو وہ جائز ہوگی اور اگر وزن' عدد یا ماپ میں زیادتی کے ساتھ یا ادھار بیع ہوگی تو ناجائز اور حرام ہوگی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حرمت ربا کی سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں سب میں مثلاً بمثل کی قید ہے اور فقہاء نے مثل کا معنی قدر کیا ہے وزن' ماپ اور عدد تینوں کو شامل ہے' یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ ایک کلو یا ایک صاع گندم تو دو کلو یا دو صاع گندم کے غیر مثل ہوں اور ایک درجن انڈے یا اخروٹ دو درجن انڈوں یا اخروٹوں کے غیر مثل نہ ہوں اس لیے مثل میں جس طرح وزنی اور ماپ والی چیزیں شامل ہیں اسی طرح عددی چیزیں بھی شامل ہیں اور اس پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) "للذکر مثل حظ الانثیین"۔ (النساء:۱۱) مرد کے لیے عورتوں کی دو مثل (دوگنا) حصہ ہے"۔ فرض کیجئے لڑکی کو ایک کلو چاندی ملتی ہے تو لڑکے کو دو کلو چاندی ملے گی' لڑکی کو ایک سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملے گی اور اگر لڑکی کو ایک ہزار روپے ملتے ہیں تو لڑکے کو دو ہزار روپے ملیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل ماپ والی' وزنی' عددی ہر قسم کی مساوی چیز کو کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک

دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴، سنن کبری ج ۵ ص ۲۷۸)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں بہ ظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربا ہے اور اگر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔ ھذا ما عندی والعلم التام عند اللہ۔

امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ایک نوع کی ماپ اور تول والی چیزوں میں سود ہے، ان کے نزدیک علت ربا ماپ اور تول اور اشتراک جنس ہے، وہ عددی چیزوں میں حرمت ربا کے قائل نہیں ہیں مثلاً وزنا بکتا ہے اس لیے ایک کلوگرام سیب کو دو کلوگرام سیب کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود ہے اور کیلے عدداً فروخت ہوتے اس لیے ایک درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے، اور یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ سیب میں زیادتی کے ساتھ بیع سود ہو اور کیلوں میں زیادتی کے ساتھ بیع سود نہ ہو۔ بعض چیزوں میں چیزوں میں عدداً اور وزناً فروخت ہونے کا عرف بدلتا رہتا ہے، مثلاً پشاور میں پہلے روٹی تول کر فروخت ہوتی تھی اور اب عدداً فروخت ہوتی ہے اور اخروٹ تول کر بھی بکتے ہیں او عدد بھی فروخت ہوتے ہیں یعنی آپ اگر عدداً اخروٹ خریدیں تو سو کے بدلے میں دو سو اخروٹ لے سکتے ہیں اور یہ سود نہیں ہے اور وزناً خریدیں تو ایک کلو کے بدلہ میں دو کلو اخروٹ نہیں لے سکتے اور یہ سود ہے، بعض شہروں میں مالٹے ایک ہی دکان پر عدداً بھی بکتے ہیں اور تول کر بھی اور یہ بڑی حیرت انگیز بات ہوگی کہ ایک ہی دکان دار سے ایک چیز کو وزناً زیادتی کے ساتھ لینا سود ہو اور عدداً لینا سود نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کوئی توجیہ ہو لیکن میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آسکی۔ رہا یہ کہ بعض احادیث میں ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع کا جواز ہے تو اولاً تو یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شارع ہیں، جس کا چاہیں استثناء فرما دیں، اس لیے یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند رہے گی۔ ثانیاً ہوسکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ جس طرح دو غیر جاندار چیزوں میں عین کے لحاظ سے مساوات ہوتی ہے اس طرح دو جاندار چیزوں میں عیناً مساوات نہیں ہوتی اور صفات میں فرق ہوتا ہے مثلاً ایک غلام عالم ہو تو وہ دس جاہل غلاموں سے قیمتی ہوگا، ایک گھوڑا اعلیٰ نسل کا ہو تو وہ ادنیٰ نسل کے دس گھوڑوں سے قیمتی ہوگا، اس وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع جائز فرمائی ہو اور آپ کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے، لہٰذا تمام کھانے پینے کی چیزوں اور سونے اور چاندی میں ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ بیع ان کے نزدیک سود ہے لیکن جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں، مثلاً تانبا، پیتل، چونا، کپڑا اور لکڑی وغیرہ ان میں امام شافعی کے نزدیک ہم جنس اشیاء کی زیادتی کے ساتھ بیع سود نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ

ایک کلو چاندی کی دوکلو چاندی کے بدلہ میں بیع سود ہوا اور ایک کلو تانبا یا پیتل کی دوکلو تانبے یا پیتل کے بدلہ میں بیع سود نہ ہو اور تانبا' پیتل' چونا کپڑے وغیرہ میں امام شافعی کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود ہے اور کھانے پینے کی عددی اشیاء مثلاً انڈے اور اخروٹ میں امام حنیفہ کے نزدیک سود نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک سود ہے۔

امام مالک کے نزدیک حرمت کی علت ثمن ہونا اور خوراک کا قابل ذخیرہ ہونا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا' پیتل' لوہا' لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا سود ہے۔

اور طعام کے علاوہ استعمال کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں: جیسے پین' پنسل' ہتھیار' میز' کرسی' اور عام فرنیچر ان میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا کسی امام کے نزدیک بھی سود نہیں ہے یعنی ایک انڈے یا ایک اخروٹ کی دو انڈوں یا دو اخروٹوں کے بدلے میں بیع کرنا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سود ہے۔ لیکن ایک پین یا ایک بندوق کی دو پین یا دو بندوقوں کے بدلہ میں بیع کرنا کسی امام کے نزدیک سود نہیں ہے اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔

ربا الفضل کی حرمت کا سبب:

ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ نے ربو الفضل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے ربا النسیئۃ کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خوری ہے یہ حکمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ فروخت کرو' مجھے خوف ہے کہیں تم سود خوری میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔

علامہ علی متقی نے یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (کنز العمال ج۴' ص ۱۱۷-۱۸۷' مطبوعہ بیروت)

ظاہر ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں کی آپس میں بیع کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب کہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں' مثلاً چاول اور گندم کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو یا سونے کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو۔ ایک جنس کی مختلف اقسام کی چیزوں کا کمی وبیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خوری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے' اس لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک جنس کی مختلف اقسام کے باہمی تبادلہ کی اگر ضرورت ہو تو یا تو برابر مبادلہ کر لیا جائے اور ان کی قیمتوں میں جو فرق ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے یا ایک چیز کا دوسری چیز سے براہ راست تبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز کو روپوں کے عوض بازار کے بھاؤ پر فروخت کرے اور دوسرے شخص سے اس کی چیز بازار کے بھاؤ پر خریدے۔

گندم کی گندم کے بدلے میں بیع کو برابر برابر نقد ہو تو جائز کیا گیا ہے اور ادھار کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

مثلاً زید آج دس کلوگرام گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں چھ ماہ بعد عمرو سے دس کلوگرام گندم لیتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ جس وقت زید گندم فروخت کر رہا ہے اس وقت گندم کی قیمت پانچ روپے فی کلو ہو اور جب عمرو اس کو اس کے بدلے میں گندم دے گا اس وقت گندم کی قیمت آٹھ روپیہ کلو ہو تو زید کو پچاس روپیہ کے بدلہ میں چھ ماہ بعد کی مدت کے عوض اسی حاصل ہو گئے اور یہی سود ہے۔

نفع اور سود میں فرق:

اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز کہا ہے اور سود کو ناجائز کہا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے' ہم دکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپے میں بہ خوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دکاندار کی محنت' ذہانت اور وقت کا خرچ ہوا ہے اور اس ایک زائد روپے کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپے پر ایک روپیہ سود لیتے ہے تو اس ایک روپیہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جا سکے اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا جائز نہیں ہے۔

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل:

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں ربا اس خاص سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ کوئی غریب شخص شادی' بیماری یا کفن دفن کی کسی نجی ضرورت میں مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے' اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے' آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے' بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعت کار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے' اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہو جاتا ہے' اس لیے اگر بینک کو وہ چودہ فی صد سود دیتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے' اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا' سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں' کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرضیکہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لیتا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دیتی ہے۔ وہ ربا غرباء پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ناجائز ہونا چاہیے اور تجارتی قرضوں

پر بینک کا سود جائز ہونا چاہیے

بینک کے سود کے جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے روپے کی قدر (value) دن بدن گرتی جا رہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ اب سے انتیس سال پہلے (۱۹۶۶ء میں) سونا' ایک سو روپیہ تولہ تھا' اصلی دیسی گھی پانچ روپیہ کلو' ڈالڈا دو روپیہ کلو' دیسی انڈا دو آنے کا' تنوری روٹی ایک آنے کی' دودھ آٹھ آنے کلو اور ڈاک کا لفافہ چھ پیسے (ڈیڑھ آنے کا) ملتا تھا اور اب (۱۹۹۵ء میں) سونا تقریباً پانچ ہزار روپیہ تولہ' دیسی گھی ایک سو تیس روپیہ کلو' ڈالڈا گھی چالیس روپیہ کلو' دیسی انڈا تین روپیہ کا' تنوری روٹی ڈیڑھ روپیہ کی' دودھ اٹھارہ روپیہ کلو اور ڈاک کا لفافہ ڈیڑھ کا ہو گیا۔ اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس سال میں روپیہ کی قدر بارہ سے لے کر پچاس گنا (پچیس سو فیصد سے لے کر پانچ ہزار فی صد تک) گر گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے انتیس سال پہلے بینک میں سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت دو چار روپیہ رہ گئی ہے اور اگر سونے کے بھاؤ سے تناسب کیا جائے تو اب تک سو روپیہ تقریباً دو روپے کا رہ گیا ہے اگر اس سو روپیہ پر سال بہ سال بینک کا سود لگتا رہتا تو اس کی ساکھ کسی حد تک بحال رہتی اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچتوں کو جمع کراتے ہیں ان کا نقصان نہ ہوتا اس لیے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات:

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے' خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو' خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "احل اللہ البیع وحرم الربوا" (البقرہ:۲۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

(آیت) "یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ". (البقرہ:۲۷۹-۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو (زمانہ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کے طرف سے اعلان جنگ سن لو!

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے اور (آیت) "لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفة"۔ (آل عمران:۱۳۰) دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ" فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا ہے اور ہر جگہ مطلقاً سود کو حرام کیا ہے اور نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں

کاروباری قرضوں پرسود لینے کا بھی عام رواج تھا۔

ابن جریر: "(آیت) "وذروا مابقی من الربوا "۔(البقرہ:۲۷۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں لوگ خرید وفروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں پر بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو الربوا کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔

رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بناء پر افراط زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے' اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بیس بائیس سال بینک میں رکھوایا ہوا ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ جائے گا اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو خوشی سے گوارا کرنا چاہیے۔ مسلمان کے نزدیک نفع اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے زکوۃ' قربانی اور حج کے لیے زر کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع ہے اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطہ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر باد کہہ دیا جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ اور رسول سے اعلان جنگ کے لیے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارہ نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ یہ ہے کہ سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے!

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور یہ وہ یہ کہ ہم نے اسلامی طریقہ مضاربت کو رواج نہیں دیا' کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا ان کا روپیہ امانت رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی' صنعتی زراعتی یا دوسرے ان جائز کاروبار میں جو بینک کے دائرہ عمل میں آ سکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہوا' سے

ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اس طرح تقسیم کردے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل:

ڈالر یورو پونڈ اور ریال وغیرہ مستحکم کرنسی ہیں اور عرف اور تعامل سے یہ مقرر اور ثابت ہے کہ ان کی قدر برقرار رہتی ہے پاکستان بھارت بنگلہ دیش اور دیگر پس ماندہ ممالک کی طرح افراط زر کی نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کی قدر میں کمی نہیں ہوتی سو جو شخص چار پانچ سال یا زائد عرصہ کے لیے بینک میں اپنا پیسہ رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالرز یا کسی اور مستحکم کرنسی میں منتقل کر کے ان بینکوں میں رقم رکھے جو غیر ملکی کرنسی میں بھی اکاؤنٹ کھولتے ہیں اسی طرح جو شخص کسی دوسرے شخص کو ملکی کرنسی میں مثلاً ایک ہزار روپے قرض دیتا ہے اور وہ شخص اس کو دس سال بعد ایک ہزار روپے واپس کرتا ہے تو دس سال بعد اس ایک ہزار روپے کی قدر ایک سو روپے رہ جائے گی اس ضرر سے بچنے کا بھی یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر میں منتقل کر کے قرض دے اور جتنے ڈالر دیے تھے اتنے ہی واپس لے لے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ملکی کرنسی میں رقم قرض دی تھی اور مثلاً دس سال بعد اس کی قدر کم ہوگئی تو وہ اب بھی دس سال پہلے کی ملکی کرنسی جتنے ڈالر کے مساوی تھی دس سال بعد اتنی ملکی کرنسی واپس لے سکتا ہے مثلاً پہلے ایک ہزار روپے جتنے ڈالر کے مساوی تھے دس سال بعد اگر اتنے ڈالر کے دس ہزار روپے بنتے ہیں تو وہ دس ہزار روپے لے سکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بہر حال ایک ہزار روپے دے کر دس ہزار روپے لے رہا ہے اور معنوی طور پر خواہ ان کی قدر برابر ہو لیکن یہ صورۃً اصل رقم سے زائد لینا ہے اور ظاہری اور صوری طور پر اس کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے نیز چونکہ یہ پہلے سے طے نہیں کیا گیا اس لیے یہ موجب نزاع بھی ہے افراط زر سے بچنے کے لیے ملکی کرنسی کو سونے چاندی سے بدل کر قرض دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ سونے چاندی میں ادھار جائز نہیں ہے۔

دار الحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: دار الحرب میں سود اسی طرح حرام ہے جس طرح دار السلام میں حرام ہے (امام احمد) امام مالک امام اوزاعی امام ابو یوسف امام شافعی اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں ربا جاری نہیں ہوگا اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان ربا نہیں ہوگا اور ان کے اموال مباح ہیں۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دار الحرب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں کا سود کھانا جائز ہے۔

(علامہ غلام رسول سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہمارے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "حرم الربوا" (البقرہ:۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس"۔ (البقرہ:۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو" نیز فرمایا: (آیت) "یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا"۔ (البقرہ:۲۷۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو" اور احادیث میں بالعموم تفاضل کی ممانعت ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا' باقی احادیث میں بھی اسی طرح تفاضل کی ممانعت ہے اور اس لیے کہ جو کام (مسلمانوں پر) دارالسلام میں حرام ہیں وہ دارالحرب میں بھی حرام ہیں جس طرح مسلمان میں سود کا لین دین حرام ہے' اور امام ابوحنیفہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مرسل ہے جس کی صحت کا ہمیں علم نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں لانفی کی بجائے نہی کے لیے ہو' یعنی مسلمان دارالحرب میں حربی سے سود نہ لیں' اور جس چیز کو قرآن مجید نے علی العموم والاطلاق حرام کر دیا ہے اور سنت مشہورہ سے بھی اس کی علی الاطلاق حرمت ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے' اس کے عموم اور اطلاق کو ایسی خبر مجہول کے سبب سے ترک کر دینا جائز نہیں ہے جو کسی کتاب صحیح میں ہے نہ مسند میں نہ کسی معتمد اور مستند کتاب میں ہے' اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ حدیث مرسل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لانفی کا نہ ہو بلکہ نہی کا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ:۱۹۷) حج میں جماع' فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔

(المغنی ج ٤ ص ٤٧ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤٠٥ھ)

دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ:

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں ہے۔ اس میں امام ابویوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے' وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ حربی جب امان لے کر دارالاسلام میں آئے تو اس سے سود لینا جائز نہیں ہے' اور ہماری دلیل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ حدیث ہے: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں ہے' اور اس لیے بھی کہ دارالحرب میں ان کا مال مباح ہے خواہ مسلمان جس طریقہ سے ان کا مال حاصل کرے وہ مال مباح ہے بشرطیکہ دھوکا نہ دے اور عہد شکنی نہ کرے' اور مستامن پر قیاس کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب وہ امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا تو اس کے مال کا لینا ممنوع ہو گیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ٦٨ 'مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

دارالحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت:

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام شافعی کی "کتاب السیر" کے حوالے سے اس حدیث کو "معرفۃ" میں ذکر کیا ہے' امام شافعی نے کہا: امام ابویوسف کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اہل حرب کے مابین ربا نہیں ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور اہل اسلام کے مابین'
امام شافعی نے فرمایا: یہ ثابت ہے نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ (نصب الرایہ ج ٤ ص ٤٤ 'مطبوعہ مجلس علمی' سورت' ہند)
علامہ ابن ہمام نے بھی اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔
(فتح القدیر ج ٦ ص ١٧٨ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

دارالحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ:

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مکحول کی روایت اول تو ثابت نہیں ہے اور برتقدیر ثبوت اس میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید نے جو ربا کو مطلقاً حرام کیا ہے وہ مال محظور میں حرام کیا ہے اور حربی کا مال مباح ہے اور اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکحول کی یہ مرسل روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دارالحرب میں روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دارالحرب میں حربی سے سود لینا مباح ہوتا۔
(فتح القدیر ج ٦ ص ١٧٨ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ "مال محظور" کی قید لگا کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کو مقید کر رہے ہیں اور جب قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مزاحم ہو سکے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ نے علی الاطلاق سود کو حرام کر دیا ہے' خواہ مسلمان سے سود لیا جائے یا کافر سے اور کافر خواہ حربی ہو یا ذمی اور دارالاسلام میں سود لیا جائے یا دارالحرب میں' قرآن مجید نے ہر قسم کے سود کو حرام کر دیا ہے اور اس عموم کو نہ مکحول کی مرسل اور غیر ثابت روایت سے مقید کیا جا سکتا ہے نہ علامہ ابن ہمام کی رائے سے۔

مکحول کی روایت کا محمل:

اگر یہ فرض کر لیا جائے تو مکحول کی یہ روایت صحیح ہے اور واقعی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا ہے: "لا ربٰو بین المسلم والحربی"۔ مسلمان اور حربی میں سود نہیں ہے" تو اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

اول: اس حدیث میں "لا" نفی کا نہیں ہے بلکہ نہیں کا ہے اور اس کا معنی ہے: مسلمان اور حربی کے مابین سود کی ممانعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ: ١٩٧) حج میں جماع' فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے" یعنی ان افعال کی ممانعت ہے۔

ثانی: اس حدیث میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ حالت جنگ قائم ہو اس کو ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے' اس لیے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

ثالث: لاربو کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ درالحرب میں

رہنے والا مسلمان اگر چہ حربی کافر سے سود لیتا ہے تو اگر چہ یہ فعل گناہ ہے لیکن قانون اور حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے یعنی مسلمان حکومت اس شخص سے باز پرس نہیں کر سکتی کہ تم نے یہ عقد فاسد کیوں کیا ہے اور سود کیوں لیا ہے اور اس مسلمان کو اس کے اس غلط کام پر سزا نہیں دے سکتی کیونکہ دارالحرب میں رہنے والا مسلمان' مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اور اس پر اسلامی ریاست کے احکام جاری نہیں ہو سکتے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(آیت) "والذین امنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا"۔

(الانفال:۷۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہیں آئے ان پر تمہاری کوئی "ولایت" نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کر لیں۔

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہوگا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں' یہ آیت دارالاسلام سے باہر کے مسلمانوں کو (دینی اخوت کے باوجود) دارالاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی رشتے سے خارج کر دیتی ہے اس عدم ولایت کے نتیجے میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے قانون والی نہیں ہو سکتے ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالحرب میں بھی سود لینا گناہ ہے اور "لاربو بین المسلم والحربی" کا مفاد یہ ہے کہ اس پر سود لینے کی دنیاوی سزا جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس کی تائید علامہ سرخسی کی ذکر کردہ ان احادیث سے ہوتی ہے:

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجران کے نصاریٰ کی طرف لکھا: جس شخص نے سود لیا' ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے' اور مجوس ہجر کی طرف لکھا: یا تو تم سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔

(المبسوط ج ۱٤ ص ۵۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر حربی تھے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی اور جب آپ نے حربی کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دارالحرب کے مسلمانوں کو سود خوری کی اجازت کب دے سکتے ہیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مکحول کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مسلمان حربی کافر سے سود لے سکتا ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ربیع الاول ۱٤۰۸ھ)

یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سود دینے میں تو اضطرار ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کو اپنی ناگزیر ضرورت میں بغیر سود کے قرض نہ ملے لیکن سود لینے میں اضطرار کا کوئی تعلق نہیں ہے' سود لینے کی وجہ صرف مال کی حرص اور جلب زر کی خواہش ہوتی ہے۔

دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت:

امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد ہے کہ چونکہ دارالحرب مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس لیے مسلمان حکام وہاں کسی مسلمان کے سود لینے پر اس سے مواخذہ نہیں کریں گے اور اس کا مالک ہوجائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے' اس کی وضاحت علامہ سرخسی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے' احکام کے حق میں نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان تلف کردے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا' دراصل احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے سے ہوتی ہے' نہ کہ دین کی وجہ سے' کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا' اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہوں تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائے گی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد نہیں رکھتا پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا: ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہوجاتا ہے۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں کوئی عقد فاسد کرے تو وہ اس سے مالک تو ہوجائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر دو حربی مسلمان ہوجائیں اور دارالحرب سے ہجرت نہ کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہوجائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان بہرحال گنہ گار ہوگا۔

کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دارالحرب ہوتا ہے اور اس وقت دارالحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسر جنگ نہیں ہیں ان سے سفارتی تعلقات قائم کیے

ہوئے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے میں آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ برطانیہ کینیڈا اور جرمنی وغیرہ ایسے ممالک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال ان پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال مسلمانوں پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

(آیت) "یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"۔ (النساء:۲۹)

ترجمہ اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال کو ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھالیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا سو مسلمانوں کے لیے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق سے مسلمانوں کو خطاب کرتا ہے لیکن اس سے قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ نیکی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "ولا تکرھوا فتیتکم علی البغآء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا۔

(النور:۳۳)

ترجمہ: اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تاکہ تم (اس بدکاری کے کاروبار کے ذریعہ) دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو۔

کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دارالکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

(آیت) "یایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول و تخونوا امنتکم وانتم تعلمون"۔

(الانفال:۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم جانتے ہو۔

کیا اس آیت سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کرلیا کریں؟

(آیت) "ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم"۔ (النحل: ۹۴)

ترجمہ: اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں؟

(آیت) "ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة"۔ (النور: ۱۹)

ترجمہ: بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں' غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں' مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی راست بازی' پارسائی' امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار کو پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جن کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دار الکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے امی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح ملے روا ہے' غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں' خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "منھم من ان تامنه بدینار لا یؤدہ الیك الا ما دمت علیه قآئما ذلك بانھم قالوا لیس علینا فی الامین سبیل ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون"۔

(آل عمران: ۷۵)

ترجمہ: اوران یہودیوں (میں سے) بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم ان کے سر پر کھڑے نہ رہو وہ تم کو واپس نہیں دیں گے' یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ امیوں (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہوگی اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں'۔

غور کیجئے جو لوگ دارالکفر میں حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان سے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قمار کی وضاحت:

جو لوگ حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی' اس وقت مکہ دارالحرب تھا' حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کر لی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں رقم لینے سے منع نہیں کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی' بغوی' علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا' بضع کا لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو' پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جس ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے' حضرت ابوبکر نے ابی کے روثاء سے اونٹ لے لیے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس وہ اونٹ لے کر آئے' آپ نے فرمایا: یہ سحت (مال حرام) ہے' اس کو صدقہ کر دو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے۔ "جامع ترمذی" میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے' حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کا عطاء خراسانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو اغرب قرار دیا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۲-۳۴۱ "مطبوعہ دار الاندلس' بیروت)

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئیں: (آیت) "الم۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ فی بضع سنین۔ (الروم: ۴-۱) الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے

اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے"۔ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پا جائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

(آیت) "ویومئذ یفرح المؤمنون، بنصر اللہ ینصر من یشآء وھو العزیز الرحیم۔ (الروم ۵-۴)

ترجمہ: جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ عزیز رحیم ہے"۔

اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیونکہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعثت پر ایمان رکھتے تھے جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا' الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا: تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں' اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی' مشرکین نے کہا: بضع سنین" تین سالوں سے لے کر نو سال تک ہے' تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو' پھر انہوں نے یہ مدت چھ سال طے کی' پھر چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے' پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انہوں نے "بضع سنین" کو چھ سال کیوں قرار دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو "بضع سنین" فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں)

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے (جامع ترمذی ص' ۲٦۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے' اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں' بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ سے پہلے لگائی گئی تھی اور قمار کی حرمت سورۃ مائدہ میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا' بلکہ فرمایا: یہ مال حرام ہے' اس کو صدقہ کر دو (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہیے تو برائت کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)

دار الحرب' دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات:

شمس الائمہ سرخسی دار الحرب کی تعریف بیان کرتے ہیں ہوئے لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں' ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو' دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو' اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس مالک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسر جنگ ہوں' اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا' وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا۔ ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی اس سے اسی دارالحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ مالک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں' تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں' پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں' مسلمانوں کی جان' مال اور عزت محفوظ ہیں بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکا' برطانیہ' ہالینڈ' جرمنی اور افریقی ممالک' یہ ملک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہا ہے لیکن یہ حکماً دارالاسلام ہیں حقیقۃً دارالکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دارالکفر پر مجازاً دارالحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ مالک اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دارالاسلام کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شک کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ:۲۷۵)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اور سود کھانے سے' سو جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ:۲۷۵)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے

دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اور سود کھانے سے' جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود کھاتے ہیں: وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (معجم کبیر ج ۱۸ ص: ٦ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سود خوروں کی یہ علامت بنا دے گا' اور قیامت کے مجمع عظیم میں جو شخص پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس کھڑا ہو گا اسے دیکھ کر قیامت کے دن سب پہچان لیں گے کہ یہ شخص دنیا میں سود خور تھا۔

مس کا اصل معنی چھونا ہے' بعض اوقات اس کا استعمال کسی برائی اور مصیبت پہنچنے کے لیے بھی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے' حضرت ایوب (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت) "انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب"۔۔ (ص:٤١)

ترجمہ: شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

نیک بندوں پر تو شیطان کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ وہ ان کو کسی اذیت اور آزمائش میں مبتلا کر دے' لیکن عام لوگ جن کی رگوں میں شیطان سیال خون کی طرح دوڑتا ہے' ان میں سے جو فاسق و فاجر ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کی عقل اور دماغ پر بھی شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے' اور وہ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑتے ہیں' اور منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے' پریشان حال' پراگندہ بال جدھر سینگھ سمائے خاک اڑاتے پھرتے ہیں۔ ان کو یہ سزا اس لیے دی جائے گی کہ دنیا میں سود خور اپنا مال بڑھانے کی حرص میں اس طرح دیوانہ ہو چکا تھا کہ اس کو نہ خوف خدا تھا نہ کسی ضرورت مند اور مصیبت زدہ پر اس کو ترس آتا تھا اور سود خوری کی محبت میں وہ بالکل مجنون ہو چکا تھا' اس لیے قیامت کے دن اس کو پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھایا جائے گا۔ اہل عرب پاگل شخص کو مجنون کہتے ہیں یعنی یہ آسیب زدہ شخص ہے یا اس پر جن بھوت کا سایہ ہے یا جن کے چھونے کی وجہ سے یہ پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہا ہے اور مخبوط الحواس اٹھے گا' عرب کے اسی اسلوب اور محاورہ کے مطابق قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے' کہ قیامت کے دن سود خور پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھے گا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی آدمی پر جن چڑھ جاتا ہے پھر اس کے جسم پر جن کا تصرف ہوتا ہے' جن اس کی زبان سے باتیں کرتا ہے اور مافوق الفطرت کام کرتا ہے قرآن مجید اس مفہوم کی تائید اور تصدیق نہیں کر رہا جیسا کہ علامہ آلوسی نے سمجھا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی کسی جسم میں ایک متعفن روح داخل ہو جاتی ہے جس کی اس جسم کی روح کے ساتھ مناسبت ہو' پھر اس شخص پر مکمل جنون طاری ہو جاتا ہے اور بعض اوقات یہ بخاری (متعفن روح) انسان کے حواس پر غالب ہو کر اس کو معطل کر دیتا ہے پھر یہ خبیث روح اس کے جسم پر مستقل تصرف کرتی ہے' اس کی زبان سے کلام کرتی ہے اور اس کے اعضاء میں تصرف کرتی ہے اور جس شخص کے جسم میں یہ روح تصرف کرتی ہے اسے اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا' اور یہ چیز محسوس اور مشاہدہ میں ہے' اس کا صرف

وہی شخص انکار کرے گا جو مشاہدات کا منکر ہوگا۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے اس کے باوجود وہ انسان ہیں اور انسانی فروگزاشت سے خالی نہیں ہیں یہ جو کچھ انہیں نے لکھا ہے تحقیق کے خلاف لکھا ہے اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم پر کسی اور روح کو تصرف کرنے کا اختیار نہیں دیتا اللہ تعالیٰ نے انسان کو احکام شریعہ کا مکلف کیا ہے یہ چیز اس قاعدہ کے خلاف ہے نیز اگر ایسا ہو تو ایک آدمی کو قتل کر دے گا اور بعد میں کہہ دے گا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا مجھے اس کا پتا نہیں مجھ پر اس وقت کسی جن کا اثر تھا یہ قتل اسی نے کیا ہے اسی طرح ہر شخص کوئی بھی قانون شکنی کر کے عدالت سے یہ کہہ کر بری ہو سکتا ہے کہ اس قانون شکنی کے وقت میں کسی خبیث جن کے زیر اثر تھا اور یوں دنیا فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن جائے گی اور امن اور سکون غارت ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵)

ربا اور بیع کا فرق:

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سود خوروں کو قیامت کے دن مجنون اور مخبوط الحواس شخص کی طرح اس سے لیے اٹھایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع سود ہی کی مثل ہے بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہتے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے لیکن انہوں نے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع کہ سود ہی کی مثل ہے بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے لیکن انہوں نے سود کے جائز اور حلال ہونے میں مبالغہ کیا اور جواز اور حلت میں سود کو اصل اور مشبہ بہ قرار دیا ان کا یہ قیاس فاسد تھا اللہ تعالیٰ نے صریح عبارت سے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

سود خوروں کا یہ کہنا کہ سود بیع کی طرح ہے بداہتہ باطل ہے سود اور بیع کے فرق کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) بیع میں تاجر دس روپے کی چیز کو مثلاً بارہ روپے کی بیچتا ہے اور دس روپے کی چیز پر دو روپے زائد لیتا ہے اور سود میں سود خور ایک ماہ کے لیے مثلاً دس روپے قرض دیتا ہے اور اس کے عوض بارہ روپے وصول کرتا ہے اور اس سے اصل رقم پر وہ روپے زائد وصول کرتا ہے کیونکہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ تاجر دس روپے کی چیز کو منڈی سے تھوک فروشوں سے تھوک کے حساب سے زیادہ مقدار میں خریدتا ہے وہاں سے کسی گاڑی میں وہ سامان لاد کر لاتا ہے پھر وہ چیز بارہ روپے میں فروخت کرتا ہے اس پورے عمل میں اس دو روپے کے نفع پر تاجر کا وقت اس کی محنت اور اس کی ذہانت صرف ہوئی ہے اس لیے خریدار اس نفع کو تاجر کا جائز حق سمجھتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنا وقت اور کرایہ خرچ کر کے منڈی جائے تب بھی اس کو تھوک فروشوں سے تھوک کے بھاؤ پر یہ چیز نہیں ملے گی اس کے برعکس سود خور دس روپے پر ایک ماہ بعد جو دو روپے زائد لے رہا ہے

اس کے لیے اس کی وقت، محنت اور ذہانت میں سے کوئی چیز خرچ نہیں ہوئی۔

(۲) تاجر جب اپنا روپیہ تجارت میں لگاتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں امکان ہیں، اس کے برعکس سود خور جو اپنے روپے پر سود وصول کر رہا ہے اس کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(۳) تجارت میں مبیع اور قیمت کے تبادلہ کے بعد بیع مکمل ہو جاتی ہے لیکن سود میں اصل رقم واپس کرنے کے بعد اس پر سود در سود کا سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہتا ہے۔

ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان:

شراب کی طرح سود کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہ تدریج حرام کیا ہے، سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں سود کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) "وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولیئک ھم المضعفون"۔ (الروم:۳۹)

ترجمہ: اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو وہ مال لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا ہی رہے، تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور جو تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال (بکثرت) بڑھانے والے ہیں۔

اس آیت میں صراحۃ سود کو حرام نہیں فرمایا: صرف اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے:

سود کے متعلق یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باقی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں دوسری آیت یہ ہے، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: "یہود کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی ایسی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلی ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہ کثرت روکتے تھے، نیز فرمایا:

(آیت) واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل"۔ (النساء:۱۶۱)

اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو سودی کا کاروبار سے صراحۃ منع نہیں فرمایا صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہود پر عتاب کی وجہ ان کا سودی کاروبار تھا پھر یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت) "یایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ (آل عمران: ۱۳۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔

اس آیت میں بھی مطلقا سود سے منع نہیں فرمایا بلکہ سود در سود سے منع فرمایا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت

میں مطلقاً سود کو حرام فرمادیا:

(آیت)"۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔ (البقرہ:۲۷۵)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کردیا۔

نیز فرمایا:

(آیت)"۔ یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین" (البقرہ:۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔

ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں:

اسلام نے حرکت اور عمل کی تعلیم دی ہے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک' ہمسایوں سے ہمدردی' فقراء اور مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کے ساتھ شفقت اور ایثار کی تلقین کی ہے' اسلام کسی ایسے کسب کی اجازت نہیں دیتا جس میں انسان کی کوشش اور جدوجہد کا دخل نہ ہو وہ صدقہ کرنے اور قرض حسن دینے کی ترغیب دیتا ہے اور ضرورت مندوں کے استحاصل سے منع کرتا ہے' اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جو عداوت' بغض' مناقشہ اور نزاع کا موجب ہے' اور کینہ' حسد' حرص اور طمع کی بیخ کنی کرتا ہے اور مال کو صرف جائز اور مشروع طریقہ سے لینے کی اجازت دیتا ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو' اور چند ہاتھوں میں دولت کے مرتکز ہوجانے کو ناپسند کرتا ہے ان اصولوں کی روشنی میں ربا کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے ربا کے حرام ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) سودخوری کی وجہ سے انسان بغیر کی عمل کے پیسہ کمانے کا عادی ہوجاتا ہے کیونکہ سود کے ذریعہ تجارت یا صنعت وحرفت میں کوئی جدوجہد کیے بغیر پیسہ حاصل ہوجاتا ہے۔

(۲) سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے اور شریعت نے بغیر حق شرعی کے مال لینے کو ناجائز قرار دیا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے استحاصل سے منع کیا ہے۔

(۳) سودخوری کی وجہ سے مفلسوں اور ناداروں کے دلوں میں امراء اور سرمایہ داروں کے خلاف کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(٤) سودخوری کی وجہ سے صلہ کرنے' صدقہ وخیرات کرنے اور قرض حسن دینے ایسے مکارم اخلاق مٹ جاتے ہیں پھر انسان ضرورت مند غریب کی مدد کرنے کے بجائے اس کو سود پر قرض دینے کو ترجیح دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی پس وہ (سود سے) باز آگیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہوگیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرہ:۲۷۵)

سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ:

یعنی جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا' اور وہ سودی خوری سے رک گیا تو سود کی تحریم سے پہلے وہ جو کچھ لے چکا ہے وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا' اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اس کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ اگر اللہ چاہیے تو اس کو آئندہ سودخوری سے محفوظ رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ایسا نہیں کرے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدق نیت سے سودخوری چھوڑ دے گا اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا' یا اللہ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے دوبارہ سود لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں اس سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کے حرام ہونے کے بعد دوبارہ سود لے وہ دوزخ میں دائما رہنے کا مستحق ہے' یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا نہ دے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ وعید مشیت کے ساتھ مقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کی جزا اس کو دے گا' جس مومن نے سود لیا' اس کا ایمان بھی تو ایک نیکی ہے' اگر اس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا گیا تو اس کے ایمان کی اس کو جزا نہیں ملے گی اس لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ دوزخ میں سزا دینے کے بعد اسے جنت میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ اپنی برائی اور نیکی دونوں کی جزا پالے' اس لیے یہ آیت مشیت کے ساتھ مقید ہے' یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دوزخ میں دائما رکھے گا' لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہیے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے: جس نے نیکی کی اس کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی۔

(آیت) "فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره"۔ (الزلزال: ۷)

ترجمہ: سو جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا"۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ زیادہ عرصہ دوزخ سے سزا دینے کو اللہ تعالیٰ نے مجاز ادوام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

(تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَةٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْهُوْرَةٌ. مِّنْهَا حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ السَّابِقُ فِی الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اس موضوع کے بارے میں بکثرت مشہور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جو گزشتہ باب میں گزر چکی ہے۔

(۷۲۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ

(۷۲۳) (مسلم شریف' رقم الحدیث 1597)

الرِّبٰوا وَمُؤْکِلَهٗ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ،

زَادَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهٗ: وَشَاهِدَیْهِ وَکَاتِبَهٗ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے دونوں پر لعنت بھیجی۔ (مسلم)

ترمذی نے اس پر اضافہ کیا ہے اور سود پر گواہی دینے والے اور اس کو لکھنے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی۔

حل لغات:

لَعَنَ: از ،لعناً، بمعنی لعنت کرنا، رسوا کرنا، خیر سے دور کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر:38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مقابل اسی باب کے شروع میں ربا کے متعلق کافی بیان ہو چکا ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

۱۴۵۔بَابُ تَحْرِیْمِ الرِّیَاءِ

ریا کاری کی حرمت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝} (البینة: 5).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے'' ۝

تشریح: اخلاص کی اہمیت:

فرمایا: اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ ماخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، ملت حنیفہ پر قائم رہتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے۔

یعنی ان کفار کو تورات اور انجیل میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کو واحد مانیں اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے:

(الذاریات:٥٦) اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

للہ الدین الخالص (الزمر:٣) اللہ ہی کے لئے دین خالص ہے۔

(الزمر:۱۱) آپ کہیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلصا کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کروں۔

"حنفاء" کا معنی:

اس آیت میں "حنفاء" فرمایا ہے "حنفاء" کا معنی ہے: مائل ہوتے ہوئے، یعنی تمام ادیان اور مذاہب سے انحراف کرتے ہوئے دین اسلام کی طرف مائل ہوتے ہوئے، حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: یعنی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر سعید بن جبیر نے کہا: حنیف کا معنی ہے جو شخص ختنہ کرے اور حج کرے، اہل لغت نے کہا: جو شخص اسلام کی طرف مائل ہو۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے "حنفائ" کی تفسیر میں کہا: مجاہد نے کہا: "حنفائ" کا معنی ہے: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی اتباع کرتے ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

(النحل:۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کریں، اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

گویا اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ تم لوگوں کے مزاج میں تقلید کرنے کا عنصر ہے، سو اگر تم نے تقلید کرنی ہے تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی کرو، جن کے متعلق تمام اہل مذاہب کا اجماع ہے کہ وہ ان کے اصحاب نیک اور پاکیزہ تھے، قرآن مجید میں ہے:

(الممتحنہ:۴) تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ تھا۔

سو اگر تمہیں کسی کی پیروی کرنے کا شوق ہے تو حضرت ابراہیم کی پیروی کرو، جنہوں نے تمام بتوں سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، بتوں سے بیزاری کی پاداش میں انہیں آگ میں ڈالا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوئے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی یہ تسبیح سنی "سبوح قدوس" تو وہ ان کو بہت اچھی لگی اور اس کو دوبارہ سننے کے لئے انہوں نے اپنا تمام مال اللہ کی اہ میں دے دیا، خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا میں اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنے مال کو خرچ کر دیا، سو تم اگر عبادت کرنا چاہتے ہو تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی طرح عبادت کرو، اور اگر تم پوری طرح حضرت ابراہیم کی پیروی نہیں کر سکتے تو ان کے فرزند حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی پیروی کرو، جنہوں نے کم سنی میں اللہ کی رضا اور اپنے والد کے حکم کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دیا اور اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دی اور تم اس مرد کامل کی اتباع بھی نہ کر سکو تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ کی اتباع کرو، انہوں نے کس طرح اپنے غم اور غصہ کے گھونٹ پیئے، اپنے بچہ کی ولادت کی مشقت اور تکلیف برداشت کی، پھر جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ ان کو مکہ کی بے آب و گیاہ زمین میں اکیلا چھوڑ کر جانے لگے اور اشارہ سے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں تو وہ اس پر رضائی ہو گئیں اور اس مصیبت پر صبر کر لیا، غرض حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ان کے فرزند حضرت اسماعیل (علیہ السلام) اور ان کی اہلیہ حضرت ہاجر سب کے

سب تسلیم ورضا کے پیکر تھے اوران سب کی زندگیوں میں ہمارے عمل کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اخلاص اور عبادت کا معنیٰ:

اس آیت میں "مخلصین" کا لفظ ہے، اس کا مصدر "اخلاص" ہے اس کا معنی یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرے، اس کا باعث اس فعل کی نیکی ہو اور جو فرض یا واجب ادا کرے، اس کا باعث اس فعل کی فرضیت یا وجوب ہو، وہ محض اپنے رب کی رضا کے لئے اس فعل کو کرے، نہ وہ فعل کسی کو دکھانا مقصود ہو نہ کسی کو سنانا مقصود ہو، اصل مقصود بالذات اللہ عزوجل کی رضا ہو، جنت کا حصول بھی بالتبع مطلوب ہو اور دوزخ سے نجات بھی بالتبع مطلوب ہو۔ تورات میں لکھا ہوا ہے، جس فعل سے میری رضا کا ارادہ کیا گیا وہ فعل کم بھی ہو تو اللہ کے نزدیک بہت ہے اور جس فعل سے میری رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا وہ فعل اگر بہت بھی ہو تو میرے نزدیک کم ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے والد کی خوشی کے لئے کوئی عبادت کرے یا اپنی اولاد کی خوشی کے لئے کوئی عبادت کرے تو اس میں اخلاص نہیں ہے، اس طرح اگر اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کوئی عبادت کرے تو اس میں اخلاص کہاں سے ہوگا۔

بعض مفسرین نے "مخلصین" کی تفسیر میں کہا: وہ عبدات کا اقرار کرتے ہوئے نیک کام کریں اور بعض مفسرین نے کہا وہ اپنے دلوں سے بادت میں اللہ کی رضا کا ارادہ کریں، زجاج نے کہا: وہ صرف اللہ وحدہ، کی عبادت کریں، کسی اور کو اس میں شریک نہ کریں اور اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

(التوبہ:۲۱) اوران کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں۔

عبادت کا معنی تذلل ہے اور اصطلاح شروع میں اس کا معنی ہے: اللہ کے لئے انتہائی تعظیم اور اپنی انتہائی عاجزی اور تذلل سے کی ہوئی اطاعت، جس سے اللہ کے کسی حکم پر عمل ہو، بچہ کی نماز کو عبادت نہیں کہتے کیونکہ وہ اللہ کی عظمت کو نہیں جانتا، اس لئے اس کے فعل میں انتہائی تعظیم ہوگی، اسی طرح یہودی کی نماز بھی عبادت نہیں ہوگی کیونکہ اس میں انتہائی تعظیم تو ہے لیکن اس کی نماز اللہ کا حکم نہیں ہے، کیونکہ اسلام کے علاوہ باقی تمام شرائع منسوخ ہو چکی ہیں، اسی طرح جو لوگ جلدی جلدی نماز پڑھتے ہیں اور پوری طرح رکوع اور سجود نہیں کرتے، ان کی نماز بھی عبادت نہیں ہے کیونکہ ان کی نماز میں نہ انتہائی تعظیم ہے اور نہ اس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

وضو میں نیت کی فرضیت کی دلیل اور اس کا جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

اخلاص کا معنی ہے: نیت خلاصہ اور ہر عبادت میں نیت خلاصہ ضروری ہے یعنی وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کی جائے اور چونکہ تمام لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ عبادت کریں، اس لئے ہر عبادت میں نیت کرنا ضروری

ہو، اس لئے امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ وضو کرنا بھی عبادت ہے، اس لئے وضو میں نیت کرنا فرض ہے۔

(تفسیر کبیر ج۱۱ ص ۲٤۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱٤۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عبادات میں نیت واجب ہے کیونکہ اخلاص قلب کا عمل ہے، اس سے صرف اللہ کی رضا کا ارادہ کیا جاتا ہے اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۲۷ دار الفکر بیروت ۱٤۱۵ھ)

علاہم ابو بکر احمد بن علی رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں عبادت میں الخصا کا حکم دیا گیا ہے، یعنی عبادات میں اللہ کے غیر کو شریک نہ کیا جائے کیونکہ اخلاص شرک کی ضد ہے اور اس کا نیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ نیت کے ہونے میں، اس لئے نیت کو واجب کرنے میں اخلاص سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو شخص ایمان لے آیا، اس نے اپنی عبادت میں اخلاص کرلیا اور شرک کی نفی کر دی۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ٤٧٤، سہیل اکیڈمی، لاہور)

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

نیت طہارت کی شرائط میں سے ہے، بغیر نیت کے وضو صحیح ہے نہ تیمم اور غسل، امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ پانی سے طہارت کے حصول میں نیت شرط نہیں ہے، نیت صرف تیمم میں شرط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(المائدہ:٦) جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤں۔

اس آیت میں وضو کی شرائط کا ذکر کیا ہے اور نیت کا ذکر کیا، اگر نیت وضو کی شرط ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ذکر فرماتا کیونکہ امر کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کا امر کیا گیا ہے، اس پر عمل کرنے سے مامور بہ حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا چہرہ اور ہاتھوں اور پیروں کو دھونے اور سر کا مسح کرنے سے وضو حاصل ہوجاتا ہے، نیز یہ پانی سے طہارت کو حاصل کرنا ہے اور اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہے، جس طرح نجاست کو پانی سے زائل کرنے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے، (علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں) ہماری دلیل یہ ہے: حدیث میں ہے: اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے۔ (صحیح البخاری:۱) لہٰذا بغیر نیت کے وضو صحیح نہیں ہوگا۔ (المغنی مع الشرح الکبیر ج۱ ص 119-120 ملخصاً، دار الفکر، بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اعمال کی فضیلت کا مدار نیت پر ہے کیونکہ بہت سارے اعمال بغیر نیت کے بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہوتے ہیں، مثلاً کسی چیز کو خریدنا، بیچنا، واپس کرنا، کسی چیز کو کرائے پر دینا، کسی کو ملازم رکھنا، نکاح کرنا، طلاق دینا، منگنی کرنا، ایلاء کرنا، ظہار کرنا، بیوی بچوں کو خرچ دینا اور اس طرح کے بہت اعمال بغیر نیت کے بھی صحیح ہیں، لہٰذا وضو کرنا بھی بغیر نیت کے صحیح ہے، البتہ فضیلت اسی میں ہے کہ

وضو کرنے سے پہلے اس میں طہارت کی نیت کی جائے۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ} (البقرۃ:264)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے''۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝} (النساء:142)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا'' ۝

(۷۲۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ"۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں تمام شریکوں کی نسبت شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں کسی غیر کو میرا شریک ٹھہرائے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

(۷۲۵) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَاُتِیَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُ۔ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ: جَرِیْءٌ! فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا۔ قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ، وَقَرَاْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِیُقَالَ: عَالِمٌ! وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا۔ قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ۔ قَالَ:

(۷۲۴) (مسلم شریف رقم الحدیث 2985)

(۷۲۵) (مسلم شریف رقم الحدیث 1905)

كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: جَوَادٌ! فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"جَرِيْئٌ" بِفَتْحِ الْجِيمِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَالْمَدِّ: أَيْ شُجَاعٌ حَاذِقٌ.

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جو دنیا میں شہید ہوگیا تھا۔ اسے لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ نعمتیں یاد دلائے گا جو اس نے اسے عطا کی تھیں اور وہ انہیں پہچان لے گا (تو اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا: ان نعمتوں کے بدلے تو نے دنیا میں کیا اعمال کئے؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید ہوگیا۔ (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے اس لئے جنگ کی تاکہ تجھے بہادر کہا جائے سو تجھے بہادر کہا گیا پھر حکم خداوندی کے مطابق اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک وہ شخص جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن حکیم پڑھا کرتا تھا۔ اسے بلایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں پہچان لے گا۔ (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا: ان نعمتوں کے بدلے تو نے دنیا میں کیا اعمال کئے؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور تیری رضا کے لئے میں قرآن پڑھتا تھا۔ (اللہ تعالیٰ ارشاد) فرمائے گا: تو جھوٹ کہتا ہے تو نے تو اس لئے علم حاصل کیا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں سو یہ کہا جاچکا ہے۔ پھر حکم خداوندی سے اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا' اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے خوشحال رکھا تھا اور اس کو مختلف قسم کے اموال عطا فرمائے تھے۔ اسے لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ ان کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا اعمال کئے تھے؟ وہ عرض کرے گا: میں نے ہر اس راستے میں تیرے نام پر خرچ کیا جس میں اے پروردگار! تو پسند فرماتا تھا کہ خرچ کیا جائے تو (اللہ تعالیٰ ارشاد) فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے تو یہ محض اس لئے کیا تھا تاکہ لوگ تجھے سخی کہیں سو وہ تو کہا گیا۔ پھر اللہ کے حکم سے اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا' حتیٰ کہ اس کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

حل لغات:

جَرِیْئٌ: جیم پر زبر راء پر زیر اور مد کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت بہادر' ماہر۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8: کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(جو دنیا میں شہید ہوگیا تھا) یہ اوّلیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا۔ لہٰذا

یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا۔ عبادات میں نماز کا، معاملات میں قتل کا، ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔ شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

(تو اللہ تعالیٰ اسے وہ نعمتیں یاد دلائے گا) یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی۔ معلوم ہوا کہ نیکیاں رب کے انعام کا شکریہ بھی ہیں۔

(اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے اس لئے جنگ کی تا کہ تجھے بہادر کہا جائے) یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہوگیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کردی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کے لئے۔ معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا۔ یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔ صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہان میں واہ واہ ہورہی ہے۔ خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کے لئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے۔ جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کے لئے چاہئے۔

(حکم خداوندی کے مطابق اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا) یعنی نہایت ذلت کے ساتھ، مرے ہوئے کتے کی طرح ٹانگ سے گھسیٹ کر کنارۂ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا۔ جہنم کی گہرائی آسمان وزمین کے فاصلہ سے کروڑوں گناہ زیادہ ہے اللہ کی پناہ۔

) تو جھوٹ کہتا ہے تو نے تو اس لئے علم حاصل کیا تا کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو یہ کہا جاچکا ہے (تیری یہ ساری محنت خدمت دین کے لئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہوگئے، ہم سے کیا چاہتا ہے، اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے، بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کے لئے۔

(پھر حکم خداوندی سے اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا') معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔

اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں: ایک یہ کہ یہاں ریا کار شہید اور عالم ہی کا ذکر ہوا اس لیئے کہ انہوں نے بہترین عمل کیئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہوگئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا، ریا کے حج وزکوۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریا کار وہ ہیں جو ریا ہی کے لئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں، بعض وہ ہیں کہ ریا کے لئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں معمولی، بعض وہ ہیں جو خلوت وجلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں، یہاں پہلی قسم کا ریا کار مراد ہے، دوسری دو قسم کے ریا کار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے فضل دوسری چیز ہے، رب فرماتا ہے: "فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ" لہٰذا یہ حدیث معافی کی آیات واحادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے فضل کرے تو بخشے جانویں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مؤمن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں، اللہ اسے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا، ذلت و رسوائی صرف کافروں کے لیئے ہوگی جیسا کہ آیت قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے عمل کیے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا۔ مکھیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر:203)

(۷۲۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَاسًا قَالُوا لَهُ: إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سَلَاطِينِنَا فَنَقُولُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے ان سے کہا: ہم جب اپنے بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہیں تو وہاں ہم ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں کے خلاف ہوتی ہیں جو ہم ان کے دربار سے باہر آکر کرتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہم اس چیز کو نفاق سمجھا کرتے تھے۔ (بخاری)

(۷۲۷) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللهُ بِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

"سَمَّعَ" بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ، وَمَعْنَاهُ: أَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَاءً. "سَمَّعَ اللهُ بِهِ" أَيْ: فَضَحَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَمَعْنَى: "مَنْ رَاءَى" أَيْ: مَنْ أَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ. "رَاءَى اللهُ بِهِ" أَيْ: أَظْهَرَ سَرِيرَتَهُ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ.

حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حصول شہرت کے لئے کوئی کام کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دے گا اور جس نے دکھلاوا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا پردہ فاش کر دے گا۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کو مسلم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

حل لغات:

سَمَّعَ: میم کی شد کے ساتھ اس کا معنی ہے: جو آدمی اپنے عمل لوگوں کے سامنے ظاہر کرے۔

(۷۲۶) (بخاری شریف، کتاب الاحکام رقم الحدیث 7178)

(۷۲۷) (بخاری شریف، کتاب الرقاق رقم الحدیث 6499)

سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ: کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن رسوا کرے گا۔

اور مَنْ رَائَی: کا مطلب ہے جولوگوں کے سامنے نیک عمل کا اظہار کرے تاکہ وہ ان کے نزدیک بڑا بنے۔

رَائَی اللّٰہُ بِہٖ: کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے سامنے اس کی سرین کو ظاہر کرے گا۔

تعارف راوی:

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 392: کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے دوسرے دن کا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا نام ونمود ہے جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

(۱۷۲۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ۔ عَزَّ وَجَلَّ۔ لَا یَتَعَلَّمُہٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِہٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْیَا، لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" یَعْنِیْ: رِیْحَهَا.

رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَّالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَّشْهُوْرَۃٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حصول دنیا کی غرض سے ایسا علم حاصل کیا جس کے ساتھ خدا کی رضا حاصل کی جاتی ہے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔ یعنی جنت کی ہوا۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا' اور احادث اس باب سے متعلق بہت زیادہ مشہور ہیں۔

حل لغات:

عرضًا: العرض، بمعنی پیش کرنا، دکھلانا، روگردانی کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کی شرح جلد سوم حدیث نمبر 499 میں ہو چکی ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

(۱۷۲۸) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 3664)

۱۴۶۔بَابُ مَا یُتَوَهَّمُ اَنَّهُ رِیَآءٌ وَّلَیْسَ هُوَ رِیَآءً

جس کے بارے میں خیال ہو کہ وہ ریاء ہے حالانکہ وہ ریاء نہ ہو، اس کا بیان

(۴۲۹) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ الَّذِیْ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ، وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ؟ قَالَ: "تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اس آدمی کے متعلق ارشاد فرمایئے جو نیک اعمال کرے اور اس عمل پر لوگ اس کی تعریف کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مومن کو اس دنیا میں جلدی ملنے والی خوشخبری ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

عَاجِلُ: عجل، عجلاً و عجلةً. بمعنی جلدی کرنا،

تعارف راوی:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 409 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اس عمل پر لوگ اس کی تعریف کریں) آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لیے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں، لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کر دیتا ہے۔ اشارۃً اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے سوال یہ ہے کہ یا رسول اللہ کیا یہ بھی ریا ہے۔

(فرمایا: یہ مومن کو اس دنیا میں جلدی ملنے والی خوشخبری ہے) یعنی یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام کے چھپے ہوئے عمل اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور نے احادیث میں ایسے شائع کیے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں یہ بشارت ربانی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ" غرضکہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دکھلاوے شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر: 158)

---

(۴۲۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2642)

۲۸۷۔ بَابُ تَحْرِیْمِ النَّظْرِ اِلَی الْمَرْاَۃِ الْاَجْنَبِیَّۃِ وَالْاَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَیْرِ حَاجَۃٍ شَرْعِیَّۃٍ

اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش لڑکے کی طرف ضرورت شرعی کے بغیر دیکھنے کی حرمت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ} (النور:30)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ۝} (بنی اسرائیل:36)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے'' ۝

تشریح: کان، آنکھ اور دل سے سوال کیے جانے کی توجیہ:

نیز اس آیت میں یہ فرمایا ہے: اور کان اور آنکھ اور دل ان سب سے متعلق (روز قیامت) سوال کیا جائے گا۔
اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اعضا سے سوال کیا جائے گا، اور سوال کرنا اس سے صحیح ہے جو صاحب عقل ہو اور ظاہر ہے یہ اعضا صاحب عقل نہیں ہیں، لہٰذا ان اعضا سے سوال کرنا بہ ظاہر درست نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اعضا سے مراد ہے ان اعضا والوں سے سوال کیا جائے گا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

وسئل القریۃ: (یوسف:۸۲) بستی سے پوچھو۔

اور اس سے مراد ہے بستی والوں سے پوچھو۔ اسی طرح کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا، اس سے مراد ہے کان، آنکھ اور دل والوں سے سوال کیا جائے گا۔ کیا تم نے اس چیز کو سنا ہے جس کا سننا جائز نہیں تھا، کیا تم نے اس چیز کو دیکھا جس کا دیکھنا جائز نہیں تھا، کیا تم نے اس چیز کا عزم کیا جس کا عزم جائز نہیں تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کان، آنکھ اور دل والوں سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تم کو کان، آنکھیں اور دل دیئے گئے تھے تم نے ان اعضا کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کیا یا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں، اسی طرح باقی اعضا کے متعلق سوال کیا جائے گا، کیونکہ حواس روح کے آلات ہیں اور روح ان پر امیر ہے اور روح ہی ان اعضا کو استعمال کرتی ہے اگر روح ان اعضا کو نیک کاموں میں استعمال کرے گی تو وہ ثواب کی مستحق ہوگی اور اگر روح ان کو برے کاموں میں استعمال کرے گی تو عذاب کی مستحق ہوگی۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعضا میں حیات پیدا فرمادے گا پھر یہ اعضا انسان کے خلاف گواہی دیں گے، قرآن مجید میں ہے:

یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون۔ (النور:۲۴) جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔ (یسین:۶۵)
ہم آج کے دن ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

حتی اذا ما جاء وھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون۔ (حم السجدہ:۲۰)
حتیٰ کہ جب وہ دوزخ تک پہنچ جائیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کان، آنکھوں اور دلوں میں تعلق پیدا کر دے گا اور پھر ان سے سوال کیے جانے پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ٥} (المؤمن: 19)۔
اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے"٥

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ ٥} (الفجر: 14)۔
اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں"٥

(۷۳۰) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "کُتِبَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ نَصِیْبُہٗ مِنَ الزِّنَا مُدْرِکٌ ذٰلِکَ لَا مَحَالَۃَ: اَلْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاھُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاہُ الْکَلَامُ وَالْیَدُ زِنَاھَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاھَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ یَھْوٰی وَیَتَمَنّٰی وَیُصَدِّقُ ذٰلِکَ الْفَرْجُ اَوْ یُکَذِّبُہٗ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ھٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَرِوَایَۃُ الْبُخَارِیِّ مُخْتَصَرَۃٌ۔

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی پر اس کے حصے کا زنا لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ضرور پائے گا۔ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا (بے حیائی کی بات) سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے، دل خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرمگاہ یا تو اس کی تصدیق کرتی ہے یا اس کو جھٹلا دیتی ہے۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں اور بخاری کی روایت اس سے مختصر ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۷۳۰) (بخاری شریف، رقم الحدیث 6243)

شرح:

یہاں آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہوجانے والے بچے، خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصًا یحییٰ وعیسیٰ علیہم السلام علیحدہ ہیں، جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عمومًا انسان زنا یا مقدماتِ زنا میں پھنستے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے۔ خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اس خاص موقعہ پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَہَمَّ بِہَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْہَانَ رَبِّہٖ" یعنی وہ بھی مائل ہوجاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے) غیر عورتوں پر شہوت سے۔ خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمدًا دیکھنے پر پکڑ ہے، یہاں دوسری نظر مراد ہے۔

(زبان کا زنا بات کرنا ہے) اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے، اسے شوق سے سنا لذت کے لیے کان کا زنا ہے، بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے۔

(دونوں کانوں کا زنا (بے حیائی کی بات) سننا ہے) کان لگا کر توجہ سے اسی لیے یہاں "استماع" باب "افتعال" سے فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے۔ ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے، زانی بوقتِ زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لیے سنگسار کیا جاتا ہے، صرف خصی نہیں کیا جاتا۔

(شرمگاہ یا تو اس کی تصدیق کرتی ہے یا اس کو جھٹلا دیتی ہے) لہٰذا انسان کو چاہیے کہ مقدماتِ زنا سے بھی بچے، سینما، مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشرواشاعت کا انجام دیکھا جارہا ہے۔ مرقات میں ہے کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا اُدھر کنکر پھینکنا اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، حدیث نمبر:84)

(۷۳۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ!" قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، مَا لَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِیْہَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہُ" قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "غَضُّ الْبَصَرِ، وَکَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّ

(۷۳۱)(مسلم شریف، رقم الحدیث 2121)

السَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لئے راستوں پر بیٹھے بغیر چارہ نہیں کیونکہ ہم وہاں بیٹھ کر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم بہر صورت بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو پھر راستے کو اس کا حق ادا کرو' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا: نگاہیں نیچی رکھنا' تکلیف دہ چیز کو دور کرنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا' اور برائی سے روکنا۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 22 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو: نگاہیں نیچی رکھو تا کہ اجنبی عورتوں پر نہ پڑیں، راستہ سے کانٹا اینٹ پتھر الگ کر دیا کرو تا کہ کسی راہ گیر کو نہ چبھے نہ ٹھوکر لگے، جو راستہ گزرنے والا تمہیں سلام کرتا ہوا گزرے اس کا جواب دو، اگر تم راستہ میں کسی کو کوئی برا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو، اس کی عوض اسے اچھے کام کرنے کا مشورہ دو اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ سبحان اللہ! کیمیا پیتل، تانبہ کو سونا کر دیتی ہے، حضور کی تعلیم گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ شعر

تیرے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا ثواب ہو گئے سارے عقاب کیا کہنا

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 477)

(۷۳۲) وَعَنْ اَبِي طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا بِالْاَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيهَا فَجَآءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا. فَقَالَ: "مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ؟ اجْتَنِبُوا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ" فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَا بَاْسٍ، قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ: "اِمَّا لَا فَاَدُّوا حَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْكَلَامِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلصُّعُدَاتُ" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ: اَيِ الطُّرُقَاتُ.

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم گھروں کے سامنے کھلی جگہ پر

(۷۳۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث 2161)

بیٹھے آپس میں بات چیت کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے پس فرمایا: تم راستوں پر کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے عرض کیا: یہاں کسی مضر کام کے لئے نہیں بیٹھے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں تا کہ ایک دوسرے سے بات چیت اور گفتگو کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہاں بیٹھنا ترک نہیں کرتے تو پھر راستوں کا ان کا حق ادا کرو اور راستوں کا حق یہ ہے: نگاہیں نیچی رکھنا' سلام کا جواب دینا' اور عمدہ کلام کرنا۔ (مسلم)

"اَلصُّعُدَاتُ" صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے راستے۔

(۷۳۳) وَعَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفَجْأَةِ فَقَالَ: "اِصْرِفْ بَصَرَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دانستہ اچانک کسی (غیر محرم پر) نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی نگاہ پھیر لو۔ (مسلم)

(۷۳۴) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "احْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى! لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!؟".
رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

◀ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھیں کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم آ گئے۔ یہ اس کے بعد کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں پردے کا حکم دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں؟ وہ نہ ہمیں دیکھ سکتا ہے' اور نہ ہمیں پہچان سکتا ہے' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اسے نہیں دیکھ سکتیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۷۳۵) وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

---

(۷۳۳) (مسلم شریف' رقم الحدیث 2159)

(۷۳۴) (ابوداؤد شریف' رقم الحدیث 4112)

(۷۳۵) (مسلم شریف' رقم الحدیث 338)

◀◀ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی دوسرے آدمی کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ ایک عورت دوسری عورت کی شرمگاہ دیکھے اور نہ دو آدمی (برہنہ) ایک کپڑے میں اکٹھے ہوں اور نہ دو عورتیں (ننگی) ایک کپڑے میں اکٹھی ہوں۔ (مسلم)

حل لغات:

عَوْرَۃٌ: شرم گاہ۔

تعارف راوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 22 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء مطلقًا چھپانا واجب ہیں کہ نہ مرد مرد کے یہ اعضاء دیکھے نہ عورت عورت کے لیکن عورت مرد اجنبی کے لیے سر سے پاؤں تک لائق پردہ ہے اور نماز کے لیے عورت سر سے پاؤں تک جسم ڈھکے سوائے چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بے داڑھی مونچھ کا امرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے۔ (اشعہ) ضرورتًا شریعت کے احکام جداگانہ ہیں کہ بچہ جنتے وقت دایہ ستر دیکھتی ہے، یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو ننگا کرنا پڑتا ہے۔ محرم مرد اپنی محرمہ عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سر دیکھ سکتا ہے، خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں، اس سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں، ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں، سونگھ سکتے ہیں یوں ہی جوان لڑکا، لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتا ہے دیکھنے و چھونے کے مکمل احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب اللمس والنظر میں دیکھیے۔

(اور نہ دو آدمی (برہنہ) ایک کپڑے میں اکٹھے ہوں اور نہ دو عورتیں (ننگی) ایک کپڑے میں اکٹھی ہوں۔) یعنی مرد مرد کے ساتھ یوں ہی عورت عورت کے ساتھ ننگے نہ لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہٰذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں، یوں ہی دو ننگی عورتیں سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 21)

۱۴۸- بَابُ تَحْرِیْمِ الْخَلْوَۃِ بِالْاَجْنَبِیَّۃِ

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی کی حرمت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللہُ تَعَالٰی: {وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ} (الاحزاب: 53)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو''۔

تشریح:

اس آیت میں جس چیز کے مانگنے کا ذکر فرمایا' اس سے مراد عام برتنے کی چزیں ہیں جن کو لوگ عاریۃً مانگتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فتویٰ یعنی دینی مسائل کا پوچھنا ہے' ایک اور قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد دین اور دنیا کی وہ تمام چیزیں ہیں جن کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۷۳۶) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ!" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ!". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"اَلْحَمْوُ": قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَاَخِيْهِ، وَابْنِ اَخِيْهِ، وَابْنِ عَمِّهٖ.

◀◀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم عورتوں کے پاس (تنہائی میں) جانے سے بچو! تو انصار کے ایک فرد نے عرض کی: دیور کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا: دیور موت ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

''اَلْحَمْوُ'': خاوند کا قریبی جیسے بھائی' بھتیجا' کزن (چچازاد)۔

تعارف راوی:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ہذا میں، حدیث نمبر 628 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہ ہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عادتاً بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ غیر محرم سے مذاق دل لگی کسی قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھاوج اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:23)

---

(۷۳۶) (بخاری شریف، رقم الحدیث 5232)

(۷۳۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَخْلُوَنَّ اَحَدُکُمْ بِامْرَاَۃٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی محرم کی معیت کے بغیر کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ (متفق علیہ)

(۷۳۸) وَعَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "حُرْمَۃُ نِسَآءِ الْمُجَاہِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ کَحُرْمَۃِ اُمَّہَاتِہِمْ، مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِیْنَ یَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاہِدِیْنَ فِیْ اَہْلِہٖ، فَیَخُوْنُہٗ فِیْہِمْ اِلَّا وُقِفَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، فَیَاْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِہٖ مَا شَاءَ حَتّٰی یَرْضٰی" ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا ظَنُّکُمْ؟". رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنگ سے پیچھے رہ جانے والوں پر مجاہدین کی عورتیں اسی طرح حرام ہیں جیسے ان پر ان کی مائیں حرام ہیں، اگر پیچھے رہ جانے والوں میں سے کوئی شخص کسی مجاہد کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی ذمہ داری سنبھالتا ہے، اور پھر وہ اس کے اہل خانہ میں اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے گا لے لے گا حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

حُرْمَۃُ: عزت، ابرو، تقدیس،

تعارف راوی:

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 186 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(مجاہدین کی عورتیں اسی طرح حرام ہیں جیسے ان پر ان کی مائیں حرام ہیں) حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت وحرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگرچہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت تر گناہ اور بے حیائی ہے ایسے ہی اگرچہ اور دوسری عورتیں بھی اس

(۷۳۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث 5233)

(۷۳۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث 1897)

مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام، اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ اسے بدنظری سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا، وبال کا، قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے یا جیسے ماں کی عزت و حرمت اولاد پر اشد ضروری ہے ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت واحترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں، ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کریں ان کا کام کاج کریں۔

(کوئی شخص کسی مجاہد کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی ذمہ داری سنبھالتا ہے) اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران ومنتظم بنایا گیا ہو یا وہ تو اچانک میدان جہاد میں چلا گیا ہو، اس کے بال بچوں نے اسے اپنا سرپرست مان لیا ہو، یہ کلمہ دونوں معنیٰ میں شامل ہے۔ گھر والوں سے مراد بیوی، بچے، لونڈی اور بوڑھے ماں باپ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

(پھر وہ اس کے اہل خانہ میں اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے) یہاں خیانت سے عزت، عصمت، مال، زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے اس کی سزا وہی ہے جو آئندہ مذکور ہے۔

(اور اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے گا لے لے گا) اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے، روزے، نمازیں، حج، زکوۃ وغیرہ گویا یہ خیانت نیکیاں چھن جانے کا سبب ہے۔

(پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔) یعنی خود خیال کرلو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہرگز نہیں۔ نیکی چھین لینے کے یہ معنے ہیں کہ اس خائن کو نیکی کا ثواب نہ ملے بلکہ جو اسے ثواب و درجہ ملتا وہ اس غازی کو دے دیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ سوچو کہ رب تعالیٰ کے ہاں مجاہد کی کیا عزت وحرمت ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:694)

۱۴۹۔بَابُ تَحْرِیْمِ تَشَبُّہِ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَتَشَبُّہِ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ فِیْ لِبَاسٍ وَّحَرَکَۃٍ وَّغَیْرِ ذٰلِکَ

لباس اور حرکات وغیرہ میں مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

(۷۳۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّہِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ،

(۷۳۹)(بخاری شریف، رقم الحدیث 6834)

وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

◄◄ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی شکل اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی شکل اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی۔ اور ایک روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی۔ (بخاری)

حل لغات:

اَلْمُخَنَّثِیْن: ایسا مرد جو عورتوں جیسا لباس پہنے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مخنث بنا ہے خنث سے بمعنی نرمی یا پیچیدگی۔ مخنث وہ لوگ جو ہوں تو مرد مگر ان کی آواز وضع قطع عورتوں کی سی ہو۔ مخنث دو قسم کے ہیں: ایک پیدائشی، دوسرے بناوٹی یہاں بناوٹی مخنثوں کا ذکر ہے انہیں پر لعنت ہے کہ پیدائشی مخنث تو مجبور ہے۔ معلوم ہوا کہ مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا، عورتوں کی طرح بولنا، ان کی حرکات وسکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے، اس پر لعنت کی گئی بلکہ ڈاڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا، ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے، عورتوں کی طرح تالیاں بجانا، مٹکنا، کولہے ہلانا سب حرام ہے اسی وجہ سے۔

یعنی عورتوں کا مردوں کی سی شکل بنانا، ان کا لباس پہننا، ان کی طرح بے پردہ پھرنا حرام ہے لہٰذا عورتیں بادشاہ یا حاکم نہ بنیں کہ یہ کام مردوں کے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 271)

(۶۴۰) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبِسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

◄◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہے۔

اس حدیث کو ابو داؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

---

(۶۴۰) (ابو داؤد شریف، کتاب اللباس، رقم الحدیث 4098)

(۱۷۴۱) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا".

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَى "كَاسِيَاتٌ" أَيْ: مِنْ نِعْمَةِ اللهِ "عَارِيَاتٌ" مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيْلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا، وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ إِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَنَحْوِهِ. وَقِيْلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَقِيْقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا. وَمَعْنَى "مَائِلَاتٌ"، قِيْلَ: عَنْ طَاعَةِ اللهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ "مُمِيْلَاتٌ" أَيْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ. وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِيْلَاتٌ لِأَكْتَافِهِنَّ، وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ: وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا، وَ"مُمِيْلَاتٌ" يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ.

"رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ" أَيْ: يُكَبِّرْنَهَا وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ أَوْ عِصَابَةٍ أَوْ نَحْوِهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا' ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے اور دوسری وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کندھے ہلا ہلا کر چلیں گی ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی گردن کی مانند ہوں گے وہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی ہوا تک پائیں گی حالانکہ جنت کی ہوا اتنے اتنے فاصلے تک محسوس ہوگی۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح اور حل لغات:

كَاسِيَاتٌ: کا معنی ہے اللہ کی نعمت سے' (کا لباس پہنے ہوئے)

عَارِيَاتٌ: یعنی وہ شکر (خداوندی کے لباس) سے محروم ہوں گی اور اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے

(۱۷۴۱) (مسلم شریف' رقم الحدیث 2128' مسند امام احمد رقم الحدیث 8650' ابن حبان' رقم الحدیث 7461' مستدرک حاکم' رقم الحدیث 8344' مسند ابو یعلیٰ' رقم الحدیث 6690' طبرانی کبیر' رقم الحدیث 8000)

جسم کا بعض حصہ تو ڈھانپ کر رکھا ہوگا جبکہ کچھ حصہ انہوں نے اظہار حسن و جمال کے لئے عریاں رکھا ہوا ہوگا اور اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے: وہ باریک کپڑے پہنیں گی جن سے ان کے بدن کا رنگ ظاہر ہوگا''۔

مَائِلَاتٌ: کے معنی کے بارے کہا گیا: اللہ کی اطاعت سے اور جس چیز کی حفاظت کا انہیں حکم ملا اسے نہیں مانیں گی۔

مُمِیْلَاتٌ: کا مطلب ہے: دوسرے لوگوں کو اپنی برائیاں بتانے والیاں اور کہا گیا کہ مُمِیْلَاتٌ: کا مطلب ہے: مٹک مٹک کر چلنے والیاں' اس طرح بالوں کو سنوارنے والیاں کہ کشش و جاذبیت پیدا ہو اور یہ زانیہ عورتوں کا انداز ہے' اور مُمیلات: اپنے علاوہ دوسری عورتوں کو بھی اسی طرح سنوارنے سنگھارنے والیاں۔

رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ: عمامہ یا کوئی پٹی وغیرہ اس طرح باندھنا کہ اپنے سروں کو بڑا بنائیں۔

۱۵۰-بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ

شیطان اور کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کا بیان

(۷۴۲) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَأْكُلُوْا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَأْكُلُ وَيَشْرِبُ بِالشِّمَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بائیں ہاتھ سے نہ کھایا کرو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ (مسلم)

(۷۴۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ تو کھائے اور نہ پئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۷۴۲) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۵۱۴۸ ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۳۷۷۶) (ترمذی شریف' رقم الحدیث ۱۷۹۹) (نسائی شریف' رقم الحدیث ۵۳۴۲) (ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث ۳۲۶۶) (مؤطا امام مالک' رقم الحدیث ۱۶۳۳) (دارمی' رقم الحدیث ۲۰۳۰) (مسند امام احمد' رقم الحدیث ۴۵۳۷) (ابن حبان' رقم الحدیث ۵۲۲۶) (بیہقی' رقم الحدیث ۱۴۳۸۶) (مسند ابویعلی' رقم الحدیث ۲۰۷) (طبرانی کبیر' رقم الحدیث ۶۲۳۵)

(۷۴۳) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۵۱۴۹)

شرح:

دودھ یا پانی یا کوئی اور چیز ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن تھامے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے اور داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مستحب سنت، بعض اماموں کے ہاں امر وجوب کے لیے ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا کہ میں اس ہاتھ سے کھا نہیں سکتا، فرمایا اب نہ کھا سکے گا چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہ اٹھ سکا رواہ مسلم عن سلمہ ابن اکوع۔ (مرقات) طبرانی نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو اسے بددعا فرمائی وہ طاعون سے مری۔ (مرقاۃ) اگر یہ حکم وجوبی نہ ہوتا تو آپ اتنی سختی کیوں فرماتے مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعات زجر وتنبیہ کے لیے ہوئے کبھی مکروہ عمل پر بھی تنبیہ کردی جاتی ہے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 14)

(۷۴۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

اَلْمُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْیَةِ وَالرَّاْسِ الْاَبْیَضِ بِصُفْرَةٍ اَوْ حُمْرَةٍ؛ وَاَمَّا السَّوَادُ فَمَنْهِیٌّ عَنْهُ كَمَا سَنَذْكُرُهٗ فِی الْبَابِ بَعْدَهٗ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک یہودی اور نصرانی خضاب نہیں لگاتے پس تم ان کی مخالفت کرو۔ (متفق علیہ)

اور اس سے مراد یہ ہے کہ ڈاڑھی اور سر کے سفید بالوں پر زرد یا سرخ رنگ کا خضاب لگایا جائے سیاہ خضاب منع ہے جیسے کہ ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حل لغات:

یَصْبغُوْنَ: رنگتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۷۴۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۳۹۴) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۲۷۵) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۲۰۳) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۰۶۹) (ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۳۶۲۱) (مسند امام احمد، رقم الحدیث ۷۲۷۲) (ابن حبان، رقم الحدیث ۵۴۷۰) (بیہقی، رقم الحدیث ۱۴۵۸۸) (مسند ابو یعلی، رقم الحدیث ۵۹۵۷)

شرح:

حق یہ ہے کہ سیاہ خضاب مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔ حضرت عثمان غنی و امام حسن و حسین نے سیاہ خضاب لگایا ہے مگر زینت کے لیے نہیں بلکہ غزوات میں کفار پر رعب طاری کرنے کے لیے کہ وہ لوگ آپ کو بوڑھا نہ سمجھ سکیں اور آپ پر دلیر نہ ہوجائیں، اب بھی بحالت جہاد غازی کو سیاہ خضاب درست ہے۔ (مرقات) حضور انور نے داڑھی شریف میں کبھی خضاب نہ کیا، حضور کے بال خضاب کی حد تک سفید نہ ہوئے صرف چند بال شریف سفید تھے، چند بار سر شریف میں مہندی لگائی تھی دردِ سر کی وجہ سے۔ (مرقات) حضرت ابوبکر صدیق نے مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا ہے مگر وسمہ اتنا ہوتا تھا جس سے سیاہ رنگت نہ ہوتی تھی بلکہ پختہ سرخ رنگ ہوتا تھا، اسی طرح اور صحابہ سے بھی خضاب منقول ہے۔ (اشعہ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 267)

۱۵۱۔ بَابُ نَهْيِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ

عورت اور مرد کے لیے بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت کا بیان

(۷۴۵) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اُتِيَ بِاَبِي قُحَافَةَ وَالِدِ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَاْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "غَيِّرُوْا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد تھے' کو لایا گیا تو ان کا سر اور داڑھی سفیدی میں سفید رنگ کی ثغامہ نامی بوٹی کی طرح تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان کی داڑھی اور سر کا رنگ بدل دو،ہاں سیاہ رنگ سے بچنا۔ (مسلم)

حل لغات:

اَلثَّغَامَةِ: ایسی بوٹی جس کا پھل اور پھول دونوں سفید ہوں۔

تعارف راوی:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۷۴۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۹۲) (ابوداؤد شریف ۴۲۰۴) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۰۷۶) (ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۶۲۴) (مسند امام احمد، رقم الحدیث ۱۴۴۴۲) (ابن حبان، رقم الحدیث ۵۴۷۱) (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۰۶۹) (بیہقی، رقم الحدیث ۱۴۵۹۹) (مسند ابویعلی، رقم الحدیث ۱۸۱۹) (طبرانی کبیر، رقم الحدیث ۸۳۲۴)

شرح:

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بہترین وہ چیز جس سے تم بڑھاپے کی علامت بدلو مہندی اور وسمہ ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات نے سیاہ خضاب جائز کہا، وہ کہتے ہیں کہ مہندی اور وسمہ مل کر سیاہ رنگ دیتے ہیں اور ان کے ملا کر لگانے کی اجازت دی گئی ہے مگر یہ دلیل بہت ہی ضعیف ہے کیونکہ سیاہ خضاب کی صراحۃً ممانعت کی گئی جیسے کہ اتقوا السواد وغیرہ مگر سیاہ خضاب کی صراحۃً اجازت کہیں نہیں دی گئی ان جیسی احادیث سے سیاہ خضاب کی اجازت نہیں نکلتی اولاً تو یہاں مہندی وسمہ ملانے کی اجازت ہے ہی نہیں، حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بہترین رنگ سفیدی بدلنے کے لیے مہندی اور وسمہ ہے کہ کبھی مہندی سے رنگ کرے کبھی وسمہ سے، مہندی کا رنگ سرخ ہوتا ہے وسمہ کا رنگ سبز جیسے کہا جاتا ہے کلمہ اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے ایسے ہی یہ ہے اور اگر ملانا ہی مراد ہو تب بھی خیال رہے کہ اگر وسمہ مہندی کے ساتھ آدھوں آدھ یا زیادہ ملایا جاوے تب سیاہ رنگ دیتا ہے اور اگر کم ملایا جاوے تو پختہ سرخ کرتا ہے سیاہ نہیں کرتا سرخ مائل بہ سبزی رنگ ہوجاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے، سیاہ خضاب کی سخت ممانعت احادیث میں وارد ہے، یہ حدیث ان احادیث سے متعارض نہیں اگر یہاں سیاہ رنگ مراد ہو تو احادیث میں تعارض ہوگا۔ (مرقات واشعہ ولمعات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:294)

۱۵۲۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُوْنَ بَعْضٍ وَّاِبَاحَةِ حَلْقِهِ كُلِّهِ لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْاَةِ

سر کا کچھ حصہ مونڈ دینا اور کچھ رہنے دینے کی ممانعت کا بیان اور مرد کے لئے سارا سر مونڈنا مباح ہے عورت کے لئے نہیں

(۷۴۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کا کچھ حصہ چھوڑ کر باقی حصے کو مونڈنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

(۷۴۷) وَعَنْهُ، قَالَ: رَاٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ

(۷۴۶) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۴۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۵۷۶) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۱۹۵) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۲۲۸) (مسند امام احمد، رقم الحدیث ۴۹۷۳)

رَأْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ: "احْلِقُوْهُ كُلَّهٗ، اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ"۔
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کے کچھ بال مونڈ دیئے گئے تھے اور باقی چھوڑ دیئے گئے تھے تو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: یا تو سارا سر مونڈ دو اور یا رہنے دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

خیال رہے کہ کل سر منڈانا جائز ہے مگر بہتر نہیں سواء احرام سے کھلنے کے وقت کہ وہاں سر منڈانا بہتر ہے باقی حالات میں منڈانا بہتر نہیں کہ سواء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی نے سر نہ منڈایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ (مرقات) حضرت علی کے سر منڈانے کی حکمت شروع کتاب (یعنی مراۃ المناجیح کتاب الطہارۃ) میں عرض کی گئی۔ اس زمانہ میں تو سر منڈانا بہت ہی برا ہے کہ وہابیوں کی علامت ہے، حضور نے وہابیوں کے متعلق ارشاد فرمایا سیماھم التحلیق ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگریزی بال رکھنا یا قلمیں بنوانا سب ممنوع ہے کہ اس میں قزع ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 270)

(۷۴۸) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ: "لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ" ثُمَّ قَالَ: "اُدْعُوْا لِيْ بَنِيْ اَخِيْ" فَجِيْءَ بِنَا كَاَنَّنَا اَفْرُخٌ فَقَالَ: "اُدْعُوْا اِلَيَّ الْحَلَّاقَ" فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُؤُوْسَنَا۔
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر کی اولاد کو تین دن مہلت دی پھر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا پھر فرمایا: میرے بھتیجوں کو بلاؤ، سو ہمیں بلایا گیا تو ہم غم کی وجہ سے گویا پرندوں کے چوزوں کی مانند تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حجام کو میرے پاس بلاؤ تو آپ نے حجام کو حکم دیا تو اس نے ہمارے سروں کو مونڈ دیا۔
اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

---

(۷۴۷) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۱۹۵)

(۷۴۸) (ابوداؤد شریف، کتاب الترجل رقم الحدیث ۴۱۹۲)

حل لغات:

لَاتَبْکُوْا: بکی، یبکی، بکیًا، و بکاءً، بمعنی رونا،

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 74 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حضرت جعفر بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر بھی حضرت جعفر جناب علی مرتضی کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد کیونکہ جعفر ابن ابی طالب ہیں، حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یہاں اسی کا ذکر ہے۔

(پھر ان کے پاس تشریف لائے) تعزیت کے لیے بیٹھنے اور عزیز و اقرباء کے تسلی دینے کے لیے آنے کی مہلت تین دن تک دی جیسے آج کل میت والے تین دن تک چٹائی ڈالتے ہیں یہ سنت سے ثابت ہے اس کا یہاں ذکر ہے، بعض لوگ ان دنوں میں میت کے لیے فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں یہ بھی بہت اچھا ہے۔

(اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا) یہاں رونے سے مراد آنکھ کے آنسو نہیں بلکہ تعزیت کے لیے بیٹھنا اور چہرے سے غم کے آثار کا ظاہر ہونا ہے۔ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سواء خاوند کے کہ اس کی بیوہ بیوی چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

(پھر فرمایا: میرے بھتیجوں کو بلا لاؤ) یعنی حضرت جعفر کے بچوں کو جو اب یتیم ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے جس میں حضرت جعفر شہید ہوئے تھے، ان کے بچوں کے بال بڑھے ہوئے تھے اس لیے چڑیا کے بچوں سے تشبیہ دی گئی۔

(تو آپ نے حجام کو حکم دیا تو اس نے ہمارے سروں کو مونڈ دیا) اس سے معلوم ہوا کہ یتیم عزیزوں کی خبر گیری کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا سنت ہے اور یہاں بال منڈوا دینا علامت تھی مدت تعزیت ختم ہو جانے کی۔ خیال رہے کہ احرام سے کھلتے وقت کے سواء اور موقعوں پر بال منڈوانا اچھا نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کی بالوں کی نگرانی و خدمت نہ کر سکیں گی اپنی عدت و غم میں گرفتار رہیں گی اس لیے حضور نے ان کے سر منڈوا دیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کا والی تصرف کر سکتا ہے جیسے حجامت اور ختنہ وغیرہ۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 304)

(۷۴۹) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ.

---

(۷۴۹) (ترمذی شریف رقم الحدیث ۹۱۴)

◀◀ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو اپنا سر مونڈنے سے منع فرمایا۔ (نسائی)

تعارف راوی:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 6 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی عورت کو سر کے گیسو منڈانا یا کتروانا حرام ہے، مرد کی زینت داڑھی سے ہے عورت کی زینت سر کے گیسوں سے۔ اس میں گفتگو ہے کہ مرد کو سر منڈانا سنت ہے یا رخصت حق یہ ہے کہ رخصت ہے سنت نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ نے سواء احرام سے کھلنے کے کبھی سر نہیں منڈایا، حضرت علی ضرورۃً منڈایا کرتے تھے۔ (مرقات) فقیر کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا ثابت نہیں کترایا کرتے تھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:326)

۱۵۳۔ بَابُ تَحْرِيمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَهُوَ تَحْدِيدُ الْاَسْنَانِ

بالوں کے ساتھ مصنوعی بال ملانے، گودنے اور دانتوں کو تیز کرنے کی حرمت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ} (النساء:117 تا 119)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا: قسم ہے! میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا، قسم ہے! میں ضرور انہیں بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا، اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے''۔

تشریح: مشرکین کے بتوں کا مونث ہونا:

اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو مونث فرمایا ہے کیونکہ یہ خود اپنے بتوں کو مونث کہتے تھے، ابو مالک نے کہا کہ لات، منات اور عزی سب مونث ہیں، ابن زید نے کہا لات، عزی، سیاف اور نائلہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے وہ مونث ہیں، ضحاک نے اس کی تفسیر میں کہا وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے، اور بعض نے یہ کہا کہ وہ اپنے بتوں کا نام مونث رکھتے، اس لیے اللہ

نے فرمایا کہ یہ اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۴، ص ۳۷۸۔ ۳۷۷ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں' بظاہر یہ حصر پہلے حصر کی مخالف ہے کیونکہ پہلے فرمایا تھا یہ صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ دوسرا حصر اس لیے فرمایا کہ ان بتوں کی عبادت کا حکم ان کو شیطان ہی دیتا تھا' اور یہ اس کی اطاعت میں بتوں کی عبادت کرتے تھے' گویا پہلا حصر حقیقت پر محمول ہے اور دوسرا مجاز پر' دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسرے حصر میں عبادت' بمعنی اطاعت ہے اس لیے کوئی تعارض نہیں ہے' امام ابن ابی حاتم نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ ہر بت میں ایک شیطان تھا' اور مقاتل سے مروی ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے' کیونکہ اس کے بعد والی آیت میں جو شیطان کا قول مذکور ہے وہ ابلیس ہی کا قول ہے اور مرید کا معنی ہے جو بہت زیادہ نافرمانی کرتا ہو اور اطاعت سے مکمل خارج ہو' مارد اور متمرد کا بھی یہی معنی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اجمعین

(آیت) "ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا"۔ (النساء:۸۳)
ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم (سب) شیطان کی پیروی کر لیتے سوا قلیل لوگوں کے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:
(آیت) "قال ارءیتك هذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیامۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا"۔ (بنو اسرائیل:۶۲)
ترجمہ: اور (شیطان نے) کہا بھلا دیکھو تو! جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے' اگر تو مجھے قیامت تک کی مہلت دے دے تو میں اس (آدم) کی اولاد کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا سوا قلیل لوگوں کے"۔
ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قلیل انسانوں کے سوا سب شیطان کے پیروکار ہیں' اور زیر تفسیر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیروکار بعض ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ لاتعداد فرشتے اللہ کے عباد مخلصین ہیں اور ان کے اعتبار سے شیطان کے متبعین بعض ہی ہیں۔

شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے چار دعاوی ذکر کیے ہیں' پہلا دعوی اس نے یہ کیا تھا کہ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا' حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت کے راستہ سے ہٹا دے گا' اور دوسروں نے کہا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دے گا' اور یہی صحیح ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۷۵۰) وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

(۷۵۰) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۵۴۴۸)

فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَتِیْ اَصَابَتْھَا الْحَصْبَۃُ، فَتَمَرَّقَ شَعْرُھَا، وَاِنِّیْ زَوَّجْتُھَا، اَفَاَصِلُ فِیْہِ؟ فَقَالَ: "لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَۃَ وَالْمَوْصُوْلَۃَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "اَلْوَاصِلَۃَ، وَالْمُسْتَوْصِلَۃَ"۔

قَوْلُھَا: "فَتَمَرَّقَ" ھُوَ بِالرَّاءِ وَمَعْنَاہُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ۔ "وَالْوَاصِلَۃُ": اَلَّتِیْ تَصِلُ شَعْرَھَا، اَوْ شَعْرَ غَیْرِھَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ۔ "وَالْمَوْصُوْلَۃُ": اَلَّتِیْ یُوْصَلُ شَعْرُھَا۔ "وَالْمُسْتَوْصِلَۃُ": اَلَّتِیْ تَسْاَلُ مَنْ یَّفْعَلُ لَھَا ذٰلِکَ۔

حضرت اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میری بچی خسرے کی بیماری میں مبتلا ہوئی اور اس کے بال گر گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے تو کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ کسی کے بال جوڑ دوں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بال ملانے والی اور جس کے بال ملائے جائیں دونوں پر لعنت کی ہے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے ملانے والی اور ملوانے والی۔

(۱۷۵۱) وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نَحْوَہٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

فتمرق: راء کے ساتھ اس کا مطلب ہے جھڑ گئے اور گر گئے۔

الواصلہ: وہ عورت جو اپنے یا کسی دوسری کے بالوں کو کسی کے بالوں کے ساتھ ملائے۔

الموصولہ۔ جس کے بال ملائے جائیں۔

المستوصلہ: جو کسی سے کہے کہ اس کے بالوں کے ساتھ بال ملا دے۔

تعارف راوی:

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 562 کے تحت ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

واصلہ وہ عورت جو اپنے سر کے بالوں میں دوسری عورت کے بال ملا کر دراز کرے۔ مستوصلہ وہ عورت جو دوسری کے سر میں یہ بال جوڑے یا جو اپنے سر کے بال کاٹ کر اسے دے ملانے کے لیے یہ دونوں کام حرام ہیں جن پر لعنت فرمائی گئی۔ واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گودوالے جیسا کہ ہندو عورتیں بعض ہندو مرد کرتے

ہیں۔مستوشمہ وہ جو دوسری عورت کے گودے دونوں پر لعنت فرمائی۔حرام کام فاعل ومفعول دونوں کی لعنت کا باعث ہوتا ہے۔خیال رہے کہ اگر بالوں میں دھاگہ لگا کر انہیں دراز کرلیا جاوے تو جائز ہے جسے موباف کہتے ہیں۔(مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ،ج6،حدیث نمبر:273)

(۷۵۲) وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ، وَيَقُوْلُ: "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا جس سال کہ انہوں نے حج کیا وہ منبر پر کھڑے تھے انہوں نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے بالوں کا ایک گچھا پکڑا اور فرمایا: اے اہالیان مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے بالوں سے منع کرتے سنا ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے: بنو اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس قسم کے بالوں کو اپنالیا۔(متفق علیہ)

حل لغات:

هَلَكَتْ: از هلاكاً، وهلكاً بمعنی ہلاک ہونا، مرنا، فنا ہونا۔

تعارف راوی:

حمید ابن عبدالرحمن: آپ عبدالرحمن ابن عوف کے بیٹے ہیں، زہری قرشی مدنی ہیں، جلیل الشان تابعی ہیں، تہتر سال عمر ہوئی، ۱۰۵ ایک سو پانچ میں وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الحاء، فصل فی التابعین،)

شرح:

اس سے مراد یہ ہے کہ بگ نہ لگائی جائے اگر اپنے بال جو کہ سر کے ساتھ ہیں ان کو کسی گوند کے ساتھ چپکا لیا جائے تو اس میں حرج نہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چپکائے ہوئے دیکھا۔

---

(۷۵۲)(مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۶۱)(بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۲۹۹)(ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۱۶۷)(نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۰۹۳)(مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۱۶۹۷)(مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۶۸۷۵)(ابن حبان رقم الحدیث ۵۵۱۱)(بیہقی رقم الحدیث ۸۲۰۰)(مسند ابویعلی رقم الحدیث ۷۳۸۴)(طبرانی کبیر رقم الحدیث ۷۲۸)

اہل عرب کوئی خاص گوند ہلکا سا سر میں مل کر بال چپکا لیتے تھے تاکہ بال پراگندہ نہ ہوں اسے ملبد کہتے ہیں، یہ بحالت احرام اور غیر احرام سب میں جائز ہے یہاں غالباً غیر احرام کی حالت میں ملبد مراد ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 276)

(۷۵۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے بالوں کو ملانے والی اور ملوانے والی پر اور گودنے والی اور گدوانے والی پر۔ (متفق علیہ)

(۷۵۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَمَا لِيَ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: {وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا} (سورۃ الحشر: 7). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلْمُتَفَلِّجَةُ هِيَ: الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا، وَتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ. وَالنَّامِصَةُ: الَّتِيْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيْرَ حَسَنًا. وَالْمُتَنَمِّصَةُ: الَّتِيْ تَاْمُرُ مَنْ يَّفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر، اور ان عورتوں پر جو خوبصورتی کے لئے اپنے ابروؤں کے بال چنواتی ہیں، اور اپنے دانتوں پر ریتی پھرواتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی ہیں۔ ایک عورت نے حضرت ابن مسعود کی اس بات کے متعلق استفسار کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے، اور اس اطاعت رسول کے متعلق اللہ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے: ''اور رسول اکرم جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ''۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اَلْمُتَفَلِّجَةُ۔ وہ عورت جو اپنے دانتوں پر ریتی رگڑتی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ذرا علیحدہ ہو جائیں اور خوبصورت

(۷۵۳) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۵۴) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۴۶۰۴) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۱۶۸) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۲۷۸۲) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۳۴۱۶) (ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۹۸۷) (دارمی رقم الحدیث ۲۶۴۷) (مسند امام احمد رقم الحدیث ۳۹۵۵) (ابن حبان رقم الحدیث ۵۵۰۴) (بیہقی رقم الحدیث ۴۰۲۷) (مسند ابویعلی رقم الحدیث ۵۱۴۱) (طبرانی کبیر رقم الحدیث ۷۷۲۳)

(۷۵۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۵۶) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۴۶۰۴)

محسوس ہوں اسی عمل کو عربی میں ''وشر'' بھی کہتے ہیں۔

اَلنَّامِصَۃُ: وہ عورت جو اپنے ابرو وغیرہ کے بال نوچے اور باریک کرے تاکہ حسین نظر آئے۔

اَلْمُتَنَمِّصَۃُ: جو ایسا کرنے کا حکم دے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

وَالْمُتَنَمِّصَاتِ یہ لفظ بنا ہے نماص سے، نماص بال اکھیڑنے کے آلہ کو کہتے ہیں جسے پنجاب میں موچنا کہا جاتا ہے یہاں چہرے کا رونگٹا اکھیڑنا مراد ہے یہ حرام ہے ورنہ اگر عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں نکل آویں تو انہیں ضرور اکھیڑ دے۔(مرقات)

متفلجات بنا ہے **فلج** سے، فلج اس کھڑکی یا کشادگی کو کہتے ہیں جو دو دانتوں کے درمیان ہوتی ہے، بعض عورتیں مشین کے ذریعہ اپنے دانت پتلے کروا کر درمیان میں جھریاں کرالیتی ہیں اسے اپنے لیے حسن وخوبصورت تصور کرتی ہیں یہ حرام ہے، اس سے دانت بھی خراب ہوجاتے ہیں پھر ٹھنڈا پانی گرم چائے یا دودھ نہیں پی سکتیں دانتوں میں لگتا ہے۔ للحسن کا تعلق یا تو صرف متفلجات سے ہے یا والشمات اور متنمصات اور متفلجات تینوں سے ہے یعنی جو عورتیں یہ تینوں کام خوبصورتی کے لیے کریں وہ لعنتی ہیں جو مجبوراً کسی مرض کی وجہ سے کریں انہیں معافی ہے۔

خیال رہے کہ تبدیلی خلق اللہ دو طرح کی ہے: ایک شرعاً جائز دوسری حرام۔ چنانچہ ختنہ کرنا، ناخن کٹوانا، مونچھیں ترشوانا، حجامت کرانا ان میں بھی تبدیلی خلق اللہ تو ہے مگر اس کا حکم ہے اور یہ مذکورہ چیزیں دانت پتلے کرانا وغیرہ تبدیلی خلق اللہ ہے مگر حرام، یہاں حرام تبدیلی مراد ہے یعنی چونکہ اس حرکت میں حرام تبدیلی ہے لہٰذا یہ ممنوع ہے۔(اشعۃ اللمعات)

(ایک عورت نے حضرت ابن مسعود کی اس بات کے متعلق استفسار کیا) یعنی کسی مسلمان پر لعنت جائز نہیں تو تم نے ان مسلمان عورتوں پر لعنت کیوں کی تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی جرات کس بنا پر کی۔

(آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے) یعنی میں نے خود اپنی طرف سے ان پر لعنت نہیں کی بلکہ اللہ رسول نے لعنت کی ہے میں تو ان لعنتوں کا ناقل ہوں لعنت رسول تو میں نے خود سنی ہے لعنت اللہ قرآن مجید سے معلوم کی ہے لہٰذا میری یہ لعنت برحق ہے لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہوگئی۔

('اور رسول اکرم جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ') سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز شاندار استنباط ہے اس آیت سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام منع فرمائی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی

ممانعت میں داخل ہیں اور حضور نے تو ان سے منع فرمایا ہے لہٰذا قرآن نے بھی انہیں منع فرمایا حضور کی لعنت خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔(مرقات) لہٰذا حضور کی رحمت وکرم رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:274)

۱۵۴۔بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا وَعَنْ نَتْفِ الْأَمْرَدِ شَعْرَ لِحْيَتِهِ عِنْدَ أَوَّلِ طُلُوْعِهِ

داڑھی سے سفید بال چننے اور پہلی بار اگتی داڑھی کے بال چننے کی ممانعت کا بیان

(۷۵۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ؛ فَإِنَّهُ نُوْرُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"

حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ، قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو نہ اکھیڑا کرو کیونکہ سفید بال قیامت کے دن مسلمان کا نور ہوں گے۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے عمدہ اسناد کے ساتھ روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

حل لغات:

لَا تَنْتِفُوْا: نہ اکھیڑو،

تعارف راوی:

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 773 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی جب سر یا ڈاڑھی میں چٹے بال شروع ہو جاویں تو انہیں مت اکھیڑو ان چٹے بالوں سے نفس کمزور ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں آخرت کی تیاری کروں یہ بال اکھیڑ دینے سے وہ اپنے کو جوان ہی سمجھے گا، یہ فرق ہے خضاب اور سفید بال اکھیڑنے میں اس لیے خضاب کا حکم دیا اکھیڑنے سے منع فرمایا، سفید بال خواہ سفید ہی رہیں یا سرخ کر دیئے جاویں قبر یاد دلاتے ہیں کہ تیاری کرو چلنے کا وقت قریب آ گیا سویرا ہو گیا اب جاگ جاؤ۔ شعر

(۷۵۵)(نسائی شریف' رقم الحدیث ۵۰۷۱' ترمذی شریف' رقم الحدیث ۲۸۲۱)(ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۴۲۰۲)

اٹھ جاگ مسافر بھور ہوئی اب رات کہاں جو سووت ہے

جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے وہ کھووت ہے

اٹھ نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور رب سے اپنے دھیان لگا

یہ پریت کرن کی ریت نہیں رب جاگت ہے تو سووت ہے

امام مالک نے بروایت سعید ابن مسیب نقل فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے آپ نے پوچھا یارب یہ کیا فرمایا یہ وقار اور نور ہے، فرمایا الٰہی میرا وقار اور نور اور زیادہ کر۔ وہ جو حاکم و ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رب تعالیٰ نے حضور کو چٹے بال سے بگاڑا نہیں (حاشیہ بیضاوی) وہاں معنی یہ ہیں کہ حضور کے کچھ بال سفید ہوئے تو اس سے حضور کا حسن اور بھی زیادہ ہوگیا کچھ کمی نہ آئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ سفید بال اکھیڑنا زینت کے لیے ہو تو منع ہے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:299)

(۷۵۶) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایسا کام کیا جس کے متعلق ہم نے حکم نہیں دیا وہ کام مردود ہے۔ (مسلم)

۱۵۵-بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

عذر کے بغیر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے اور شرمگاہ کو چھونے کی کراہت کا بیان

(۷۵۷) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ، فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ.

◀ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ ہی برتن کے اندر سانس لے۔ (متفق علیہ)

---

(۷۵۶) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۴۴۷۸)

(۷۵۷) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۵۴)

حل لغات:

ذَکَرٌ: آلہ تناسل، اسی وجہ سے مرد کو مذکر کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 219 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے) کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح وتہلیل شمار کرنے کے لیے ہے، لہٰذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان وآنکھ وکان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے وسننے کے لیے ہیں۔

(اور نہ ہی برتن کے اندر سانس لے) بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 324)

۱۵۶۔ بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ خُفٍّ وَّاحِدٍ لِّغَيْرِ عُذْرٍ وَّ كَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِّغَيْرِ عُذْرٍ

بلا عذر ایک جوتے یا ایک موزے میں چلنے اور بلا عذر کھڑے ہو کر جوتا یا موزہ پہننے کی کراہت کا بیان

(۷۵۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَمْشِ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ، لِيَنْتَعِلْهُمَا جَمِيْعًا، اَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ وہ یا تو دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے اور ایک روایت میں ہے: یا دونوں پاؤں ننگے رکھے۔ (متفق علیہ)

---

(۷۵۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۳۸۰)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے۔ یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصًا جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقًا نادر تھا، یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:255)

(۷۵۹) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَمْشِ فِي الْأُخْرٰى، حَتّٰى يُصْلِحَهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ صرف دوسرے جوتے میں ہی نہ چلے حتیٰ کہ تسمہ ٹھیک کر لے۔ (مسلم)

(۷۶۰) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حل لغات:

يَنْتَعِلَ: جوتا پہننا۔

(۷۵۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۸۱) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۳۷۰) (مسند امام احمد، رقم الحدیث ۹۷۱۳) (طبرانی کبیر، رقم الحدیث ۷۱۳)

(۷۶۰) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۱۳۵)

تعارف راوی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ ممانعت ان جوتوں میں ہے جن کے پہننے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے جیسے آج کل فل بوٹ تسمے والے یا چمڑے کے موزے کہ انہیں کھڑے کھڑے پہنے انکے تسمے باندھنے میں گر جانے کا اندیشہ ہے۔ عام معمولی جوتے جو بہ آسانی بغیر ہاتھ لگائے پہن لیے جاتے ہیں وہ کھڑے کھڑے پہننا بالکل جائز ہے جیسے دیسی اور گرگابی جوتے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، حدیث نمبر:258)

۱۵۷۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهِ سَوَاءٌ كَانَتْ فِي سِرَاجٍ أَوْ غَيْرِهِ

سوتے وقت گھر میں آگ جلتی چھوڑ دینے کی کراہت کا بیان خواہ وہ آگ چراغ کی شکل میں ہو یا کسی اور صورت میں

(۷۶۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم سونے لگو تو گھروں میں آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۶۲) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ، قَالَ: "إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ، فَأَطْفِئُوهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک گھر اپنے مکینوں سمیت جل گیا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے متعلق بتایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

---

(۷۶۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۱۴۱) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۹۳۵) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۵۲۴۶) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۸۱۳)
(ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۳۷۶۹) (مسند امام احمد، رقم الحدیث ۴۵۱۵) (مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث ۵۴۳۴)
(۷۶۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۱۴۲)

حل لغات:

فَاَطْفِئُوْھَا: اس (آگ) کو بجادو۔

تعارف راوی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 9 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(مدینہ میں ایک گھر اپنے مکینوں سمیت جل گیا) اس طرح کہ گھر مع گھر والوں کے جل گیا یا گھر جل کر ان لوگوں پر گر گیا۔ غرضیکہ گھر والے بھی ہلاک ہو گئے خواہ جل کر یا دب کر۔

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے) کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے۔

(جب سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو) یہ حکم بطور مشورہ ہے لہٰذا استحبابی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، حدیث نمبر:148)

(۷۶۳) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "غَطُّوا الْإِنَاءَ، وَاَوْكِئُوا السِّقَاءَ، وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ. وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ، فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَحِلُّ سِقَاءً، وَلَا يَفْتَحُ بَابًا، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً. فَإِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ إِلَّا اَنْ يَّعْرُضَ عَلٰى إِنَائِهِ عُوْدًا، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللهِ، فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْفُوَيْسِقَةُ": اَلْفَارَةُ. "وَتُضْرِمُ": تُحْرِقُ.

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو، دروازے بند کر دیا کرو اور چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان نہ مشکیزے کا منہ کھول سکتا ہے نہ دروازہ کھول سکتا ہے نہ برتن سے ڈھکنا ہٹا سکتا ہے، اگر کسی شخص کو برتن پر رکھنے کے لئے لکڑی کے علاوہ کچھ نہ ملے تو خدا کا نام لے کر ضرور ایسا کرے اور لکڑی برتن پر رکھ دے کیونکہ چوہیا اہل خانہ پر ان کے گھر

(۷۶۳) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۱۳۹) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۵۲۴۲) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۲۸۵۷) (ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۳۴۱۰) (مسند امام احمد، رقم الحدیث ۱۴۸۷۱) (ابن حبان، رقم الحدیث ۲۱۷۱) (ابن خزیمہ، رقم الحدیث ۱۳۲) (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۶۶۶) (بیہقی، رقم الحدیث ۱۱۴۳) (مسند ابویعلی، رقم الحدیث ۲۲۵۸)

کو آگ لگا دیتی ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

اَلْفُوَیْسِقَةُ: چوہیا۔

وَتُضْرِمُ: آگ لگا دیتی ہے۔

تعارف راوی:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہاں برتنوں سے مراد وہ برتن ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں، یوں ہی مشکیزے سے مراد وہ مشکیزے ہیں جن میں پانی یا نبیذ وغیرہ ہوں۔

(چراغ بجھا دیا کرو) یہاں چراغ سے مراد کھلا چراغ ہے جس کی بتی چوہا کھینچ سکے، موجودہ بجلی کی روشنی اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

(کیونکہ شیطان نہ مشکیزے کا منہ کھول سکتا ہے نہ دروازہ کھول سکتا ہے نہ برتن سے ڈھکنا ہٹا سکتا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ان شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ ان چیزوں کو کھول سکیں جیسے شیطان اس کھانے کو نہیں کھا سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے لہٰذا حدیث شریف بالکل ظاہر معنی پر ہے اس میں کسی تاویل وتوجیہ کی ضرورت نہیں۔

(اگر کسی شخص کو برتن پر رکھنے کے لئے لکڑی کے علاوہ کچھ نہ ملے تو خدا کا نام لے کر ضرور ایسا کرے اور لکڑی برتن پر رکھ دے) یعنی اگر برتن ڈھکنے کے لیے کوئی ڈھکنا نہ ملے تو اس پر اللہ کا نام لے کر لکڑی کھڑی کر دو وہ برتن اس لکڑی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے لہٰذا مستحب ہے واجب نہیں، اس میں بہت ہی منافع اور فوائد ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:143)

۱۵۸۔ بَابُ النَّهْیِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَّقَوْلٌ مَّا لَا مَصْلَحَةَ فِيْهِ بِمَشَقَّةٍ

تکلیف کی ممانعت کا بیان، مشقت کے ساتھ ایسی بات کرنا یا کلام کرنا جس میں کوئی مصلحت نہ ہو تکلف کہلاتا ہے

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ۝} (ص: 86).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''آپ فرما دیجئے میں نہیں لیتا تم سے اس پر کوئی اجر اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں'' ○

(۷۶۴) وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ (بخاری)

(۷۶۵) وَعَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَآ اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ، فَلْيَقُلْ: اَللهُ اَعْلَمُ. فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَا لَا يَعْلَمُ: اَللهُ اَعْلَمُ. قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {قُلْ مَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ}. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! جس کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اس کے متعلق بات کرے اور جسے علم نہ ہو وہ یہ کہے: اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے کیونکہ یہ بات بھی علم ہی ہے کہ آدمی جس چیز کے متعلق نہ جانتا ہو اس کے متعلق یہ کہہ دے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آپ فرمائیے: میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ (بخاری)

تعارف راوی:

حضرت مسروق (تابعی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 342 کے تحت ہو چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے، اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہماری بے علمی علم سے زیادہ ہے رب فرماتا ہے: "وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" فرشتوں نے عرض کیا تھا: "لَا عِلْمَ لَنَا" حضرت علی سے سر منبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، وہ گستاخ بولا کہ آپ نے بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا۔ (مرقاۃ)

---

(۷۶۴) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۷۲۹۳)

(۷۶۵) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۴۸۰۹)

(کیونکہ یہ بات بھی علم ہی ہے) یعنی اپنی بے علمی جاننا بھی علم ہے، اپنی جہالت سے ناواقف ہونا جہل مرکب ہے، مفتیان کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں "اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ" وہ یہاں سے اخذ ہے۔

(آپ فرمایئے: میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں) حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین وآخرین سب سے بڑے عالم، تمام جہان کے معلم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو بتکلف نہ بتائیں۔ چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطاء ہوا، حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فاکھہ اور ابّ (میوہ اور چارہ) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں، حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ دھر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 262)

۱۵۹-بَابُ تَحْرِیْمِ النِّیَاحَةِ عَلَی الْمَیِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَیْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهٖ وَالدُّعَآءِ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ

میت پر نوحہ کرنے، چہرہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے، بال نوچنے اور منڈانے اور ہائے ہلاکت والے الفاظ پکارنے کی حرمت کا بیان

نوٹ: نوحہ کا معنی ومفہوم رفیق السالکین جلد سوم باب نمبر: 10 میں ہو چکا ہے اس کے علاوہ ہم نے وہاں پر نوحہ و ماتم پر کافی کچھ بیان کیا اہل شوق وہاں سے مطالعہ فرمائیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

میت پر آواز سے یا صرف آنسوؤں سے رونا جائز ہے بلکہ مردے کے بعض فضائل بیان کرنا بھی درست ہے جیسے فاطمہ زہرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روتے ہوئے فرمایا تھا ابا جان آپ جنت میں چلے گئے اب وحی آنا بند ہوگئی وغیرہ، ہاں اس پر سر یا سینہ کوٹنا، منہ پر تھپڑ لگانا، بال نوچنا، اس کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا، ہائے میرے پہاڑ، ہائے کالی گھوڑی کے سوار یہ سب حرام ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہے۔

(۷۶۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ"۔

(۷۶۶)(مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۰۳۹ ۲۰۳۸ ۲۰۳۸)(بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۲۲۶ ۳۷۵۹)(ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۱۲۹)(ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۰۰۲، ۱۰۰۴، ۱۰۰۶)(نسائی شریف، رقم الحدیث ۱۸۵۸، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹)(ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵)(مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۵۵۵)(مسند امام احمد رقم الحدیث ۲۹۰، ۲۶۸، ۲۸۸)(ابن حبان رقم الحدیث ۳۱۳۳، ۳۱۳۲، ۳۱۳۴)(مستدرک حاکم رقم الحدیث ۲۸۵۵، ۳۷۵۵، ۳۷۵۵)(بیہقی رقم الحدیث ۶۶۳۲، ۶۹۶۸، ۶۹۵۵)(مسند ابویعلی رقم الحدیث ۴۷، ۱۵۵، ۱۵۷)(طبرانی کبیر رقم الحدیث ۴۴۴۴، ۶۸۶۹، ۱۰۴۵۹)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "مَا نِیْحَ عَلَیْہِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میت پر جو نوحہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں بمانیح علیہ کی جگہ مانیح علیہ کے الفاظ ہیں۔

(۷۶۷) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُیُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّۃِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اظہار غم کے لئے گال پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے کلمات پکارے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

ضَرَبَ الْخُدُوْدَ. اپنی رخساروں پر طمانچے مارنا، ماتم کرنا۔

وَشَقَّ الْجُیُوْبَ. گریبان چاک کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ۱، حدیث نمبر 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقے والوں سے نہیں ہے یہ کام حرام ہے، ان کا کرنے والا سخت مجرم ہے۔ اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کوبی کرنا اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرما رہا ہے: "وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ"۔ اسی لیئے شہدائے کربلا، اہلِ بیت اطہار نے تا زیست یہ حرکتیں نہ کیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 947)

(۷۶۸) وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ، قَالَ: وَجِعَ اَبُوْ مُوْسٰی، فَغُشِیَ عَلَیْہِ، وَرَاْسُہٗ فِیْ حِجْرِ امْرَاَۃٍ مِّنْ اَھْلِہٖ، فَاَقْبَلَتْ تَصِیْحُ بِرَنَّۃٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یَّرُدَّ عَلَیْھَا شَیْئًا، فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ: اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّنْ بَرِیْٓءَ مِنْہُ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الصَّالِقَۃِ، وَالْحَالِقَۃِ، وَالشَّاقَّۃِ.

---

(۷۶۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۰۳)

(۷۶۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۰۴)

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"الصَّالِقَۃُ": الَّتِیْ تَرْفَعُ صَوْتَھَا بِالنِّیَاحَۃِ وَالنَّدْبِ۔ "وَالْحَالِقَۃُ": الَّتِیْ تَحْلِقُ رَأْسَھَا عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ۔

"وَالشَّاقَّۃُ": الَّتِیْ تَشُقُّ ثَوْبَھَا۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ بیمار ہوئے سو بیہوش ہو گئے اور آپ کا سر آپ کے اہلِ خانہ میں سے ایک خاتون کی گود میں تھا وہ چیخنے چلانے لگی۔ حضرت ابو موسیٰ اسے روک نہ سکے جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: میں ہر اس شخص سے بری ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی برات کا اعلان فرمایا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مصیبت کے وقت چیخنے چلانے والی، اپنے بال مونڈ دینے والی اور گریبان پھاڑ دینے والی عورت سے اپنی برات کا اظہار فرمایا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

الصالقۃ: وہ عورت جو بلند آواز سے چیخے اور چلائے۔

الحالقۃ: وہ عورت جو مصیبت کے وقت اپنے بال منڈوا دے۔

الشاقۃ: جو اپنے کپڑے پھاڑ دے۔

تعارف راوی:

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 265 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا تم میرے جیتے جی ہی بھول گئیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرب میں بھی کسی کی موت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر، ڈاڑھی اور مونچھیں سب منڈوا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے ہیں، مگر مرد منڈاتے ہیں عورتیں نہیں یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر:948)

(۱۶۷۹) وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ نِیحَ عَلَیْہِ فَإِنَّہُ یُعَذَّبُ بِمَا نِیحَ عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

(۱۶۷۹ـ)(مسلم، باب رقم الحدیث ۹۳۳)

فرماتے سنا: جس شخص پر نوحہ کیا جائے اس کو قیامت کے دن اس چیز کی وجہ سے عذاب ہوگا جس کا اس پر نوحہ کیا گیا تھا۔ (متفق علیہ)

(۷۷۰) وَعَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ نُسَیْبَةَ ۔ بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِهَا ۔ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَیْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ام عطیہ نسیبہ نون کے ضمہ اور فتح دونوں سے رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ بیعت کے وقت رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ (متفق علیہ)

(۷۷۱) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ تَبْکِیْ، وَتَقُوْلُ: وَاجَبَلَاهُ، وَا کَذَا، وَا کَذَا: تُعَدِّدُ عَلَیْهِ۔ فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ: مَا قُلْتِ شَیْئًا اِلَّا قِیْلَ لِیْ اَنْتَ کَذٰلِكَ؟!۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی: ہائے اے پہاڑ! ہائے یہ اور ہائے وہ! اور ان کی خوبیاں گنوانے لگی' تو حضرت عبداللہ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: تم نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو؟ (بخاری)

حل لغات:

تَبْکِیْ، از، بکاءٌ بمعنی رونا۔

تعارف راوی:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 161 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(حضرت عبداللہ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: تم نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو؟) یعنی تم یہ کہہ کر پیٹتی تھیں اور فرشتہ مجھ سے یہ پوچھتا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیئے نہ تھا کیونکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا تھا۔ منشاء صرف یہ تھا کہ آپ ہوش میں آ کر اپنی بہن کو فرشتہ کا یہ سوال سنائیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور بہن و سارے سننے والوں کو تبلیغ کہ وہ اس سے باز رہیں۔ چنانچہ پھر آپ کی بہن آپ کی وفات پر بھی نہ روئیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 2، حدیث نمبر: 967)

(۷۷۰) (مسلم شریف رقم الحدیث ۹۳۶) (۷۷۱) (بخاری شریف رقم الحدیث ۴۲۶۷)

(۷۷۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: اشْتَکٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ شَکْوٰی، فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَعُوْدُہٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، وَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ، وَجَدَہٗ فِیْ غَشْیَۃٍ فَقَالَ: "اَقَضٰی؟" قَالُوْا: لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، فَبَکٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَی الْقَوْمُ بُکَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکَوْا، قَالَ: "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰکِنْ یُّعَذِّبُ بِھٰذَا"۔
وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ - اَوْ یَرْحَمُ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ حضرت عبدالرحمن بن عوف‘ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی معیت میں ان کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے جب آپ اندر داخل ہوئے تو انہیں غشی کی حالت میں پایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا فوت ہو گئے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! تو رسول اللہ ﷺ رونے لگے۔ پس جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رو دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں ہو؟ اللہ تعالیٰ نہ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے عذاب دیتا ہے‘ اور نہ دل کے غم کی وجہ سے بلکہ وہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے‘ اور آپ ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کیا یا رحم فرما دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۷۷۳) وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلنَّائِحَۃُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِہَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَعَلَیْہَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے‘ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن اسے اٹھایا جائے گا تو اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کی زرہ ہو گی۔ (مسلم)

حل لغات:

قَطِرَانٍ، تارکول۔
جَرَبٍ، خارش۔

(۷۷۲) (مسلم شریف‘ رقم الحدیث ۹۲۴)
(۷۷۳) (مسلم شریف‘ رقم الحدیث ۹۳۴)

تعارف راوی:

حضرت ابو مالک کعب بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 27 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مشکوٰۃ میں تارکول کی جگہ "رال" اور خارش کی جگہ "جرب" کا ذکر ہے۔ اور یہ ان کے دوسرے نام ہیں۔

رال میں آگ جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے۔ جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلّط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کرکے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ عملی ہو یا قولی سخت حرام ہے، چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عموماً نائحہ تانیث کا صیغہ فرمایا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 949)

(۷۷۴) وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ التَّابِعِيِّ، عَنِ امْرَاَةٍ مِّنَ الْمُبَايِعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيْمَا اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَعْرُوْفِ الَّذِيْ اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ لاَّ نَعْصِيَهُ فِيْهِ: اَنْ لاَّ نَخْمِشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَاَنْ لاَّ نَنْشُرَ شَعْرًا۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

◀◀ حضرت اسید بن ابی اسید تابعی ایک عورت سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی، سے روایت کرتے ہیں کہ اس عورت نے کہا: جن نیک کاموں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا یہ بھی تھا کہ ہم اس عہد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گی اور یہ کہ ہم نہ چہرے کو نوچیں گی، نہ واویلا کریں گی، نہ گریبان چاک کریں گی اور نہ بالوں کو بکھیریں گی۔ اس کو ابو داؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۷۷۵) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ مَّيِّتٍ يَّمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ: وَاجَبَلَاهُ، وَاسَيِّدَاهُ، اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ اِلاَّ وُكِّلَ بِهٖ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهٖ: اَهٰكَذَا كُنْتَ؟"۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

"اَللَّهْزُ": اَلدَّفْعُ بِجُمْعِ الْيَدِ فِي الصَّدْرِ۔

◀◀ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے، اور رونے والا اس کے سرہانے کھڑا ہو کر کہتا ہے: ہائے یہ تو پہاڑ تھا! ہائے یہ تو سردار تھا! وغیرہ تو اس پر دو فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے سینے پر مکے مارتے ہیں اور پوچھتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا؟ اس حدیث کو امام

---

(۷۷۴) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۱۳۱)

(۷۷۵) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۰۰۳)

ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"اَللَّھْزُ": سینے پر زور کا مکا مارنا۔

(٧٧٦) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ ھُمَا بِھِمْ کُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ، وَالنِّیَاحَۃُ عَلَی الْمَیِّتِ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے اندر دو خصلتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں ایک تو نسب میں طعن کرنا اور دوسرا میت پر نوحہ کرنا۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہاں کفر سے مراد ناشکری ہے یا یہ کہ ان کاموں کو حلال جان کر کیا جائے تو کفر بنتا ہے واللہ اعلم۔

١٦٠۔ بَابُ النَّھْیِ عَنْ اِتْیَانِ الْکُھَّانِ وَالْمُنَجِّمِیْنَ وَالْعُرَّافِ وَاَصْحَابِ الرَّمْلِ وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰی وَبِالشَّعِیْرِ وَنَحْوِ ذٰلِکَ

کاہنوں، نجومیوں، گمشدہ چیزوں کا پتہ بتانے والوں، علم رمل جاننے والوں اور کنکریوں اور جَو وغیرہ پھینک کر پوشیدہ اطلاعات دینے والوں کے پاس جانے کی ممانعت کا بیان

کہانت کاف کے فتحہ سے غیبی خبر دینا اور کہانت کاف کے کسرہ سے اس غیب گوئی کا پیشہ کرنا، بعض کاہنوں کا دعویٰ تھا کہ ہمارے پاس جنات آ کر ہم کو غیبی چیزیں غیبی خبریں بتاتے ہیں کہ شیاطین آسمان پر جا کر فرشتوں کی باتیں سن کر ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر کاہنوں نجومیوں کو بتاتے ہیں۔ بعض کاہن خفیہ علامات، اسباب سے غیبی چیزوں کا پتہ بتاتے ہیں انہیں عراف کہتے ہیں اور اس عمل کو عرافت یہ دونوں عمل حرام ہیں ان کی اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ (مرقات واشعہ) لفظ کاہن بہت عام ہے۔ نجومی، رمال، عراف سب کو کاہن کہا جاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الکھانۃ)

(٧٧٧) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنَاسٌ

---

(٧٧٦) (مسلم شریف رقم الحدیث ٦٧)

عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَا اَحْيَانًا بِشَيْءٍ، فَيَكُوْنُ حَقًّا؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ- وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوْحِيهِ إِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ".

قَوْلُهُ: "فَيَقُرُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّاءِ، اَيْ: يُلْقِيهَا، "وَالْعَنَانِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کبھی کبھی ہمیں کوئی بات بتاتے ہیں تو وہ سچ ثابت ہوتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ کلمہ حق ہے جسے جن عالم بالا سے اچک لیتے ہیں اور اسے اپنے دوست کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں' سو وہ اس کے ساتھ سینکڑوں جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: بیشک فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اور ان امور کا ذکر کرتے ہیں جن کا فیصلہ آسمانوں میں کیا گیا ہے تو شیطان چوری چھپے یہ بات سن لیتا ہے' اور وہ کاہنوں تک پہنچا دیتا ہے' اور وہ اس بات کے ساتھ اپنی طرف سے سینکڑوں جھوٹ بولتے ہیں۔

حل لغات:

فَيَقُرُّهَا: یا کہ فتحہ اور قاف اور راء کے ضمہ سے اس کا مطلب ہے: ڈال دیتا ہے۔

العنان: عین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ (مطلب ہے: بادل)۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا) کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا نہیں

کبھی انکی خبریں درست نکلتی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔

(فرمایا: یہ وہ کلمہ حق ہے جسے جن عالم بالا سے اچک لیتے ہیں) اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے غیبی باتیں معلوم کرکے آپس میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ جن چھپ چھپا کر اسے سن لیتے ہیں وہ بات کاہنوں تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہوتی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 429)

(۷۷۸) وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ورَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهٗ، لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت صفیہ بنت ابی عبید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسے شخص کے پاس جائے جو گمشدہ چیز کے متعلق بتا سکنے کا دعویدار ہو تو جو اس سے کوئی بات پوچھے اور پھر اس کی بات کو سچ سمجھے تو اس شخص کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (مسلم)

(۷۷۹) وعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجِبْتِ"۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

وَقَالَ: "الطَّرْقُ" هُوَ الزَّجْرُ: اَيْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ اَنْ يَّتَيَمَّنَ اَوْ يَتَشَائَمَ بِطَيَرَانِهٖ، فَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ، تَيَمَّنَ، وَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَسَارِ، تَشَائَمَ۔ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: "وَالْعِيَافَةُ": اَلْخَطُّ۔ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ: اَلْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ۔

◀◀ حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: پوشیدہ امور پر اطلاع حاصل کرنے کے لئے لکیریں کھینچنا' بدفالی پکڑنا اور پرندے چھوڑنا یہ سب شیطانی کام ہیں۔

---

(۷۷۷) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۲۲۲۸)

(۷۷۸) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۵۷۰۳) (مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۶۶۸۹) (بیہقی رقم الحدیث ۱۶۲۸۷) (طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۶۹)

(۷۷۹) (ابوداؤد شریف کتاب الکہانۃ رقم الحدیث ۳۹۰۷)

حل لغات:

اس کو ابوداؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے' اور کہا: الطرق کا معنی ہے: پرندے اڑانا اور ان کی اڑان سے نیک یا بدفال لینا ہے یعنی اگر پرندہ دائیں جانب پرواز کرے تو اسے نیک شگون سمجھے اور اگر پرندہ بائیں طرف پرواز کرے تو اسے بدشگونی سمجھے۔ابوداؤد کہتے ہیں: اَلْعِیَافَۃ کا مطلب ہے: لکیریں کھینچنا۔ جوہری صحاح میں کہتے ہیں: الجبت: ایسا کلمہ ہے جو بہت سے کاہن جادوگر وغیرہ سب پر صادق آتا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 539 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

عیافت کی بہت شرحیں کی گئی ہیں مشہور شرح یہ ہے کہ پرندوں کے نام سے فال لینا عیافت ہے جیسے کسی نے عقاب دیکھ کر سمجھا کہ ہم کو عتاب یعنی عذاب ہوگا غراب (کوے) سے غربت وسفر سمجھنا، ہد ہد سے ہدایت کا امیدوار ہونا یہ عیافت ہے، کنکر پھینکنا یا ریت میں لکیریں کھینچنا فال کے لیے یہ ہے طرق ط اور ر کے فتحہ سے۔

جبت سے مراد یا جادو ہے یا کہانت یا بت یا شیطان۔مطلب یہ ہے کہ یہ کام بت پرستوں، کاہنوں، جادوگروں کے سے ہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:419)

(۷۸۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ".
رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے علم نجوم سے کچھ علم حاصل کیا تو اس نے جادو کے ایک شعبہ کا علم حاصل کیا وہ جتنی چاہے اس میں زیادتی کرے۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

(۷۸۱) وَعَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ تَعَالَى بِالْإِسْلَامِ. وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَّأْتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: "فَلَا تَأْتِهِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَّتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَّجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ. فَلَا يَصُدُّهُمْ" قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَّخُطُّوْنَ؟ قَالَ: "كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ. فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

---

(۷۸۰) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۹۰۵)

◀◀ حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے جاہلیت کی زندگی سے نجات حاصل کیے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے' اور اللہ اسلام کو لے آیا ہے' اور ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ فرمایا: تم ان کے پاس نہ جایا کرو میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ فال پکڑتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں' یہ انہیں کسی کام سے باز نہ رکھے میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لکیریں کھینچتے ہیں؟ فرمایا: خدا کے ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لکیریں کھینچتے تھے تو جو ان جیسی لکیریں کھینچتا ہو وہ ٹھیک ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

يَتَطَيَّرُوْنَ: فال نکالنا۔

يَخُطُّوْنَ: لکیریں کھینچنا۔

تعارف راوی:

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 704 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اور ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کاہنوں کے پاس جاتے ہیں) غیبی باتیں چھپی چیزیں گم شدہ مال چوری کا اسباب دل کی سوچی باتیں پوچھنے کے لیے فرمایا جائے کہ یہ عمل کیسا ہے۔

(تم ان کے پاس نہ جایا کرو) کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے انہیں عالم غیب جاننا ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے ہاں انہیں جھوٹا کرنے کے لیے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹا ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے یہاں پہلی صورت مراد ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

(فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں) یعنی یہ پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں انکی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جا رہے ہو اور کوئی پرندہ بائیں طرف کو اڑتے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب تعالیٰ پر توکل کرو کام بننا نہ بننا اس کی طرف سے ہے۔

(ہم میں سے کچھ لکیریں کھینچتے ہیں؟) یعنی علم جفر یا رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں ان کا یہ عمل ازروئے شریعت اسلامیہ جائز ہے یا نہیں۔

(فرمایا: خدا کے ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لکیریں کھینچتے تھے) یہ نبی یا تو حضرت دانیال ہیں یا حضرت ادریس علیہم السلام ان کا معجزہ یہ علم خط تھا۔ یعنی علم جفر یا رمل جس سے وہ غیبی بات دریافت فرما لیتے تھے۔ (مرقات)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ عمل عوام کے لیے حرام ہے کیونکہ ان نبی کے خط سے مشابہت معدوم ہے یا موہوم اور معدوم و

موہوم پر اعتماد کرنا ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 428)

(۷۸۲) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

۱۶۱- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ

بدفالی لینے کی ممانعت کا بیان

فِيْهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اس موضوع کے متعلق احادیث مبارکہ بھی ہے جن کا اس سے پہلے باب میں ذکر ہو چکا ہے۔

(۷۸۳) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ" قَالُوْا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ ایک مریض سے دوسرے مریض کو بیماری لگ جانا کوئی چیز ہے اور نہ ہی بدفالی کوئی چیز ہے، اور فال مجھے اچھی لگتی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات۔ (متفق علیہ)

(۷۸۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ. وَاِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْاَةِ، وَالْفَرَسِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

---

(۷۸۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۳۸۹۷، بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۹۸۰) (ابو داؤد شریف، رقم الحدیث ۳۴۲۱) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۲۷۵) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۴۲۹۳) (ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۲۱۶۰) (مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۱۳۳۸) (دارمی رقم الحدیث ۲۶۲۱) (مسند امام احمد رقم الحدیث ۲۰۹۴) (ابن حبان رقم الحدیث ۴۹۳۹) (مستدرک حاکم رقم الحدیث ۵۵۳) (بیہقی رقم الحدیث ۶۲) (مسند ابویعلی رقم الحدیث ۸۹۰) (طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۱۷۶) (دارقطنی رقم الحدیث ۴)

(۷۸۳) (مسلم شریف رقم الحدیث ۵۶۸۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۴۲۲) (ابو داؤد شریف، رقم الحدیث ۳۹۱۶) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۶۱۵، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۳۵۳۶) (مسند امام احمد رقم الحدیث ۷۶۰۷) (ابن حبان رقم الحدیث ۶۱۲۳) (مستدرک حاکم رقم الحدیث ۸۹) (بیہقی رقم الحدیث ۱۶۲۹۵) (مسند ابویعلی رقم الحدیث ۱۷۸۹) (طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۱۲۹۴)

(۷۸۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۶۸۶) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۷۰۳) (ابو داؤد شریف، رقم الحدیث ۳۹۲۱) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۲۸۲۴) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۳۵۶۸) (ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۹۹۳) (مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۱۷۴۹) (مسند امام احمد رقم الحدیث ۴۵۴۴) (ابن حبان رقم الحدیث ۴۰۳۳) (بیہقی رقم الحدیث ۱۶۳۰۰) (مسند ابویعلی رقم الحدیث ۲۲۹) (طبرانی کبیر رقم الحدیث ۳۱۴۸)

◄◄ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو مرض کا متعدی ہونا کوئی چیز ہے' اور نہ ہی بدفالی اور اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر' عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔

(متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1 ،حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت، لہٰذا شوم کے معنی ہیں نحوست، اس حدیث کے بہت معنی کیئے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو، مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے، سرکش ہو۔ بہرحال یہاں شوم سے مراد بدفال نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے۔ لہٰذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ بعض بندے اور بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان سے گھر میں مال میں عمر میں زیادتیاں ہوجاتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں "وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا" مگر کوئی چیز اس کے مقابل معنی میں منحوس نہیں، ہاں کافر، کفر، زمانۂ عذاب منحوس ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فِیْ یَوْمِ نَحِسٍ"۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:8)

(۷۸۵) وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَتَطَیَّرُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

◄◄ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدفالی نہیں لیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

(۷۸۶) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ذُکِرَتِ الطِّیَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "اَحْسَنُهَا الْفَاْلُ. وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ مَا یَکْرَهُ فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

◄◄ حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بدفالی کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے زیادہ اچھی چیز تو فال پکڑنا ہے' اور بدفالی کسی مسلمان کو اس کے

---

(۷۸۵)(ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۳۹۲۰) (۷۸۶)(ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۳۹۱۹)

ارادے سے باز نہ رکھے اور اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو دعا کرے: اے اللہ! تیرے سوا نہ کوئی اچھائیاں لا سکتا ہے اور نہ کوئی برائیاں دور کر سکتا ہے تیرے سوا کسی کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ قدرت۔
یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حل لغات:

اَلْفَأْلُ: نیک شگون، نیک فالی۔

تعارف راوی:

عروہ ابن عامر: آپ قرشی تابعی ہیں، حضرت ابن عباس وغیرہ سے احادیث لیتے ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف العین، فصل فی التابعین،)

شرح:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بدفالی کا ذکر کیا گیا) کہ لوگ بعض چیزوں سے بدشگونی لیتے ہیں بعض سے اچھا شگون اس کی حقیقت کیا ہے تب حضور نے وہ جواب دیا جو یہاں مذکور ہے۔
(تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے زیادہ اچھی چیز تو فال پکڑنا ہے اور بدفالی کسی مسلمان کو اس کے ارادے سے باز نہ رکھے) فال سے مراد نیک فال ہے جو اچھی بات اچھا نام سننے سے لی جائے یعنی یہ جائز ہے لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بدشگونی لی جائے تو وہ محض اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو، اللہ پر توکل کرے اور کام کو جائے۔
(اَللّٰھُمَّ لَا یَأْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّآ اَنْتَ، وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّآ اَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ) یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی تمام مروجہ بدفالیوں بدشگونیوں کا بہترین علاج ہے۔ واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:427)

۱۶۲-بَابُ تَحْرِیْمِ تَصْوِیْرِ الْحَیَوَانِ فِیْ بِسَاطٍ أَوْ حَجَرٍ اَوْ ثَوْبٍ اَوْ دِرْھَمٍ اَوْ مِخَدَّۃٍ اَوْ دِیْنَارٍ اَوْ وِسَادَۃٍ وَّغَیْرِ ذٰلِکَ وَتَحْرِیْمِ اِتِّخَاذِ الصُّوْرَۃِ فِیْ حَائِطٍ وَّسَقْفٍ وَّسِتْرٍ وَّعِمَامَۃٍ وَّثَوْبٍ وَّنَحْوِھَا وَالْاَمْرِ بِاِتْلَافِ الصُّوْرَۃِ

بستروں، پتھروں، کپڑوں، دراہم و دنانیر اور تکیوں وغیرہ پر حیوانات کی تصویریں بنانے کی حرمت اور دیوار، چھت، پردے اور پگڑی پر تصویریں بنانے کی حرمت اور ان کو مٹا دینے کے حکم کا بیان

تصاویر جمع ہے تصویر کی بمعنی صورت بنانا، یہ جاندار کی حرام بے جان کی جائز ہے۔ تصویر میں مروجہ فوٹو، قلم کی تصویریں، مجسمے سب ہی داخل ہیں کہ غیر جاندار کے حلال ہیں جاندار کے حرام، حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصاویر حرام نہ تھیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: "یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ"۔

(۷۸۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ ھٰذِہِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُقَالُ لَھُمْ: اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◄ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جو لوگ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جو چیزیں تم نے بنائی ہیں ان کو زندہ کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۸۸) وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَھْوَۃً لِّیْ بِقِرَامٍ فِیْہِ تَمَاثِیْلُ، فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَلَوَّنَ وَجْھُہٗ، وَقَالَ: "یَا عَآئِشَۃُ، اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الَّذِیْنَ یُضَاھُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰہِ!" قَالَتْ: فَقَطَعْنَاہُ فَجَعَلْنَا مِنْہُ وِسَادَۃً اَوْ وِسَادَتَیْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْقِرَامُ" بِکَسْرِ الْقَافِ ھُوَ: السِّتْرُ۔ "وَالسَّھْوَۃُ" بِفَتْحِ السِّیْنِ الْمُھْمَلَۃِ وَھِیَ: الصُّفَّۃُ تَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیِ الْبَیْتِ، وَقِیْلَ: ھِیَ الطَّاقُ النَّافِذُ فِی الْحَائِطِ۔

◄ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے اپنے طاقچے کے سامنے ایک ایسا پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں خداوند کریم سے مشابہت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ پردہ پھاڑ دیا اور اس سے ایک تکیہ یا دو تکیے بنا لیے۔

(متفق علیہ)

---

(۷۸۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۱۸) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۶۰۶) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۵۰۲۴) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۷۵۱) (نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۳۵۶) (ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۲۱۵۱) (مسند امام احمد رقم الحدیث ۳۵۵۸) (ابن حبان رقم الحدیث ۵۸۴۸) (بیہقی رقم الحدیث ۱۴۳۳۴) (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۴۴۰۹) (طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۰۳۰۶)

(۷۸۸) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۴۱۱)

حل لغات:

القرام: کاف کے کسرہ سے پردہ کو کہتے ہیں۔

السھوۃ: سین مُہملہ کے فتح سے گھر کے سامنے کا چبوترہ اور دیوار کے اندر بنے ہوئے طاقچے کو کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر بستر یا فرش میں ہوں جو پاؤں تلے تصویریں روندی جاتی ہوں تو جائز ہے یہ حدیث بظاہر پچھلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تو تکیوں کی تصاویر سے منع فرمایا گیا اور یہاں اس کی اجازت دی گئی لہٰذا یا تو یہ تصویریں جاندار کی نہ تھیں اور اس پر پردہ کو پھاڑنا اس لیے تھا کہ دیواروں چھت پر غلاف ڈالنا دنیاوی تکلف ہے جس سے اہلِ بیت کو بچنا چاہیے اور اگر جاندار کی تصاویر تھیں تو انکے سر کاٹ دیئے گئے تھے جن سے انکا استعمال جائز ہو گیا لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ یہ فرق حکم استعمال کے لیے ہے، رہی تصویر سازی وہ مطلقًا حرام ہے خواہ فرش پر ہو یا بستر میں یا کاغذ یا شیشہ میں یا دیوار وغیرہ میں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج، حدیث نمبر:3346)

(۷۸۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "کُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ یُجْعَلُ لَہٗ بِکُلِّ صُوْرَۃٍ صَوَّرَھَا نَفْسٌ فَیُعَذِّبُہٗ فِیْ جَھَنَّمَ". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَاِنْ کُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ فِیْہِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں جائے گا اس نے جو تصویریں بنائیں ان میں سے ہر تصویر کے عوض اس کے واسطے ایک نفس بنایا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم خواہ مخواہ تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو درختوں اور دوسری بے روح چیزوں کی تصویریں بنایا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۹۰) وَعَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فِی الدُّنْیَا، کُلِّفَ اَنْ یَّنْفُخَ فِیْھَا الرُّوْحَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

(۷۸۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۲۳)

(۷۹۰) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۲۴)

فرماتے سنا: جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی قیامت کے دن اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے اور وہ روح نہیں پھونک سکے گا۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ حدیث مشکوٰۃ میں یوں بیاں ہوئی کہ

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ایسی خواب گھڑے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو اسے مکلف کیا جاوے گا کہ وہ جَو میں گرہ لگائے اور نہ کر سکے گا اور جو کسی قوم کی بات سنے حالانکہ وہ ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جو تصویر بنائے تو اسے عذاب دیا جاوے گا اور مکلف کیا جاوے گا کہ اس میں روح پھونکے حالانکہ وہ پھونکنے والا نہیں (بخاری)

شرح

بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ رب تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے کیونکہ مؤمن کی سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں ۴۶ حصہ ہے اور وحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور وحی الٰہی جھوٹی گھڑتا ہے اس لیے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹ بڑا سخت جرم ہے، بعض لوگ تبلیغ کے بہانہ جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آرہی ہے فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ جَو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہیں بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لیے ہے۔

یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سنے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ گرم کر کے انڈیلا جاوے گا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، واقعی اسے قیامت میں یہ عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:340)

(۷۹۱) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

(۷۹۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۲۲)

يَقُوْلُ: "إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔ (متفق علیہ)

(۷۹۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي؟ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرتا ہے؟ پس ایک وہ ذرہ' ایک دانہ یا ایک جَو تو بنا کر دکھائیں۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی جیسی جاندار کی صورتیں اللہ تعالیٰ بناتا ہے ویسی یہ بناتے ہیں گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس سے مقابلہ کرنے والا مستحق عذاب ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 336)

(۷۹۳) وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس گھر کے اندر کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (متفق علیہ)

(۷۹۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ أَنْ يَّأْتِيَهُ، فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰى اشْتَدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۷۹۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۲۶)

(۷۹۳) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۳۹۸، بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۰۵۳، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۲۷، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۲۸۰۴، نسائی شریف، رقم الحدیث ۲۶۱، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۳۶۴۹، موطا امام مالک رقم الحدیث ۱۷۳۴، دارمی رقم الحدیث ۲۶۶۳، مسند امام احمد رقم الحدیث ۶۳۲، ابن حبان رقم الحدیث ۱۲۰۵، مستدرک رقم الحدیث ۶۱۱، بیہقی رقم الحدیث ۹۲۰، مسند ابویعلی رقم الحدیث ۳۱۳، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۳۸۶۰)

(۷۹۴) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۹۶۰)

"رَاثَ": اَبْطَأَ. وَهُوَ بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ.

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ سو انہوں نے آنے میں تاخیر کر دی تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزری۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے شکوہ کیا تو انہوں (حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کہا: ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کوئی کتا یا تصویر موجود ہو۔ (بخاری)

حلِ لغات:

راث: کا مطلب ہے: تاخیر کر دی اور یہ ثائے مثلثہ کے ساتھ ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ملائکہ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، حافظین کاتبین اور عذاب کے فرشتے تو ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ کتے سے مراد غیر ضروری کتا ہے اور تصاویر سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں جو شوقیہ بلا ضرورت ہوں اور احترام سے رکھی جاویں یہ قیدیں ضروری یاد رہیں لہٰذا نوٹ روپیہ پیسہ کی تصاویر جو ضروری ہیں اور فرش و بستر پر تصاویر جو پاؤں سے روندی جاویں جائز ہے ان کی وجہ سے فرشتے آنے سے نہیں روکتے، بچوں کی گڑیاں ان سے کھیلنا بچوں کے لیے جائز ہے مگر اس کی تجارت ممنوع ہے مذہب امام مالک، بعض نے فرمایا کہ گڑیا سازی کی احادیث منسوخ ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ غیر منسوخ ہیں۔ (مرقات) اور بچیوں کا گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 330)

(۷۹۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِيْ سَاعَةٍ اَنْ يَّأْتِيَهُ، فَجَآئَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ! قَالَتْ: وَكَانَ بِيَدِهِ عَصًا، فَطَرَحَهَا مِنْ يَّدِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: "مَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ" ثُمَّ الْتَفَتَ، فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهِ. فَقَالَ: "مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ؟" فَقُلْتُ: وَاللهِ مَا دَرَيْتُ بِهِ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَجَآئَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَعَدْتَّنِيْ، فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِيْ" فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ، اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ

(۷۹۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۳۹۵، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۱۵۷، نسائی شریف، رقم الحدیث ۴۲۸۳، ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۶۵۱، مسند امام احمد، رقم الحدیث ۱۲۸۹، بیہقی، رقم الحدیث ۱۰۸۴، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث ۴۵۰۸، طبرانی کبیر، رقم الحدیث ۱۰۴۷)

كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◄ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ وہ فلاں وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے' پس وہ گھڑی آ گئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ (جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام) نہیں آئے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے وہ پھینک دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: نہ تو خداوند کریم وعدہ خلافی کرتا ہے نہ اس کے رسول! پھر آپ نے توجہ فرمائی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چارپائی کے نیچے ایک کتے کا بچہ تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کتا کب داخل ہوا؟ میں نے عرض کیا: قسم خدا کی! مجھے تو پتہ نہیں چلا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اس کتے کو باہر نکال دیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا میں تمہارے واسطے بیٹھا رہا لیکن تم نہ آئے تو انہوں (حضرت جبرائیل) نے جواب دیا: مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو گھر کے اندر تھا اور ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے' جس کے اندر کتا یا تصویر ہو۔ (مسلم)

(۷۹۲) وَعَنْ اَبِی الْهَيَّاجِ حَيَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ لِيْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ اَنْ لَا تَدَعَ صُوْرَةً اِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◄◄ حضرت ابوالھیاج حیان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے واسطے نہ بھیجوں جس کام کے واسطے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا؟ وہ کام یہ ہے کہ جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو جو ابھری ہوئی قبر دیکھو اسے برابر کر دو۔ (مسلم)

تعارف راوی:

ابوالہیاج: آپ کا نام حبان ابن حصین ہے اسدی ہیں، عمار ابن یاسر کے کاتب تھے جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت علی و عمار سے ملاقات ہے۔

نوٹ: آپ کا نام مبارک بعض جگہ حیان بن حصین آتا ہے اور بعض مقامات پر حبان بن حصین آتا ہے صاحب مشکوٰۃ نے حبان بن حصین ہی نقل کیا ہے واللہ اعلم، ابوالاحمد غفرلہ۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الھاء، فصل فی التابعین)

(۷۹۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۹۶۹)

شرح:
یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں، تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی چند وجہ سے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت، مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ، ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔ چوتھے یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیئے علی مرتضٰی مامور ہوئے تھے۔ پانچویں یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی ان کے علاوہ نبیوں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے۔ چھٹے یہ کہ اسی فتح الباری میں تھوڑی دور جا کر فرمایا حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔ ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز کہ اس میں قبر اور صاحب قبر کی اہانت ہے۔ جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا، اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف وحمائلیں چھاپنا منع ہے لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام۔ آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم سے بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا اور یہ قبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی۔ نویں یہ کہ ابھی مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کر دی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا۔ بہرحال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہوسکیں گی۔ افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار، اہل بیت اطہار کی قبروں کو تو گرایا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا یعنی جن کے لیے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم کیا گیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 2، حدیث نمبر: 919)

۱۶۳-بَابُ تَحْرِیْمِ اِتِّخَاذِ الْکَلْبِ اِلَّا لِصَیْدٍ اَوْ مَاشِیَةٍ اَوْ زَرْعٍ

شکار یا چوپاؤں اور کھیتی کی حفاظت کے مقصد کے سوا کتا رکھنے کی حرمت کا بیان

(۷۹۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "مَنِ اقْتَنٰی کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ مَاشِیَةٍ فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطَانِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "قِیْرَاطٌ"۔

◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے سنا: جس شخص نے کتا پالا سوائے ایسے کتے کے جو شکار یا چوپاؤں کی حفاظت کی غرض سے ہو تو اس کے اجر میں روزانہ دو قیراط کمی ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ایک قیراط کمی ہوتی ہے۔

(۷۹۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَمْسَكَ کَلْبًا، فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ اِلَّا کَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِیَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنِ اقْتَنٰی کَلْبًا لَّیْسَ بِکَلْبِ صَیْدٍ، وَلَا مَاشِیَةٍ وَّلَا اَرْضٍ، فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِیْرَاطَانِ کُلَّ یَوْمٍ"۔

◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے پاس کتا رکھے تو اس کے سبب ہر روز اس کے عمل میں ایک قیراط کمی کر دی جاتی ہے سوائے ایسے کتے کے جو رکھوالی یا چوپاؤں کی حفاظت کے لئے رکھا جائے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: جس شخص نے ایسا کتا پالا جو نہ شکاری ہے اور نہ چوپاؤں اور زمین کی حفاظت کے لئے ہے تو اس کے سبب اس کے عمل میں ہر روز دو قیراط کمی کی جاتی ہے۔

---

(۷۹۷) (مسلم شریف رقم الحدیث ۳۹۱۱، بخاری شریف رقم الحدیث ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۸، ۳۱۴۶، ۳ ابو داؤد شریف رقم الحدیث ۲۸۴۴، ترمذی شریف رقم الحدیث ۱۴۹۰، نسائی شریف رقم الحدیث ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۲۰۴، ۳۲۰۶، مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۱۷۴۱، دارمی رقم الحدیث ۲۰۰۴، مسند امام احمد رقم الحدیث ۴۴۷۹، ۴۵۴۹، ۴۸۱۳، ابن حبان رقم الحدیث ۵۶۵۲، ۵۶۵۴، بیہقی رقم الحدیث ۱۱۱۶، ۱۰۸۰۴، مسند ابویعلی رقم الحدیث ۵۴۱۸، ۵۴۴۱، ۵۵۳۸، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۳۱۵۸، ۱۳۱۹۳، ۱۳۲۰۴)

(۷۹۸) (مسلم شریف رقم الحدیث ۳۹۲۰)

حل لغات:

کَلْبَ حَرْثٍ: وہ کتا جو کاشت کی حفاظت کرتا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلاضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں وجنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے، یا اولاً دو قیراط کی کمی کا قانون تھا پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی، غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرقات) مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط، محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:882)

۱۶۴۔ بَابُ کَرَاهِيَةِ تَعْلِيْقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيْرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الدَّوَابِّ وَكَرَاهِيَةِ اسْتِصْحَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

اونٹ وغیرہ چوپاؤں کی گردن میں گھنٹی لٹکانے اور سفر میں کتے اور گھنٹی کو ساتھ رکھنے کی کراہت کا بیان

(۷۹۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس کے اندر کتا یا گھنٹی ہو۔ (مسلم)

(۸۰۰) وَعَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ".

---

(۷۹۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۳۹، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۵۵۴، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۷۰۳، نسائی شریف، رقم الحدیث ۵۲۱۹، دارمی رقم الحدیث ۲۶۷۵، مسند امام احمد رقم الحدیث ۴۸۱۱، ابن حبان رقم الحدیث ۴۷۰۰، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۵۵۳، بیہقی رقم الحدیث ۱۰۱۰۷، مسند ابویعلی رقم الحدیث ۵۴۴۶، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۴۱۹۰)

رَوَاہُ اَبُو دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھنٹی شیطان کے سازوں میں سے ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے ایسی صحیح اسناد سے روایت کیا ہے جو مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مزامیر جمع ہے مزمار کی یہ زمار سے بنا بمعنی آراستگی آواز، اصطلاح میں ہر باجہ مزمار ہے مگر جھانجھ تو مطلقًا حرام ہے، جھانجھ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر لہوولعب کے لیے ہوں تو حرام ہیں ضرورۃً جائز ہیں جیسے جہاد میں طبل جنگ، اعلان نکاح کے لیے دف یا تاشہ۔ سحری وافطاری کے لیے طبل یا نقارہ بجانا کہ یہ جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے، یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جھانجھ کی حرمت بعینہ دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ۔ قوالی اور اس کے ڈھول کا مسئلہ ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو وہاں ہم نے اس کی نفیس بحث کی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:789)

۱۶۵۔ بَابُ کَرَاھَۃِ رُکُوبِ الْجَلَّالَۃِ وَھِیَ الْبَعِیرُ اَوِ النَّاقَۃُ الَّتِیْ تَأْکُلُ الْعُذْرَۃَ فَاِنْ اَکَلَتْ عَلَفًا طَاہِرًا فَطَابَ لَحْمُھَا، زَالَتِ الْکَرَاھَۃُ

ایسے اونٹ یا اونٹنی پر سواری کرنے کی ممانعت کا بیان جو گندی چیزیں کھاتے ہوں اور اگر وہ چارہ کھانے لگیں اور ان کی خوراک اچھی ہو جائے تو مکروہ نہیں

(۸۰۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَۃِ فِی الْاِبِلِ اَنْ یُّرْکَبَ عَلَیْھَا۔

رَوَاہُ اَبُو دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیحٍ۔

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گندی چیزیں کھانے والے اونٹوں پر سواری کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

(۸۰۰) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۴۳۱، مسند امام احمد رقم الحدیث ۸۷۶۹، ابن حبان رقم الحدیث ۴۷۰۴، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۵۵۴، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۶۲۹، بیہقی رقم الحدیث ۱۰۱۰۶، مسند ابویعلی رقم الحدیث ۶۵۱۹)

(۸۰۱) (ابوداؤد شریف کتاب الجہاد رقم الحدیث ۲۵۵۸)

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

حل لغات:

اَلْجَلَّالَۃِ: وہ جانور جو گندی چیزیں کھاتا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

جلالہ وہ گائے ہے جو بہت نجاست کھاتی ہے حتیٰ کہ اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اس کا بدبودار گوشت، دودھ، کھانا، پینا مکروہ ہے۔اسے کچھ روز تک باندھ کر رکھا جائے جب اس کے جسم سے بو آنا بند ہو جائے تب ذبح کیا جائے۔امام مالک کے ہاں جلالہ کا گوشت بلا کراہتہ جائز ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت اچھی طرح دھولیا جائے، حضرت عبداللہ ابن عمر چھوٹی ہوئی مرغی کو تین دن باندھ کر رکھتے پھر ذبح فرماتے۔جو جانور کبھی کبھی گندگی کھالے وہ جلالہ نہیں۔

(مرقات)

یہ ممانعت کراہت تنزیہی ہے کیونکہ جلالہ کا پسینہ بھی بدبودار ہوتا ہے، ممکن ہے کہ سوار کے کپڑے میں پسینہ لگے اور وہ بھی بدبودار ہو جائے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:1018)

۱۲۶۔بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْأَمْرِ بِإِزَالَتِهِ مِنْهُ إِذَا وُجِدَ فِيْهِ وَالْأَمْرِ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْأَقْذَارِ

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اور اگر مسجد میں تھوک نظر آئے تو اسے اٹھانے اور مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کے حکم کا بیان

(۸۰۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا أَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهُ، فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهِ. قَالَ أَبُو الْمَحَاسِنِ الرُّوْيَانِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا فِيْ كِتَابِهِ "الْبَحْرِ" وَقِيْلَ: الْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ، أَمَّا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا أَوْ مُجَصَّصًا، فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ كَمَا

---

(۸۰۲) (مسلم شریف رقم الحدیث ۱۱۳۳)

يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيئَةِ وَتَكْثِيرٌ لِّلْقَذَرِ فِي الْمَسْجِدِ، وَعَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَنْ يَّمْسَحَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِيَدِهٖ اَوْ غَيْرِهٖ اَوْ يَغْسِلَهُ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے، اور اس کو دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد کا فرش مٹی یا ریت وغیرہ کا ہے تو تھوک کو مٹی کے نیچے چھپا دے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حضرت ابوالحسن رویانی نے اپنی کتاب ''البحر'' میں ہمارے اصحاب کی طرف سے کہا ہے، اور یہ بھی مروی ہے کہ دفن کر دینے کا مطلب ہے اس کو مسجد سے باہر نکال دیا جائے لیکن اگر مسجد کا فرش پختہ ہے، اور کوئی تھوک کو اپنے پیر وغیرہ کے ساتھ فرش پر مل دے جیسا کہ بہت سے جاہل لوگ کرتے ہیں تو یہ اس کو دفن کرنا نہیں، یہ تو مزید گناہ ہے، اور مسجد میں مزید گندگی پھیلانا ہے اور جو شخص ایسا کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا کرنے کے بعد اس تھوک کو اپنے کپڑے یا ہاتھ سے صاف کرے اور یا اس کو دھو ڈالے۔ (ریاض الصالحین تحت حدیث مذکورہ)

(۸۰۳) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا، اَوْ بُزَاقًا، اَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جانب قبلہ دیوار پر رینٹ، تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ دیا۔ (متفق علیہ)

(۸۰۴) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ" اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ مساجد اس واسطے نہیں کہ ان کے اندر پیشاب اور گندگی پھیلائی جائے بلکہ یہ تو اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ ان کے اندر اللہ عزوجل کا ذکر کیا جائے اور قرآن حکیم کی تلاوت کی جائے یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (مسلم)

---

(۸۰۳) (مسلم شریف کتب المساجد رقم الحدیث ۱۱۲۹)
(۸۰۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۶۹)

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مسجد میں پیشاب کے متعلق مراۃ المناجیح میں یہ حدیث ملتی ہے کہ۔

ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا اسے لوگوں نے پکڑ لیا اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو کیونکہ تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے مشکل میں ڈالنے والے نہیں بھیجے گئے۔ (بخاری)

شرح:

یعنی اسے نہ مارو پیٹو کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے۔ اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے، نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے۔

خیال رہے کہ زمین اگرچہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا، زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی، نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہیئے اور یہ دھلنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 463)

۱۶۷۔ بَابُ كَرَاهَةِ الْخُصُوْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

مسجد کے اندر جھگڑنے، آواز بلند کرنے، گمشدہ چیز تلاش کرنے اور فروخت اور اجارہ وغیرہ معاملات کرنے کی کراہت کا بیان

(۸۰۵) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ

(۸۰۵) (مسلم شریف کتاب المساجد رقم الحدیث ۱۲۶۲، ابو داؤد شریف رقم الحدیث ۴۷۳، ابن ماجہ شریف رقم الحدیث ۷۶۷، مسند امام احمد رقم الحدیث ۸۵۷۲، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۳۰۵، ابن خزیمہ ۱۳۰۲، بیہقی رقم الحدیث ۱۱۸۸۴)

لِهٰذَا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص کسی آدمی کو مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو کہے: اللہ تعالیٰ تجھے تیری گمشدہ چیز واپس نہ کرے اس واسطے کہ مسجدیں اس کام کے لئے تعمیر نہیں کی گئیں۔ (مسلم)

(۸۰۶) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيْعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُوْلُوْا: لَا اَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ"۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو کہو: اللہ عزوجل تیری تجارت میں تجھے نفع عطا نہ کرے اور اگر تم کسی کو مسجد میں کوئی گمشدہ چیز تلاش کرتے دیکھو تو کہو: اللہ عزوجل تیری گمشدہ چیز تجھے واپس نہ کرے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مسئلہ: پہلی اذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب یہاں تک کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید وفروخت کی تو یہ بھی ناجائز اور مسجد میں خرید وفروخت تو سخت گناہ ہے اور کھانا کھا رہا تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آئی اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے، جمعہ کے لیے اطمینان ووقار کے ساتھ جائے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۹. والدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۴۲.)

(۸۰۷) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَنْ دَعَا اِلَى الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا وَجَدْتَ، اِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

---

(۸۰۶) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۳۲۱)

(۸۰۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۶۵)

◄◄ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں آواز دی: سرخ اونٹ کی تلاش میں میری کون مدد کرے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھے تیرا اونٹ نہ ملے۔ بے شک مسجدیں تو اسی کام کے لئے بنائی گئی ہیں جس کے لئے بنائی گئی ہیں۔ (مسلم)

(۸۰۸) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، أَوْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

◄◄ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ مسجد میں کوئی گمشدہ چیز تلاش کی جائے اور اس سے بھی کہ مسجد میں شعر پڑھا جائے۔ اسے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(۸۰۹) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ فَقَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

◄◄ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ کسی شخص نے میری جانب کنکری پھینکی۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دو آدمیوں کو میرے پاس بلا لاؤ' سو میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے گیا تو آپ نے فرمایا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔ (بخاری)

حل لغات:

اَصْوَات: جمع صوت کی بمعنی آواز۔

تعارف راوی:

سائب ابن یزید: آپ کی کنیت ابو یزید ہے، کندی میں ۲ دو ہجری میں پیدا ہوئے، حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ

---

(۸۰۸) (ترمذی شریف' رقم الحدیث ۳۲۲)

(۸۰۹) (بخاری شریف' رقم الحدیث ۴۷۰)

شریک ہوئے، اس وقت سات سال کے تھے ۸۰ھ اسی میں وفات ہے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ تحت حرف السین، فصل فی الصحابہ)

شرح:

مشکوۃ کی روایت میں آتا ہے کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کنکری ماری۔

حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا یا اس لیے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کر لیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے تھے۔ بعض علماء مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں، بعض بلا کراہت جائز، حضرت فاروق اعظم نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے۔

(فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت سزا دیتا) مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پردیسی ہو مسائل سے پورے واقف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیرًا سزا دے سکتا ہے، جہاں علم کی روشنی کم پہنچتی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جا سکتا ہے، ورنہ بے علمی عذر نہیں۔ خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے، مکہ معظمہ سے تین منزل دور سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پرانوار وہیں ہے۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، وہاں حضور کا دربار ہے، اس کا ادب چاہیئے۔ وہ حضرات دنیوی باتیں اونچی آواز سے کر رہے تھے، ورنہ مسجد میں درس و تدریس، ذکر اللہ، نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کر سکتے ہیں، جب کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 701)

۱۶۸۔ بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا اَوْ كُرَّاثًا اَوْ غَيْرَهٗ مِمَّا لَهٗ رَائِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَائِحَتِهٖ اِلَّا لِضُرُوْرَةٍ

جو شخص لہسن، پیاز یا گندنا وغیرہ کھائے جس کی بو ناپسندیدہ ہو تو اس کو اس کی بو ختم کرنے سے قبل بلا ضرورت مسجد میں داخل ہونا منع ہے

(۸۱۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِيْ: الثُّوْمَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَسَاجِدَنَا"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اس

درخت یعنی لہسن سے کوئی چیز کھائی وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں ہے: ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔

(۸۱۱) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اس پودے سے کچھ کھایا وہ ہمارے قریب نہ آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔ (متفق علیہ)

(۸۱۲) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ اٰدَمَ".

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے اور ہماری مسجد سے دور ہو جائے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت ہے: جس شخص نے پیاز، لہسن یا گندنا کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس واسطے کہ جس شخص سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت محسوس کرتے ہیں۔

حل لغات:

اَلْبَصَلَ: پیاز۔

وَالثُّوْمَ، لہسن۔

وَالْكُرَّاثَ: گندنا۔

تعارف راوی:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۱۰) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۵۰، بخاری شریف، رقم الحدیث ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵)، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۸۰۶، نسائی شریف، رقم الحدیث ۷۰۷، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۳۰، دارمی رقم الحدیث ۲۰۵۳، مسند امام احمد رقم الحدیث ۴۶۱۹، ۴۷۱۵، ۴۷۵۷۳، ابن حبان رقم الحدیث ۱۶۴۳، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۶۶۱، ۱۶۶۳، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۶۶۵، بیہقی رقم الحدیث ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، مسند ابویعلی ۱۸۸۹، ۲۲۲۶، ۲۳۲۲، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۲۲۵، ۳۷۴۸، ۱۰۷۹۸)

(۸۱۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۵۲)

(۸۱۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۵۵)

شرح:

(اس شخص نے پیاز، لہسن یا گندنا کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے) یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے، لہٰذا حقہ پی کر، کچی مولی یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے، نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے، گندہ دہن کا حکم بھی یہی ہے۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، لہٰذا مَسْجِدُنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے۔ اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ بعض روایات میں بجائے مَسْجِدُنَا کے اَلْمَسَاجِدُ ہے۔

(اس واسطے کہ جس شخص سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت محسوس کرتے ہیں۔) یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذاء پائیں گے۔ خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں، ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبودار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تا کہ لوگوں کو ایذاء نہ پہنچے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 667)

(۸۱۳) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ خَطَبَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ: ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ تَاْكُلُوْنَ شَجَرَتَیْنِ مَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ: الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ۔ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا وَجَدَ رِیْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهٖ، فَاُخْرِجَ اِلَی الْبَقِیْعِ، فَمَنْ اَكَلَهُمَا، فَلْیُمِتْهُمَا طَبْخاً۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور خطبے میں ارشاد فرمایا: پھر تم اے لوگو! ان دو درختوں کو کھاتے ہو۔ (مطلب یہ کہ لہسن اور پیاز کو) مجھے تو یہ دونوں بہت خبیث معلوم ہوتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اگر کسی آدمی کے منہ سے ان کی بو محسوس کی تو حکم فرمایا کہ اس کو بقیع کی جانب نکال دیا جائے۔ پس جو ان کو کھانا چاہے وہ ان کو پکا کر ان کی بو ختم لیا کرے۔ (مسلم)

تعارف راوی:

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۱۳) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۶۰، مسند امام احمد رقم الحدیث ۸۹، ۱۸۶، ۳۴۱، ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۱، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۵۵۷۲، ۴۵۱۱، بیہقی رقم الحدیث ۱۶۳۵۵، ۱۸۵۲۰، مسند ابو یعلی رقم الحدیث ۱۸۴، ۲۵۶)

شرح:

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد اسے الگ رہے یا اپنے گھر میں بیٹھے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی جس میں ساگ پات کی سبزیاں تھیں تو حضور نے اس میں بو محسوس کی تو فرمایا کہ اسے بعض صحابہ کی طرف بڑھا دو اور فرمایا تم کھاؤ میں ان (فرشتوں) سے کلام کرتا ہوں جن سے تم کلام نہیں کرتے۔ (مسلم، بخاری)

۱۶۹۔ بَابُ کَرَاھَةِ الْاِحْتِبَاءِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ لِاَنَّهٗ یَجْلِبُ النَّوْمَ فَیَفُوْتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَیُخَافُ انْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ

جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو پاؤں اور پیٹھ کو پگڑی کے ساتھ باندھ کر بیٹھنے کی کراہت کا بیان اس واسطے کہ اس طرح بیٹھنے سے نیند آ جاتی ہے اور خطبہ نہیں سنا جا سکتا اور وضو ٹوٹ جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے

(۸۱۴) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسِ نِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَا: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت پاؤں کھڑے کر کے اور پاؤں اور پیٹھ کو کپڑے وغیرہ سے باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اسے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا اور دونوں نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

حل لغات:

اَلْحِبْوَةِ: پاؤں کھڑے کر کے اور پاؤں اور پیٹھ کو کپڑے وغیرہ سے باندھ کر بیٹھنا۔

تعارف راوی:

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 737 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۱۴) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۵۱۴)

شرح:

کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین تو فرماتے ہیں کہ دوزانو بیٹھ کر خطبہ سنے پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے اور دوسرے میں زانوؤں پر ہاتھ رکھے تو ان شاء اللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2 حدیث نمبر: 620)

۱۷۰۔ بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُّضَحِّيَ عَنْ أَخْذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهِ أَوْ أَظْفَارِهِ حَتّٰى يُضَحِّيَ

جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے واسطے ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہونے سے لے کر قربانی کرنے تک بال اور ناخن وغیرہ کٹوانا منع ہے

(۸۱۵) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس قربانی کا جانور ہو جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے تو وہ قربانی کرنے سے قبل اپنے بال و ناخن نہ کاٹے۔ (مسلم)

تعارف راوی:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 82 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی جو امیر وجوبًا یا فقیر نفلًا قربانی کا ارادہ کرے وہ بقر عید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، لہٰذا قربانی والے پر حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازم نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔

---

(۸۱۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۰۰۶)

بلکہ جوقربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقرعید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو ان شاءاللہ ثواب پائے گا، جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔خیال رہے کہ مَنْ اَرَادَ سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جوقربانی کرنا چاہے وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق وفاروق قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جاویں، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نماز جمعہ کے اور حج کیلئے بھی مَنْ اَرَادَ ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے وہ غسل کرے جوحج کرنا چاہے وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی، چونکہ جمعہ وحج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا، اور حضرت صدیق وفاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔(مرقاۃ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 2، حدیث نمبر: 685)

۱۷۱-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالسَّمَآءِ وَالْاٰبَاءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوْحِ وَالرَّأْسِ وَحَيَاةِ السُّلْطَانِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَّالْاَمَانَةِ، وَهِيَ مِنْ اَشَدِّهَا نَهْيًا

مخلوق مثلاً نبی، کعبہ، فرشتوں، آسمان، باپ، دادا، زندگی، روح، سر، بادشاہ کی زندگی اور بادشاہ کے انعام، یا کسی کی قبر اور امانت وغیرہ کی قسم کھانے کی سخت ممانعت کا بیان

(۸۱۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَصْمُتْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ: "فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَوْ لِيَسْكُتْ".

◄◄ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل تمہیں تمہارے آباؤاجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، اور جو قسم کھانا ہی چاہتا ہو تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔(متفق علیہ)

اور صحیح کی ایک روایت میں ہے: اور جو قسم کھانا ہی چاہتا ہو وہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے یا خاموش رہے۔

(۸۱۷) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ، وَلَا بِآبَائِكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

---

(۸۱۶) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۶۴۶)

(۸۱۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۶۴۸)

"اَلطَّوَاغِیْ": جَمْعُ طَاغِیَةٍ، وَهِیَ الْاَصْنَامُ. وَمِنْهُ الْحَدِیْثُ: "هٰذِهٖ طَاغِیَةُ دَوْسٍ" اَیْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُوْدُهُمْ. وَرُوِیَ فِیْ غَیْرِ مُسْلِمٍ: "بِالطَّوَاغِیْتِ" جَمْعُ طَاغُوْت، وَهُوَ الشَّیْطَانُ وَالصَّنَمُ.

◄◄ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو بتوں کی قسمیں کھایا کرو اور نہ اپنے باپ دادا کی۔ (مسلم)

حل لغات:

الطواغی: یہ طاغیۃ کی جمع ہے' بتوں کو کہتے ہیں اور اسی سے یہ قول ہے: ''ھٰذہ طاغیۃ دوس'' یعنی یہ قبیلہ دوس کا بت اور ان کا معبود ہے' اور مسلم کے علاوہ کی روایت میں ہے: ''بالطواغیت'' جو طاغوت کی جمع ہے' اور اس کا معنی ہے شیطان اور بت۔

تعارف راوی:

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 677 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے، اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا باعث ہیں۔ اہلِ عرب بتوں اور باپ دادوں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرما دیا گیا۔ خیال رہے کہ بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ دادوں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 232)

(۸۱۸) وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

◄◄ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو امانت کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

(۸۱۹) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ، فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَاِنْ كَانَ صَادِقًا، فَلَنْ یَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ.

---

(۸۱۸) (ابوداؤد شریف' والسند ورقم الحدیث ۳۲۵۳)

(۸۱۹) (ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۳۲۵۸)

◄◄ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور کہے: میں اسلام سے بری الذمہ ہوں تو اگر وہ اس میں جھوٹا ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا، اور اگر وہ اپنی بات میں سچا ہو تو وہ صحیح وسلامت اسلام کی جانب ہرگز نہیں لوٹ سکے گا۔ (ابوداؤد)

(۸۲۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَا وَالْكَعْبَةِ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللهِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فقد كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ"۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهٗ: "كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ" عَلَى التَّغْلِيْظِ. كَمَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ"۔

◄◄ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا: نہیں کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا: شرک کیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث میں کفر اور شرک کی تفسیر کرتے ہوئے اسے سختی پر محمول قرار دیا ہے جس طرح کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریا (دکھاوا) شرک ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا، چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیے اسی کا ذکر ہوا، غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے: افلح و ابی یعنی قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہوگیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لیے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لیے ہے یہ حدیث بیان کراہت کے لیے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 5، حدیث نمبر: 322)

---

(۸۲۰) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۵۳۵)

۱۷۲-بَابُ تَغْلِیْظِ الْیَمِیْنِ الْکَاذِبَةِ عَمْدًا

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کے سخت گناہ ہونے کا بیان

(۸۲۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی مَالِ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقِّهٖ، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ" قَالَ: ثُمَّ قَرَاَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، مِصْدَاقَهٗ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝﴾ (اٰل عمران:77)۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے مال پر بغیر حق کے قسم کھائے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غصہ ہوگا۔ فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد کی مزید تصدیق کے لئے اللہ عزوجل کی کتاب کی یہ آیت تلاوت کی: بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

سچ بولنے والے کو قلبی سکون ملتا ہے، نہ کبھی ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نہ ہی ایسے الفاظ کہنے پڑتے ہیں کہ "کاش! میں ایسا نہ کرتا، کاش! میں نے ایسا نہ کہا ہوتا" سچ ہمیشہ نجات دلاتا ہے جبکہ جھوٹ بولنے والا شکوک وشبہات میں مبتلا اور بے چین رہتا ہے، وہ سب سے پہلے تو اسی تَرَدُّد (شک) میں رہتا ہے کہ نا جانے لوگ اس کی بات کا اعتبار کریں گے یا نہیں، پھر اگر لوگ اس کی بات نہ مانیں تو وہ جھوٹی قسمیں کھاتا اور ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی جھوٹ بول کر گناہوں کے دَلدَل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور جھوٹ سے بچیں۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا حشر صِدِّیقین کے ساتھ فرمائے! اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

---

(۸۲۱) (بخاری شریف رقم الحدیث ۲۲۲۹، ۲۲۸۵، ۲۳۸۰، ۲۵۲۳، ۲۵۲۵، ۲۵۲۸، ۲۵۳۱، ۴۲۷۵، ۶۲۸۳، ۶۲۹۹، ۶۲۹۹، مسند امام احمد رقم الحدیث ۵۷۶، ۳، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۷۰۵، مسند طیالسی رقم الحدیث ۹۴۳، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۵۲۸، سنن الکبریٰ رقم الحدیث ۵۹۹۲)

(۸۲۲) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ. وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ" فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ: وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاکٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

◄◄ حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق غصب کیا۔ اللہ عزوجل اس کے واسطے دوزخ واجب کر دیتا ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ تھوڑی سی چیز ہو فرمایا: اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہو۔ (مسلم)

(۸۲۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْکَبَائِرُ: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ". رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: اَنَّ اَعْرَابِیًّا جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْکَبَائِرُ؟ قَالَ: "اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ" قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ" قُلْتُ: وَمَا الْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ: "اَلَّذِیْ یَقْتَطِعُ مَالَ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ!" یَعْنِیْ بِیَمِیْنٍ ھُوَ فِیْھَا کَاذِبٌ.

◄◄ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو قتل کرنا (ناحق) اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

اور انہی کی ایک روایت میں ہے: ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا: کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا، اس نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یمین غموس" اس نے عرض کیا یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا: جھوٹی قسم جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق طور غصب کر لیا جائے، یعنی ایسی قسم کھائے جس میں وہ جو جھوٹا ہو۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۲۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۳۷)

(۸۲۳) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۶۶۷۵)

شرح:

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک وکفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 50)

۱۷۳- بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا اَنْ یَّفْعَلَ ذٰلِکَ الْمَحْلُوْفَ عَلَیْہِ ثُمَّ یُکَفِّرُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ

جو شخص کسی کام پر قسم کھائے اور پھر اسے اس کے برعکس دوسرے کام میں بہتری نظر آئے تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ بہتر کام بجالائے اور قسم کا کفارہ ادا کرے

(۸۲۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَاَیْتَ غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا، فَاْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَّ کَفِّرْ عَنْ یَّمِیْنِکَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀◀ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تم کوئی قسم کھاؤ اور پھر اس کے برعکس کسی دوسرے کام میں تمہیں بہتری نظر آئے تو بہتر کام کرو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔ (متفق علیہ)

(۸۲۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَاٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا، فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ، وَلْیَفْعَلِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی قسم کھائی اور پھر اسے کوئی دوسرا کام اس سے بہتر نظر آیا تو وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور وہ کام کرے جو اچھا ہے۔ (مسلم)

---

(۸۲۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۶۵۲)

(۸۲۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۶۵۰)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے، واؤ صرف جمع چاہتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، یہ امر بعض موقعوں پر وجوب کے لیے ہوگا، بعض موقعوں پر استحباب کے لیے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:328)

(۸۲۶) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنِّیْ وَاللهِ اِنْ شَآءَ اللهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی يَمِيْنٍ، ثُمَّ اَرٰی خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَّمِيْنِیْ، وَاَتَيْتُ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! میں جب بھی کوئی قسم کھاؤں اور اس کے بعد مجھے اس کے برعکس کوئی اور چیز بہتر نظر آئے تو میں ان شاء اللہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتا ہوں اور وہ کام کرتا ہوں جو اچھا ہو۔ (متفق علیہ)

(۸۲۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّلَجَّ اَحَدُكُمْ فِیْ يَمِيْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰی مِنْ اَنْ يُّعْطِیَ كَفَّارَتَهُ الَّتِیْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهٗ: "يَلَجّ" بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ اَیْ: يَتَمَادٰی فِيْهَا، وَلَا يُكَفِّرُ، وَقَوْلُهٗ: "اٰثَمُ" هُوَ بِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، اَیْ: اَكْثَرُ اِثْمًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے متعلق اپنی قسم پر اڑا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ گنہگار ہوگا بہ نسبت اس کے کہ وہ کفارہ ادا کر دے جو اللہ عزوجل نے اس پر فرض کیا ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

يَلَجُّ: لام کے فتح اور جیم کی شد کے ساتھ مطلب ہے: قسم پر اڑا رہے اور کفارہ ادا نہ کرے۔

اثم: ثاء مثلثہ کے ساتھ بہت زیادہ گناہگار۔

---

(۸۲۶) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۱۳۳)

(۸۲۷) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۶۶۲۵)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یلج ی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاءٔ و لجاجۃ کا مضارع ضرب یضرب سے لجاجہ کے معنے ہیں اڑ جانا، مصر ہو جانا، قائم رہنا یعنی جو شخص اپنے گھر والوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلًا یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کروں گا یا بیوی سے ایک دو ماہ صحبت نہ کروں گا۔

یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑے اور گھر والوں کے حقوق ادا کرے، رب تعالیٰ فرماتا ہے:"وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمٰنِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ"۔ خیال رہے کہ یہاں اٰثم تفضیل مقابلہ کے لیے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب کہ اگرچہ رب تعالیٰ کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لیے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر یہاں قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:326)

۱۷۴- بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِيْنِ وَاَنَّهٗ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ، وَهُوَ مَا يَجْرِيْ عَلَى اللِّسَانِ بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهٖ عَلَى الْعَادَةِ: لَا وَاللّٰهِ، وَبَلٰى وَاللّٰهِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ

فضول قسم پر معافی کا بیان اور یہ کہ ایسی قسم پر کوئی کفارہ لازم نہیں اور لغو قسم یہ ہے کہ قسم کے ارادہ کے بغیر زبان پر قسم کے الفاظ آ جائیں جیسے لوگ عموماً کہہ دیتے ہیں نہیں خدا کی قسم! اور ہاں خدا کی قسم! وغیرہ

آیت نمبر:1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ} (المائدۃ:89)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: اور نہ باز پرس کرے گا تم سے اللہ عزوجل تمہاری فضول قسموں پر لیکن باز پرس کرے

گا تم سے ان قسموں پر جن کو تم پختہ کر چکے ہو تو اس کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا جو تم کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑے پہنائے جائیں انہیں یا غلام آزاد کیے جائیں اور جو نہ پائے ان میں سے کوئی چیز تو وہ تین دن روزہ رکھے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو''۔

تشریح: شانِ نزول:

امام ابوجعفر محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (المائدہ: ۸۷) تو جن مسلمانوں نے اپنے اوپر عورتوں اور گوشت کو حرام کر لیا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب ہماری ان قسموں کا کیا ہوگا جو ہم کھا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ (الآیہ)

(جامع البیان، جز ۷ ص ۱۹-۱۸، مطبوعہ ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں عورتوں نے گوشت اور رات کی نیند ترک کرنے کی قسمیں کھائی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان پر کفارہ لازم کر دیا، یعنی وہ قسم توڑیں اور کفارہ ادا کریں۔

یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

یمین کے ازروئے لغت تین معنی ہیں۔ (۱) قوت (۲) داہنا ہاتھ (۳) قسم۔

یمین بہ معنی قوت اس آیت میں ہے:

(آیت) "ولو تقول علینا بعض الاقاویل، لاخذنا منه بالیمین"۔ (الحاقہ: ۴۰-۴۴)

ترجمہ: اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یمین کا معنی داہنا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یمین بہ معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے:

(آیت) "واما ان کان من اصحب الیمین، فسلم لك من اصحب الیمین"۔ (الواقعہ: ۹۱-۹۰)

ترجمہ: اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تجھ پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے ہے۔

یمین کا تیسرا معنی قسم ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اور قسم پر یمین کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز قسم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کلام کو قوی اور موکد کرتا ہے۔

قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت:

قسم کھانا مشروع ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

(آیت) "والنجم اذا ھوی"۔ (النجم:۱)

ترجمہ روشن ستارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔

(آیت) "لا اقسم بھذا البلد"۔ (البلد:۱)

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم فرماتا ہوں۔

(آیت) "والشمس وضحھا"۔ (الشمس:۱)

ترجمہ: سورج اور اس کی چمک کی قسم۔

(آیت) "والضحی واللیل اذا سجی"۔ (الضحی:۲۔۱)

ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب وہ (تاریکی کا) پردہ ڈالے۔

اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے:

(آیت) "ویستنبئونك احق ھو قل ای وربی انه لحق وما انتم بمعجزین"۔ (یونس:۵۳)

ترجمہ: اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہیے ہاں میرے رب کی قسم وہ برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

(آیت) "قال الذین کفروا لا تاتینا الساعة قل بلی وربی لتاتینکم عالم الغیب"۔ (سبا:۳)

ترجمہ: اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہیے میرے رب عالم الغیب کی قسم وہ ضرور تم پر آئے گی۔

(آیت) "زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن"۔ (التغابن:۷)

ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا: وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے' آپ کہیے کیوں نہیں! میرے رب کی قسم: تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

احادیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تم کو سوار

نہیں کروں گا' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہماری طرف چتکبرے کوہان والے تین اونٹ بھیجے۔ہم نے کہا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے' ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی' آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم' الایمان ۱۰ (۱۶۴۹) ۴۱۹۰' صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۳۸۰' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۰۰۵' سنن نسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۷۸۰' مسند احمد' ج ۷' رقم الحدیث: ۱۹۵۳۶)

جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز:

فقہاء کے نزدیک ہرچند کہ قسم کھانا مباح ہے لیکن کثرت قسم کھانا مکروہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "ولا تطع کل حلاف مھین"۔ (القلم: ۱۰)

ترجمہ: اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا' انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر بہ افراط قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم"۔ (البقرہ: ۲۲۴)

ترجمہ: اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت قسم کھاتے تھے' بعض اوقات ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

آپ نے خطبہ کسوف میں فرمایا اے محمد کی امت اللہ کی قسم اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے' اے امت محمد اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ۔

(صحیح البخاری' ج ۱ رقم الحدیث: ۱۰۴۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آپ نے ترک دنیا کو ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو: خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

(صحیح البخاری' ج ۶ رقم الحدیث: ۵۰۶۳)

آپ نے ابو طالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے۔ (صحیح البخاری' ج ۲ رقم الحدیث: ۱۳۶۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا انشاء اللہ۔

(سنن ابوداؤد ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۸۵)

اس ایک حدیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور بہ افراط قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انسان کسی جھوٹ پر اللہ کی قسم کھالے اور مانعین نے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

(آیت) "ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس"۔ (البقرۃ: ۲۲۴)

ترجمہ: اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ جن سے مقصد نیکی' خدا خوفی اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز رہنا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا' خدا خوفی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا' پھر اور نیک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام کرنے کی قسم کھا چکا ہوں' سو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کر کے قسم توڑنے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

فی نفسہ قسموں کی اقسام:

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب' مستحب' مباح' مکروہ اور حرام:

واجب: اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سوید بن حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارادہ سے نکلے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے' ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے' میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی' اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میری بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا: مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۵۶' سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۱۹' مسند احمد ج ۵' رقم الحدیث: ۱۶۷۲۶' طبع دار الفکر مسند احمد ج ۴' ص ۷۹' طبع قدیم)

مستحب: جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی شر کو رفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی

طرح کسی عبادت کے کرنے پر کسی گناہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح: کسی مباح کام کرنے کے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے' جس خبر کے صادق ہونے کا یقین ہو' یا اس کے صدق کا غلبہ ظن ہو' اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

مکروہ: کسی مکروہ کام کے کرنے پر' یا کسی مستحب کرنے پر قسم کھائی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے۔ روایت ہے کہ حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے' حالانکہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرچ دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اس تہمت سے برات بیان کردی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرچ دے کر ان کی مدد کرتے تھے وہ اب بند کردیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت) " ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم "۔ (النور:۲۲)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ صاحب وسعت اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں' اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور انکو چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کو ترک کرنے کی قسم کھانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

حرام: جھوٹی قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) " ویحلفون علی الکذب وهم یعلمون، اعدالله لهم عذابا شدیدا انهم سآء ما کانوا یعملون "۔ (المجادلہ:۱۴۔۱۳)

ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ (دنیا میں) بہت برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص ناجائز کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) " ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئك لا خالق لهم فی الاخرة ولا یکلمهم الله ولا ینظر الیهم یوم القیامة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم "

(آل عمران:۷۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی

حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا' اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا' اور نہ ان کو پاک کرے گا' اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات:

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھانی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔ پہلی رائے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا' جو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا جو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوٹا دی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ مقداد پر کوئی مصیبت آئے اور یہ کہے کہ یہ مصیبت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق چھوڑنے کو ترجیح دی' اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بے شک میرے ہاتھ میں عصا ہے' اور عمر بن شبہ نے کتاب قضاۃ البصرۃ میں اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک کھجور کے درخت کے متعلق حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعویٰ تھا' تو حضرت عمر پر قسم آئی۔ حضرت زید نے کہا تم امیر المومنین سے قسم کو معاف کر دو' حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا امیر المومنین کو کیوں معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا ورنہ میں قسم کو ترک کر دوں گا' اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یہ کھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا گیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے سے پہلے ابی کو درخت کیوں نہیں دیا' حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم نہیں کھائی تو لوگ میرے بعد اپنے حقوق پر قسم نہیں کھائیں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا' اور یہ حق پر سچی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ دوسرے کے سامنے کھانا جائز ہے' وہ حاکم کے سامنے بھی جائز ہے۔

(المغنی ج ۹' ص ۳۸۹۔۳۸۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۰۵ھ)

قسم کھانے کا طریقہ:

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس طرح قسم کھاتے تھے' اس ذات کی قسم محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ' رحمن' رحیم' خالق' باری' رزاق' رب' وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات یہ ہیں' اللہ کی عظمت اللہ کا جلال' اللہ کی قدرت' اللہ کا علم' اللہ کا کلام وغیرہ' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یوں قسم کھاتے "لا ومقلب القلوب" دلوں کے پلٹنے والے کی قسم۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۷۳۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۲)

اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں' اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے' ورنہ نہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو ندا کر کے فرمایا: سنو اللہ تمہیں تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۰۸' صحیح مسلم' الایمان' ۳' (۱۶۴۶) (۴۱۷۸)

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے' اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ نیز جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز پر گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً فرمایا: (آیت) "(والطور: ۱) پہاڑ طور کی قسم"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے' جو چاہے کرے' اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پہاڑ طور' درخت انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے' اور عام فقہاء

نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے' اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتوی دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حانث ہوگا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا' اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے' جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۳ ص ٤٦ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ١٤٠٧ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تساہل برتتے ہیں' اس لیے لوگ تاکید اور توثیق کے لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کھاؤ مثلاً اگر میں نے فلاں کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق' توثیق کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا' اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توثیق مطلوب نہیں ہوتی' اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ تعلق اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے' اور اگر طلب توثیق کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے' کیونکہ میں غیر اللہ کو تعظیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرنا ہے۔

(درمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۳ ص ٤٦۔٤٧ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ١٤٠٧ھ)

یمین لغو کی تعریف:

ازہری نے کہا ہے: کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام' جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے

(آیت) "لا یسمعون فیھا لغوا الا سلما"۔ (مریم:٦٢)

ترجمہ: وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

علامہ ابو اسحٰق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ٤٥٥ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلاقصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آ جائیں' یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر' ابن عباس اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے' نہیں' خدا کی قسم! ہاں خدا کی قسم اور جو چیز زبان پر بلاقصد آ جائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا' جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ (المہذب' ج ۲' ص ١٢٨' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ٥٩٥ھ لکھتے ہیں:

انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور درحقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو

ہے۔اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔(بدایۃ المجتہد' ج۱ص ۲۹۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گماں کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابو مالک' حضرت زرارہ بن اوفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ نظریہ ہے۔حسن بصری' نخعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

(المغنی ج۹ ص ۳۹۳' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ۵۹۳ لکھتے ہیں:

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اسکے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مؤاخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔(ہدایہ اولین' ص ۴۷۹۔۴۷۸' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

یمین منعقدہ کی تعریف:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے۔اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔(المائدہ:۸۹) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے۔الآیہ (المائدہ:۸۹) اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے' خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر' لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے (صحیح مسلم' ایمان' ۱۱(۱۶۵۰)۴۱۹۲) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے' خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو' یا بھول کر' یا خطاء سے' یا جبر سے' کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمد اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔(بدایۃ المجتہد' ج۱ ص ۳۰۴' بدائع الصنائع' ج۳' ص ۱۷)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان' خطا یا جبر سے قسم توڑ دی' تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

(المہذب' ج۲ ص ۱۲۸' المغنی' ج۹' ص ۳۹۱)

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت سے خطا نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھا لیا گیا ہے۔(المعجم الاوسط' ج۹' رقم الحدیث: ۸۲۶۹' مطبوعہ مکتبہ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

یمینِ غموس کی تعریف:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کا ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے' کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ فقہاء احناف' فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع' ج ۳ ص ۱۵' ۳' الشرح الکبیر علی هامش الدسوقی' ج ۲' ص ۱۲۸' المغنی ج ۹ ص ۳۹۲)

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کردے گا۔

(صحیح مسلم' ایمان ۲۱۸' (۱۳۷) ۳۴۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۳۲٤' سنن الدارمی' رقم الحدیث: ۲۵۰۵' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۰۸۷' مسند احمد' ج ۵' ص ۲٦۰' سنن کبری' ج ۱۰' ص ۱۷۹)

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۲٤۲' مسند احمد ج ٤' ص ٤٤۱۔ ٤۳٦)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲٦۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' یمین غموس' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا کسی کو قتل کرنا۔

(صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ٦۸۷۰' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۰۲۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ٤۰۲۲' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۵٦۲' مسند احمد' ج ۲' ص ٦۹۰۱)

امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور یمین غموس میں جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوجاتا ہے' جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔ (المہذب' ج ۲' ص ۱۲۸)

کفارہ قسم کی مشروعیت:

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے' کفر کا معنی ہے ستر اور ڈھانپنا۔ سو قسم توڑنے کی وجہ سے جس گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے کفارہ اس گناہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ کفارہ کی مشروعیت سورۃ مائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھروں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو)

اوراپنی قسموں کی حفاظت کرو (المائدہ:۸۹) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی' پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔ (صحیح مسلم' ایمان' ۱۱' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ:

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے' اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھلانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے' اس کو اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بنانا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلوگرام گندم دی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گندم یا چار کلو کھجور یا جو دیئے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح وشام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گندم یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے' لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں بیک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی بھوک مٹانے کا حکم دیا ہے' خواہ بیک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہوگا۔ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک ذمی کو بھی کھانا کھلایا جا سکتا ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھلانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دیئے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بنانا ضروری ہے' بخلاف کھانا کھلانے کے کیونکہ اس سے مقصود بھوک کو مٹانا ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتنا کپڑا ہونا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کپڑے سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کپڑے کا اطلاق دو چادروں پر ہوتا ہے' یہ مقدار ضروری ہے' ورنہ مردوں کو قمیص' شلوار اور ٹوپی دی جائے اور عورتوں کو قمیص' شلوار اور دوپٹہ۔

اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے' اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے' مومن ہو یا کافر' کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا (آیت) "او تحریر رقبۃ" (المائدہ:۸۹) اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک

مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے' کیونکہ کفارہ قتل خطا میں فرمایا ہے۔(آیت)"او تحریر رقبة مؤمنة "(النساء:۹۲) ائمہ ثلاثہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہاں اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا' اور جہاں اس کو مقید ذکر کیا ہے وہاں اس کی۔۔۔۔۔ پر عمل ہوگا۔

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو کپڑے پہنانے یا غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو' تو وہ تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے لگا تار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقا فرمایا ہے(آیت)"فصيام ثلاثة ايام "(المائدہ:۸۹) اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگا تار تین روزے رکھنا ضروری ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قرات میں ہے:"فصيام ثلاثة ايام متتابعات"۔ ہر چند کہ یہ قرات متواتر نہیں ہے' لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد حجت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہوسکتی ہے۔ جس طرح عمدا روزہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساٹھ روزے لگا تار رکھے جاتے ہیں ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگا تار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اسی طرح اس کا حکم ہے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد' ج ٤' ص ١٩٥' المہذب' ج ٢' ص ١٤٢' بدایۃ المجتہد' ج ٢' ص ١٠٧' ١٠٥' ردالمحتار' ج ٣' ص ٦٢۔٦٠' فتح القدیر' ج ٥' ص ٩١۔٧٥)

(٨٢٨) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: {لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ} فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللهِ، وَبَلٰى وَاللهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ یہ آیت کریمہ:"لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ" آدمی کے انہی الفاظ کے متعلق نازل ہوئی:"نہیں خدا کی قسم' ہاں خدا کی قسم۔(بخاری)

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1 ، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ، لغو بمعنے بے کار، قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آپ ئے واللہ جائے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آ گیا لیکن وہ آیا نہ تھا، یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم

(٨٢٨)(بخاری شریف' رقم الحدیث ٤٦١٣)

لغو کی یہ ہی تفسیر فرمائی امام اعظم و امام احمد کا یہ ہی مذہب ہے لہٰذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو، نذر کا بھی یہ ہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمداً ہوں تب بھی درست ہیں خطاء یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح، طلاق اور قسم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطاء ونسیان اٹھالیے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزور سی بات ہے کیونکہ خطاء ونسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام پر، روزے میں خطاء پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اس پر گناہ نہیں ایسے خطاء قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:332)

اس آیت کی مکمل تفسیر اس حدیث کے ماقبل میں بیان ہو چکی ہے جس میں کافی سیر حاصل کلام کیا گیا ہے واللہ اعلم۔

۱۷۵۔ بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

خرید وفروخت میں قسم اٹھانے کی کراہت کا بیان خواہ وہ سچا ہی ہو

(۸۲۹) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: قسم سامان کو بکوانے والی ہے لیکن برکت ختم کردینے والی ہے۔ (متفق علیہ)

(۸۳۰) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "إِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: کاروبار میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو اس واسطے کہ قسم سامان (تجارت) کو بکواتی ہے' پھر برکت ختم کردیتی ہے۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 219 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۲۹) (بخاری شریف' رقم الحدیث ۱۹۸۱) ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۳۳۳۵' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۴۴۶۰' ۴۴۶۱' ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث ۲۲۰۹' مسند امام احمد رقم الحدیث ۲۰۶'۷' مسند امام احمد رقم الحدیث ۹۳۳۸۷۲۹۱' ابن حبان رقم الحدیث ۴۹۰۶' بیہقی رقم الحدیث ۱۰۱۸۶' مسلم شریف کتاب المساقاۃ' مسند ابویعلی رقم الحدیث ۶۴۰۶۴۸۰' طبرانی کبیر رقم الحدیث ۸۸۹۸)

(۸۳۰) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۴۰۱۴)

شرح:
ممکن ہے کہ یہاں الحلف میں الف لام عہدی ہو اور قسم سے مراد جھوٹی قسم ہو، برکت سے مراد آئندہ کاروبار بند ہو جانا ہو یا کیے ہوئے بیوپار میں گھاٹا پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکہ کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا یا جو رقم تم نے اس سے حاصل کر لی اس میں برکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے برکتی ہے، صفائی معاملات سیکھو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 4، حدیث نمبر: 400)

۱۷۶۔ بَابُ کَرَاهَةِ اَنْ يُّسْاَلَ الْاِنْسَانَ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ غَيْرَ الْجَنَّةِ، وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَتَشَفَّعَ بِهٖ

اللہ عزوجل کے نام پر جنت کے علاوہ کوئی اور چیز مانگنے کی کراہت اور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگے اسے کچھ نہ دینے کی کراہت کا بیان

(۸۳۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ". رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کے نام پر جنت کے سوا کوئی چیز نہ مانگی جائے۔ (ابوداؤد)

(۸۳۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ، فَاَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ، فَاَعْطُوْهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ، فَاَجِيْبُوْهُ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهُ بِهٖ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوْهُ". حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ بِاَسَانِيْدِ الصَّحِيْحَيْنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خدا کے نام پر پناہ طلب کرے اسے پناہ دو۔ اور جو خدا کے نام پر سوال کرے اسے دو، جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو، اور جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اسے اس کا بدلہ دو، اور اگر تمہیں کوئی چیز میسر نہ ہو جس سے کہ تم اس کا بدلہ دے سکو تو اس کے لئے دعا کرو حتیٰ کہ تمہیں یقین آ جائے کہ تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور نسائی نے صحیحین کی اسناد پر روایت کیا ہے۔

---

(۸۳۱) (ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ رقم الحدیث ۱۶۷۱)

(۸۳۲) (ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ رقم الحدیث ۱۶۷۲)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ۱، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(جو خدا کے نام پر پناہ طلب کرے اسے پناہ دو) یعنی جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اسے دیدو کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کہہ دو، یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تا کہ امن و دین میں خلل نہ پڑے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔

(جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو) بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہٰذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے ایسے ہی میت کے کھانے پر رسمی دعوت قبول نہ کرے لہٰذا یہ فرمان فتویٰ فقہاء کے خلاف نہیں۔

(جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اسے اس کا بدلہ دو) اس طرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے قولی، عملی، مالی تم بھی اس سے ویسا سلوک کرو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسٰنِ اِلَّا الْاِحْسٰنُ" اور فرماتا ہے: "وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ"۔ یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لیے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

لیا ظلم کا عفو ہے انتقام علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

(اگر تمہیں کوئی چیز میسر نہ ہو جس سے کہ تم اس کا بدلہ دے سکو تو اس کے لئے دعا کرو) اس طرح کہ کہو "جزاک اللہ" یا اس کا کھانا کھا کر کہو "اللھم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا" وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا تو آپ پہلے اسے دعائیں دیتیں پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے، رضی اللہ عنہا۔ (مرقات)

اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیئے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بے شمار پہنچ رہے ہیں، ہر کلمہ، ہر تلاوت، ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہٰذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ شعر

حی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا　　　　اس کے پیارے سے محبت کیجئے

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر:169)

۱۷۷-بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ: شَاهَنْشَاهُ لِلسُّلْطَانِ وَغَيْرِهٖ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ، وَلَا يُوْصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

کسی حکمران کو شہنشاہ کہنے کی حرمت کا بیان اس واسطے کہ اس لفظ کا مطلب ہے: ''بادشاہوں کا بادشاہ'' اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کوئی اس صفت سے موصوف نہیں

(۸۳۳) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: "مَلِكُ الْاَمْلَاكِ" مِثْلُ: شَاهَنْشَاهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے برا نام اس شخص کا ہے جو ''بادشاہوں کا بادشاہ'' کہلوائے۔ (متفق علیہ)

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ''ملک الملوک'' لفظ شہنشاہ کی مثل ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اللہ کے نزدیک سب سے برا نام اس شخص کا ہے جو ''بادشاہوں کا بادشاہ'' کہلوائے۔) اس لیے کہ ان ناموں میں فخر و تکبر کا اظہار ہے نہ ذلت کے نام رکھو نہ فخر و تکبر کے۔ خیال رہے کہ ناموں کا اور حکم ہے القاب و خطابات کا دوسرا حکم۔ کسی کو ملک العلماء کا خطاب دینا ممنوع نہیں نام رکھنا ممنوع ہے، ملک الاملاک کا ترجمہ ہے بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ اور ظاہر ہے کہ اس نام میں تکبر ہے۔ اس عبارت میں رجل سے پہلے نام محذوف ہے اور یہ اخنی الاسماء کی خبر ہے۔ (اشعہ) حقیقی اور دائمی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے بندوں کی بادشاہت و ملکیت عارضی ہے ایسے نام رکھنے والا گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔ خیال رہے کہ املاک جمع ہے ملک کی لام کے کسرہ سے اور ممالک جمع ہے ملک کی لام کے ضمہ سے ملوک جمع ہے ملک بمعنی بادشاہ کی مالک الملوک، مالک الاملاک اور مالک ممالک تمام نام ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ ناراضی جب ہے جب کہ

(۸۳۳) (مسلم شریف رقم الحدیث ۵۴۹۳ 'بخاری رقم الحدیث ۳۸۴۸ 'ابو داؤد رقم الحدیث ۴۹۶۱ 'ترمذی رقم الحدیث ۲۸۳۷ 'مسند امام احمد رقم الحدیث ۷۳۲۵ 'ابن حبان رقم الحدیث ۵۸۳۵ 'مستدرک حاکم رقم الحدیث ۷۷۲۳ 'بیہقی ۵۳۵۷ 'طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۲۱۱۳)

وہ شخص اس نام سے راضی ہوا گر راضی نہیں تو وبال اس کے ماں باپ پر ہے جنہوں نے اس کا نام یہ رکھا اسے چاہیے کہ اپنا نام تبدیل کرے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:592)

۱۷۸-بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَّنَحْوِهٖ

کسی فاسق اور بدعتی کو سردار وغیرہ کہہ کر مخاطب کرنے کی ممانعت کا بیان

(۸۴۴) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ يَّكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

◀◀ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی منافق کو سردار مت کہو اس واسطے کہ اگر وہ سردار ہے تو تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کر دیا۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 186 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حکم میں کافر، فاسق، منافق سب ہی داخل ہیں بلاضرورت خوشامد کے لیے ان لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سخت جرم ہیں، رب تعالیٰ نے عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کا سید نہ کہا بلکہ زلیخا کا سید یعنی خاوند کہا:

"اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ"

اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو صرف سید کہو نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے، یوں ہی اسے سردار، سرور، حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ تعظیمی الفاظ کفار کے لیے استعمال کرنا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں ضرورت دین یا ضرورت دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بیدینوں کو مولانا تعظیمًا کہنا جائز نہیں کہ مولیٰ تو سید سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مولانا فرمایا گیا سیدنا نہیں کہا گیا انت مولانا، ہاں اگر مولیٰ بمعنی غلام مراد لے کر اسے مولانا کہا جاوے تو جائز، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ" بہر حال توریہ جائز ہے تعظیم ناجائز، اس کی پوری تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:616)

---

(۸۴۴)(ابوداؤد شریف کتاب الادب رقم الحدیث ۴۹۷۷)

http://ataunnabi.blogspot.in

۱۷۹-بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰى

بخار کو برا بھلا کہنے کی کراہت کا بیان

(۸۳۵) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ، اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: "مَا لَكِ يَا اُمَّ السَّائِبِ - اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ - تُزَفْزِفِيْنَ؟" قَالَتِ: الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللهُ فِيْهَا! فَقَالَ: "لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"تُزَفْزِفِيْنَ" اَيْ تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً، وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ. وَهُوَ بِضَمِّ التَّاءِ وَبِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَرُوِيَ اَيْضًا بِالرَّاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام السائب یا حضرت ام مسیب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے ام سائب! یا ام مسیب! تمہیں کیا ہے کہ تم کانپ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: بخار ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بخار کو برا بھلا نہ کہو اس واسطے کہ بخار آدمی کے گناہوں کو اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

تزفزفین: یعنی تو تیزی سے حرکت کر رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے: تو کانپ رہی ہے یہ لفظ تاء کے ضمہ اور فاء کے تکرار کے ساتھ ہے اور اسے راء اور قاف کے تکرار سے بھی پڑھا گیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے، لہٰذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرائے گا۔ امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمہ فی اخبار الحمی، اس میں بروایت حسن مرفوعاً نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرا دیتا ہے، حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ مؤمن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے، حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مؤمن کو جہنم سے بچاتا ہے، حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے، تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے

(۸۳۵) (مسلم شریف کتاب البر والصلۃ رقم الحدیث ۶۵۴۴، ابن حبان رقم الحدیث ۲۹۳۸، بیہقی رقم الحدیث ۶۳۵۳، مسند ابو یعلی رقم الحدیث ۲۰۸۳)

سے نہ روکے۔ چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد وغیرہ جایا کرتے تھے۔ (مرقاۃ) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمد للہ مجھے بھی ہمیشہ ہلکا بخار رہتا ہے مگر اس حالت میں اعلیٰ حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ!

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 768)

۱۸۰- بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيحِ، وَبَيَانِ مَا يُقَالُ عِنْدَ هُبُوبِهَا

ہوا کو برا بھلا کہنے کی ممانعت اور اس چیز کا بیان کہ جب ہوا چلے تو کیا کہا جائے؟

(۸۳۶) عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ، فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ. وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ".

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

◀◀ حضرت ابومنذر ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوا کو برا بھلا نہ کہا کرو اور اگر تم کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھو تو کہو: ''اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس ہوا کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جو اس کے اندر ہے' اور اس بھلائی کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے' اور ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کے شر سے' اور اس چیز کے شر سے جو اس کے اندر ہے' اور اس شر سے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۸۳۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

"اَلرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ، تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللّٰهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ" هُوَ بِفَتْحِ الرَّاءِ: أَيْ رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ.

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: ہوا اللہ کی رحمتوں میں سے ہے یہ کبھی رحمت لاتی ہے' اور کبھی عذاب لاتی ہے سو جب تم ہوا کو دیکھو تو اسے برا بھلا نہ کہو'

(۸۳۶) (ترمذی' رقم الحدیث ۲۲۵۲)

(۸۳۷) (ابوداؤد شریف کتاب الادب رقم الحدیث ۵۰۹۷)

اور اللہ سے اس ہوا کی بھلائی کی دعا کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ اس کو ابوداؤد نے حسنِ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حل لغات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: من روح اللہ: راء کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی اس کی اپنے بندوں پر رحمت سے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی اگر کبھی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکم الٰہی سے سب کچھ لاتی ہے۔ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے، مؤمنوں کے لیے رحمت ہے، ایسے غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے یہ بھی رحمت ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے۔

ہوائیں آٹھ ہیں: چار رحمت کی۔ ناشرات، ذاریات، مرسلات، مبشرات اور چار عذاب کی۔ عاصف، قاصف، صرصر، عقیم، پہلی دو سمندروں میں عذاب کی ہیں، آخری دو خشکی میں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 741)

(۸۳۸) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَآ اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَآ اُرْسِلَتْ بِهٖ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ جب سخت ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے: اے پروردگار! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس ہوا کی بھلائی کا اور اس بھلائی کا جو اس کے اندر ہے اور اس بھلائی کا جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس شر سے جو اس کے اندر ہے اور اس شر سے جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے۔ (مسلم)

۱۸۱- بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ

مرغ کو برا بھلا کہنے کی کراہت کا بیان

(۸۳۹) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ نِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

(۸۳۸) (مسلم شریف رقم الحدیث ۱۹۸۲) (۸۳۹) (ابوداؤد شریف رقم الحدیث ۵۱۰۱)

وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا بھلا نہ کہو اس واسطے کہ یہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

حل لغات:

اَلدِّيْكُ: مرغ۔

تعارف راوی:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 373 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

دیك اسم جنس ہے واحد وجمع سب پر بولا جاتا ہے بمعنی مرغ نر، مادہ کو دجاجہ کہتے ہیں یعنی مرغ کو نہ برا کہو نہ برا سمجھو، یہ بڑا مبارک جانور ہے۔

(یہ نماز کے لئے جگاتا ہے) یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ یہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے، رات لمبی ہو یا چھوٹی آخری تہائی رات میں ہی بولتا ہے اور صبح صادق کے وقت بھی، حتیٰ کہ بعض علماء نے مجرب مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز فرمایا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے، بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے نمازوں کے لیے۔ سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 2، حدیث نمبر: 1027)

۱۸۲۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

کسی شخص کا یہ کہنا کہ فلاں ستارے کے سبب بارش ہوئی' منع ہے

(۸۴۰) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوا: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: "قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ

---

(۸۴۰) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۱۳۹' بخاری شریف' رقم الحدیث ۸۱۰' ۹۹۱' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۳۹۰۶' موطا امام مالک رقم الحدیث ۴۵۱' مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۷۰۷۶' ۱۷۱۰۲' ابن حبان رقم الحدیث ۱۸۸' ۱۸۴۳' ۱۶۲۳' بیہقی رقم الحدیث ۲۸۵۳' طبرانی کبیر ۵۲۱۳)

بِالْکَوْکَبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَ کَذَا، فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَالسَّمَاءُ هُنَا: اَلْمَطَرُ۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر رات کی بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کر پلٹے تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے رب کریم نے کیا فرمایا؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ارشاد خداوندی ہے: میرے بندوں میں سے چند مجھ پر ایمان لے آئے اور چند نے میرے ساتھ کفر کیا' سو جس نے کہا: ہم پر اللہ کے فضل سے بارش نازل ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والا ہے' اور جس نے کہا ہم پر فلاں فلاں ستارے کے سبب بارش ہوئی تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

وَالسَّمَاءُ هُنَا: بارش کو کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 373 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

غالبًا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ حدیبیہ ایک جنگل ہے جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بحیرہ منزل سے دور مکہ معظمہ سے قریب اس کا کچھ حصہ حل میں ہے کچھ حصہ حرم میں یہاں بیعت رضوان ہوئی بڑا مقدس جنگل ہے ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔

(سو جس نے کہا: ہم پر اللہ کے فضل سے بارش نازل ہوئی) رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے بعض بندے مؤمن رہے بعض کافر ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جو کلام فرشتوں سے فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اسے سنتے ہیں جو ربّ کی سن سکتے ہیں وہ مخلوق کی بھی سن سکتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

(تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا) یعنی وہ ستاروں کو مؤثر نہیں مانتے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ" مگر انہیں مؤثر ماننا حرام یا کفر ہے ستاروں سے وقت، سمت، آفتاب کا طلوع و غریب معلوم کر لیا جاتا ہے۔

(اور جس نے کہا ہم پر فلاں فلاں ستارے کے سبب بارش ہوئی) یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا للہذا بارش ہوئی اس

کے تاثیر سے بادل اور برسا یہ کہنا حرام بلکہ بعض معانی سے کفر ہے۔خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں مگر یہ کہنا بہت ہی برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔اس لیے بعض روایت میں ہے۔اصبح من الناس شاکرًا و کافرًا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 432)

۱۸۳-بَابُ تَحْرِیْمِ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمٍ: یَا کَافِرُ

کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارنے کی حرمت کا بیان

(۱۷۴۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا. فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارے تو ان دونوں میں سے ایک اس کلمہ کا مستحق ٹھہرے گا' اگر مخاطب واقعی ایسا ہے جس طرح کہ اس نے کہا تو وہ کافر ہو اور نہ وہ (لفظ کافر) کفر کا کلمہ کہنے والے کی جانب لوٹ آئے گا۔

(متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اگر وہ مسلمان واقعی کوئی کفریہ کام یا کفریہ کلام کر چکا ہے تب تو یہ کفر اس پر پڑے گا لیکن اگر اس میں کوئی کفر نہ ہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جاوے گا جب کہ کسی قطعی ایمان والے کو کافر کہے جیسے صحابہ کرام کو خصوصًا مبشرین الجنۃ کو کافر کہنے والا یقینًا کافر ہے کہ قرآن حدیث تو انہیں مؤمن کہہ رہے ہیں اور یہ انہیں کافر کہتا ہے تو قرآن وحدیث کا منکر ہے یا کسی عقیدہ اسلامیہ کی بنا پر کافر کہتا ہے تو بھی یہ کہنے والا کافر ہے، اس سے وہ شخص مراد نہیں جو کسی کو گالی کے طور پر کافر کہے یا کافر کے معنی ناشکرا یا چھپانے والا کرے لہٰذا حدیث واضح ہے حضرت خسرو فرماتے ہیں

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہاں کافر عشق سے مراد ہے عشق کا چھپانے والا اسے دل میں رکھنے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَمَنْ يَّكْفُرْ

(۱۷۴۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۴۴)

بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ "جوکوئی بتوں کوانکار کرے اللہ پر ایمان لائے۔ یہاں کفر بمعنی انکار ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے، فقیر نے جو توجیہ کی ہے ان شاء اللہ اس سے اشکال نہ رہا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:650)

(۸۴۲) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُوْلُ: "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"حَارَ": رَجَعَ.

◀◀ حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے سنا: جو شخص کسی کو کافر یا خدا کا دشمن کہہ کر پکارے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کی بات اسی کی جانب لوٹ آتی ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

حَارَ: کامعنی ہے: لوٹنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 409 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:652)

۱۸۴- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْفُحْشِ وَبَذَاءِ اللِّسَانِ

فحش گوئی اور بدکلامی کی ممانعت کا بیان

(۸۴۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيِّ".

---

(۸۴۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۲۵، بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۳۱۷، ۶۳۸۴، ۶۳۸۶، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۵۱۱۵، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۲۶۰۹، ۲۶۱۰، ۲۳۱۹، ۲۶۱۱، دارمی رقم الحدیث ۲۵۳۰، ۲۸۶۰، مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۴۹۹، ۸، ۳۰۳۸، ۲۱۵۰۳، ابن حبان رقم الحدیث ۴۱۵، ابن حبان رقم الحدیث ۴۱۶، ۴۱۷، بیہقی رقم الحدیث ۱۵۱۱۲، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۲۴۷۵)

(۸۴۳) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۹۷۷)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ طعنہ دینے والا مومن ہے، اور نہ ہی لعنت بھیجنے والا، نہ فحش گو اور نہ ہی بدکلامی کرنے والا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(۸۴۴) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ".

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے حیائی جس چیز کے اندر ہوا سے عیب ناک کر دیتی ہے، اور حیا جس چیز کے اندر ہوا سے آراستہ کر دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حل لغات:

اَلْفُحْشُ: بے حیائی۔

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی اگر بے حیائی اور حیا و شرم انسان کے علاوہ اور مخلوق میں بھی ہوں تو اسے بھی بے حیائی خراب کر دے اور حیا اچھا کر دے تو انسان کا کیا پوچھنا حیا ایمان کی زینت، انسانیت کا زیور ہے، بے حیائی انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 687)

۱۸۵- بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيْرِ فِي الْكَلَامِ وَالتَّشَدُّقِ فِيْهِ وَتَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْاِعْرَابِ فِيْ مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِ وَنَحْوِهِمْ

بات کرتے وقت چیخنے، باچھیں پھیلانے اور عوام سے گفتگو کرتے وقت تکلفاً فصاحت کا مظاہرہ کرنے اور غریب الفاظ اور دقیق اعراب کے استعمال کی ممانعت کا بیان

(۸۴۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "هَلَكَ

(۸۴۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۹۷۴)

الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ": اَلْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ۔

◀◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم)

المتنطعون: کاموں میں مبالغہ کرنے والے

(٨٤٦) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ"۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

◀◀ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بلاغت کا اظہار کرنے والے آدمی سے بغض رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح حرکت دیتا ہے جیسے کہ گائے حرکت دیتی ہے۔

اسے ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

حل لغات:

اَلْبَلِيْغَ: بلیغ آدمی۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

بلیغ یا تو بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے اگر بلاغت سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے، اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔

یتخلل بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اس سے ہے خلال وہ تنکا جو دانتوں کے بیچ میں جائے۔ یتخلل کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعہ روزی کمائے بے احتیاطی سے

(٨٤٥) (مسلم شریف رقم الحدیث ٢٦٧٠)

(٨٤٦) (ترمذی شریف رقم الحدیث ٢٨٥٣)

کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارا پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیز میں فرق نہیں کرتی۔ (مرقات، اشعہ) بقر، بقرہ، باقر، باقرہ سب کے معنی ہیں بیل، گائے۔ بقر کے معنی ہیں چیرنا، چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیرتی جاتی ہے اس لیے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والے۔ بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کرلیا ہے اس لیے ایک امام کا نام باقر ہے، اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لیے تقریریں کرتے ہیں سوا لوگوں کو خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔ یہاں مرقات نے بروایت حکم حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم، آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے وعظ تبلیغ دین کے لیے چاہیے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 6، حدیث نمبر: 636)

(۸۴۷) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ، وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ".
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ". وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہیں اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرنے والے اور باچھیں کھول کھول کر اور منہ بھر بھر کر باتیں کرنے والے ہیں۔
اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے' اور اس کی شرح حسن اخلاق کے باب میں گزر چکی ہے۔

تعارف راوی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث میں گفتگو کرنے کے آداب بیان کیے گئے ہیں ان کو ہم نے تفصیل کے ساتھ جلد دوم حدیث نمبر: 700 کے تحت نقل کر دیا ہے وہاں سے مطالعہ فرمائیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

۱۸۶۔ بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ: خَبُثَتْ نَفْسِيْ

یہ کہنا کہ "میرا نفس خبیث ہو گیا ہے" مکروہ ہے

(۸۴۷) (ترمذی شریف، رقم الحدیث ۲۰۱۸)

(۸۴۸) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: خَبُثَتْ نَفْسِي، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِي" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰى "خَبُثَتْ": غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنٰى: "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ الفاظ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا ہے بلکہ یہ کہے: میرا جی متلا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

علماء کہتے ہیں کہ خبیث کا مطلب متلا جانا ہے' اور یہی معنی: لقست کا بھی ہے لیکن خبیث کے الفاظ کو مکروہ سمجھا گیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد ا ،حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

عربی میں خبث اور نفس ہم معنی ہیں بمعنی پریشان برائی مگر خبث فساد عقیدہ پر بھی بولا جاتا ہے کفر بیدینی خباثت ہے لہذا اپنے لیے یہ لفظ مشترک استعمال نہ کرو کہ اس میں ایک معنی سے اپنے کفر یا بے دینی کا اقرار ہے بلکہ بجائے خبیث کی لقست کہو گویا جس کے لفظ کے دو معنی ہوں اچھے و برے ایسے لفظ کو اپنے لیے نہ بولو۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو صبح کو پڑا سوتا رہتا ہے وہ خبیث النفس کسلان اٹھتا ہے وہاں اپنے کو یا کسی خاص شخص کو خبیث نہیں کہا گیا بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان ہوا، کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر لعنت۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:602)

۱۸۷-بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْمًا

انگور کو کرم کہنے کی ممانعت کا بیان

(۸۴۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الْمُسْلِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

وَفِي رِوَايَةٍ: "فَإِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ"۔ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "يَقُولُونَ الْكَرْمُ،

(۸۴۸) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۶۱۷۹)

(۸۴۹) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۶۱۸۳)

اِنَّمَا الْکَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انگور کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔ (متفق علیہ) اور یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے: بے شک کرم تو مومن کا دل ہے' اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے: لوگ انگور کو کرم کہتے ہیں حالانکہ کرم تو مومن کا دل ہے۔

(۸۵۰) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا: الْکَرْمُ، وَلٰکِنْ قُوْلُوْا: الْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَیُقَالُ اَیْضًا بِاِسْکَانِ الْبَاءِ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم انگور کو کرم نہ کہا کرو بلکہ اسے "عُنب" اور "الحبلة" کہا کرو۔ (مسلم)

حل لغات:

الحبلہ: حاء اور یاء کے فتحہ ساتھ ہے اور باء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 672 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہاں عنب سے مراد درخت انگور ہے نہ کہ انگور کا پھل، حبلہ درخت انگور کی جڑ کو کہتے ہیں اور عنب انگور کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور درخت انگور کو بھی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 6، حدیث نمبر: 599)

۱۸۸۔ بَابُ النَّهْیِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْاَةِ لِرَجُلٍ اِلَّا اَنْ یَّحْتَاجَ اِلٰی ذٰلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِیٍّ کَنِکَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

مرد کے سامنے کسی عورت کی خوبیاں بیان کرنے کی ممانعت سوائے کسی شرعی مقصد کے جیسے نکاح وغیرہ' جب اس کی حاجت پیش آئے

(۸۵۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا

(۸۵۰) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۲۲۴۸)

(۸۵۱) (بخاری شریف' رقم الحدیث ۵۲۴۰)

تُبَاشِرُ الْمَرْاَۃُ الْمَرْاَۃَ فَتَصِفُهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت کسی دوسری عورت کو تنہائی میں مل کر اس کا ذکر اپنے خاوند کے سامنے اس طرح نہ کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔(متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1 ، حدیث نمبر 38 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی اگر کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملے تو اس کی خوبیاں اپنے خاوند کے سامنے بیان نہ کرے کہ وہ ایسی خوبصورت ہے اُس کا جسم ایسا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کہ کہیں اس کے خاوند کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو اور پھر اس کا اپنا ہی گھر برباد ہو جائے یا اس کا خاوند اس موصوفہ کے ساتھ زنا کا ارادہ نہ کر بیٹھے۔ واللہ اعلم۔

۱۸۹۔ بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْاِنْسَانِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

کسی انسان کا یہ کہنا مکروہ ہے: اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے بلکہ وہ پورے یقین کے ساتھ دعا کرے

(۸۵۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ، فَاِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ"۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعْظِمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ اَعْطَاهُ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے' اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرما' بلکہ اسے چاہئے کہ پورے یقین کے ساتھ سوال کرے اس واسطے کہ کوئی بھی اللہ کو مجبور کرنے والا نہیں۔

اور مسلم کی روایت میں ہے: بلکہ یقین سے سوال کرے اور رغبت میں اضافہ کرے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی چیز کو عطا کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔

(۸۵۳) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا

---

(۸۵۲) (مسلم شریف کتاب الذکر رقم الحدیث ۲۶۷۹)

(۸۵۳) (مسلم شریف رقم الحدیث ۲۶۷۸)

اَحَدُکُمْ فَلْیَعْزِمِ الْمَسْاَلَۃَ، وَلَا یَقُوْلَنَّ: اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ، فَاَعْطِنِیْ، فَاِنَّہٗ لَا مُسْتَکْرِہَ لَہٗ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے یقین کے ساتھ دعا کرے' اور یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے عطا فرما دے' اس واسطے کہ کوئی اس کو مجبور کرنے والا نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرما دے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر: 450)

۱۹۰- بَابُ کَرَاھَۃِ قَوْلِ: مَا شَآءَ اللہُ وَشَآءَ فُلَانٌ

یہ الفاظ کہنے کی کراہت کا بیان کہ جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا

(۸۵۴) عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا: مَا شَآءَ اللہُ وَشَآءَ فُلَانٌ، وَلٰکِنْ قُوْلُوْا: مَا شَآءَ اللہُ، ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ"۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

◀◀ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ نہ کہو: جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا بلکہ یہ کہو: جو اللہ نے چاہا پھر فلاں نے چاہا۔
اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ سے روایت کیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 102 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۵۴) (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۹۸۰)

شرح:

یعنی جب کسی وعدہ یا آئندہ خبر کو تم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کرو اور ساتھ ہی کسی اور کے ارادہ کا بھی ذکر کرو تو رب ومربوب خالق ومخلوق کے نام واؤ سے نہ ملا کہ اس میں مساوات یا بے ادبی کا احتمال ہے بلکہ ثم کہو تا کہ ثم کی تراخی سے ربوبیت و عبدیت کا فرق معلوم ہو جاوے رب کا ذکر پہلے بندے کا بعد میں اور بیچ میں ثم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ دائمی قدیم ہے اور ذاتی ہے بندہ کی مشیت حادث ہے اور رب کی مشیت کے تابع، رب تعالیٰ فرماتا ہے:"وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" غرضیکہ یہ فرمان بہت اعلیٰ ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:614)

۱۹۱-بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ

عشاء کے بعد باتیں کرنے کی کراہت کا بیان

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَكُوْنُ مُبَاحًا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَاءٌ۔ فَاَمَّا الْحَدِيْثُ الْمُحَرَّمُ اَوِ الْمَكْرُوْهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، فَهُوَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَّكَرَاهَةً: وَاَمَّا الْحَدِيْثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ، وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ، وَالْحَدِيْثُ مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ، بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَّعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيْهِ۔ وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَا ذَكَرْتُهُ۔

امام نووی فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ بات چیت ہے جو اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں جائز ہو اور اس کا کرنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہوں لیکن وہ بات جو اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں حرام ہو تو وہ عشاء کی نماز کے بعد زیادہ حرام اور زیادہ مکروہ ہو گی لیکن دین کی بات جیسے علمی مذاکرہ' نیک لوگوں کی حکایات' اچھے اخلاق کا ذکر' مہمان کے ساتھ بات چیت اور کسی ضرورت مند وغیرہ کے ساتھ بات چیت تو اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ یہ مستحب ہے' اور اسی طرح کسی عذر یا سبب کی وجہ سے بات کرنے میں بھی کوئی کراہیت نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں جن کا میں نے ذکر کیا ان پر صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

(۸۵۵) عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀◀ حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عشاء سے قبل سونے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔(متفق علیہ)

(۸۵۵)(بخاری شریف' رقم الحدیث ۵۶۸)

حل لغات:

اَلْحَدِیْث: باتیں کرنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 410 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

بات سے دنیاوی غیر ضروری باتیں مراد ہیں یہی مکروہ ہیں، لہٰذا دینی جلسے، دینی کتب کا مطالعہ عشاء کے بعد منع نہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ صبح کو جلدی اٹھو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، حدیث نمبر:551)

(۸۵۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ اٰخِرِ حَیَاتِہٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: "اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ؟ فَاِنَّ عَلٰی رَاْسِ مِئَۃِ سَنَۃٍ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ الْیَوْمَ اَحَدٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دنیوی زندگی کے آخری حصہ میں عشاء کی نماز پڑھی۔جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا: کیا تم اپنی اس آج کی رات کو جانتے ہو؟ جو لوگ آج زمین پر ہیں سو سال کے آخر میں ان میں سے ایک بھی زمین پر باقی نہ رہے گا۔(متفق علیہ)

(۸۵۷) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّھُمْ انْتَظَرُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَھُمْ قَرِیْبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّیْلِ فَصَلّٰی بِھِمْ - یَعْنِیْ: الْعِشَاءَ - ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: "اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، ثُمَّ رَقَدُوْا، وَاِنَّکُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوۃٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوۃَ"۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نصف شب کے وقت ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں نماز پڑھائی۔ یعنی عشاء کی نماز، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: خبردار! لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے، اور بے شک تم اس وقت سے نماز میں ہو جب سے تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔(بخاری)

(۸۵۶)(مسلم شریف، رقم الحدیث ۶۳۵۴، بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۱۶، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۳۴۸، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۲۲۵۰، مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۱۸۷، ابن حبان رقم الحدیث ۲۹۸۶، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۸۵۲۰، بیہقی رقم الحدیث ۱۹۷۱، مسند ابو یعلی رقم الحدیث ۴۰۵۰، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۶۴۰۵)

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

خیال رہے کہ نماز پڑھنا بھی عبادت اور نماز کا انتظار بھی، خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے۔ اس سے صحابہ کا ادب معلوم ہوا کہ وہ حضرات کبھی حضور کو نہ پکار کر بلاتے تھے نہ نمازیوں کے جمع ہو جانے کی خبر دیتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ خبیر کو خبر دینا کیا، نیز قرآن کریم نے پکار کر بلانے والوں کو بے عقل قرار دیا فرمایا ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ" الخ۔ صحابہ کرام حضور کو نماز کے لئے جگاتے بھی نہ تھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 578)

۱۹۲۔ بَابُ تَحْرِیْمِ اِمْتِنَاعِ الْمَرْاَۃِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِھَا اِذَا دَعَاھَا وَلَمْ یَکُنْ لَّھَا عُذْرٌ شَرْعِیٌّ

خاوند اگر بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور بیوی عذر شرعی کے بغیر نہ جائے تو یہ حرام ہے

خاوند کا حق:

(۸۵۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَاَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْھَا، لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "حَتّٰی تَرْجِعَ"۔

◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے اور مرد اس پر غصے کی حالت میں رات گزار دے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے: حتیٰ کہ وہ لوٹ آئے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۵۷) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۶۰۰)

(۸۵۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۳۴۳۲)

شرح:

(اگر مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے) رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ، دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے، بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک وصاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔

(اور وہ انکار کردے) بغیر عذر آنے سے انکار کردے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ۔ (مرقات)

یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر ہے اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، رات کی لعنت صبح کو اس لیے ختم ہوجاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام وکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہوجاتا ہے۔

(تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔) معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضا مندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا، مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہٰذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:167)

۱۹۳۔ بَابُ تَحْرِيْمِ صَوْمِ الْمَرْاَةِ تَطَوُّعًا وَّزَوْجُهَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزہ رکھنا حرام ہے

(۸۵۹) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا حلال نہیں اور نہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر آنے کی اجازت دے۔ (متفق علیہ)

---

(۸۵۹) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۴۸۹۶، ۴۸۹۹، مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۰۲۶، ابو داؤد شریف، رقم الحدیث ۲۴۵۸، مسند امام احمد رقم الحدیث ۸۱۷۳، ابن حبان رقم الحدیث ۳۵۷۲، سنن الکبریٰ رقم الحدیث ۸۲۸۱، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۷۸۸۶)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

رسولِ انور، صاحبِ کوثر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عورت پر شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے پھر اگر اس نے ایسا کیا تو بھوکی پیاسی رہے گی اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأۃ، الحدیث: ۷۶۳۸، ج۴، ص ۵۶۳)

شوہر کے حقوق:

اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو بیویوں پر حاکم بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے اس لئے ہر عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے اور خوشی خوشی اپنے شوہر کے ہر حکم کی تابعداری کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بہت بڑا حق بنایا ہے یادرکھو کہ اپنے شوہر کو راضی وخوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اور شوہر کو ناخوش اور ناراض رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کو وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ (جامع الترمذی، کتاب الرضاع (۱۰) باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۱۶۲، ج ۲، ص ۳۸۶)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنت میں جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴، ۴۔ باب حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۸۵۴، ج ۲، ص ۴۱۲)

اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لئے بلائے تو وہ عورت اگرچہ چولھے کے پاس بیٹھی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔ (جامع الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ (ت:۱۰) رقم ۱۱۶۳، ج ۲، ص ۳۸۶)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورت چاہے کتنے بھی ضروری کام میں مشغول ہو مگر شوہر کے بلانے پر سب کاموں کو چھوڑ کر شوہر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا کہ اگر شوہر اپنی عورت کو یہ حکم دے کہ پیلے رنگ کے پہاڑ کو کالے رنگ کا بنادے اور کالے رنگ کے پہاڑ کو سفید بنادے تو عورت کو اپنے شوہر کا یہ حکم بھی بجالانا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ۴/۴۔ باب حق الزوج علی المرأۃ، رقم ۱۸۵۲، ج ۲، ص ۴۱۱)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار کام کا بھی اگر شوہر حکم دے تو جب بھی عورت کو شوہر کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری کے لئے اپنی طاقت بھر کمر بستہ رہنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کا یہ بھی فرمان ہے کہ شوہر بیوی کو اپنے بچھونے پر بلائے اور عورت آنے سے انکار کردے اور اس کا شوہر اس بات

سے ناراض ہو کر سو رہے تو رات بھر خدا کے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔
(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، رقم ۱۴۳۶، ص ۷۵۳)

پیاری بہنو! ان حدیثوں سے سبق ملتا ہے کہ شوہر کا بہت بڑا حق ہے اور ہر عورت پر اپنے شوہر کا حق ادا کرنا فرض ہے شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں ان میں سے نیچے لکھے ہوئے چند حقوق بہت زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

۱۔ عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ اپنے رشتہ داروں کے گھر نہ کسی دوسرے کے گھر۔

۲۔ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت پر فرض ہے کہ شوہر کے مکان اور مال و سامان کی حفاظت کرے اور بغیر شوہر کی اجازت کسی کو بھی نہ مکان میں آنے دے نہ شوہر کی چھوٹی بڑی چیز کسی کو دے۔

۳۔ شوہر کا مکان اور مال و سامان یہ سب شوہر کی امانتیں ہیں اور بیوی ان سب چیزوں کی امین ہے اگر عورت نے اپنے شوہر کی کسی چیز کو جان بوجھ کر برباد کر دیا تو عورت پر امانت میں خیانت کرنے کا گناہ لازم ہوگا اور اس پر خدا کا بہت بڑا عذاب ہوگا۔

۴۔ عورت ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

۵۔ بچوں کی نگہداشت ان کی تربیت اور پرورش خصوصاً شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کے لئے بہت بڑا فریضہ ہے۔

۶۔ عورت کو لازم ہے کہ مکان اور اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ پھوہڑ میلی کچیلی نہ بنی رہے بلکہ بناؤ سنگھار سے رہا کرے تاکہ شوہر اِس کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی اداؤں سے شوہر کا دل خوش کر دے اور اگر شوہر کسی بات کی قسم کھا جائے تو وہ اس قسم کو پوری کر دے اور اگر شوہر غائب رہے تو وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال میں حفاظت اور خیر خواہی کا کردار ادا کرتی رہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النساء، رقم ۱۸۵۷، ج ۲، ص ۴۱۴)

۱۹۴۔ بَابُ تَحْرِيمِ رَفْعِ الْمَأْمُومِ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ أَوِ السُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ.

مقتدی کا امام سے پہلے رکوع و سجود سے سر اٹھانا حرام ہے

(۸۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ! أَوْ يَجْعَلَ اللهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◄◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی

(۸۶۰) (بخاری شریف رقم الحدیث ۶۵۹' ابوداؤد شریف رقم الحدیث ۶۲۳' دارمی رقم الحدیث ۱۳۱۶' مسند امام احمد رقم الحدیث ۷۵۲۶' ۹۸۸۵' ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۶۰۰' سنن الکبریٰ رقم الحدیث ۲۴۳۱' ۲۴۳۲' طبرانی اوسط رقم الحدیث ۳۳۰۶)

شخص امام سے پہلے رکوع وسجود سے سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ عزوجل اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دے۔ یا اللہ عزوجل اس کی صورت گدھے جیسی بنا دے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ اس پر صورت مسخ ہو سکتی ہے اگر کبھی نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے۔ یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق کے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک دن ان کے اصرار پر پردہ اٹھایا تو ان کی صورت گدھے کی سی تھی اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلاف عقل سمجھ کر آزمائش کے لیے امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 365)

۱۹۵۔بَابُ کَرَاھَةِ وَضْعِ الْیَدِ عَلَی الْخَاصِرَةِ فِی الصَّلٰوةِ

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی کراہت کا بیان

(۸۶۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اَلْخَصْر: پہلو پر ہاتھ رکھنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی نماز کی کسی حالت میں، قیام، قومہ، قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے خارج بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا

(۸۶۱) (مسلم شریف رقم الحدیث ۵۴۵)

طریقہ ہے، نیز دوزخی تھک کر ایسے ہاتھ رکھا کریں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے، عربی میں خاصرہ لاٹھی کو کہتے ہیں، یہ ٹیک بلا ضرورت ممنوع، ضرورۃً جائز ہے، بوڑھا آدمی لاٹھی بغل میں لے کر نماز پڑھ سکتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاٹھی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 206)

۱۹۶-بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسِهٖ تَتُوْقُ اِلَيْهِ اَوْ مَعَ مُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ: وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

کھانا موجود ہو اور جی کھانے کی جانب مائل ہو یا بول و براز زور کر رہا ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

(۸۶۲) عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب کھانا سامنے ہو یا پیشاب اور پاخانہ تنگ کر رہا ہو تو ایسی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہاں کمال نماز کی نفی ہے، یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں، قے، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر دوران نماز یہ عارضے پیش آجائیں تو نماز توڑ دے بعد فراغت دوبارہ پڑھے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 365)

۱۹۷-بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں آسمان کی جانب آنکھ اٹھانے کی ممانعت

(۸۶۳) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ!" فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ:

---

(۸۶۲) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۴۸، بیہقی رقم الحدیث ۴۸۶۱)

"لَیَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ!". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◀◀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا ہوگا جو نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنبیہ اس سلسلے میں بہت سخت ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔ (بخاری)

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

دورانِ نماز میں نگاہ کی حفاظت کرے کہ قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پشتِ قدم، سجدہ میں ناک کے بانسے، جلسہ اور قعدہ میں گود میں رکھے تو ان شاء اللہ نماز میں حضور نصیب ہوگا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 75)

۱۹۸- بَابُ کَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ لِغَیْرِ عُذْرٍ

کسی عذر کے بغیر نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہونے کی کراہت کا بیان

(۸۶۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ. فَقَالَ: "هُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ جھپٹنا ہے جو شیطان بندے کی نماز پر مارتا ہے۔ (بخاری)

(۸۶۵) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِیَّاكَ

---

(۸۶۳) (بخاری شریف' رقم الحدیث ۷۵۰' مسلم شریف' رقم الحدیث ۴۲۸' ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۹۱۳' نسائی شریف' رقم الحدیث ۱۱۹۳) ابن ماجہ شریف' رقم الحدیث ۱۰۴۴' دارمی رقم الحدیث ۱۳۰۲' مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۲۰۸۴' ابن حبان رقم الحدیث ۲۲۸۴' ابن خزیمہ رقم الحدیث ۴۷۵' سنن الکبریٰ نسائی رقم الحدیث ۵۴۲' ۳۳۵۱' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۲۹۶۵' طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۸۲۰' مسند طیالسی رقم الحدیث ۲۰۱۹' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۳۲۵۹)

(۸۶۴) (بخاری شریف' رقم الحدیث ۷۵۱' ۳۱۱۷' ترمذی شریف' رقم الحدیث ۵۹۰' نسائی شریف' رقم الحدیث ۱۱۹۶' مسند امام احمد رقم الحدیث ۲۴۴۵۷' ابن حبان رقم الحدیث ۲۲۸۷' ابن خزیمہ رقم الحدیث ۴۸۴' سنن الکبریٰ نسائی رقم الحدیث ۵۲۵' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۴۶۳۴)

(۸۶۵) (ترمذی شریف کتاب الصلوٰۃ رقم الحدیث ۵۸۹)

وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ، فَإِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ، فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ".

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ".

◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: نماز میں ادھرادھر دیکھنے سے بچو کیونکہ نماز میں اِدھراُدھر دیکھنا ہلاکت ہے' اور تم خواہ مخواہ اِدھراُدھر دیکھنا ہی چاہو تو نفلی نماز میں دیکھو فرض نماز میں نہیں۔

یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حل لغات:

اَلْاِلْتِفَات: ادھراُدھر دیکھنا۔

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

خیال رہے کہ نماز میں کعبہ سے سینہ پھر جانا نماز کو توڑ دیتا ہے، صرف چہرہ پھرنا مکروہ ہے، کنکھیوں سے ادھرادھر دیکھنا خلاف مستحب۔ یہاں التفات سے غالبًا دوسرے معنے مراد ہیں جو مکروہ ہیں۔ ممکن ہے تیسرے معنے مراد ہوں، ابھی معاویہ ابن حکم کی روایت میں گزر چکا کہ صحابہ نے انہیں گوشہ چشم سے دیکھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام بھی کبھی اس طرح دیکھتے تھے وہ سب بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیئے لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 207)

۱۹۹۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَى الْقُبُوْرِ

قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

(۸۶۶) عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ، وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀ حضرت ابو مرثد کناز بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: قبروں کی جانب منہ کر کے نہ نماز پڑھو اور نہ ان کے اوپر بیٹھو۔ (مسلم)

---

(۸۶۶) (مسلم شریف' رقم الحدیث ۲۲۴۷)

تعارف راوی:

ابو مرثد غنوی: آپ کا نام کناز ابن حصین ہے، غنوی ہیں، اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ اور آپ کے بیٹے مرثد غزوہ بدر میں شریک ہوئے، ۱۲ھ میں وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف المیم، فصل فی الصحابۃ)

شرح:

یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے۔قبرستان میں نماز جب منع ہے جب کہ قبر نمازی کے سامنے ہو، لہٰذا قبرستان کی مسجدوں میں نماز جائز ہے، نیز حمام میں نہانے کی جگہ جہاں میل کچیل گندگیاں رہتی ہیں نماز منع ہے۔ اگر اس کے کسی پاک گوشہ میں نماز پڑھی جائے تو حرج نہیں۔

قبور کے متعلق چند احکام:

(۱) تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ زیارت قبور سنت ہے کیونکہ اس سے زائر کو اپنی موت یاد آتی ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو کر آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے توجہی حاصل ہوتی ہے۔

(۲) زیارت قبور میں زائر کو بھی فائدے ہیں اور میت کو بھی۔زائر کو ثواب آخرت کی یاد، دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے اور میت کو زائر سے اُنس اور اس کے ایصال ثواب سے نفع میسر ہوتا ہے۔

(۳) یہ کہ زائر قبر پر پہنچ کر پہلے صاحب قبر کو سلام کرے، پھر قبر کی طرف منہ اور کعبہ کو پشت کر کے کھڑا ہو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچائے۔

(۴) یہ کہ ساری امت اس پر متفق ہے کہ انبیاء کرام خصوصا حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد لینا جائز ہے، غیر انبیاء کی قبروں کے متعلق بعض ظاہر بین علماء نے اختلاف کیا، مگر محققین فقہا اور تمام صوفیاء فرماتے ہیں کہ اولیاء اور علماء کی قبور سے مدد لینا جائز ہے، قبور اولیاء سے تا قیامت دینی و دنیاوی فیوض جاری رہیں گے۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے ان سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے چار شخصوں کو دیکھا جو زندگی سے زیادہ اپنی قبروں سے دنیا میں تصرف کر رہے ہیں، ان میں سے معروف کرخی اور حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی ہیں۔سید احمد مرزوق فرماتے ہیں کہ زندے کی مدد سے مردے بزرگ کی مدد زیادہ قوی ہے، یہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ میت اپنے زائرین کو دیکھتی ہے اور ان کا کلام سنتی ہے، ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ بعد وفات روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔چنانچہ اکیلی روح ایسے ایسے کام کر دیتی ہے جو لاکھوں آدمی نہ کر سکیں۔چنانچہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق کی روح نے

صدہا کافروں کو ایک آن میں تہ تیغ کر دیا اور روح جنت میں رہتے ہوئے ہوئے مشرق و مغرب کو دیکھ لیتی ہے۔

(۵) قبر کے سامنے بلا آڑ نماز پڑھنا حرام، ہاں بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا یا وہاں نمازیں پڑھنا، برکت کے لیئے دعائیں مانگنا جائز ہے۔

(۶) حق یہ ہے کہ قبر یعنی تعویذ قبر کو بوسہ نہ دے، نہ وہاں ناک یا پیشانی خاک پر رگڑے کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے، ہاں آستانہ بوسی اور چیز ہے۔

(۷) جمعہ کے اول دن میں زیارتِ قبور بہت بہتر ہے۔ روایت میں ہے کہ اس دن میت کا علم و ادراک اور توجہ الی الدنیا زیادہ ہوتی ہے۔

(۸) وفات کے بعد سات روز تک برابر صدقہ و خیرات کیا جائے، اس پر تمام علماء متفق ہیں اور اس بارے مین صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔

(۹) بعض روایتوں میں ہے کہ ہر جمعہ کی شب میت کی روح اپنے گھروں میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ میرے زندے میرے واسطے کچھ خیرات کرتے ہیں یا نہیں۔ (از لمعات واشعۃ اللمعات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، باب زیارۃ القبور)

۲۰۰ ۔ بَابُ تَحْرِيْمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت کا بیان

(۸۶۷) عَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" قَالَ الرَّاوِيْ: لَا اَدْرِيْ قَالَ: اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، اَوْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کو بہتر سمجھے کہ چالیس تک کھڑا رہے۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ (متفق علیہ)

---

(۸۶۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۰۳۴' بخاری شریف، رقم الحدیث ۴۸۸' ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۶۹۹' ۷۰۱' ترمذی شریف، رقم الحدیث ۳۳۶' نسائی شریف، رقم الحدیث ۷۵۶' ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۹۴۴' ۹۴۵' ۹۴۶' مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۳۶۲' ۳۶۳' ۳۶۸' ۱۱۷۹۷' ۱۷۹۰۲' ۱۷۵۷۵' ابن حبان رقم الحدیث ۲۳۶۶' ابن خزیمہ رقم الحدیث ۸۱۳' بیہقی رقم الحدیث ۳۲۶۴' ۳۲۷۷' ۳۳۲' طبرانی کبیر رقم الحدیث ۵۲۳۵)

تعارف راوی:

آپ کی کنیت ابوالحارث ہے، سہمی ہیں، بدر میں حاضر ہوئے، مصر میں قیام رہا وہاں ہی وفات پائی، آپ مصر کے آخری صحابی ہیں، آپ کی وفات سے مصر صحابہ سے خالی ہو گیا۔ (اشعہ ومرقات)

شرح:

ظاہر یہ ہے کہ چالیس سال فرمایا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ مطلب اس کا ظاہر ہے۔ چالیس کا عدد اس لیئے ارشاد فرمایا کہ انسان کا ہر حال چالیس پر ہی تبدیل ہوتا ہے، ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ، پھر چالیس دن تک خون، پھر چالیس دن تک جمی بوٹی، پھر پیدائش کے بعد چالیس دن تک ماں کو نفاس، پھر چالیس سال تک عمر کی پختگی اس لیئے بعد وفات چالیس روز تک مسلسل فاتحہ کی جاتی ہے اور چالیسویں کی فاتحہ اہتمام سے ہوتی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 5)

۲۰۱-بَابُ کَرَاهَةِ شُرُوعِ الْمَأْمُومِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ أَوْ غَيْرِهَا

جب مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے تو مقتدی کے واسطے نفلی نماز شروع کرنا مکروہ ہے خواہ وہ نفلی نماز سنت ہو یا کوئی اور

(۸۶۸) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب اقامت کہہ دی جائے تو اس وقت فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۸۶۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۵۴۱، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۱۲۶۶، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۴۲۱، نسائی شریف، رقم الحدیث ۸۶۵، ۸۶۶، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۱۵۱، دارمی رقم الحدیث ۱۴۴۸، ۱۴۵۰، مسند امام احمد رقم الحدیث ۸۶۰۸، ۹۸۷۴، ۱۰۷۰۹، ابن حبان رقم الحدیث ۲۱۹۳، ۲۴۷۰، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۱۲۳، بیہقی رقم الحدیث ۴۳۲۳)

شرح:

سنتیں پڑھنے سے اگر فجر کی جماعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بغیر پڑھے شامل ہو جائے۔ مگر سلام پھیرنے کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔ طلوع آفتاب کے کم از کم بیس منٹ بعد سے لیکر ضحوۂ کبریٰ تک پڑھ لے کہ مستحب ہے۔ اس کے بعد مستحب بھی نہیں۔

۲۰۲-بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ اَوْ لَيْلَتِهِ بِصَلَاةٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ

روزے یا رات کی نماز (تہجد) کے واسطے جمعہ کا دن مخصوص کرنا، مکروہ ہے

(۸۶۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَخُصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ، وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَّصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◄◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: رات کے قیام کے لئے راتوں میں سے جمعہ کی رات کو مخصوص نہ کرو اور روزے کے لئے دنوں میں جمعہ کے دن کو مخصوص نہ کرو۔ ہاں! اگر ایسا روزہ تم میں سے کسی کے لیے (جمعہ کے دن آ جائے) جو اس کا معمول ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ (مسلم)

(۸۷۰) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◄◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: تم میں سے کوئی شخص جب بھی جمعہ کا روزہ رکھے تو اس کے ساتھ ایک دن قبل یا ایک دن بعد کا روزہ رکھا کرے۔ (متفق علیہ)

(۸۷۱) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: سَاَلْتُ جَابِرًا رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◄◄ حضرت محمد بن عباد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا

---

(۸۶۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۵۸۰)

(۸۷۰) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۵۷۹، بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۸۸۴، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۴۲۰، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۷۴۳، مسند امام احمد، رقم الحدیث ۷۷۵۴، ابن حبان، رقم الحدیث ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، بیہقی رقم الحدیث ۸۲۷۳، ۸۲۷۲، ۸۲۷۴)

(۸۷۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۵۷۷، بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۸۸۳، ۱۸۸۵، مسند امام احمد، رقم الحدیث ۹۱۱۶)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے روزہ سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! (متفق علیہ)

(۸۷۲) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: "اَصُمْتِ اَمْسِ؟" قَالَتْ: لَا، قَالَ: "تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا؟" قَالَتْ: لَا. قَالَ: "فَاَفْطِرِيْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ روزے سے تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم آئندہ کل روزہ رکھو گی؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر آج کا روزہ بھی افطار کردو۔ (بخاری)

تعارف راوی:

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 541 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اعتراض: مسلم و بخاری کی روایت میں ہے کہ جمعہ کا روزہ نہ رکھو۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ، الحدیث ۱۹۸۴، ج ۱، ص ۶۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ کسی دن کی تعیین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے لہٰذا منع ہے۔

جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے، نیز فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ (علم القرآن)

۲۰۳۔ بَابُ تَحْرِيْمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ وَهُوَ اَنْ يَّصُوْمَ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ وَلَا يَاْكُلَ وَلَا يَشْرَبَ بَيْنَهُمَا

صوم وصال کی حرمت کا بیان اور صوم وصال یہ ہے کہ کوئی شخص دو یا اس سے زائد روزے رکھے اور ان کے مابین کچھ نہ کھائے پیئے

(۸۷۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۹۸۵، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۴۲۲، مسند امام احمد رقم الحدیث ۲۶۷۷۱، سنن الکبریٰ نسائی رقم الحدیث ۲۷۵۳، سنن الکبریٰ بیہقی رقم الحدیث ۸۲۷۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۷۰۶۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۷۸۰۴، مسند الکسی رقم الحدیث ۱۵۵۷)

(۸۷۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْوِصَالِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائے پئے بغیر روزوں کو آپس میں ملانے سے منع فرمایا ہے۔(متفق علیہ)

(۸۷۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ. قَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ، اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے تو کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔(بارگاہ خداوندی سے)(متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

نبی کی خصوصیات امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔ پھر امام رازی اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں: مدرکہ اور محرکہ اور مدرکہ کی دو قسمیں ہیں: حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں:

---

(۸۷۳)(مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۴۵۹ 'بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۸۲۲ '۱۸۶۰ '۱۸۶۱ 'ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۳۶۰ 'ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۳۶۱ 'ترمذی شریف، رقم الحدیث ۷۷۸ 'مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۶۶۷ '۶۶۸ 'دارمی رقم الحدیث ۱۷۰۳ '۱۷۰۴ '۱۷۰۵ 'مسند امام احمد رقم الحدیث ۴۷۲۱ '۴۷۵۲ '۵۷۹۵ 'ابن حبان رقم الحدیث ۳۵۷۴ '۳۵۷۵ '۳۵۷۶ 'ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۰۶۸ '۲۰۶۹ '۲۰۷۰ 'بیہقی ۸۰۵۵ '۸۱۵۶ '۸۱۵۷ 'مسند ابویعلی رقم الحدیث ۱۱۳۳ '۱۴۰۷ '۲۸۷۴ 'طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۳۳۰۰)

(۸۷۴)(بخاری شریف، رقم الحدیث ۱۸۶۱ '۱۸۲۲ 'مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۱۰۲ 'ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۲۳۶۰ 'ترمذی شریف، رقم الحدیث ۷۷۸ 'مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۶۶۷ 'دارمی رقم الحدیث ۱۷۰۴ 'مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۳۳۰۶ 'ابن حبان رقم الحدیث ۳۵۷۴ 'ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۰۶۸ 'سنن الکبریٰ نسائی رقم الحدیث ۳۲۶۳ 'سنن الکبریٰ بیہقی رقم الحدیث ۸۱۵۸ 'مسند ابویعلی رقم الحدیث ۲۹۷۲ 'طبرانی اوسط رقم الحدیث ۱۷۸۳ 'طبرانی کبیر رقم الحدیث ۱۳۳۰۰ 'مسند طیالسی رقم الحدیث ۱۵۷۹ 'مسند حمیدی رقم الحدیث ۱۰۰۹ 'مسند اسحاق رقم الحدیث ۶۶۹ 'مسند الکسی رقم الحدیث ۷۵۵ 'مسند ابن الجعد رقم الحدیث ۲۰۸۸ 'مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۷۷۵۴)

قوت باصرہ:

قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸۷)

نیز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ٤٣٤، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٦٦٩، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۹۳، سنن نسائی رقم الحدیث: ٤٣٣)

اس قوت کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے فرمایا:

وکذلك نری ابراھیم ملکوت السموات والارض۔ (الانعام: ۷۵)

اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی بصر کو قوی کر دیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں (اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تجلی لی ما فی السموت والارض "میرے لیے تمام آسمان اور زمین منکشف ہو گئے۔" مسند احمد ج ٤ ص ٦٦ اور ایک روایت میں ہے

:فعلمت ما فی السموت والارض

"میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا۔" (مسند احمد ج ۱ ص ۳٦۸)

قوت سامعہ:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ نے فرمایا: آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے، آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۱۲، ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤١٩٠)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی۔ نیز آپ نے فرمایا: ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا، آپ نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان کو بھی عطا کی گئی کیونکہ انہوں نے چیونٹی کی آواز سنی۔ قرآن مجید میں ہے

قالت نملۃ یایھا النمل ادخلوا مسکنکم۔ (النمل: ۱۸)

ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو چیونٹی کا کلام سنایا اور

اس کے معنی پر مطلع کیا اور یہ قوت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ نے بھیڑیے اور اونٹ سے کلام کیا۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۳۲، المستدرک ج ۲ ص ۱۰۰-۹۹)

قوت شامہ:

نبی کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب (علیہ السلام) کا واقعہ دلیل ہے کیونکہ جب حضرت یوسف (علیہ السلام) نے یہ حکم دیا کہ میری قمیص لے جاؤ اور حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیص لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا:

انی لاجد ریح یوسف۔ (یوسف:۹٤)

مجھے (حضرت) یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کی قمیص کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلہ سے سونگھ لی۔

قوت ذائقہ:

نبی کے چکھنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا: اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ٦٨، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۱)

قوت لامسہ:

نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگئی۔ اور حواس باطنہ میں قوت حافظہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سنقرئك فلا تنسى۔ (الاعلیٰ:٦) ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے۔ اور قوت ذکاوت ہے، حضرت علی فرماتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب مستنبط کیے اور جب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذکاوت کا کیا عالم ہوگا! اور قوت محرکہ کی خصوصیت میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معراج پر جانا دلیل ہے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا زندہ چوتھے آسمان پر جانا اور حضرت ادریس اور الیاس علیہما السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس۔ سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت حریت انتہائی کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوانیات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور قوت محرکہ بھی انتہائی کامل ہوگے تو ان کے آثار بھی انتہائی کامل، مشرف اور صاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۰۰-۱۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱٤۱۵ھ)

علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ ھ نے بھی علامہ حلیمی کی یہ عبارت اسی تفصیل سے نقل کی ہے۔

(غرائب القرآن ج ۲ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ)

امام غزالی، امام رازی، علامہ حلیمی، علامہ نظام الدین نیشاپوری اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی حقیقت عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے اور ہر چند کہ نبی انسان اور بشر ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت میں استعداد وحی کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے جس طرح دیکھنے والا، اندھے سے اور ذکی، غبی سے متمیز ہوتا ہے۔

(تفسیر تبیان القرآن تحت سورہ ھود آیت نمبر:27)

۲۰۴۔ بَابُ تَحْرِيْمِ الْجُلُوْسِ عَلٰى قَبْرٍ

قبر پر بیٹھنے کی حرمت کا بیان

(۸۷۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھے اور انگارہ اس کے کپڑوں کو جلا کر اس کی جلد تک پہنچ جائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔ (مسلم)

حل لغات:

جَمْرَةٍ: انگیٹھی، انگارا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا آگ پر بیٹھنے سے بدتر ہے کہ اس کے کپڑے اور جسم جلیں گے اور اس سے ایمان برباد

(۸۷۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۱۴۴، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۲۲۵، ۳۲۲۹، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۰۵۲، ۱۰۵۰، نسائی شریف، رقم الحدیث ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۵۶۲، مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۴۱۸۱، ۱۴۱۸۲، ۱۴۶۰۵، ابن حبان رقم الحدیث ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ابن خزیمہ رقم الحدیث ۷۹۳، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۴۹۶۹، بیہقی رقم الحدیث ۶۵۲۶، ۶۵۵۳، ۷۰۰۶، مسند ابویعلی رقم الحدیث ۱۰۰۔، ۱۵۱۴)

ہوگا۔اس حدیث نے گزشتہ حدیث کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہو کر بیٹھنا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 822)

۲۰۵-بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَجْصِيصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهِ

قبر کو چونا گچ کرنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت کا بیان

(۸۷۶) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔(مسلم)

حل لغات:

يُجَصَّصَ: چون یا گچ لگانا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(قبر کو چونا گچ کرنے) خیال رہے کہ قبر میں تین چیزیں ہیں: ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا، وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقًا ممنوع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی، جسم میت مٹی میں رہنا چاہیئے حتیٰ کہ اگر کسی وقت مجبورًا میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے کہگل کر دی جائے۔دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع، اولیاء و مشائخ و علماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے یہ بیکار ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا۔تیسرے یہ کہ قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا یہ مطلقًا جائز ہے۔لہٰذا یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لیئے عَلَى الْقَبْرِ نہ فرمایا گیا، یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنیٰ ہیں۔ابھی اسی باب میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کی قبور پر

---

(۸۷۶)(مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۱۴۱، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۲۲۵، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۰۵۲، نسائی شریف، رقم الحدیث ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۵۶۲، مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۴۱۸۱، ۱۴۱۸۲، ۱۴۶۰۵، ابن حبان رقم الحدیث ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، بیہقی رقم الحدیث ۶۵۲۶)

عہد صحابہ میں سرخ بجری بچھادی گئی تھی بالکل خام نہ رکھی گئی۔

(اس پر عمارت تعمیر کرنے) اس طرح کہ قبر پر دیوار بنائی جائے قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں علیہ فرمایا گیا حَوْلَہٗ نہ فرمایا یا اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عوام کی قبروں پر ناجائز ہے کیونکہ بے فائدہ ہے علماء ومشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید ابن الملک کے زمانہ میں اس کی دیوار گرگئی تو صحابہ نے بنائی، نیز حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر، حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر، محمد ابن حنیفہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے، دیکھو خلاصۃ الوفاء اور منتقی شرح مؤطا، مرقات نے اس مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء ومشائخ کی قبر پر قبے بنانا جائز ہیں۔

(اور اس پر بیٹھنے) یعنی قبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لیئے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیئے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے۔ اسی مشکوٰۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آرہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں، اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے۔ فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغوات خلیل عبدالسلام صاحب کی قدم بوسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغوات خواجہ الیاس کی، ان مجاوروں کو نجدی حکومت بھی نہ ہٹاسکی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ازحکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 920)

۲۰۶-بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ إِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ

غلام کے اپنے مالک کے پاس سے فرار ہوجانے کی سخت حرمت کا بیان

(۸۷۷) عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو غلام فرار ہوجائے وہ (حفاظت وغیرہ کے) عہد سے نکل جاتا ہے۔ (مسلم)

(۸۷۸) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ". رَوَاهُ

(۸۷۷) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۳۷) (۸۷۸) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۳۸)

مُسْلِمٌ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: "فَقَدْ کَفَرَ"۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے بلاشبہ اس نے کفر کیا۔

تعارف راوی:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 173 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی بھاگے ہوئے غلام کی نماز اگرچہ شرعاً درست ہوجائے مگر اللہ کے ہاں قبول نہیں، شرائط جواز اور ہیں شرائط قبول کچھ اور۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 267)

۲۰۷۔ بَابُ تَحْرِیْمِ الشَّفَاعَةِ فِی الْحُدُوْدِ

حدود کے متعلق سفارش کرنے کی حرمت کا بیان

آیت نمبر:1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ} (النور:2)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو لگاؤ ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو دُرّے اور نہ آئے تمہیں ان دونوں پر ذرا رحم اللہ عزوجل کے دین کے معاملے میں اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر"۔

تشریح: زنا کا لغوی معنی:

زنا کا لغوی معنی ہے پہاڑ پر چڑھنا، سائے کا سکڑنا، پیشاب کو روک لینا، حدیث میں ہے:

لا یصلی احد کم وھو زناء تم میں سے کوئی شخص پیشاب روکنے کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔

(مسند الربیع بن حبیب، ج1 ص ۶۰، مکتبۃ الثقافۃ العربیۃ بیروت)

آیت رجم کی بحث:

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: لوگو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے، میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو، جو شخص میرے بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو وہاں تک میری بات لوگوں کو بتا دے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا وہ بات یہ ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھ اور اسے یاد رکھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے خوف ہے کہ طویل زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔ اللہ کی کتاب میں رجم برحق ہے ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا، بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔ (بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۰۹، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، موطا امام الملک میں ۶۸۵)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن مجید کی آیت الزانیۃ والزانی میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کے لئے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات میں وارد ہے اور ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواتر المعنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم (ماقبل صفحات میں) قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں، جو چیز قرآن سے ثابت ہو، اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے، اسے خلاف قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

مزید تفصیل کے لیے جلد سوم حدیث نمبر:20 کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

(۸۷۹) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوْا: مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللهِ تَعَالٰى؟!" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: "اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَاِذَا سَرَقَ

---

(۸۷۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۴۲۹۷، بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۲۸۸، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۴۳۷۳، نسائی شریف، رقم الحدیث ۴۸۹۷، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۲۵۴۷، دارمی رقم الحدیث ۲۳۰۲، مسند امام احمد رقم الحدیث ۶۶۵۷، ابن حبان رقم الحدیث ۴۴۰۲، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۸۱۴۷، بیہقی رقم الحدیث ۱۶۹۳۲، مسند ابویعلی رقم الحدیث ۴۵۴۹، طبرانی کبیر رقم الحدیث ۷۹۱)

فِيهِمُ الضَّعِيفُ، أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ: فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ!؟" فَقَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا۔

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ قبیلہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے متعلق بڑی تشویش لاحق ہوئی جس نے چوری کی تھی وہ کہنے لگے: اس سلسلہ میں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرے گا؟ بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے کی جرأت سوائے اسامہ بن زید کے کون کرسکتا ہے؟ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں۔ سو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کے متعلق عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم خدا کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کررہے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: تم سے قبل قومیں اس لئے ہلاک ہوگئیں کہ اگر ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ((صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم خدا کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کررہے ہو؟ تو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔

راوی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابو سلمیٰ کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔

(بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے کی جرأت سوائے اسامہ بن زید کے کون کرسکتا ہے؟ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں) یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہٰذا اس پر جرمانہ وغیرہ کردیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"۔

(سو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے متعلق عرض کیا) حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ "مَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفٰعَةً حَسَنَةً یَّکُنۡ لَّهٗ نَصِیۡبٌ مِّنۡهَا" وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

(تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم خدا کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو؟) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفٰعَةً سَیِّئَةً یَّکُنۡ لَّهٗ کِفۡلٌ مِّنۡهَا" لہٰذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کر سکتا ہے اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کر سکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

اھلك یا معروف ہے تو اس کا فاعل **انہم** الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بد نظمی ہے۔

(تم سے قبل قومیں اس لئے ہلاک ہوگئیں کہ اگر ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے) یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں۔ ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَکُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوةٌ" یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

سبحان اللہ! یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہٰذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج وعزیز و اقارب ہیں صلوۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا وبعلھا وعلیہا وابنہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے "اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ"۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 5، حدیث نمبر: 515)

۲۰۸-بَابُ النَّھْیِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ وَظِلِّھِمْ وَمَوَارِدِ الْمَآءِ وَنَحْوِھَا

لوگوں کے راستوں میں سایہ کی جگہ پر اور پانی کے گھاٹوں پر پاخانہ کرنے کی ممانعت کا بیان

آیت نمبر: 1 قَالَ اللہُ تَعَالٰی: {وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ۝} (الأحزاب: 58).

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور جو لوگ دل دکھاتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی معیوب کام کیا ہو تو انہوں نے اپنے سر بہتان باندھے اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا'' ۝

(۸۸۰) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا اللَّاعِنَیْنِ" قَالُوْا: وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: "اَلَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّھِمْ". رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قابل لعنت کام کرنے والے دو آدمیوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: قابل لعنت کام کرنے والے وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ جو لوگوں کے راستوں پر پاخانہ کرتا ہے یا ان کے سایہ دار مقامات پر پاخانہ کرتا ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

اللَّاعِنَیْنِ: لعنت کے مستحق۔ قابل لعنت۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو۔ راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو، یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کیوقت عموماً بیٹھتے لیٹے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، حدیث نمبر: 323)

---

(۸۸۰) (مسلم شریف کتاب الطہارت رقم الحدیث ۲۶۹)

۲۰۹-بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ

کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان

(۸۸۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

حل لغات:

الرَّاكِدِ: ٹھہرا ہوا، رکا ہوا۔

تعارف راوی:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ۱، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ٹھہرا پانی خواہ دو قلے ہوں یا اس سے کم و بیش اس میں پیشاب پاخانہ ممنوع ہے بلکہ اس میں تھوک و رینٹ ڈالنا بھی برا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ رات کو ٹھہرے پانی میں پیشاب ہرگز نہ کرے کہ اس وقت وہاں جنات رہتے ہیں تکلیف پہنچائیں گے، ہاں تالاب وغیرہ کا یہ حکم نہیں۔ تالاب وہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے سے پانی ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہ ہلے یعنی سو ہاتھ کی سطح والا پانی اسی کو آب کثیر بھی کہتے ہیں اس سے کم پانی قلیل کہلاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج1، حدیث نمبر: 450)

۲۱۰-بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيْلِ الْوَالِدِ بَعْضَ اَوْلَادِهٖ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْهِبَةِ

عطیہ میں والد کا اپنے بعض بچوں کو دوسروں پر ترجیح دینا مکروہ ہے

(۸۸۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

(۸۸۱) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۵۶۳، نسائی شریف، رقم الحدیث ۳۵، نسائی شریف، رقم الحدیث ۲۲۱، ۳۹۸، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، دارمی رقم الحدیث ۷۳۰، مسند امام احمد رقم الحدیث ۷۸۵۵، ۹۱۰۴، ۹۹۸۹، ۱۰۳۹۰، ابن حبان رقم الحدیث ۱۲۵۰، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۶۶۳، بیہقی رقم الحدیث ۴۷۱، ۴۷۲، ۱۰۴۹، ۱۰۶۶)

"أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟" فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَارْجِعهُ".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ" فَرَجَعَ أَبِيْ، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بَشِيْرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟" فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "فَلَا تُشْهِدْنِيْ إِذًا فَإِنِّيْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ".

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ!" ثُمَّ قَالَ: "أَيَسُرُّكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ: بَلٰى، قَالَ: "فَلَا إِذًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے والد ماجد انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور انہوں نے عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام دیا ہے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اسی قدر عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: پھر اس سے بھی واپس لے لو۔

اور ایک روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے بارے میں انصاف کیا کرو تو میرے والد ماجد لوٹے اور وہ صدقہ واپس لے لیا۔

ایک روایت میں ہے: تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بشیر! کیا تمہارا اس کے علاوہ بھی کوئی بیٹا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: کیا تم نے ان سب کو اسی قدر عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تو پھر مجھے گواہ مت بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

اور ایک روایت میں ہے: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔

(۸۸۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۴۴۶، ۲۴۴۷، ۲۵۰۷، مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۶۲۳، ابو داؤد شریف، رقم الحدیث ۳۵۴۳، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۳۶۷، نسائی شریف، رقم الحدیث ۳۶۷۲، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۱۴۳۷، مسند امام احمد رقم الحدیث ۱۸۳۸۴، ابن حبان رقم الحدیث ۵۰۹۸، سنن الکبریٰ نسائی رقم الحدیث ۶۴۹۹، سنن الکبریٰ بیہقی رقم الحدیث ۱۱۷۷۲، طبرانی اوسط رقم الحدیث ۳۰، مسند طیالسی رقم الحدیث ۷۸۹، مسند حمیدی رقم الحدیث ۹۲۲، الاحاد و المثانی رقم الحدیث ۲۰۲۵، الادب المفرد رقم الحدیث ۹۳، مسند ابن الجعد رقم الحدیث ۲۶۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۳۰۹۹۹، عبدالرزاق رقم الحدیث ۱۶۴۹۶)

ایک روایت میں ہے: اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بناؤ۔ پھر فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ فرمانبراری میں تمہارے تمام بیٹے برابر ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو فرمایا: تو پھر ایسا نہ کرو۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 161 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ باپ اپنی زندگی میں بیٹا بیٹی ساری اولاد میں برابری کرے، بیٹے کے لیے دوگنا حصہ بعد وفات ہے حتیٰ کہ پیار محبت بلکہ چومنے میں بھی برابری کرے۔ (مرقات) اگرچہ قدرتی طور پر چھوٹے بچے سے زیادہ محبت ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں۔

اس حدیث کی بنا پر امام احمد ثوری واسحاق نے فرمایا کہ اولاد کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے کیونکہ حضور انور نے اسے ظلم فرمایا ہے اور ظلم حرام ہے، ان بزرگوں کے ہاں اس صورت میں ہبہ درست ہی نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک و جمہور علماء رحمہم اللہ کے ہاں یہ زیادتی مکروہ ہے جب کہ بلاوجہ ہو، اس میں ہبہ درست ہی ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہبہ درست ہو گیا تھا ورنہ رجوع کے کیا معنی، نیز دوسری روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عطبہ پر کسی اور کو گواہ بنالو، اگر یہ حرام قطعی ہوتا تو کسی اور کو گواہ بنانے کے کیا معنی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ صدیقہ کو اکیس وسق کھجوریں دیں جو اور اولاد کو نہ دیں، حضرت عمر نے اپنے بیٹے عاصم کو ایک دفعہ ایک خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، عبدالرحمن ابن عوف نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی اولاد کو خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، تمام صحابہ نے یہ واقعات دیکھے اور کسی نے انکار نہ کیا لہٰذا اس کے جواز پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (مرقات) خیال رہے کہ متقی بیٹے کو فاسق بیٹے سے زیادہ دینا یا غریب معذور بے دست و پا اولاد کو دوسری امیر اولاد سے کچھ زیادہ دینا بلا کراہت درست ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر: 615)

۲۱۱۔بَابُ تَحْرِيْمِ اِحْدَادِ الْمَرْاَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَهٗ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرَةَ اَيَّامٍ

خاوند کے سوا کسی میت پر عورت کا تین دن سے زیادہ سوگ منانا حرام ہے

اس پر وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے

(۸۸۳) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَمَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ تُوُفِّىَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ رَضِىَ اللهُ

عَنْهُ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٍ أَوْ غَيْرِهِ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا". قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: أَمَا وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں زوجۂ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ ان کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوئے تھے تو انہوں نے خوشبو منگوائی جس کے اندر زرد رنگ کی کوئی خوشبو ملی ہوئی تھی۔ سوانہوں نے اپنی ایک لونڈی کو اس سے خوشبو لگائی پھر اسے اپنے دونوں رخساروں پر ملا پھر فرمایا: خدا کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر کھڑے یہ فرماتے سنا: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے خاوند کے کہ اس پر وہ چار ماہ دس دن سوگ منائے۔ حضرت زینب سے مروی ہے پھر میں حضرت زینب بنت جحش کے پاس گئی جبکہ ان کا بھائی فوت ہوا تو انہوں نے بھی خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا: خدا کی قسم! مجھے خوشبو کی حاجت نہیں سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے خاوند کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ مناسکتی ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

زینب بنت ابی سلمہ: ان کا نام برہ تھا، حضور انور نے زینب رکھا، آپ حضور کی سوتیلی بیٹی ہیں یعنی ام المؤمنین ام سلمی کی دختر، آپ ملک حبشہ میں پیدا ہوئیں، عبداللہ ابن زمعہ کے نکاح میں آئیں، اپنے زمانہ کی بڑی فقیہہ عالمہ بی بی تھیں، واقعہ حرہ کے بعد وفات ہوئی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الزاء، فصل فی الصحابیات،)

---

(۸۸۳) (مسلم شریف رقم الحدیث ۳۷۱۹ '۳' بخاری شریف' رقم الحدیث ۱۲۲۱ 'ابوداؤد شریف' رقم الحدیث ۲۲۹۹ 'موطا امام مالک رقم الحدیث ۱۲۴۵ 'مسند امام احمد رقم الحدیث ۸ ۲۷۴۳ '۲' ابن حبان رقم الحدیث ۴۳۰۴ 'بیہقی رقم الحدیث ۱۵۲۹۳ 'طبرانی کبیر رقم الحدیث ۴۲۰ '۴۲۱)

شرح:

یعنی عورت کسی عزیز وقرابتدار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے باپ بیٹا بھائی کوئی بھی فوت ہوجائے اس پر تین دن تک سوگ یعنی ترک زینت کرسکتی ہے مگر خاوند کی موت پر پوری عدت کے زمانہ میں سوگ کرے کہ نہ خوشبو لگائے نہ زینت کا لباس پہنے یہ مدت غیر حاملہ کے لیے ہے حاملہ کی عدت تو حمل جن دینا ہے وہ اس وقت تک سوگ کرے۔ اس حدیث سے ان نادان سنیوں کو عبرت لینی چاہیے جو محرم میں دس دن کو ٹتے پیٹتے ہیں چار پائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے کالے کپڑے پہنتے ہیں یہ سب حرام ہے اور روافض کی پیروی حضرات اہل بیت اطہار نے کبھی نہ کئے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 247)

۲۱۲-بَابُ تَحْرِیْمِ بَیْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِیْ وَتَلَقِّی الرُّکْبَانِ وَالْبَیْعِ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰی خِطْبَتِهٖ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ اَوْ یَرُدَّ

شہری کا بدوی کے واسطے بیع کرنا، تجارتی قافلوں کو راستے میں جا ملنا، اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا اور کسی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام دینا حرام ہے مگر جب کہ وہ اسے اجازت دے دے یا اسے ترک کر دے

(۸۸۴) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّاِنْ کَانَ اَخَاهُ لِاَبِیْهِ وَاُمِّهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے بیع کرے خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

(۸۸۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰی یُهْبَطَ بِهَا اِلَی الْاَسْوَاقِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سامان تجارت کو بازار میں پہنچنے سے قبل (خریدنے کے لئے) راستے پر جا کر نہ ملا کرو۔ (متفق علیہ)

---

(۸۸۴) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۵۲۳)

(۸۸۵) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۰۵۷، ۲۰۳۲، ۲۱۴۸، ۴، نسائی شریف، رقم الحدیث ۴۵۰۳، مسند امام احمد رقم الحدیث ۴۲۲۷، ابن حبان رقم الحدیث ۴۹۶۶، دار قطنی رقم الحدیث ۳۲، طبرانی اوسط رقم الحدیث ۵۱۰، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۱۴۸۶۹، شعب الایمان رقم الحدیث ۱۱۱۵۲، سنن الکبریٰ بیہقی رقم الحدیث ۱۰۶۶۹)

حل لغات:

اَلسِّلَعَ: سودا، سامان تجارت۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

تاجروں سے باہر شہر ہی جا ملنے کی ممانعت یا تو جب ہے جبکہ شہر میں تنگی ہو، مال ملتا نہ ہو یا جب جبکہ ان سے سستا خرید لیا جائے اصل بھاؤ بتایا نہ جائے اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو باہر جا ملنا جائز ہے، ضلع فیض آباد میں اکثر دکاندار جنگل میں بیٹھے رہتے ہیں، گاؤں سے آنے والوں کا مال وہاں ہی خرید لیتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر: 451)

(۸۸۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ" فَقَالَ لَهُ طَاوُوْسٌ: مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا۔
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀◀ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو تجارتی قافلوں کو راستے میں جا کر ملا کرو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کی طرف سے بیع کرے۔ طاؤس نے پوچھا شہری کے دیہاتی کے لئے بیع کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: وہ اس کا دلال نہ بنے۔ (متفق علیہ)

(۸۸۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ، وَلَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِيْ اِنَائِهَا۔
وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّيْ، وَاَنْ يَّبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ

---

(۸۸۶) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۰۵۰، ۲۰۵۵، ۲۱۴۵، ۲۰۵۱، مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۵۲۱، ابوداؤد شریف، رقم الحدیث ۳۴۳۹، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۲۱۷۷، مسند امام احمد رقم الحدیث ۳۴۸۲، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۱۸۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۲۲۰۶۴، سنن الکبریٰ بیہقی رقم الحدیث ۱۰۶۸۴)

(۸۸۷) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۰۳۳، بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۰۴۱، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۵۲، ۲۰۵۴، ۲۵۷۴، ۲۵۷۷، مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۴۱۳، مسند امام احمد رقم الحدیث ۷۲۴۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۶۱۸۷)

لِلاَعْرَابِیِّ وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَۃُ طَلَاقَ اُخْتِھَا، وَاَنْ یَّسْتَامَ الرَّجُلُ علی سَوْمِ اَخِیْہِ، وَنَھٰی عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِیَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے بیع کرے اور بھاؤ بڑھائے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے اور نہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے کہ جو اس کے برتن میں ہے اسے انڈیل دے (یعنی خود اس کے خاوند سے نکاح کرے)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تجارتی قافلے کو راستے میں جا کر ملنے سے منع فرمایا اور کہ نہ شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے اور نہ عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط لگائے اور نہ کوئی آدمی اپنے بھائی کی بولی پہ بولی لگائے اور آپ نے بھاؤ بڑھانے سے منع فرمایا اور دودھ روکنے سے (تھنوں میں)۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے بیع کرے) کہ جب دیہاتی لوگ گاؤں سے غلہ لائیں تو انہیں فروخت کر لینے دو ان کا غلہ خود شہری جمع کر لیں تا کہ گرانی پر فروخت کیا جائے کہ اس سے شہر میں گرانی بڑھتی ہے، اب بھی تنگی پر اسٹاک کرنا بلیک کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر: 454)

(اور بھاؤ بڑھائے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے) یعنی کوئی شخص طے شدہ بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے کہ اس میں پہلے خریدار یا پہلے تاجر کا نقصان ہے، مسلمان کی قید اتفاقی ہے، اس حکم میں کافر ذمی بھی شامل ہے ہاں حربی کافر کا بھاؤ چڑھا کر خرید لینا یا گھٹا کر فروخت کر دینا درست ہے۔ (از مرقات) کہ کافر حربی کو نقصان پہنچانا درست ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر: 453)

(۸۸۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ، وَلَا یَخْطُبْ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ لَہٗ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَھٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

(۸۸۸) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۵۰، ۲۱۶۰، ۲۷۲۳، مسلم شریف، رقم الحدیث ۱۴۱۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، کنز العمال رقم الحدیث ۹۵۵۴، سنن الکبریٰ رقم الحدیث ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۶۰۵۲، ۶۰۵۳، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ابن ماجہ شریف، رقم الحدیث ۲۱۷۲، ابو داؤد شریف، رقم الحدیث ۲۰۸۰، ترمذی شریف، رقم الحدیث ۱۱۳۴، ۱۲۹۲، جامع صغیر رقم الحدیث ۷۵۹۱، مسند امام احمد رقم الحدیث ۸۲۰۹، ۸۹۱۸، تحفۃ الاشراف رقم الحدیث ۱۳۱۲۳، ۱۳۱۷۱، ۱۵۱۷۹، ہدایۃ الروایۃ رقم الحدیث ۲۷۷۹)

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرو اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اس کی اجازت کے بغیر پیغام نکاح دے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۸۸۹) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَذَرَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ

◀◀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے، کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے یا اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام دے حتیٰ کہ وہ خود اسے چھوڑ دے۔ (مسلم)

حل لغات:

خِطْبَةِ: نکاح کا پیغام، مگنی۔

تعارف راوی:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ہذا، حدیث نمبر 628 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام وسلام آ رہے ہیں اور فریقین قریباً راضی بھی ہو گئے ہیں تو دوسرا شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر صرف پیام میں رضا مندی نہیں ہوئی تو دوسرا بھی پیام دے سکتا ہے یہ ہی حکم بیع کے متعلق بھی آیا ہے وہاں بھی یہ ہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر یہ حدیث بالکل واضح ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 64)

۲۱۳۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ اَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

شرعی طور پر جائز مصارف کے سوا دوسرے کاموں پر مال کو ضائع کرنا منع ہے

(۸۹۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللهَ

---

(۸۸۹) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۳۳۶۰)

(۸۹۰) (مسلم شریف کتاب الاقضیۃ رقم الحدیث ۱۷۱۵)

تَعَالٰی یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا، وَیَکْرَہُ لَکُمْ ثَلَاثًا: فَیَرْضٰی لَکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْہُ، وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَیَکْرَہُ لَکُمْ: قِیْلَ وَقَالَ، وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ، وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ"۔

رَوَاہُ مُسْلِمٌ، وَتَقَدَّمَ شَرْحُہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل تمہارے تین کاموں پر راضی ہوتا ہے اور تمہارے تین افعال کو ناپسند فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم سے اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم اللہ عزوجل کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور باہم اختلاف نہ کرو اور اللہ عزوجل نے تمہارے ان کاموں کو ناپسند فرمایا ہے: زبانی جمع خرچ کرنا کثرت سے سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا۔ (مسلم)

اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

(۸۹۱) وَعَنْ وَرَّادٍ کَاتِبِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ: اَمْلٰی عَلَیَّ الْمُغِیْرَۃُ فِیْ کِتَابٍ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ" وَکَتَبَ اِلَیْہِ اَنَّہٗ کَانَ یَنْھٰی عَنْ قِیْلَ وَقَالَ، وَاِضَاعَۃِ الْمَالِ، وَکَثْرَۃِ السُّؤَالِ، وَکَانَ یَنْھٰی عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّھَاتِ، وَوَاْدِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَّھَاتِ۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَسَبَقَ شَرْحُہٗ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب حضرت ورّاد سے مروی ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خط میں مجھے یہ الفاظ لکھوائے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ"۔ "اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کے لئے ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جو تو عطا فرمائے اسے کوئی نہیں روک سکتا اور جس چیز کو تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے مقابلے میں کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت کوئی نفع نہیں پہنچاتی"۔ اور حضرت مغیرہ نے حضرت معاویہ کی جانب یہ بھی لکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیل وقال سے مال کو ضائع کرنے سے اور بکثرت سوال کرنے سے منع فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماؤں کی نافرمانی کرنے بچیوں کو زندہ درگور کرنے اور

حقدار کو اس کا حق نہ دینے اور ناحق کسی کا مال لے لینے سے منع فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔

۲۱۴۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلَى مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَّنَحْوِهِ سَوَاءٌ كَانَ جَادًّا أَوْ مَازِحًا، وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُولًا

کسی مسلمان کی جانب ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت ہے، خواہ ایسا مزاحاً کرے یا سنجیدگی سے اور تلوار کو بغیر نیام کے پکڑنے کی ممانعت کا بیان

(۸۹۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُشِرْ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعَ فِي حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَنْزِعَ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ".

قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ، وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا، وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ، وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِي، وَبِالْمُعْجَمَةِ أَيْضًا يَرْمِي وَيُفْسِدُ. وَأَصْلُ النَّزْعِ: الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی جانب ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا شاید کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار چلوا دے اور وہ آگ کے گڑھے میں گر جائے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں ہے: فرمایا کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی جانب لوہے کے ساتھ اشارہ کرتا ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس چیز کو ہٹا لے خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی ہو۔

حل لغات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یَنْزِعُ: عین مہملہ کے ساتھ اور زاء کے نیچے زیر ہے۔ نیز اس کو غین معجمہ کے ساتھ زاء پر زبر کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے۔ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ عین کے ساتھ معنی بھی پھینکنا اور غین کے ساتھ بھی معنی یہی ہے کہ وہ ہتھیار پھینکتا ہے، اور فساد کرواتا ہے اور نزع کے اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

(۸۹۲) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۷۰۷۲)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی جانب ہتھیار سے اشارہ نہ کرے) نہ لڑتے وقت نہ ہنسی دل لگی میں کہ بری چیز کی دل لگی بھی بری ہے۔

(کیونکہ وہ نہیں جانتا شاید کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار چلوا دے) یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کا ارادہ مارنے کا نہ ہو مگر اتفاقاً لگ جائے اور سامنے والا مر جائے ایسے واقعات بہت دیکھے گئے ہیں کہ مذاق دلی میں پستول کا اشارہ کیا وہ چل گیا اور سامنے والے کو گولی لگی جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ خدا کی پناہ!

(اور وہ آگ گڑھے میں گر جائے۔) اس طرح کہ یہ اس کا قاتل بن جائے اور دوزخ میں جائے۔ معلوم ہوا کہ ایسا قتل بھی عذاب نار کا ذریعہ ہے اور ایسے قاتل پر تاوان بھی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 5، حدیث نمبر: 427)

(۸۹۳) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ تلوار کو بے نیام کر کے ہاتھ میں پکڑا جائے۔ اسے ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

۲۱۵۔ بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

اذان کے بعد بغیر فرض نماز ادا کئے بلا عذر مسجد سے نکلنے کی کراہت کا بیان

(۸۹۴) عَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِی الْمَسْجِدِ، فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِیْ، فَاَتْبَعَهٗ اَبُوْ هُرَيْرَةَ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت ابوشعثاء سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اذان پڑھی تو ایک آدمی اٹھا اور چل پڑا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے

---

(۸۹۳) (ابوداؤد شریف کتاب الجہاد رقم الحدیث ۲۵۸۸)

(۸۹۴) (مسلم شریف رقم الحدیث ۶۵۵)

پیچھے سے دیکھتے رہے حتی کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ (مسلم)

تعارف راوی:

ابوشعثاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف مجھے میری کم علمی کی وجہ سے معلوم نہ ہوسکا واللہ اعلم (ابوالاحمد غفرلہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو اور بلا عذر مسجد سے جائے واپسی کا ارادہ نہ ہو لہٰذا جو نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہے، پھر اذان ہوئی وہ مسجد سے جاسکتا ہے، ایسے ہی اذان کے بعد استنجاء وغیرہ کرنے پھر لوٹنے کے ارادے سے جاسکتا ہے، ایسے ہی اگر یہ دوسری مسجد کا امام یا جماعت کا منتظم ہو۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 2، حدیث نمبر: 298)

۲۱۶ ـ بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

بلا عذر خوشبو کا تحفہ لوٹانے کی کراہت کا بیان

(۸۹۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ، فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ، طَيِّبُ الرِّيحِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو ریحان وغیرہ خوشبو پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کا وزن کم ہے اور خوشبو عمدہ ہے۔ (مسلم)

(۸۹۶) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو (کا ہدیہ) واپس نہیں کرتے تھے۔ (بخاری)

حل لغات:

یَرُدُّ: از، رَدًّا، بمعنی پھیرنا، لوٹانا، واپس کرنا۔

---

(۸۹۵) (مسلم شریف، رقم الحدیث ۲۲۵۳)

(۸۹۶) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۵۸۲)

تعارف راوی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

مانع شرعی نہ ہو تو تحفہ قبول کرنا سُنَّت مبارکہ ہے

ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اپنے بعض اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہوئی جو مُلکِ شام سے تجارت کا سامان لا رہے تھے۔ انہوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور اَمیرُ الْمُؤمِنین حضرتِ سیّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں چند نفیس کپڑے بطورِ نذرانہ پیش کئے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

(مدارج النبوۃ، ۲/ ۶۳)

ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

"تَهَادَوْا تَحَابُّوْا" ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ج ۲، ص ۴۰۷، حدیث ۱۷۳۱)

۲۱۷۔ بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مُفْسَدَةٌ مِّنْ إِعْجَابٍ وَّنَحْوِهٖ، وَجَوَازِهٖ لِمَنْ أُمِنَ ذٰلِكَ فِي حَقِّهٖ

جس شخص کے متعلق یہ خطرہ ہو کہ تعریف کے سبب اس میں تکبر وغیرہ جیسی کوئی برائی پیدا ہو جائے گی تو اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا مکروہ ہے اور جس کے متعلق یہ خطرہ نہ ہو اس کی تعریف کرنا اس کا حق ہے

(۸۹۷) عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِيْ عَلٰى رَجُلٍ وَّيُطْرِيْهِ فِي الْمِدْحَةِ. فَقَالَ: "أَهْلَكْتُمْ - أَوْ قَطَعْتُمْ - ظَهْرَ الرَّجُلِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"وَالْإِطْرَاءُ": الْمُبَالَغَةُ فِي الْمَدْحِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ ایک آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس آدمی کو ہلاک کر دیا ہے یا فرمایا: تم نے اس کی کمر توڑ ڈالی۔ (متفق علیہ)

اَلْإِطْرَاءُ: تعریف میں مبالغہ کرنا۔

(۸۹۸) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

(۸۹۷) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۶۶۳)

فَأَثْنٰى عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَيْحَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ" يَقُولُهُ مِرَارًا: "إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَرٰى أَنَّهُ كَذٰلِكَ وَحَسِيبُهُ اللّٰهُ، وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا تذکرہ ہوا تو ایک شخص نے اس کی تعریف کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بار بار فرماتے رہے۔ پھر فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کی تعریف کرنا ہی چاہے تو یہ کہے: میں اس کے متعلق یہ گمان رکھتا ہوں' اگر اس کا خیال ہو کہ وہ واقعی ایسا ہی ہے' اور اس کا محاسبہ کرنے والا اللہ عزوجل ہے' اور کوئی اللہ عزوجل پر کسی کے پاک صاف کا دعویٰ نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 10 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کی شرح یہ آگے آنے والی حدیث ہے۔

(۸۹۹) وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ، فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ فِي النَّهْيِ، وَجَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ.

قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَطَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ أَنْ يُقَالَ: إِنْ كَانَ الْمَمْدُوحُ عِنْدَهُ كَمَالُ إِيمَانٍ وَّيَقِينٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يَفْتَتِنُ، وَلَا يَغْتَرُّ بِذٰلِكَ، وَلَا تَلْعَبُ بِهِ نَفْسُهُ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَّلَا مَكْرُوهٍ، وَإِنْ خِيفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمُورِ، كُرِهَ مَدْحُهُ فِي وَجْهِهِ كَرَاهَةً شَدِيدَةً، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيلِ تُنَزَّلُ الْأَحَادِيثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِي ذٰلِكَ. وَمِمَّا جَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ" أَيْ مِنَ الَّذِينَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيعِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُولِهَا.

---

(۸۹۸) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۶۶۲)

(۸۹۹) (مسلم شریف کتاب الزہد رقم الحدیث ۳۰۰۲)

وَفِی الْحَدِیْثِ الْاٰخَرِ: "لَسْتَ مِنْهُمْ": اَیْ لَسْتَ مِنَ الَّذِیْنَ یُسْبِلُوْنَ اُزُرَهُمْ خُیَلَاءَ.
وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: "مَا رَآكَ الشَّیْطٰنُ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ".
وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْاِبَاحَةِ كَثِیْرَةٌ، وَقَدْ ذَكَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ اَطْرَافِهَا فِیْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ.

◀◀ حضرت ہمام بن حارث حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنا شروع کر دی تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے۔ پس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس شخص کے منہ میں کنکریاں پھینکنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: اے مقداد! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی پھینکو۔ (مسلم)

امام نووی فرماتے ہیں: یہ تمام احادیث ممانعت کی ہیں اور اس کے جواز میں بھی بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ بتائی ہے کہ اگر جس کی تعریف کی جا رہی ہے وہ مکمل ایمان اور یقین رکھتا ہے' اور اسے ریاضت نفس اور کامل معرفت بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے اس تعریف سے اس کے فتنے میں مبتلا ہونے یا نفس کے فریب میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں' اور نہ اس تعریف سے وہ خوش ہوتا ہو تو یہ نہ حرام ہے' اور نہ مکروہ' اور اگر اس کے بارے میں ان چیزوں کا خطرہ ہو تو پھر اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا سخت ناپسندیدہ ہوگی۔ اسی تفصیل پر اس بارے میں مختلف احادیث کو محمول کیا جائے گا اور جو احادیث جائز ہونے کے بارے میں ہیں' ان میں سے ایک وہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو گے یعنی ان لوگوں میں سے جن کو جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے تمام دروازے پکاریں گے۔

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا: تو ان لوگوں میں سے نہیں جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستے اختیار کرتا ہے' اور تعریف کے جائز ہونے میں بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں بھی نقل کی ہیں۔

۲۱۸۔ بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنْ بَلَدٍ وَّقَعَ فِیْهَا الْوَبَآءُ فِرَارًا مِّنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُوْمِ عَلَیْهِ

وباء زدہ شہر سے فرار ہوتے ہوئے نکلنے اور باہر سے اس شہر میں آنے کی کراہت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ} (النساء:78)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: جہاں کہیں تم ہو گے تمہیں موت آنے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

تشریح:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت ایک حتمی چیز ہے اور جب انسان کی مدت حیات پوری ہو جائے تو اس کو موت بہر حال آلیتی ہے خواہ ہو کھلے میدان میں ہو یا کسی مضبوط قلعہ میں ہو یا وہ میدان جنگ میں ہو۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے متعدد معرکوں میں حصہ لیا' اور بہت جنگیں لڑیں لیکن ہو کسی جنگ میں شہید نہیں ہوئے ان کو بستر پر طبعی موت آئی اس سے واضح ہو گیا کہ جہاد میں شرکت کرنا موت کا سبب نہیں ہے' موت صرف اپنے وقت پر آتی ہے خواہ انسان میدان جنگ میں ہو یا اپنے گھر کے بستر پر!

آیت نمبر:1

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَةِ} (البقرۃ:195)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو"۔

تشریح: خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی تفسیر:

اس آیت کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں' امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: کسی آدمی کا اللہ کا راہ میں قتل ہو جانا ہلاکت نہیں ہے' اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے۔

حضرت براء بن عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: کسی شخص کا گناہ کرنا اور پھر اس کی مغفرت سے مایوس ہو کر توبہ نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: مسلمانوں کا اپنے اہل وعیال اور مال اور متاع کی دیکھ بھال میں مشغول رہنا اور اس شغل میں افراط کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۱۹۔ ۱۱۷' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابو الحیان اندلسی نے چند مزید اقوال بیان کیے ہیں:

ابو القاسم بلخی نے بیان کیا کہ بلاوجہ کسی سے بغض اور عداوت رکھنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے' بعض علماء نے کہا: تبلیغ اسلام کو ترک کر دینا ہلاکت ہے۔

عکرمہ نے کہا: حرام مال سے صدقہ کرنا ہلاکت ہے' ابو علی نے کہا: تمام مال کو صدقہ کرنا ہلاکت ہے' بعض علماء نے کہا: ریاکاری یا احسان جتلا کر اپنی نیکیوں کو ضائع کر دینا ہلاکت ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۵۲۔ ۲۵۱' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۳ھ)

یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ معتمد اور محقق قول یہ ہے کہ جہاد کو ترک کرنا اور تبلیغ اسلام نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، آج امت مسلمہ جو ہر طرف سے دبی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدیوں سے جہاد اور تبلیغ اسلام کو ترک کر چکی ہے، مسلمان حکمرانوں نے صدیوں ہندوستان پر حکومت کی لیکن غیر مسلم ریاستوں سے جہاد نہ کیا، نہ ان کو تبلیغ اسلام کی اگر مسلمان اس فریضہ کو ترک نہ کرتے تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۹۰۰) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ - أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ - فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِي عُمَرُ: ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّيْ. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ، فَقَالُوْا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ: إِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ، فَأَصْبِحُوْا عَلَيْهِ. فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! - وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ - نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلٰى قَدَرِ اللهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ، فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَّهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ، وَالْأُخْرٰى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَّعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، وَإِنْ رَّعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ". فَحَمِدَ اللهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَ"الْعُدْوَةُ": جَانِبُ الْوَادِيْ.

◀ ◀ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک شام جانے کے ارادہ سے چلے حتیٰ کہ جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کو لشکروں کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح

(۹۰۰) (بخاری شریف رقم الحدیث ۵۷۲۹)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی ملے۔ سوانہوں نے آپ کو بتایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: مہاجرین اولین کو میرے پاس بلا لاؤ سو میں انہیں بلا لایا تو آپ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے تو ان کی آراء میں اختلاف پیدا ہو گیا بعض نے کہا کہ آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں تو مناسب نہیں کہ آپ اس سے واپس لوٹ جائیں اور بعض نے کہا: آپ کے پاس بہترین لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں اور ہم یہ نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں وباء کی طرف لے جائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: انصار کو میرے پاس بلاؤ سو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بھی مشورہ کیا تو وہ بھی مہاجرین کے راہ پر چلے اور اختلاف کیا۔ فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جاؤ' پھر فرمایا: یہاں جو مہاجرین قریش ہیں اور فتح مکہ کے وقت کے مہاجرین ہیں انہیں میرے پاس بلاؤ۔ سو میں نے انہیں بلایا تو ان میں سے دو آدمیوں نے اختلاف کیا' اور انہوں نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اس وباء کی جانب نہ جائیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں صبح کو واپس لوٹ رہا ہوں۔ تم بھی صبح کو واپسی اختیار کرو تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آپ تقدیر الٰہی سے فرار ہو کر جا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! کاش تیرے علاوہ کوئی شخص یہ بات کرتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اختلاف کو ناپسند فرما دیتے تھے۔ (فرمایا) ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ یہ تو بتاؤ اگر آپ کے پاس ایک اونٹ ہو اور تم اس اونٹ کو ایک وادی میں اتارو جس کی ایک جانب سرسبز ہو اور دوسری جانب خشک تو جب تم اسے سبزے والی جانب چراؤ گے تو کیا تم تقدیر الٰہی سے نہیں چراؤ گے اور جب اسے خشک حصہ میں چراؤ گے تو تقدیر الٰہی سے نہیں چراؤ گے؟ کہا کہ پھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے جو پہلے موجود نہیں تھے انہوں نے کہا: اس سلسلے میں میرے پاس علم ہے میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جب تم سنو کہ کسی جگہ وباء ہے تو اس جگہ نہ جاؤ اور اگر جہاں تم ہو وہاں وباء ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ جاؤ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور واپس پلٹ آئے۔

حل لغات:

اَلْعُدْوَۃُ: وادی کی ایک جانب کو کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی جہاں تم ہو وہاں طاعون وغیرہ کوئی بیماری پھیل جائے تو وہاں سے بھاگو مت تا کہ وہاں کے مردے بے گور و کفن

اور بیمار بے یار و مددگار نہ رہ جائیں، اور جہاں نہیں ہو وہاں جاؤ مت، رب فرماتا ہے: "لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ"۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 59)

(۹۰۱) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ، وَاَنْتُمْ فِيْهَا، فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون پھیل گیا ہے تو اس علاقہ میں داخل نہ ہو اور اگر تم کسی علاقہ میں موجود ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے (فرار کے طور پر) نہ نکلو۔ (متفق علیہ)

۲۱۹۔ بَابُ التَّغْلِيْظِ فِيْ تَحْرِيْمِ السِّحْرِ

جادو کی شدید حرمت کا بیان

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ} (البقرۃ: 102)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "حالانکہ سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا، سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو"۔

تشریح:

یہ مذکورہ آیت جادو کے متعلق ہے جیسا کہ اوپر باب کے نام سے معلوم ہو رہا ہے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ ہم اس پوری آیت کریمہ کو ذکر کر کے اس کی تفسیر کریں تا کہ جادو جیسی ایک ناپاک اور حرام بیماری کے متعلق سیر حاصل آگاہی ہو سکے۔ تو یہ مکمل آیت مبارکہ یہ ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ: 102)

(۹۰۱) (بخاری شریف، رقم الحدیث ۵۷۲۸)

ترجمہ: اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں۔ مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا۔ اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف جادو کی نسبت کی تحقیق:

مدینہ کے یہود حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو ساحر اور جادوگر کہتے تھے اور جب ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا نبیوں میں ذکر فرماتے تو وہ اس پر طعن اور تشنیع کرتے اور کہتے کہ دیکھو ان کو کیا ہوا ہے کہ یہ سلیمان کا نبیوں میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ سلیمان محض جادوگر تھے' امام ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے دور حکومت میں شیطان آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور بیٹھ کر فرشتوں کا کلام کان لگا کر سنتے کہ زمین میں کون کب مرے گا' بارش کب ہوگی اور اس قسم کی دیگر باتیں' پھر آ کر کاہنوں کو وہ باتیں بتاتے' کاہن لوگوں کو وہ باتیں بتاتے' اور وہ باتیں اس طرح واقع ہو جاتیں ان کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا کر لوگوں نے وہ باتیں کتاب میں لکھ لیں' اور بنو اسرائیل میں یہ مشہور ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم ہے' حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ان کتابوں کو تلاش کروا کر منگوایا اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا اور شیاطین میں سے جو بھی ان کی کرسی کے قریب جاتا وہ جل جاتا' اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اعلان کر دیا کہ میں نے جس شخص کے متعلق بھی یہ سنا کہ وہ کہتا ہے کہ شیاطین غیب جانتے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا' حضرت سلیمان (علیہ السلام) فوت ہو گئے اور وہ علماء بھی گزر گئے جن کو یہ واقعہ معلوم تھا اور پشت ہا پشت گزر گئیں تو ایک دن وہ شیطان انسان کی صورت بن کر بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس گیا' اور کہا: میں تم کو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ دکھاتا ہوں' اس نے ان سے کہا: اس کرسی کے نیچے زمین کھودو' انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں نکل آئیں' شیطان نے کہا: حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس جادو کی وجہ سے انسانوں' جنوں اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے پھر بنو اسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) جادوگر تھے' حتی کے جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہوئے اور آپ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا تو بنو اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: سلیمان تو جادوگر تھے اللہ تعالیٰ نے انکے رد میں یہ آیت نازل فرمائی: اور انہوں نے اس کی پیروی کی جس کو سلیمان (علیہ السلام) کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے (جادو کر کے) کوئی

کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۵۳' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

نیز امام ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جب شیاطین (جنوں) کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے سحر کی مختلف اصناف اور اقسام کو لکھ کر ایک کتاب میں مدون کیا اور اس کے اوپر یہ نام لکھ دیا کہ یہ سلیمان بن داؤد کے دوست آصف بن برخیا کی تحریر ہے اور اس میں علم کے خزانوں کے ذخیرے ہیں' پھر اس کتاب کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا' پھر بعد میں بنو اسرائیل کی باقی ماندہ قوم نے اس کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی کرسی کے نیچے سے نکال لیا' جب انہوں نے اس کتاب کو پڑھا تو انہوں نے جادو پھیلا دیا' اور جب ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلیمان بن داؤد (علیہ السلام) کا انبیاء اور مرسلین میں ذکر کیا تو مدینہ کے یہودیوں نے کہا: کیا تم (حضرت سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر تعجب نہیں کرتے کہ وہ سلیمان کا انبیاء میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ صرف ایک جادوگر تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل کی: اور انہوں نے اس کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے (جادو کر کے) کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے وہ لوگ کو جادو سکھاتے تھے۔

(جامع البیان ج۱ ص ۳۵۴' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دونوں روایتوں کو طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج۱۰ ص ۲۲۳' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' لاہور)

امام ابن جوزی نے ان آیتوں کے شان نزول میں مزید چار قول نقل کیے ہیں:

(۱) ابو صالح نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے ہاتھ سے ان کی سلطنت نکل گئی تو شیاطین (جنوں) نے سحر کو لکھ کر ان کی جائے نماز کے نیچے دفن کر دیا اور جب ان کی وفات ہوئی تو اس کو نکال لیا اور کہا: ان کی سلطنت اس سحر کی وجہ سے تھی' مقاتل کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) سعید بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ آصف بن برخیا حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے احکام لکھ لیا کرتے تھے اور ان کو ان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا کرتے تھے' جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) فوت ہو گئے تو اس کتاب کو شیطانوں سے نکال لیا اور ہر دو سطور کے درمیان سحر اور جھوٹ لکھ دیا اور بعد میں اس کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف منسوب کر دیا۔

(۳) عکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: شیطانوں نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو وفات کے بعد سحر کو لکھا اور اس کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف منسوب کر دیا۔

(٤) قتادہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: شیطانوں نے جادو کو ایجاد کیا' حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اس پر قبضہ کر کے اس کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا تا کہ لوگ اس کو نہ سیکھیں جب حضرت سلیمان (علیہ السلام) فوت ہو گئے تو شیطانوں نے اس کو نکال لیا' اور لوگوں کو سحر کی تعلیم دی اور کہا: یہی سلیمان کا علم ہے۔ (زاد المسیر ج۱ ص۱۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ١٤٠٧ھ)

سحر کے لغوی معنی:

علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے کہ جس چیز کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو وہ سحر ہے۔

(قاموس ج۲ ص٦٦ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٢ھ)

علامہ جوہری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (الصحاح ج۲ ص٦٧٩ مطبوعہ دارالعلم بیروت' ١٤٠٤ھ)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"تہذیب" میں مذکور ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف پلٹ دینا سحر ہے' کیونکہ جب ساحر سی باطل کو حق کی صورت میں دکھاتا ہے اور لوگوں کے ذہن میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ وہ چیز اپنی حقیقت کے مغائر ہے تو یہ اس کا سحر ہے۔ (تاج العروس ج۳ ص۲۵۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر' ١٣٠٦ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سحر وہ عمل ہے جس میں شیطان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے کوئی کام کیا جاتا ہے' نظر بندی کو بھی سحر کہتے ہیں' ایک چیز کسی صورت میں دکھائی دیتی ہے' حالانکہ وہ اس کی اصلی صورت نہیں ہوتی (جیسے دور سے سراب پانی کی طرح دکھائی دیتا ہے یا جسے تیز رفتار سواری پر بیٹھے ہوئے شخص کو درخت اور مکانات دوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں) کسی چیز کی کیفیت کے پلٹ دینے کو بھی سحر کہتے ہیں' کوئی شخص کسی بیمار کو تندرست کر دے یا کسی کے بغض کو محبت سے بدل دے تو کہتے ہیں: اس نے اس پر سحر (جادو) کر دیا۔ (لسان العرب ج٤ ص٣٤٨ 'ملخصا' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران ١٤٠٥ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

سحر کا کئی معانی پر اطلاق کیا جاتا ہے:

(١) نظر بندی اور تخیلات جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جیسے شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کی نظریں پھیر دیتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

(آیت) "فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم"۔ (الاعراف:١١٦)

ترجمہ: تو جب انہوں نے (لاٹھیاں اور رسیاں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور ان کو ڈرایا۔

لوگوں کو ان جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتے ہوئے سانپوں کی شکل میں دکھائی دینے لگیں اور وہ ڈر گئے۔

(آیت)"فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى. (طٰہٰ:٦٦)

ترجمہ: تو اچانک ان کے جادو سے موسیٰ (علیہ السلام) کو خیال ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔

(۲) شیطان کا تقرب حاصل کر کے اس کی مدد سے کوئی غیر معمولی کام (عام عادت کے خلاف) کرنا۔

قرآن مجید میں ہے:

(آیت)"ولكن الشيطين كفروا يعلمون الناس السحر"۔ (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ: البتہ شیطانوں نے کفر کیا تھا لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے۔

(۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جادو سے کسی چیز کی ماہیت اور صورت بدل دی جاتی ہے' مثلاً انسان کو گدھا بنا دیا جاتا ہے' لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(٤) کسی چیز کو کوٹ کر اور پیس کر باریک کرنے کو بھی سحر کہتے ہیں' اسی لیے معدہ کے فعل ہضم کو سحر کہتے ہیں اور جس چیز میں کوئی معنوی لطافت اور باریکی ہو اس کو بھی سحر کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے، بعض بیان سحر ہوتے ہیں۔

(المفردات ص ۲۲٦' مطبوعہ المکتبۃ الرتضویہ' ایران' ۱۳٤۲ھ)

سحر کا شرعی معنی:

علامہ بیضاوی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

جس کام کو انسان خود نہ کر سکے اور وہ شیطان کی مدد اور اس کے تقرب کے بغیر پورا نہ ہو اور اس کام کے لیے شیطان کے شر اور خبث نفس کے ساتھ مناسبت ضروری ہو اس کو سحر کہتے ہیں' اس تعریف سے سحر' معجزہ اور کرامت سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ مختلف حیلوں' آلات' دواؤں اور ہاتھ کی صفائی سے جو عجیب و غریب کام کیے جاتے ہیں' وہ سحر نہیں ہیں اور نہ وہ مذموم ہیں' ان کو مجازاً سحر کہا جاتا ہے کیونکہ ان کاموں میں بھی دقت اور باریکی ہوتی ہے اور لغت میں سحر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے صدور کا سبب دقیق اور مخفی ہو۔ (انوار التنزیل (درسی) ص ٩٦' ٩٥ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

سحر کے تحقق میں مذاہب' سحر کے دلائل اور ان پر اعتراضات کے جوابات:

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

کسی خبیث اور بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعہ کوئی غیر معمولی اور عام عادت کے خلاف کام یا چیز صادر ہو اس کو سحر کہتے ہیں' اور یہ باقاعدہ کسی استاذ کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے اس اعتبار سے سحر معجزہ اور کرامت سے ممتاز ہے' سحر کسی شخص کی طبیعت یا اس کی فطرت کا خاصہ نہیں ہے اور یہ بعض جگہوں' بعض اوقات اور بعض شرائط کے ساتھ مخصوص ہے' جادو کا معارضہ کیا جاتا ہے اور اس کو کوشش سے حاصل کیا جاتا ہے' سحر کرنے والا فسق کے ساتھ معلون ہوتا ہے' ظاہری اور باطنی نجاست میں ملوث ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت میں رسوا ہوتا ہے' اہل حق کے نزدیک سحر عقلاً جائز ہے اور قرآن اور سنت سے ثابت ہے' اسی

طرح نظر لگنا بھی جائز اور ثابت ہے۔

معتزلہ نے کہا: سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ محض نظر بندی ہے اور اس کا سبب' کرتب' ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ سحر فی نفسہ ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس کا خالق ہے اور ساحر صرف فاعل اور کاسب ہے اور اس کے وقوع اور تحقق پر تمام فقہاء اسلام کا اجماع ہے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

(ترجمہ) البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور انہوں نے (یہودیوں نے) اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ فرشتے اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے: ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو' وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے تھے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اسکی بیوی میں علیحدگی کر دیتے' اور اللہ کی اجازت کے بغیر وہ اس جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے' وہ اس چیز کو سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے (البقرہ: ۱۰۳۔۱۰۲) اور قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "ومن شر النفثت فی العقد"۔ (الفلق: ٤)

ترجمہ: آپ کہیے کہ میں گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اگر جادو کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سحر ایک حقیقت ثابتہ ہے' سحر کے ذریعہ نقصان پہنچ جاتا ہے' مرد اور اس کی بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ فلق اس وقت نازل ہوئی جب ایک یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سحر کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں آپ تین راتیں بیمار رہے۔ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ پر جادو کر دیا گیا' حتیٰ کہ آپ یہ خیال کرتے تھے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا حتیٰ کہ آپ ایک دن میرے پاس تشریف فرما تھے آپ نے اللہ تعالیٰ بار بار دعا کی' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو پوچھا تھا وہ اللہ تعالیٰ مجھے بتا دیا' میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے' ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور ایک میرے پاؤں کی جانب پھر ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو کیا درد ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے' پوچھا: جادو کس نے کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے' پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ کہا: ایک کنگھی میں اور نر کھجور کے غلاف میں لپٹے ہوئے خوشہ میں ہے پوچھا وہ کہا ہے؟ کہا: وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنویں پر گئے' آپ نے اس میں جھانک کر دیکھا' اس کنویں کے پاس ایک

کھجور کا درخت تھا' پھر آپ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس واپس گئے اور فرمایا: بہ خدا اس کنویں کا پانی گوندھی ہوئی مہندی کے پانی کی طرح ہے اور گویا اس کھجور کے خوشے شیاطین کے سر میں ہے' میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اس کو کنویں سے نکال کیوں نہ لیا آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو تو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی' اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس کے نکالنے سے لوگوں کو ضرر پہنچے گا پھر آپ نے اس کنویں کو دفن کرنے (بند کرنے) کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۸)

اسی طرح روایت ہے کہ ایک باندی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر سحر کیا' اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر سحر کیا گیا تو ان کی کلائی ٹیڑھی ہوگئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر جادو کا اثر ثابت ہوتا تو جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو نقصان پہنچاتے اور وہ جادو کے ذریعہ اپنے لیے ملک اور سلطنت کو حاصل کر لیتے۔ نیز نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جادو کا اثر کیسے ہوسکتا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(آیت) "واللہ یعصمك من الناس"۔ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(آیت) "ولا یفلح السحر حیث اتی"۔ (طٰہٰ:۶۹)

ترجمہ: اور ساحر جہاں بھی جائے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

کہا جاتا ہے کہ سحر ہر زمانہ اور ہر وقت میں نہیں پایا جاتا' اور نہ ہر علاقہ اور ہر جگہ میں پایا جاتا ہے' اور نہ سحر کا اثر ہر وقت ہوسکتا ہے اور نہ ہر معاملہ میں جادوگر کا تسلط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو محفوظ رکھے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو لوگوں کے ہلاک کرنے سے محفوظ رکھے گا' یا آپ کی نبوت میں خلل ڈالنے سے محفوظ رکھے گا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جادوگر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا یا آپ کے بدن میں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "اذ یقول الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ انظر کیف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا"۔۔ (بنو اسرائیل:۴۸۔۴۷)

ترجمہ: جب کہ ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف اس شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھئے انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں' تو وہ اس طرح گمراہ ہو چکے ہیں کہ اب صحیح راستہ پر نہیں آسکتے۔

کفار نے کہا کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہی فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر جادو کا اثر نہیں ہوسکتا' اور "صحیح بخاری" میں یہ حدیث ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی مراد یہ تھی کہ جادو کے اثر سے

آپ کی عقل زائل ہوگئی ہے اور آپ کا دعویٰ نبوت کرنا اور وحی الٰہی کو بیان کرنا اسی جادو کے اثر سے ہے اور اسی جادو کے اثر کی وجہ سے آپ نے عربوں کے دین کو ترک کر دیا' اور حدیث میں جادو کے جس اثر بیان ہے اس کا اثر آپ کی عقل پر نہیں تھا آپ پر بیماری کا طاری ہونا' آپ کا سواری سے گرنا' جسم سے خون کا نکلنا عوارض بشریہ کی وجہ سے تھا اور نبوت کے منافی نہیں تھا اسی طرح آپ پر جادو کا اثر ہونا عوارض بشریہ سے تھا اور یہ آپ کی نبوت کے منافی نہیں تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے قصہ میں ہے:

(آیت) "یخیل الیہ من سحرھم انہا تسعی"۔ (طٰہٰ:٦٦)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو خیال ہوا کہ ان کے جادو کی وجہ سے ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ صرف نظر بندی ہے اور کسی کے ذہن میں خیال ڈالنا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرعون کے جادوگروں کا سحر یہی تخیل اور نظر بندی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اسی طرح نظر لگنا بھی ثابت ہے کیونکہ بعض انسانوں میں ایسی خاصیت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی چیز کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں تو اس چیز پر کوئی آفت آجاتی ہے' اور یہ چیز مشاہدات میں سے ہے اور اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نظر حق ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ کراچی) شرح المقاصد ج ۵ ص ۸۱' ۷۹ موضحا و مفصلا' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ۱٤٠٩ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

سحر میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ صرف تخییل ہے' علامہ استر بازی شافعی' علامہ ابوبکر رازی حنفی اور علامہ ابن حزم ظاہری کی یہی رائے ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہے' جمہور کے نزدیک یہ قطعی ہے' عام علماء کی یہی رائے ہے۔ کتاب سنت صحیحہ مشہورہ کی اسی پر دلالت ہے' البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سحر سے انقلاب حقائق ہوجاتا ہے یا نہیں۔ جو کہتے ہیں کہ سحر صرف تخییل ہے وہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور جو کہتے ہیں کہ اس کی حقیقت ہے اس کا اس میں اختلاف ہے کہ جادو کی تاثیر صرف کسی چیز کے مزاج میں ہوتی ہے' مثلاً صحت مند کو بیمار کرنا' یا اس سے کسی چیز کی حقیقت بھی بدل جاتی ہے' مثلاً پتھر کو حیوان بنا دینا' جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس کا اثر صرف مزاج میں ہوتا ہے' اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس سے حقیقت بدل جاتی ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ سحر' معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ سحر بعض اقوال اور افعال سے مکمل ہوتا ہے اور کرامت میں اس کی احتیاج نہیں ہوتی بلکہ وہ عموماً اتفاقاً صادر ہوتی ہے اور معجزہ میں چیلنج ہوتا ہے' امام الحرمین نے یہ نقل کیا ہے کہ سحر فاسق سے صادر ہوتا ہے' اور کرامت کا ظہور فاسق سے نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۲۳۔۲۲۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ۱٤٠۱ھ)

سحر کے شرعی حکم تحقیق:

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' جادو کرنا' جس کو قتل کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا' اور مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۳۸۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فی نفسہ جادو کرنا' حرام اور گناہ کبیرہ ہے' اگر جادو کے عمل میں شرکیہ اقوال یا افعال ہوں تو پھر جادو کرنا کفر ہے اور جادو کے سیکھنے اور سکھانے میں فقہاء کے مختلف نظریات ہیں۔

سحر کے شرعی حکم کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ:

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

سحر کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے' جادو کو سکھانا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی اباحت کا اعتقاد کرنا کفر ہے' ہمارے بعض اصحاب' امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا اور جادو کا کرنا کفر ہے' خواہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھے یا نہ رکھے' اس کو قتل کر دیا جائے گا' حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' حضرت جندب بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حبیب بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' قیس بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)' اور عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے ساحر سے توبہ طلب کئے بغیر اس کے قتل کا فتویٰ دیا' حضرت جندب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ساحر کی حد یہ ہے کہ اس کو تلوار سے مار دیا جائے' امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب یہ ہے کہ جب تک ساحر جادو کے مباح ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو کافر کہا جائے نہ اس کو قتل کیا جائے' ساحر کو کافر قرار دینے نہ دینے میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا واجب ہے' البتہ اس کو قتل کرنا واجب ہے' جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ کوشش کر کے جادو کرتا ہے' اس سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا جائے۔ (فتح القدیر ج۵ ص ۲۳۳-۲۳۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ ساحر جب تک کسی کفریہ امر کا اعتقاد نہ کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی: "النہر الفائق" میں اسی پر اعتماد

کیا ہے اور علامہ حصکفی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور ساحر کو مطلقاً قتل کردیا جائے گا" فتاوی قاضی خاں" میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کے لیے کوئی عمل کرے وہ مرتد ہے اور اس کو قتل کردیا جائے گا بہ شرطیکہ وہ تفریق میں اس عمل کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لیے سحر کرتا ہے اس کو قتل کردیا جائے گا اور جو ساحر تجربہ کے لیے سحر کرتا ہو اور اس پر اعتقاد نہ رکھتا ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: جس شخص کا سحر کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کردیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اس میں مسلمان ذمی آزاد اور غلام برابر ہیں ساحر سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو معوذات سے جادو کو دور کرتا ہو نہ طلسم کرنے والا مراد ہے (شعبدہ باز) علامہ ابن ہمام نے جو ہمارے بعض اصحاب سے سحر کا حکم کفر نقل کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ سحر کا تحقق کلمات کفریہ کہنے پر موقوف ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ساحر کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (التفسیر المنیر ج ۱ ص ۲۵۲-۲۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۱ھ تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۹۰۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ". قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ؛ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سات مہلک چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا جادو کرنا اس جان کو قتل کرنا جسے اللہ عزوجل نے حرام قرار دیا ہے سوائے حق (شرعی) کے سود کھانا یتیم کا مال کھانا حملے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور پاکدامن مومن غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

الْمُوبِقَات: ہلاک کرنے والی چیزیں۔ مہلک کام۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

(۹۰۲) صحیح بخاری، رقم 6465، صحیح مسلم، رقم الحدیث 272، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث 16270، رقم الحدیث 5656، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث 2876

شرح:

(کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

(جادو کرنا) یعنی جادو کرنا یا بلاضرورت جادو سیکھنا۔خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہوجاتا ہے۔ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔(از اشعۃ اللمعات)

(سود کھانا) یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔

(یتیم کا مال کھانا) یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

(حملے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا) یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقعہ پر ڈٹ جانا اور شہید ہوجانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

(اور پاکدامن مومن غافل عورتوں پر تہمت لگانا) زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً، ضمناً لہٰذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ایک سارے بدن کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر:50)

۲۲۰۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافِرَةِ بِالْمُصْحَفِ إِلٰى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيْفَ وُقُوْعُهٗ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

قرآن کریم ساتھ لے کر کفار کے علاقہ کی جانب سفر کرنے کی ممانعت کا بیان اگر یہ خوف ہو کہ ان کے ہاتھ لگ جائے گا

(۹۰۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ إِلٰى أَرْضِ الْعَدُوِّ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم ساتھ لے کر دشمن کے علاقے کی جانب سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہ ہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دار الحرب میں جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج کل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہو گا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر:422)

---

(۹۰۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث 4177، السنن الصغریٰ للبیہقی، رقم الحدیث 1934، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث 3335، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2277، سنن ترمذی، رقم الحدیث 1206

۲۲۱- بَابُ تَحْرِیْمِ اسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَاِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

سونے اور چاندی کے برتنوں کو کھانے' پینے' طہارت اور دوسرے تمام استعمالات میں لانے کی حرمت کا بیان

(۹۰۴) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَّذِيْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ: "اِنَّ الَّذِيْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ"۔

◄ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ داخل کر رہا ہے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: بے شک جو شخص سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 82 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث کی شرح جلد دوم، حدیث نمبر: 781 کے تحت ہو چکی ہے، واللہ اعلم۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

(۹۰۵) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: "هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْكُلُوْا فِيْ صِحَافِهَا"۔

◄◄ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ریشم اور دیباج (پہننے سے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے سے اور فرمایا: یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے

(۹۰۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث 7666' رقم الحدیث 893' رقم الحدیث 2651' رقم الحدیث 15152'

(۹۰۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث 5032' السنن النسائی، رقم الحدیث 4345' مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث 205' رقم الحدیث 2645' رقم الحدیث 7632

لئے ہیں اور آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔(متفق علیہ)

اور صحیحین کی ایک روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: نہ ریشم پہنو نہ دیباج اور نہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیو اور نہ ان سے بنے ہوئے پیالوں میں کھاؤ۔

تعارف راوی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر: 102 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث کی شرح جلد دوم، حدیث نمبر: 812 کے تحت ہو چکی ہے، واللہ اعلم، (ابوالاحمد غفرلہ)

(۹۰۶) وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ، فَجِيْءَ بِفَالُوْذَجٍ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَاْكُلْهُ. فَقِيْلَ لَهٗ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهٗ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ وَّجِيْءَ بِهٖ فَاَكَلَهٗ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

"اَلْخَلَنْجُ": اَلْجَفْنَةُ۔

◀◀ حضرت انس بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مجوسیوں کی ایک جماعت میں تھا کہ چاندی کے ایک برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انس نے فالودہ نہ کھایا اور اس کو لانے والے سے کہا گیا کہ بدل دو تو اس نے اس کو ایک بڑے پیالے میں بدل دیا اور وہ لایا گیا تو آپ نے اسے کھایا۔ اس حدیث کو بیہقی نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اَلْخَلَنْجُ: بڑے پیالے کو کہتے ہیں۔

۲۲۲۔بَابُ تَحْرِيْمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْبًا مُّزَعْفَرًا

مرد کے واسطے زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننے کی حرمت کا بیان

(۹۰۷) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرد کو زعفران میں کپڑا

(۹۰۶) صحیح بخاری، رقم الحدیث 6134، صحیح مسلم، رقم الحدیث 7668، آلاداب للبیہقی، رقم الحدیث 822، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث 1696، مجمع الزوائد للہیثمی، رقم الحدیث 13153

(۹۰۷) صحیح البخاری، اللباس، باب النھی عن التزعفر للرجال، رقم الحدیث: 5846، وصحیح مسلم، اللباس والزینۃ، باب نھی الرجل عن التزعفر، رقم الحدیث: 2101

وغیرہ رنگنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی اپنے کپڑے یا بدن میں زعفرانی رنگ استعمال کرنا مرد کے لیے ممنوع قرار دیا عورتوں کو یہ سب کچھ جائز ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ تھوڑا سا زعفرانی رنگ لگا لینا مرد کو جائز ہے زیادہ ممنوع ہے مگر حق یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے۔ جن احادیث سے اس جواز کا دھوکا ہوتا ہے ان میں رنگ لگ جاتا ہے لگانا نہیں لہٰذا یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:277)

(۹۰۸) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَالَ: رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ ثَوْبَیْنِ مُعَصْفَرَیْنِ، فَقَالَ: "اُمُّكَ اَمَرَتْكَ بِھٰذَا؟" قُلْتُ: اَغْسِلُھُمَا؟ قَالَ: "بَلْ اَحْرِقْھُمَا"۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ، فَقَالَ: "اِنَّ ھٰذَا مِنْ ثِیَابِ الْکُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْھَا"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے جسم پر عصفر میں رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا: کیا یہ کپڑے پہننے کا حکم تجھے تیری ماں نے دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ان کو دھو دیتا ہوں آپ نے فرمایا: بلکہ تم انہیں جلا دو اور ایک روایت میں ہے: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں تم ایسے کپڑے نہ پہنا کرو۔ (مسلم)

حل لغات:

مُعَصْفَرَیْنِ: عصفر (رنگ، بوٹی) میں رنگے ہوئے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(یہ کفار کے کپڑے ہیں) یعنی کفار حرام و حلال لباس میں یوں ہی مردانہ زنانہ لباس میں فرق نہیں کرتے جیسا کپڑا چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں۔ چنانچہ سرخ کپڑا عورتوں کا لباس ہے مگر ان کے مرد بھی پہنتے پھرتے ہیں تم ایسا نہ کرو تم مردانہ زنانہ

(۹۰۸) صحیح مسلم، اللباس والزینۃ، باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم الحدیث:2077

جوڑے میں فرق کرو۔ (از مرقات) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کفار کے لباس سے اور مردوں کو عورتوں کے لباس سے بچنا چاہیے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر: 171)

۲۲۳۔بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

دن بھر شام تک خاموش رہنے کی ممانعت کا بیان

(۹۰۹) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ"۔

رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔ قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ۔ فَنُهُوْا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ وَأُمِرُوْا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيْثِ بِالْخَيْرِ۔

◀ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے: بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیمی نہیں اور نہ دن بھر رات تک خاموش رہنے کی کوئی حقیقت ہے۔

اس کو ابوداؤد نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔ خطابی اس حدیث کو تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں خاموشی بھی عبادت میں شمار ہوتی تھی لیکن اسلام میں مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ذکر خداوندی میں مصروف رہا کریں اور اچھی باتیں کیا کریں۔

حل لغات:

الصُّمَاتُ۔ خاموشی۔

تعارف راوی:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 6 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی اسلام میں چپ کا روزہ نہیں پچھلے دینوں میں تھا اگرچہ بری باتوں سے خاموشی بہتر ہے مگر خاموشی ہمارے ہاں عبادت نہیں بلکہ اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:200)

(۹۱۰) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلَ أَبُوْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى امْرَأَةٍ

---

(۹۰۹) سنن ابی داود، الوصایا، باب ماجاء متی ینقطع الیتم، رقم الحدیث: 2973

(۹۱۰) صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب ایام الجاہلیۃ، رقم الحدیث: 3834

مِنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ، فَرَآهَا لَا تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوْا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِيْ، فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

◀◀ حضرت قیس بن ابی حازم سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ احمس کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام زینب تھا آپ نے اس کو دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ بولتی کیوں نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: اس نے خاموش رہنے کا قصد کر رکھا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا: بات کرو کیونکہ یہ (خاموشی) حلال نہیں یہ تو جاہلیت کے اعمال میں سے ہے تو اس عورت نے بولنا شروع کر دیا۔ (بخاری)

حل لغات:

حَجَّتْ مُصْمِتَةً: اس نے خاموس رہنے کا ارادہ کیا ہے یہ حج سے ہے حج کا معنی ہیں ارادہ کرنا، قصد کرنا کے آتے ہیں۔

تعارف راوی:

قیس ابن ابی حازم: آپ احمسی بجلی ہیں زمانہ جاہلیت کو پایا ہے آپ حضور انور سے بیعت کرنے مدینہ منورہ آئے تو معلوم ہوا کہ قریب ہی وفات شریف ہو چکی ہے، آپ کوفہ کے تابعین میں سے ہیں، عشرہ مبشرہ سے روایات لیتے ہیں سواء عبدالرحمن ابن عوف کے آپ کے سواء کسی تابعی نے نو عشرہ مبشرہ سے احادیث نہیں لیں، نہروان میں حضرت علی کے ساتھ تھے آپ نے سو برس سے زیادہ عمر پائی، ۹۸ اٹھانوے میں وفات ہوئی، نہروان خوارج پر جہاد کیا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف القاف، فصل فی التابعین،):

شرح:

حضرت سیدنا بشر حافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "صبر خاموشی اور خاموشی ہی صبر ہے اور گفتگو کرنے والا خاموش رہنے والے سے زیادہ پرہیزگار نہیں سوائے ایسے عالم کے جو گفتگو کے موقع پر گفتگو کرے اور خاموش رہنے کے موقع پر خاموش رہے۔

۲۲۴-بَابُ تَحْرِيْمِ انْتِسَابِ الْاِنْسَانِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَتَوَلِّيْهِ اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ

انسان کا اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی جانب منسوب کرنا اور غلام کا اپنے آپ کو اپنے آقا کے سوا کسی اور کی جانب منسوب کرنا حرام ہے

(۹۱۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ

ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ غَیْرُ اَبِیْہِ، فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف اپنے آپ کی نسبت کا دعویٰ کرے اور اسے پتہ بھی ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔(متفق علیہ)

(۹۱۲) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ اَبِیْہِ، فَھُوَ کُفْرٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اپنے آباء سے روگردانی نہ کرو، اور جس نے اپنے باپ سے روگردانی کی تو اس کا یہ فعل کفر ہے۔(متفق علیہ)

حل لغات:

لَا تَرْغَبُوْا: روگردانی کرنا۔منہ پھیرنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے اور جو حرام جان کر یہ حرکت کرے وہ کافر کا سا کام کرتا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکرا ہے یا رب تعالٰی کا ناشکرا بہرحال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:232)

(۹۱۳) وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ شَرِیْکِ بْنِ طَارِقٍ، قَالَ: رَاَیْتُ عَلِیًّا رَّضِیَ اللہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَخْطُبُ، فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ: لَا وَاللہِ مَا عِنْدَنَا مِنْ کِتَابٍ نَقْرَؤُہٗ اِلَّا کِتَابَ اللہِ، وَمَا فِیْ ھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃِ، فَنَشَرَھَا فَاِذَا فِیْھَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ، وَاَشْیَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، وَفِیْھَا: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مَّا بَیْنَ عَیْرٍ اِلٰی ثَوْرٍ، فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا، اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا،

---

(۹۱۱) صحیح البخاری، الفرائض، باب من ادعی الی غیر أبیہ، رقم الحدیث:6766، وصحیح مسلم، الایمان، باب بیان حال ایمان من رغب عن أبیہ وھو یعلم، رقم الحدیث: 63

(۹۱۲) صحیح البخاری، الفرائض، باب من ادعی، الی غیر أبیہ، رقم الحدیث:6768 وصحیح مسلم، الایمان، باب بیان حال ایمان من رغب عن أبیہ وھو یعلم، رقم الحدیث: 62

(۹۱۳) صحیح البخاری، الفرائض، باب اثم من تبرأ من موالیہ، رقم الحدیث:6755، وصحیح مسلم، الحج، باب فضل المدینۃ......، رقم الحدیث:1370

فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَّسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوْ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ؛ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ" أَيْ: عَهْدُهُمْ وَأَمَانَتُهُمْ۔ "وَأَخْفَرَهُ": نَقَضَ عَهْدَهُ۔

"وَالصَّرْفُ": التَّوْبَةُ، وَقِيْلَ الْحِيْلَةُ۔ "وَالْعَدْلُ": الْفِدَاءُ۔

حضرت یزید بن شریک بن طارق سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا: خدا کی قسم! ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی کتاب نہیں جسے ہم پڑھیں اور سوائے اس کے جو اس صحیفے میں ہے پھر آپ نے اس صحیفے کو کھولا تو اس میں اونٹوں کے دانتوں اور زخموں کے متعلق کچھ چیزیں تھیں اور اس میں یہ حدیث بھی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ عیر سے لے کر جبل ثور تک حرم ہے جس نے اس میں کوئی بدعت پیدا کی اس پر لعنت ہے اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی قیامت کے دن اللہ نہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ ہی فدیہ تمام مسلمانوں کا عہد ایک ہے اس کے لئے ان کا سب سے کم مرتبہ شخص بھی کوشش کرسکتا ہے تو جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اور قیامت کے دن اللہ نہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ فدیہ اور جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا غلام اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے تو اس پر بھی لعنت ہے اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی قیامت کے دن اللہ نہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ فدیہ۔

حل لغات:

ذمة المسلمين: کا مطلب ہے مسلمانوں کا عہد اور ان کی امانت اخفرہ: اس کے عہد کو توڑ ڈالا۔ الصرف: توبہ اور بعض نے کہا: حیلہ (اس کا معنیٰ ہے) العدل: فدیہ

تعارف راوی:

یزید بن شریک بن طارق التیمی الکوفی الفقیہ ابراہیم کے والد ہیں، کوفہ کے رہائشی تھے حضرت عمر، علی، ابوذر، ابن مسعود، حذیفہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بیٹے ابراہیم، ابراہیم نخعی، حکم بن عتیبہ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں بقول ابن سعد اپنی قوم کے ناظم تھے اور بقول ابو موسیٰ بتایا جاتا ہے کہ آپ نے زمانہ جاہلیت پایا ہے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ، از امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، حرف الیاء، ج6، ص464، مکتبہ رحمانیہ لاہور، بحوالہ اسد الغابہ (5560) تجرید ج2، ص138، الطبقات الکبریٰ ج6، ص70)

شرح:

حضرت علی کے زمانہ خلافت میں رفض اور خروج کی جڑیں قائم ہوئیں چھپے منافق ان گروہوں کی شکل میں نمودار ہوئے، روافض نے مشہور کیا کہ حضرت علی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی وصیت نامہ اور خلافت نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ آپ اسلام کے خلیفہ اول ہیں لہٰذا گزشتہ خلافتیں باطل تھیں اور یہ کہ آپ کے پاس کوئی خاص چھپا ہوا قرآن ہے اور وہی اصلی ہے اس لیے بعض لوگ آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے اور جناب علی مرتضٰی یہ جواب دیتے تھے، بعض روافض کو آپ نے زندہ جلوا دیا جیسا کہ مشکوٰۃ کتاب الحدود میں آئے گا مگر یہ دبی چنگاری سلگتی ہی رہی۔ صحیفہ ایک کاغذ تھا جس میں کچھ شرعی احکام لکھے ہوئے تھے جو جناب علی کی تلوار کے پرتلہ میں رہتا تھا جو آپ لوگوں کو دکھایا بھی کرتے تھے اور سناتے بھی تھے، وہی واقعہ یہاں بیان ہو رہا ہے آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی اور قرآن نہیں یہی قرآن ہے اور حضور انور کی کوئی خاص وصیت یا تحریر نہیں صرف یہ ورق ہے جس میں کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں۔

(کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ عیر سے لے کر جبل ثور تک حرم ہے) عیر وثور کے متعلق شارحین کے بہت اقوال ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ ہیں جو مدینہ منورہ کے کناروں پر واقع ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ مکہ معظمہ میں ہیں۔ ثور پہاڑ وہ ہے جس کے غار میں ہجرت کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبر چھپے تھے اس لیے اسے غار ثور کہتے ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جتنا فاصلہ مکہ کے دو پہاڑوں عیر وثور کے درمیان ہے اتنا فاصلہ مدینہ منورہ کا حرم ہے، بعض نے فرمایا کہ عیر تو مدینہ منورہ میں ہے اور ثور مکہ معظمہ میں، بعض کے خیال میں ہے کہ عیر وثور پہاڑ نہیں بلکہ اطراف مدینہ کے دو میدانوں کا نام ہے جنہیں حرتین کہتے ہیں، بعض روایات میں عیر واُحد ہے راوی نے غلطی سے بجائے احد کے ثور کہا، بہر حال مدینہ منورہ کے حدود مراد ہیں۔

(جس نے اس میں کوئی بدعت پیدا کی' اس پر لعنت ہے) یہ فرمان امام اعظم کی قوی دلیل ہیں کہ حدود مدینہ میں شکار حرام نہیں بلکہ یہ چیزیں حرام ہیں جو حضرت علی نے بیان فرمائیں یعنی یہاں بدعتیں ایجاد کرنا بدعتیوں کو مدینہ میں جگہ دینا سخت گناہ ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی ہے اور دین میں فساد بھی۔ خیال رہے کہ بدعت وبدعتی سے عقیدہ کی بدعتیں و بدعتی مراد ہیں جیسے رفض وخوارج، وہابیت وغیرہ نہ کہ عملی بدعتیں کہ وہ تو کبھی فرض واجب بھی ہوتی ہیں جیسے کتب حدیث کا جمع کرنا یا قرآن کریم کے تیس پارے اور علم فقہ وغیرہ، اگرچہ ہر جگہ ہی بدعتیں بری ہیں مگر مدینہ پاک میں زیادہ بری۔

(جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے) اس طرح کہ غیر باپ کو اپنا باپ بتائے کہ فلاں کا بیٹا ہوں یا اپنے کو غیر قوم کی طرف نسبت کرے، سید نہ ہو مگر کہے کہ میں سید ہوں اس میں ماں کو گالی دینا ہے اور سخت

لعنت وعذاب کا استحقاق۔

اس فرمان عالی سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جنہیں سید یا شیخ یا پٹھان بننے کا شوق ہے، اس بیماری میں بہت مسلمان گرفتار ہیں رب تعالیٰ اس مرض سے شفا بخشے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر:337)

(۹۱۴) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ، فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللّٰهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَهٰذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ.

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے تو اس نے کفر کیا' اور جو شخص اس چیز کا دعویدار بنے جو اس کی نہیں تو وہ شخص ہم میں سے نہیں' اور وہ دوزخ میں اپنے ٹھکانہ بنالے' اور جو شخص کسی کو کافر یا خدا کا دشمن کہہ کر پکارے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کی یہ بات اس کی طرف لوٹ آئے گی۔ (متفق علیہ)

یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں۔

۲۲۵-بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنَ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَوْ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

جن کاموں سے اللہ عزوجل یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ان کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان

آیت نمبر:1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○} (النور:63)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''سو ڈرا وانہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں کوئی مصیبت نہ آئے یا انہیں دردناک عذاب نہ آئے''○

آیت نمبر:2

وَقَالَ تَعَالٰى: {وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ} (آل عمران:30)،

(۹۱۴) صحیح البخاری، المناقب، باب:5، رقم الحدیث:3508، وصحیح مسلم، الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم، یا کافر، رقم الحدیث:61

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ عزوجل اپنے عذاب سے''۔

آیت نمبر:3

وَقَالَ تَعَالٰی: {اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۝} (البروج:12)،

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے'' ۝

آیت نمبر:4

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۝} (ہود:102)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور یونہی گرفت ہوتی ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو درآنحالیکہ وہ ظالم ہوتی ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہوتی ہے'' ۝

تشریح:

گزشتہ قوموں کی برائیوں کے مرتکبین پر آنے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ پچھلی اقوام نے جب اپنے رسولوں کی تکذیب اور مخالفت کی تو ان پر ایسا ہمہ گیر عذاب آیا جس نے ان کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور یہ بیان فرمایا کہ چونکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس لیے ان پر دنیا میں ہلاکت آفریں عذاب آیا تو اب یہ فرمایا کہ یہ عذاب صرف ان قوموں کے ساتھ خاص نہیں ہے جن کا ذکر کیا گیا بلکہ جو قوم بھی اس طرح کا ظلم کرتی ہے اس پر ایسا عذاب آتا ہے۔ قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس قاعدہ کو بیان فرمایا ہے: و کم قصمنا من قریة کانت ظالمة وانشانا بعدها قوما اخرین۔ (الانبیاء:۱۱) اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو ظلم کرنے والی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کر دیں۔

وما کان ربك مهلك القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم ایاتنا وما کنا مهلکی القری الا واهلها ظلمون۔ (القصص:۵۹)

اور آپ کا رب اس وقت تک بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے اور ہم بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرنے والے ہیں جب ان میں رہنے والے ظلم کر رہے ہوں۔ اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر اس کو مہلت نہیں دیتا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۱۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۱۷۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۹۴، شرح السنہ رقم الحدیث: ۴۱۶۲)

اس آیت کو پڑھ کر یہ سوچنا چاہیے کہ جو شخص جہالت اور شامت نفس سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو فوراً توبہ کر کے اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرنی چاہیے تاکہ وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ (آل عمران:۱۳۵)

اور لوگ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں یا پانی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور اپنے کیے ہوئے کاموں پر جان بوجھ کر اصرار نہ کریں۔ (گناہ پر توبہ نہ کیا جائے اور دوبارہ وہی گناہ کیا جائے تو یہ اصرار ہے) خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ اقوام کے عذاب کی آیتوں کو پڑھ کر یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ یہ عذاب ان اقوام کے ساتھ مختص تھا، کیونکہ جو لوگ بھی اپنے آپ کو سابقہ اقوام کے ظلم میں شریک کریں گے تو پھر انہیں سابقہ اقوام کے عذاب کو بھگتنے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی شدید پکڑ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۹۱۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل غیور ہے اور اس کی غیرت اس وقت جوش میں آتی ہے جب کوئی شخص ایسا کام کرے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی بندہ گناہ کرتا ہے رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے لہٰذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیری نہ کرے۔ یہ حدیث باب اللعان میں اس لیے لائے کہ لعان میں زنا کا الزام ہی تو ہوتا ہے اور زنا کرنا بھی غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی شرم کی بات لہٰذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 227)

۲۲۶ - بَابُ مَا يَقُوْلُهٗ وَيَفْعَلُهٗ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ

جو شخص کوئی ممنوع کام کر بیٹھے تو وہ کیا کرے اور کیا کہے؟

(۹۱۵) صحیح البخاری، النکاح، باب الغیرۃ، رقم الحدیث: 5223۔ وصحیح مسلم، التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ وتحریم الفواحش، رقم الحدیث: 2761

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: {وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ} (فصلت:36)،

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اے سننے والے! اگر شیطان کی جانب سے تیرے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ''۔

تشریح: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شیطان کے وسوسوں محفوظ رہنا:

فرمایا: "اور (اے مخاطب!) جب کبھی شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بے شک وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"

اس آیت میں "نزغ" کا لفظ ہے، علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ ھ نے اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:

کسی چیز میں طعن کرنا، کسی کی غیبت کرنا، لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا، کسی کو بہکانا اور ورغلانا اور کسی کو وسوسہ ڈالنا۔

(القاموس المحیط ج ۳ ص ۱۶۶، داراحیاء التراث الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ ھ لکھتے ہیں:

حٰم السجدۃ: ۳۶ میں اس کا معنی ہے: انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنا اور اس کو گناہ کرنے کے لیے بہکانا۔

(لسان العرب ج ۸ ص ۴۵۴، نشر ادب الحوزۃ، ایران، ۱۴۰۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اے مخاطب! اگر شیطان تمہارے دل میں کوئی وسوسہ ڈالے اور تم کو اس حکم پر عمل کرنے سے روکے کہ تم بدی کا جواب نیکی سے اور بُرائی کا جواب اچھائی سے دو تو تم اس کے وسوسہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس میں عام انسان سے خطاب ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے محفوظ ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مسلط کر دیا جاتا ہے، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ بھی، مگر یہ کہ اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵ طبع قدیم، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹، رقم الحدیث: ۳۶۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۶ھ، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۵۲۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۱۴۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۴۱۷، دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۱۰۱، مسند البزار رقم الحدیث: ۲۴۳۸، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۵، جامع المسانید والسنن مسند عبد اللہ بن مسعود رقم الحدیث: ۸۳۳)

قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ اور علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے جسم میں شیطان کے ڈالے ہوئے مرض سے اور اپنے دل میں اس کے وسوسہ سے اور اپنی زبان میں اس کے کلام سے معصوم ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۳۰۱، صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۷۰۰۸)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مجھے حضرت آدم کے اوپر دو خصلتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے (۱) میرا شیطان کافر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی، وہ مسلمان ہوگیا اور میری ازواج میری (نیکیوں میں) مددگار ہیں۔ (۲) حضرت آدم کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کی (ظاہری) معصیت پر ان کی مددگار تھیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۸، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۱۴۷۹۶، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۸۸۰، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۳۶، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۱)

آیت نمبر: 2

وَقَالَ تَعَالٰی: {اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝}

(الاعراف: 201)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ”بے شک وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کیے ہیں جب چھوتا ہے انہیں کوئی خیال شیطان کی جانب سے تو وہ خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں“۝

تشریح: طائف من الشیطان کا معنی:

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

انسان کو ورغلانے کے لیے انسان کے گرد گردش کرنے والے شیطان کو طائف کہتے ہیں، کسی چیز کا خیال یا اس کی صورت جو نیند اور بیداری میں دکھائی دے اس کو طیف کہتے ہیں۔

(المفردات ج 2، ص 406، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

طیف کا اصل معنی جنون ہے پھر اس کو غضب، شیطان کے مس کرنے اور اس کے وسوسہ کے معنی میں استعمال کیا گیا اور اس کو طائف بھی کہتے ہیں۔ (النہایہ ج 3، ص 139، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

طیف کا معنی تخیل ہے اور طائف کا معنی شیطان ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں انہیں کوئی وسوسہ لاحق ہو تو وہ اللہ عزوجل کی قدرت میں اور اللہ نے ان پر جو انعام کیے ہیں ان میں غور کرتے ہیں اور پھر معصیت کو ترک کر دیتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج 7، ص 313، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

انسان کس طرح غور وفکر کر کے انتقام لینے کو ترک کرے:

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جب انسان کسی دوسرے شخص پر غضب ناک ہو اور اس کے دل میں شیطان یہ خیال ڈالے کہ وہ اس سے انتقام لے تو پھر وہ انتقام نہ لینے کی وجوہات پر غور وفکر کرے اور انتقام لینے کے ارادہ کو ترک کر دے۔ وہ وجوہات حسب ذیل ہیں:

1۔ انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ خود کتنے گناہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے پر قادر ہے، اس کے باوجود اس سے درگزر کرتا ہے اور اس سے انتقام نہیں لیتا سو اس کو بھی چاہیے کہ وہ انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دے۔

2۔ جس طرح اس کا مجرم بے بس اور مجبور ہے اسی طرح وہ بھی اللہ کا مجرم ہے اور اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہے۔

3۔ غضب ناک شخص کو ان احکام پر غور کرنا چاہیے جن میں اسے انتقام کو ترک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

4۔ اس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے غضب اور انتقام کے تقاضوں کو تو پورا کر دیا تو اس کا یہ عمل موذی درندوں کی طرح ہوگا اور اگر اس نے صبر کیا اور انتقام نہیں لیا تو اس کا یہ عمل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مثل ہوگا۔

5۔ اس کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جس کمزور شخص سے آج وہ انتقام لینا چاہتا ہے ہوسکتا ہے کل وہ قوی اور قادر ہو جائے اور یہ کمزور اور ناتواں ہو جائے اور اگر وہ اس کو معاف کر دے تو پھر یہ شخص اس کا احسان مند رہے گا۔

(تفسیر کبیر ج5،ص437،مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،1415ھ)

انسان کس طرح غور وفکر کر کے گناہوں کو ترک کرے:

امام رازی نے ترک انتقام کی جو یہ وجوہات بیان کی ہیں ان کو معصیت کی دیگر انواع میں بھی جاری کیا جاسکتا ہے۔ جب بھی شیطان انسان کو کسی معصیت اور گناہ پر اکسائے وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات پر غور کرے کہ اللہ اس پر اتنی مہربانی کرتا ہے تو کیا یہ انصاف ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ نیز اس پر غور کرے کہ اگر اس نے یہ گناہ کیا تو اس سے شیطان راضی ہوگا اور اللہ ناراض ہوگا تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ اللہ کو ناراض اور شیطان کو راضی کرے۔ نیز یہ سوچنا چاہیے اگر آج اس نے اللہ کے حکم کو بھلا دیا تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ اس کو بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وقیل الیوم ننسا کم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا: اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں اس طرح بھلا دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا" (الجاثیۃ:34)

اور یہ سوچنا چاہیے کہ اللہ نے اس کو دنیا میں رزق دینے اور پرورش کرنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ اس کو پورا کر رہا ہے تو اس نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی اطاعت کا جو وعدہ کیا ہے، وہ اس کو کیوں پورا نہیں کر رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "واوفوا بعھدی اوف بعھد کم: تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا" (البقرہ:40)

اور یہ سوچنا چاہی کہ وہ اللہ سے جو دعا کرتا ہے، اللہ اسے قبول کر لیتا ہے تو پھر کیا یہ انصاف کا تقاضا نہیں ہے کہ اللہ اس

سے جو کچھ کہے وہ بھی اس پر عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اجیب دعوۃ الداعی اذا دعان فلیستجیبوا لی: جب دعا کرنے والا دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو انہیں بھی چاہیے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں" (186)

اور یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے وہ گناہ کرلیا تو وہ فساق وفجار کی مثل ہوگا اور اگر اس نے اس گناہ سے دامن بچالیا تو وہ انبیاء کا متبع اور اولیاء کی مانند ہوگا۔ اور جو شخص فساق وفجار کے کام کرے گا وہ کیسے یہ توقع کرسکتا ہے کہ اس کی دنیا اور آخرت کی زندگی اللہ کے نیک بندوں کی طرح ہوگی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون: جن لوگوں دلیری سے گناہ کیے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کردیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہوجائے۔ وہ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں" (الجاثیہ:21)

اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں، اپنے شاگردوں، مریدوں اور اپنے ماتحت لوگوں کے سامنے بے حیائی کے اور برے کام نہیں کرتا اور جب تنہا ہو اور صرف اللہ دیکھ رہا ہو تو وہ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے باز نہیں آتا تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں اللہ کا اتنا خوف بھی نہیں ہے جتنا اپنے ماتحت لوگوں کے سامنے بے حیائی کے اور برے کام نہیں کرتا اور جب تنہا ہو اور صرف اللہ دیکھ رہا ہو تو وہ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے باز نہیں آتا تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں اللہ کا اتنا خوف بھی نہیں ہے جتنا اپنے ماتحت لوگوں اور چھوٹوں کا ہے! حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فلا تخشوا الناس واخشون: تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو"۔ (المائدہ:44)

اور یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر اس نے لوگوں کے ڈر سے برے کام چھوڑ بھی دیے تو وہ اس کو کوئی انعام نہیں دیں گے جب کہ اللہ کے ڈر سے اس نے گناہ اور برے کام چھوڑ دیے تو اللہ نے اس سے بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واما من خاف مقام ربہ ونھی لنفس عن الھوی۔ فان الجنۃ ھی الماوٰی: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اور اس نے اپنے نفس (امارہ) کو (اس کی) خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے" (النازعات:40-41)

نیز فرمایا: ولمن خاف مقام ربہ جنتان: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں (الرحمن:46)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کرلیا تھا، حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا، اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہوجاتی تھی، ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا، جب وہ اس کے

گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہوگئی، اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

"ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون: بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہوجاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں" (الاعراف: 201)

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہوکر گر گیا، اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے، کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا۔ اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا خیر ہے، باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا اے بیٹے تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہوکر گر گیا گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا، صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچی۔ صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو، پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر نے کہا اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع، رقم: 114، ج 19 ص 190۔191، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ، حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی 975ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر الاعراف 201، ج 3، ص 269، طبع دار الاندلس بیروت، شرح الصدور ص 13، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت، 1404، کنز العمال ج، ص 516۔517، رقم الحدیث: 4634)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک نوجوان نے عبادت اور مسجد کو لازم کرلیا تھا، ایک عورت اس پر عاشق ہوگئی، وہ اس کے پاس خلوت میں آئی اور اس سے باتیں کیں اس کے دل میں بھی اس کے متعلق خیال آیا، پھر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔ اس کا چچا آیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا اے چچا! حضرت عمر کے پاس جائیں ان سے میرا اسلام کہیں اور پوچھیں کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کی کیا جزا ہے؟ اس کا چچا حضرت عمر کے پاس گیا، اس نوجوان نے پھر چیخ ماری اور جاں بحق ہوگیا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا تمہارے لیے دو جنتیں ہیں، تمہارے لیے دو جنتیں ہیں۔

(شعب الایمان، ج 1 ص 468۔469، رقم الحدیث: 736، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1410ھ)

آیت نمبر:3

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝} (ال عمران:135-136)

اوراللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور یہ وہ لوگ ہیں جب کوئی برا کام یا ظلم کر بیٹھیں اپنے آپ پر تو فوراً اللہ کا ذکر کرنے لگتے ہیں اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی' اور کون بخشتا ہے گناہوں کو سوائے اللہ کے' اور نہیں اصرار کرتے جو ان سے سرزد ہو جائے اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں ۝ کہ وہ نیک بخت ہیں' جن کا بدلہ بخشش ہے اپنے رب کی جانب سے' اور جنت جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں ان میں نیک کام کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ ہے'' ۝

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝} (النور:31)۔

اوراللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ'' ۝

(۹۱۶) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ" ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور کہے: لات اور عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے بعد یہ کہے: لا الٰہ الا اللہ۔ اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اُقَامِرْ: از، قمار، بمعنی جوا

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(جو شخص قسم کھائے اور کہے: لات اور عزیٰ کی قسم! تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے بعد یہ کہے: لا الٰہ الا اللہ) یعنی اگر بھول کر لات وعزیٰ کی قسم کھالے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹا دیتی ہے اور اگر دیدہ دانستہ بتوں کی

(۹۱۶) صحیح البخاری، التفسیر، باب أفرأيتم اللات والعزى، رقم الحديث:4860، وصحیح مسلم، الایمان، باب من حلف باللات والعزى......، رقم الحديث:1647

تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہو گیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ لات و عزیٰ مکہ والوں کے دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے اب جو گنگا جمنا یا رام لچھمن کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہ ہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔

(اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہیے کہ صدقہ کرے) یعنی جوا کھیلنا تو درکنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کردے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہوجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہ ہی مذہب جمہور ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 324)

کِتَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

متفرق احادیث اور واقعات کا بیان

۲۲۷-بَابُ الْمَنْثُوْرَاتِ وَالْمِلَحِ

متفرق اور دلچسپ احادیث کا بیان

دجال کا واقعہ:

(۹۱۷) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ، عَرَفَ ذٰلِكَ فِيْنَا، فَقَالَ: "مَا شَأْنُكُمْ؟" قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِيْهِ وَرَفَّعْتَ، حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: "غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِيْ عَلَيْكُمْ، إِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيْكُمْ، فَأَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ؛ وَإِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. إِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِيَةٌ، كَأَنِّيْ أُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ؛ إِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِيْنًا وَّعَاثَ شِمَالًا. يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا" قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا لُبْثُهٗ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: "أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهٖ كَأَيَّامِكُمْ" قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: "لَا، اقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ". قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا إِسْرَاعُهٗ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: "كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ، فَيَأْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ، فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهٗ. فَيَأْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ، وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَّأَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا، وَأَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ، فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا: أَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ، فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا

(۹۱۷) صحیح مسلم، الفتن باب ذکر الدجال، رقم الحدیث:2937

كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيُقْبِلُ، وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ. فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ. وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِئَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم- إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم - إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم - إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَطَرًا لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ؛ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ؛ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ؛ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُهُ: "خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ": أَيْ طَرِيقًا بَيْنَهُمَا. وَقَوْلُهُ: "عَاثَ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ

وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، وَالْعَيْثُ: اَشَدُّ الْفَسَادِ. "وَالذُّرٰی": بِضَمِّ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ اَعَالِي الْاَسْنِمَةِ وَهُوَ جَمْعُ ذِرْوَةٍ بِضَمِّ الذَّالِ وَكَسْرِهَا "وَالْيَعَاسِيْبُ": ذُكُوْرُ النَّحْلِ. "وَجِزْلَتَيْنِ": اَیْ قِطْعَتَيْنِ. "وَالْغَرَضُ": اَلْهَدَفُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ بِالنَّشَّابِ، اَیْ: يَرْمِيْهِ رَمْيَةً كَرَمْيِ النَّشَّابِ اِلَى الْهَدَفِ. "وَالْمَهْرُوْدَةُ" بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ: الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ. قَوْلُهٗ: "لَا يَدَانِ": اَیْ لَا طَاقَةَ. "وَالنَّغَفُ": دُوْدٌ. "وَفَرْسٰی": جَمْعُ فَرِيْسٍ، وَهُوَ الْقَتِيْلُ. وَ"الزَّلَقَةُ": بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَبِالْقَافِ، وَرُوِيَ: الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ وَهِيَ الْمِرْاٰةُ. "وَالْعِصَابَةُ": اَلْجَمَاعَةُ. "وَالرِّسْلُ" بِكَسْرِ الرَّاءِ: اللَّبَنُ. "وَاللِّقْحَةُ": اَللَّبُوْنُ. "وَالْفِئَامُ" بِكَسْرِ الْفَاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَمْدُوْدَةٌ: اَلْجَمَاعَةُ. "وَالْفَخِذُ" مِنَ النَّاسِ: دُوْنَ الْقَبِيْلَةِ.

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کا تذکرہ فرمایا' اس کے ذکر کے دوران آپ کبھی بلند آواز سے بات کرتے اور کبھی دھیمی آواز سے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرنے لگے کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے پس جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری کیفیت کو بھانپ گئے سوفرمایا: کیابات ہے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے آج دجال کا تذکرہ فرمایا تو آپ کبھی تو اپنی آواز بلند رکھتے اور کبھی دھیمی کردیتے تھے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرنے لگے کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق دجال کے سوا کسی اور کا خطرہ ہے اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہوا تو میں تمہاری جانب سے اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر اس کا ظہور اس وقت ہوا جب میں تمہارے مابین نہ رہا تو ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے خود اس کا مقابلہ کرے گا۔ میرے انتقال کے بعد ہر مسلمان کا اللہ حافظ ہے' اور دجال گھنگھریالے بالوں والا نوجوان ہوگا اس کی آنکھیں ابھری ہوئی ہوں گی گویا میں اس کو عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہوں سو جو شخص دجال کو پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے وہ شام اور عراق کے مابین ایک راستے پر خروج کرے گا اور دائیں بائیں فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! اس حالت میں ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! زمین پر اس کا قیام کتنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: چالیس دن، اور ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن جمعہ کے برابر ہوگا اور باقی تمام دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس دن میں ہمارے لئے ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ تمہیں ایک دن نمازوں کے لئے وقت کا اندازہ لگانا پڑے گا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! زمین پر اس کی رفتار کیا ہوگی؟ فرمایا: بارش کی مانند جسے ہوا دھکیل رہی ہو۔ وہ ایک قوم کے پاس آئے گا انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی باتوں کو قبول کر

لیں گے وہ آسمان کو حکم دے گا تو آسمان بارش برسائے گا اور وہ زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی ان کے چوپائے جب شام کو واپس آئیں گے تو ان کی کوہانیں پہلے سے لمبی اور ان کے تھن پہلے کی نسبت بڑے اور ان کے پہلو پہلے کی نسبت زیادہ بھرے ہوں گے پھر وہ ایک قوم کے پاس آئے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا تو وہ اسے ٹھکرا دیں گے تو وہ ان کی طرف سے لوٹے گا تو وہ لوگ قحط زدہ ہو جائیں گے ان کے پاس ان کے اپنے اموال میں سے کچھ نہیں بچے گا پھر وہ غیر آباد جگہ سے گزرے گا اور کہے گا: اپنے خزانے نکال دو! تو وہ (زمین کے خزانے) شہد کی نر مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے چلنے لگیں گے۔ پھر وہ ایک بھرپور نوجوان کو بلائے گا اور تلوار کے وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور ان دونوں ٹکڑوں کے مابین اتنا فاصلہ ہوگا جتنے فاصلے سے تیر کا نشانہ لیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس نوجوان کو بلائے گا تو وہ آئے گا اور اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ وہ اسی حالت میں ہوگا کہ اللہ عزوجل حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نازل فرمائے گا وہ دو رنگدار چادروں میں لپٹے ہوئے دمشق کی مشرقی جانب منارہ بیضاء پر نازل ہوں گے۔ انہوں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھی ہوں گی۔ جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب وہ اپنے سر کو بلند کریں گے تو اس سے موتی ٹپکیں گے ان کی سانس کی ہوا کسی کافر کے واسطے حلال نہیں ہوگی مگر وہ جس کافر تک پہنچے گی وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک جائے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پھر وہ دجال کی تلاش کریں گے حتیٰ کہ بابِ لُدّ پر اس کو پالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قوم کے پاس تشریف لائیں گے جن کو اللہ عزوجل نے اس سے محفوظ رکھا ہوگا۔ آپ ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور جنت میں ان کے درجات کے متعلق بیان فرمائیں گے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب وحی کریں گے کہ میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کیے ہیں جن کے مقابلے کی تاب کسی میں نہیں ہے۔ تم میرے بندوں کو طور پہاڑ پر لے جاؤ۔ اور اللہ عزوجل یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلند جگہ سے تیزی سے آ رہے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ طبریہ پر سے گزرے گا اور وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور جب ان کا پچھلا گروہ آئے گا تو وہ کہیں گے یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھی محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص کے لئے ایک بیل کا سر اس سے زیادہ قیمتی ہوگا جتنے قیمتی آج تم میں سے کسی شخص کے لئے ایک سو دینار ہیں پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کریں گے تو اللہ عزوجل یاجوج ماجوج کی گردن میں ایک کیڑا پیدا فرما دے گا اور وہ تمام بیک وقت مر جائیں گے پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین زمین کی جانب اتر آئیں گے تو انہیں زمین پر ایک بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ ملے گی جہاں ان کی لاشیں اور بدبو نہ ہو۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ کی جانب رجوع کریں گے تو اللہ عزوجل بختی اونٹ کی گردنوں جیسے پرندے

بھیجے گا وہ ان کی لاشوں کو اٹھالیں گے اور وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی۔ پھر اللہ عزوجل بارش نازل فرمائے گا جس سے نہ کوئی مٹی کا گھر خالی رہے گا اور نہ ہی کوئی خیمہ۔ حتیٰ کہ بارش زمین کو شیشے کی طرح کردے گی پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اگا! اور اپنی برکتوں کو واپس کر' تو اس دن پوری جماعت ایک انار کھائے گی اور وہ اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کریں گے اور دودھ میں برکت پیدا کی جائے گی حتیٰ کہ ایک شیر دار اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور شیر دار گائے پورے قبیلے کے لئے کافی ہوگی اور ایک شیر دار بکری پورے خاندان کے لئے کافی ہوگی۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا کو بھیجے گا اور وہ ان کی بغلوں کے نیچے پہنچے گی سو ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح بدکاری کریں گے اور انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم)

حل لغات:

خلة بين الشام والعراق: کا مطلب ہے ان کے درمیان کا راستہ

عاث: عین مہملہ اور ثاء مثلثہ کے ساتھ اور العیث: سخت فساد کو کہتے ہیں۔

الذّری: ذال معجمہ پر پیش کوہان کو کہتے ہیں اور یہ ذروۃ کی جمع ہے ذال پر پیش اور زیر کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

العیاسیب: شہد کی نر مکھیاں'

جزلتین: کا مطلب ہے دو ٹکڑے۔

الغرض: جس نشان کی طرف تیر پھینکا جائے۔

المهرودة: دال معجمہ اور مہملہ دونوں کے ساتھ رنگ دار کپڑے کو کہتے ہیں۔

لا یدان: کا مطلب ہے طاقت نہیں۔

النغف: کیڑا'

فرسٰی: فریس کی جمع ہے مقتول کو کہتے ہیں۔

الزلقة: زاء لام اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے' اور زُلفۃ: زاء پر پیش لام ساکن اور فاء کے ساتھ شیشے کو کہتے ہیں۔

العصابة: جماعت کو کہتے ہیں'

الرسل: راء پر زیر ہے۔ دودھ کو کہتے ہیں۔

اللقحة: دودھ والے جانور کو کہتے ہیں۔

الفئام: فا پر زیر اور اس کے بعد ہمزہ ممدودہ ہے' جماعت کو کہتے ہیں۔ الفخذ: لوگوں میں سے نہ کہ قبیلہ

تعارف راوی:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 593 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ روایت مشکوٰۃ المصابیح میں یوں ہے۔

حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا تو فرمایا اگر وہ نکلا اور میں تم میں ہوا تو تمہارے بغیر اس کا مقابل میں ہوں گا ا۔ اور اگر نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنی ذات کا محافظ ہے ۲۔ اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے ۳۔ وہ جوان ہے سخت گھونگر بال ۴۔ اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہے گویا میں اسے عبدالعزیٰ ابن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں ۵۔ تو تم میں سے جو اسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کہ وہ تمہارا امان ہے اس کے فتنہ سے ۶۔ وہ شام و عراق والے راستے سے نکلے گا تو داہنے بائیں فساد پھیلائے گا ۷۔ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا ۸۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا زمین میں ٹھہرنا کتنا ہے فرمایا چالیس دن ۹۔ ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینہ کی طرح اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور بقیہ دن تمہارے عام دنوں کی طرح ۱۰۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ تو یہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی فرمایا نہیں تم اس کے لیے اندازہ لگا لینا ۱۱۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین میں اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی فرمایا جیسے بادل جس کے پیچھے ہوا ہو ۱۲۔ وہ ایک قوم پر آوے گا انہیں بلائے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے تو آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا وہ اگائے گی ان کے جانور آئیں گے جیسے پہلے تھے اس سے زیادہ دراز کوہان والے اور زیادہ بھرے ہوئے تھن والے اور زیادہ لمبی کوکھوں والے ۱۳۔ پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا انہیں بلائے گا وہ اس کی بات رد کر دیں گے وہ ان کے پاس سے لوٹ جاوے گا ۱۴۔ تو یہ لوگ قحط زدہ رہ جاویں گے ۱۵۔ کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مال میں سے کچھ نہ رہے گا ۱۶۔ اور ویرانہ پر گزرے گا اس سے کہے گا اپنے خزانے نکال تو اس کے پیچھے یہ خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح چلیں گے ۱۷۔ پھر ایک جوانی سے بھرے ہوئے شخص کو بلائے گا اسے تلوار سے مار کر اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کے نشان پر پھینک دے گا ۱۸۔ پھر اسے بلائے گا تو وہ آجاوے گا اور اس کا چہرہ چمکتا ہوگا وہ ہنستا ہوگا جب کہ وہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجے گا ۱۹۔ آپ دمشق کے مشرقی سفید مینارے کے پاس دو زعفرانی کپڑوں کے درمیان اتریں گے ۲۰۔ اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب اپنا سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اٹھائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے موتیوں کی طرح ۲۱۔ پھر کسی کافر کو ممکن نہ ہوگا کہ آپ کی سانس پائے مگر مر جاوے گا اور آپ کی سانس وہاں تک پہنچے گی ۲۲۔ جہاں تک آپ کی نظر جاوے گی آپ اسے تلاش کریں گے یہاں تک کہ اسے باب لد میں پائیں گے ۲۳۔ تو قتل کریں گے پھر حضرت عیسیٰ کے پاس وہ قوم آوے گی جنہیں اللہ نے

دجال سے محفوظ رکھا تو آپ ان کے چہرے صاف فرمائیں گے ۲۴؎ اور انہیں ان کے جنتی درجات کی خبر دیں گے وہ اس طرح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ کو رب تعالیٰ وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ ۲۵؎ اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو ہر ٹیلے سے ڈورتے آئیں گے ۲۶؎ تو ان کی اگلی جماعت بحیر طبریہ پر گزرے گی اس کا سارا پانی پی جاوے گی ۲۷؎ ان کی آخری جماعت گزرے گی تو کہے گی کہ کبھی یہاں پانی تھا حتیٰ کہ جبل خمر تک پہنچیں گے، یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے ۲۸؎ تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ آسمان والوں کو قتل کریں ۲۹؎ تو اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو اللہ ان کے تیر خون سے رنگین لوٹائے گا ۳۰؎ اور اللہ کے نبی اور ان کے ساتھی محصور رہیں گے حتیٰ کہ ان کے لیے ایک بیل کی سری سو اشرفیوں سے بڑھ کر ہوگی ۳۱؎ جو تمہارے لیے آج ہے تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی متوجہ الی اللہ ہوں گے ۳۲؎ تب اللہ ان یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو وہ سب ایک شخص کی موت کی طرح مردہ ہو جائیں گے ۳۳؎ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں بالشت بھر زمین ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو نے نہ بھر دی ہو ۳۴؎ تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا ۳۵؎ اونٹ کی گردن کی طرح وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے ۳۶؎ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں نھبل میں پھینک دیں گے ۳۷؎ اور مسلمان ان کی کمانیں ان کے کمانوں ان کے نیزوں اور ترکش سات سال تک جلائیں گے ۳۸؎ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی گھر مٹی کا بچے گا نہ اون کا تو وہ زمین کو دھو دے گی ۳۹؎ حتیٰ کہ اسے شیشہ کی طرح کر چھوڑے گی ۴۰؎ زمین سے کہا جاوے گا تو اپنے پھل اُگا اور اپنی برکت لوٹا دے تو اس دن ایک انار سے ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ لے گی ۴۱؎ اور دودھ میں برکت دی جاوے گی حتیٰ کہ تازہ جنی ہوئی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور نئی جنی ہوئی گائے ایک قبیلہ کو کافی ہوگی اور نئی جنی ہوئی بکری لوگوں کے ایک خاندان کو کافی ہوگی ۴۲؎ جب کہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا وہ انہیں ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی تو ہر مسلمان ہر مؤمن کی روح قبض کر لے گی ۴۳؎ اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو زمین میں گدھوں کی جفتی کی طرح زنا کریں گے ان پر قیامت ہوگی ۴۴؎ (مسلم) سوا دوسری روایت کے اور یہ قول ہے کہ انہیں نھبل میں پھینک دے گی سبع سنین تک ۴۵؎ (ترمذی)

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں۔

شرح:

۱؎ یہ فرمان عالی بالفرض ہے یعنی فرض کرلو کہ اگر وہ میری موجودگی میں آ گیا تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے وہ میرے ہی ہاتھوں فنا ہو جاوے گا، اس کی شعبدے بازیاں میرے مقابل ناکارہ ہو جائیں گی۔ اس فرمان عالی سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ اگرچہ اس مردود کا ظہور ابھی نہیں ہوگا مگر اس سے ڈرنا رکن ایمان ہے تم اس سے خوف کرو جیسے قیامت ابھی نہیں آئے گی

مگر اس سے ڈرتے رہو۔خوف قیامت خوف دجال درحقیقت خوف خدا کا ذریعہ ہیں۔دوسرے یہ کہ دجال اگرچہ مارا جاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لیکن اگر میرے زمانہ میں آجاتا تو میرے ہاتھوں ہی فنا ہوجاتا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کے نائب ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کریں گے۔

۲۔یعنی ہر شخص اپنی ذات کے لیے اس کا مقابلہ دلائل عقلیہ وشرعیہ سے کرے کہ دلائل سے سوچے کہ یہ خدا نہیں ہوسکتا۔یہاں بھی حجیج بمعنی مقابل ہی ہے مگر یہ مقابلہ اسے قتل کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان بچانے کا ہے۔(مرقات) گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو فنا کرنے کے لیے اس کے مقابل ہیں اور یہ ہر شخص اس سے بچنے کے لیے اس کا مقابل۔

۳۔یہاں خلیفہ بمعنی وکیل ومحافظ ہے۔اگر اس وقت ہم حیات ہوتے تو مسلمانوں کی حفاظت ہم کرتے،اب چونکہ ہم نہ ہوں گے تو میری طرف سے میرا رب میری امت کی حفاظت کرے۔اس سے معلوم ہوا بفضلہٖ تعالٰی مؤمن ہمیشہ منصور ومحفوظ رہتا ہے۔

۴۔بالوں میں قدرے خم جسے جعد کہتے ہیں بہت اچھا ہے مگر بہت زیادہ خمی کہ بالوں کے کنڈل بن جاوے جسے قطط کہتے ہیں یہ بری ہے،دجال کے بال بہت ہی خم دار ہوں گے۔

۵۔عبدالعزیٰ زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک بادشاہ گزرا ہے،اس کی بدصورتی عرب میں مشہور تھی بلکہ اس کے دیکھنے والے لوگ اس وقت موجود تھے،حضور نے اس سے تشبیہ دی۔چونکہ دجال کی صورت بہت ہی بری ہوگی کہ اس جیسا بدشکل دنیا میں کوئی نہ گزرا نہ اس وقت ہوگا اس لیے حضور انور نے جزم ویقین سے تشبیہ نہ دی بلکہ کانّی فرمایا یعنی اسے کچھ کچھ مشابہت عبدالعزیٰ سے ہوگی ورنہ وہ عبدالعزیٰ سے کہیں بدتر ہوگا۔معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اگلے پچھلے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں کہ عبدالعزیٰ پہلے گزر چکا ہے اور دجال آئندہ ہوگا مگر دونوں حضور کے علم ونظر میں ہیں۔(ازمرقات)

۶۔یعنی اس زمانہ میں جو کوئی سورۂ کہف کی شروع آیات کذبا تک پڑھتا رہے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ان آیات میں یہ ذکر ہے کہ اصحاب کہف دقیانوس بادشاہ کے فتنے سے محفوظ رہے،ان کی حفاظت کی برکت سے اللہ انہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔جواز کا لفظی ترجمہ ہے پاسپورٹ کہ وہ ذریعہ امان ہوتا ہے۔بعض روایات میں ہے کہ سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا،بعض لوگ ہمیشہ،بعض لوگ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں تاکہ موجودہ دجالوں سے بچے رہیں۔

۷۔خلہ نقطہ خ سے ریگستان میں راستہ وسیع،حلہ ح بغیر نقطہ سے کوفہ وبغداد کے درمیان ایک شہر ہے۔بعض روایات میں حلہ ہی ہے،وہاں کے لوگ اب بھی شریر ہیں۔(مرقات)

۸۔اس میں ندا اس زمانہ کے مسلمانوں سے ہے۔(مرقات)

۹۔بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قیام کرے گا مگر وہ روایت ضعیف ہے،صحیح روایت چالیس دن کی ہے۔

۱۰۔حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔واقعی پہلا دن ایک سال کے برابر دراز ہوگا،اب بھی گرمیوں میں دن بجائے آٹھ گھنٹے

کے چودہ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غم واندوہ کی وجہ سے وہ دن سال برابر معلوم ہوگا مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔

۱۱۔ اس طرح کہ اس دن سورج نکلتے ہی فجر کی نماز پڑھنا پھر آٹھ گھنٹہ بعد ظہر پڑھ لینا، پھر چار گھنٹہ کے بعد عصر پھر دو گھنٹہ بعد مغرب اور دو گھنٹہ بعد عشاء، پھر چھ گھنٹہ کے بعد فجر اس طرح پڑھے جانا شاید موجود گھڑیاں اس دن کے حساب کے لیے رب تعالیٰ نے پیدا فرمادی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن ملکوں میں بعض زمانہ میں عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں عشاء کی نماز معاف نہ ہوگی بلکہ پڑھنا پڑھے گی اندازہ سے جیسے لندن میں سال میں چند دن ایسے آتے ہیں کہ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا شفق غائب نہیں ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم خاص اس دن کے لیے ہے خلاف قیاس ورنہ نماز کے اوقات سورج کی حرکت سے وابستہ ہیں اس سال بھر کے دن میں بھی پانچ نمازیں ہی چاہئیں مگر چونکہ حدیث میں یہ حکم آگیا تو اس دن کے لیے قیاس چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ اس دن میں رمضان کا روزہ، نماز جمعہ وعیدین نہ پڑھی جائیں گی اگرچہ دن سال بھر کا ہے اور سال میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔

۱۲۔ اس تشبیہ سے معلوم ہورہا ہے کہ دجال اڑتا ہوا دنیا کی سیر کرے گا، ہوائی جہاز ایجاد ہوچکے ہیں جن سے تھوڑے عرصہ میں دنیا کا چکر لگایا جاسکتا ہے یعنی جیسے بادل کے پیچھے جب ہوا ہو تو بہت تیز اڑتا ہے ایسے ہی وہ بہت تیز اڑے گا، آج آواز سے زیادہ رفتار والے ہوائی جہاز ایجاد ہوچکے ہیں۔

۱۳۔ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے خاص آزمائشیں ہوں گی کہ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر بارش نہایت مناسب، پیداوار نہایت اعلیٰ، ان کے جانوروں کے دودھ، گھی میں بہت زیادتی ہوجاوے گی، ان کے اونٹ بہت موٹے تازہ اونچے ہو جاویں گے، دوسرے لوگ ان کی اس فراخی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں گے کہ واقعی وہ خدا ہی ہے۔ دیکھو اس نے اپنے ان بندوں کو کیسا آرام سے اور مالدار کر دیا وہ لوگ ان لوگوں کی مالداری وعیش کو دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔

۱۴۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہورہا ہے کہ دجال کسی کو کفر پر مجبور نہ کرسکے گا، یہ شعبدے دکھا کر مائل ہی کرے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ" یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بندے دلائل کے ذریعے اس کی شر سے محفوظ رہیں گے۔

۱۵۔ محل بنا ہے محل سے بمعنی خشکی وقحط سالی یعنی ان پر نہ تو بارش ہوگی نہ ان کی زمین میں سبزہ رہے گا۔

۱۶۔ یعنی ان کا اپنا پہلا مال بھی فنا ہوجاوے گا، جانور یا خشک ہوجاویں گے یا مرجاویں گے، گھروں میں تباہی آجاوے گی مگر یہ لوگ راضی بہ رضا رہیں گے۔

۱۷۔ یعنی آبادیوں میں جا کر تو وہ آفت ڈھائے گا اور ویرانہ زمینوں میں پہنچ کر یہ فساد پھیلائے گا اس کے ساتھ اس کے حالی موالی بہت رہیں گے، ویرانوں کے خزانوں کو اپنے ساتھ لے لے گا جنہیں ان کے ساتھ والے نکلتے دیکھیں گے اور دوسرے لوگوں کو یہ سب بتائیں گے۔ یعاسیب جمع ہے یعسوب کی بمعنی شہد کی مکھیوں کی سردار مکھی کہ جب وہ اڑاتی ہے تو اس کے ساتھ

سارے چھتے کی مکھیاں اڑتی ہیں اس لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔یعاسیب جمع فرما کر اشارۃً بتایا کہ بے شمار مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ بے شمار خزانے چلیں گے،یہ خزانے یا تو بذات خود چلیں گے یا کسی سواری میں جیسے آج لاکھوں من سامان ریل،موٹر، بحری جہاز،ہوائی جہاز دوڑتے تیرتے اڑتے پھر رہے ہیں۔

۱۸؎ یہ جوان آدمی یا تو اس کے متبعین میں سے ہوگا،لوگوں کو اپنی قوت دکھانے کے لیے یہ حرکت کرے گا یا ان میں سے ہوگا جو ان کی پیروی نہ کریں گے اسے سزا دینے کے لیے یہ حرکت کرے گا۔تلوار سے اسے چیر دے گا جیسے آرے سے چیرا جاتا ہے اور دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر پھینکے گا جو تیر اور اس کے نشانہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت دور۔

۱۹؎ یعنی اس کی ایک آواز پر یہ دونوں ٹکڑے حرکت کر کے آپس میں مل جاویں گے پھر پورا جسم بن کر اس میں جان پڑ جاوے گی اور وہ جوان دوڑتا ہوا آ جاوے گا۔ہم نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلہ کاٹ دیتے ہیں اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کر دیتے ہیں مگر یہ شعبدہ ہوتا ہے غالبًا وہ حقیقتًا یہ کرے گا۔

۲۰؎ اللہ تعالٰی جھوٹے مسیح کو سچے مسیح کے ذریعے ہلاک کرے گا اس لیے اس مردود کو حضرت مہدی قتل نہ کریں گے کہ اس کام کے لیے حضرت مسیح منتخب ہو چکے ہیں۔مھرودتین تثنیہ ہے،مھر ودۃ بمعنی غوطہ دیا ہوا یعنی آپ کے جسم شریف پر گیرو یا زعفران رنگے ہوئے دو کپڑے ہوں گے تہبند چادر۔

۲۱؎ جمان گھنگرو کے دانہ یا موتی کی طرح گول قطرے جو نہایت صاف شفاف وسفید ہوں،آپ خود نہایت حسین ہوں گے آپ کا یہ پسینہ نہایت پاکیزہ وخوشبودار ہوگا۔

۲۲؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس نہیں بلکہ دم کرنا ہے یعنی آپ جب دم کرنے کی نیت سے پھونک لگائیں گے تو آپ کا دم تاحد نظر پہنچے گا اور جس کافر کو لگے گا وہ مرے گا۔اللہ کی شان ہے کہ پہلے اسی دم سے مردے زندہ ہوتے تھے اور اب زندہ کافر مردہ ہوں گے۔یاجوج و ماجوج کفار پر آپ کریں گے ہی نہیں کیونکہ ان کی موت اور طرح سے واقع کرنا ہے،بعض نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہی ہے۔

۲۳؎ لد بیت المقدس کی قریب ایک بستی ہے،اس بستی کے دروازے میں گھستے ہوئے اسے پائیں گے کہ وہ وہاں داخل ہو رہا ہوگا اسے دروازہ پر ہی قتل کر دیں گے اندر داخل نہ ہونے دیں گے جیسے شداد اپنی جنت کے دروازے پر ہی قتل کر دیا گیا۔

۲۴؎ یعنی ان مؤمنین کے چہرے جو گرد و غبار سے اٹے ہوں گے جیسا کہ عام غرباء فقراء کا حال ہوتا ہے،اسے خود حضرت مسیح اپنے ہاتھ شریف سے صاف کریں گے یا محبت وکرم سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے مگر پہلے معنی قوی ہیں جیسا کہ عن وجوھھم فرمانے سے معلوم ہورہا ہے۔آپ غبار صاف فرماتے جائیں گے اور انہیں جنت کی بلکہ وہاں کے درجات کی خبر دیتے جائیں گے۔

۲۵؎ یعنی اے عیسٰی دجال تو آیا اور ہلاک ہوگیا اب کچھ روز کے لیے ایک بڑی مخلوق یاجوج ماجوج اس زمین پر آ رہے ہیں جن کی ہلاکت تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ تمہاری بددعا سے ہوگی اس لیے یہ زمین خالی کردو،طور پہاڑ ان کی شر سے محفوظ رہے گا

ان مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ۔ یہ ان کو تنبیہ فرما کر بتایا گیا کہ کسی انسان میں دونوں ہاتھوں سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

۲۶؎ یعنی جب یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹے گی تو وہ ہر طرف سے دوڑتے ہوئے اس زمین پر آئیں گے ان کی کثرت سے زمین بھر جاوے گی۔

۲۷؎ یعنی ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ دریا کا سارا پانی انکا اگلا حصہ ہی پی جاوے گا اور دریا خشک کر دے گا۔ بحیرہ تصغیر ہے بحر کی، بحیرہ طبریہ شام کے علاقہ میں دس میل لمبا دریا ہے، طبریہ ایک بستی کا نام ہے اردن کے علاقہ میں وہاں یہ دریا ہے اس لیے اسے بحیرہ طبریہ کہتے ہیں۔

۲۸؎ خمر کے معنی ہیں چھپنا ڈھانپنا، اسی سے ہے خمار دوپٹہ، چونکہ وہ پہاڑ بہت سرسبز ہے کہ اس کی پوری زمین سبزہ اور درختوں سے چھپی ہوئی ہے اس لیے اسے جبل خمر کہتے ہیں یعنی سبزہ سے ڈھکا ہوا پہاڑ۔ (لمعات، مرقات)

۲۹؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تو طور پہاڑ میں محفوظ ہو چکے ہوں گے مگر زمین میں کفار بہت ہوں گے یعنی دجال کو مان لینے والے، وہ یاجوج ماجوج کے ہاتھوں مارے جائیں گے حتی کہ زمین میں ان میں سے کوئی نہ بچے گا اس لیے یہ یاجوج ماجوج کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم مار چکے آؤ آسمان والے فرشتوں کو بھی مار لیں تاکہ دنیا میں ہم ہی رہیں ہمارے سوا کوئی نہ رہے۔

۳۰؎ ممکن ہے کہ یہ تیر چڑیوں کے لگیں ان کے خون میں بھیگ کر لوٹیں۔ اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ یاجوج ماجوج کا فساد صرف زمین میں نہ ہوگا بلکہ فضا میں بھی ہوگا۔

۳۱؎ چونکہ اس زمانہ میں مسلمان صرف کوہ طور پر رہیں گے کہیں جا آنہ سکیں گے اس ہی لیے باہر سے مال کی درآمد برآمد بند ہوگی لہٰذا قحط بہت پڑ جاوے گا اور باوجودیکہ وہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب ہے، پھر گرانی کا یہ حال ہوگا کہ جو قدر آج سو دینار کی ہے اس سے زیادہ قدر قیمت گائے کی ایک سری کی ہوگی، مسلمانوں پر یہ زمانہ بہت تنگی کا گزرے گا، جب گائے کی سری کی یہ قیمت ہوگی تو باقی گوشت کی قیمت اندازہ لگالو، سری بہت سستی ہوتی ہے۔

۳۲؎ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے مؤمنین آمین کہیں گے۔ نبی اللہ فرما کر یہ بتایا گیا کہ اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے نبوت کے منسوخ ہونے سے ان کے احکام بندوں پر جاری نہیں ہوتے مگر ان کا درجہ عند اللہ وہ ہی رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جناب خضر کے پاس گئے تو ان کی نبوت منسوخ نہ ہوئی تھی مگر وہاں آپ نبوت کی شان سے نہ گئے تھے نہ حضرت خضر پر توریت کے احکام جاری فرمائے تو جب دینِ مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السلام آویں گے تو قرآنی احکام ہوتے ہوئے اپنی منسوخ شریعت کے احکام کیسے جاری کریں گے، مرزائیوں کو اس میں غور کرنا چاہیے۔

۳۳؎ یعنی ایک آن کی آن میں سب ہلاک ہو جائیں گے انہیں مرتے ہوئے ایک ساعت بھی نہ لگے گی، یہ پتہ نہ لگا کہ یہ لوگ زمین میں کتنے دن رہیں گے۔

۳۴؎ یعنی تمام روئے زمین ان مردودوں کی لاشوں اور بدبو سے بھرا ہوگا، مسلمان اس قید سے نکل تو آئیں گے مگر اس مصیبت سے زمین میں کاروبار تو کیا چل پھر بھی نہ سکیں گے۔

۳۵؎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مسلمانوں کی آمین پر یہ پرندے رب تعالٰی بھیجے گا جو تعداد میں بے شمار ہوں گے، جسامت میں بہت بڑے اور طاقتور کہ ایک پرندہ یاجوج کی لاش اٹھائے گا، کہاں سے آئیں گے اور کہاں غائب ہوجائیں گے یہ رب جانے۔ٹڈی دل ہم نے آتے دیکھا ہے نہ معلوم کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں غائب ہوجاتا ہے، ان پرندوں کی شکل بختی اونٹوں کی گردنوں سے ملی ہوگی۔

۳۶؎ یہ بھی رب تعالٰی کی قدرت ہی ہوگی کہ اتنی زیادہ لاشیں جن سے روئے زمین بھری ہوگی نہ معلوم کہاں غائب کردی جائیں گی اس جگہ کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۳۷؎ نہبل بروزن منبر بمعنی بڑا پہاڑ۔اور یہ ایک بستی کا نام بھی ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔غالبًا اس بستی کا یہ نام اس پہاڑ کے نام سے ہے جیسے ہمارے پنجاب میں سانگلہ ہل ایک شہر کا نام ہے اس کے ایک پہاڑ کے نام پر جہلم ایک شہر ہے دریا جہلم کے نام پر، اس چھوٹی سی جگہ میں اتنی لاشوں کا سماجانا بھی اللہ تعالٰی کی قدرت ہی سے ہوگا۔

۳۸؎ یعنی یاجوج ماجوج تو مرجائیں گے مگر اپنی تیر ترکش، کمانیں اتنی بڑی تعداد میں چھوڑ جائیں گے کہ سات سال تک مسلمان انہیں جلا کر اپنے سب کام چلائیں گے مفت کی لکڑی پائیں گے۔

۳۹؎ اس فرمان کا تعلق یاجوج ماجوج کی ہلاکت سے ہے یعنی ان مردودوں کے ہلاک ہوجانے اور ان کی نعشیں پھینک دیئے جانے پر عالمگیر بارش آوے گی، یہ مطلب نہیں کہ سات تیر وکمان ترکش چلاچکنے کے بعد بارش آوے گی۔

۴۰؎ زلفہ قاف سے بمعنی صاف آئینہ، زلفہ سے اس کے بہت معنی ہیں: ڈھلی زمین، صاف تشتری، سبز رنگ کا صاف گھڑا، سیب، صاف پتھر، صاف کردہ زمین، یہاں زلفہ ف سے بھی ہوسکتا ہے اور قاف سے بھی ہر معنی درست ہیں زا اور لام کے فتحہ سے۔

۴۱؎ یعنی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دانوں سے ایک پوری جماعت شکم سیری ہوجاوے اور اس کا چھلکا پورے خیمہ کی طرح ہوگا۔قحف کھوپڑی کے پیالہ کو کہتے ہیں، چونکہ انار کا چھلکا کھوپڑی کی طرح گول اور ڈھلوان ہوتا ہے اس لیے اسے قحف فرمایا گیا کوہ مری اور شملہ کی ایک ہری مرچ میں ڈیڑھ پاؤ قیمہ بھر جاتا ہے۔

۴۲؎ لقحہ لام کے کسرہ قاف کے سکون سے نوزائیدہ مادہ جانور خواہ اونٹنی ہو یا گائے یا بکری۔خیال رہے کہ نوزائیدہ کا دودھ کم ہوتا ہے، کچھ دن بعد جب خون ڈال دیتی ہیں تب دودھ بڑھتا ہے۔فرمایا جارہا ہے کہ جب نوزائیدہ یعنی نئی نئی بیاہی ہوئی مادہ جانور کے دودھ میں ایسی برکت و کثرت ہوگی تو سمجھ لو کہ پرانی ہوکر اس کا دودھ کتنا ہوگا، ان احادیث میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ہم نے پہاڑ کے آلو دیکھے ہیں ایک آلو ڈیڑھ سیر بلکہ دو سیر کا، آزاد کشمیر کی مولی بہت موٹی بہت لمبی کہ ایک آدمی ایک مولی اٹھا سکتا ہے، رب تعالٰی کی قدرت ہمارے خیال سے وراء ہے۔ہم نے دوسرے حج کے موقعہ پر طائف کے انار دیکھے چھوٹے تربوز کے برابر جن کے دانے چھوٹے آلو کے برابر ایک انار کے شربت سے بوتل بھر جاتی تھی اور جدہ کے تربوز اس زمانہ میں اتنے

بڑے دیکھے کہ سبحان اللہ! لہٰذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۴۳ یہاں مسلم ومؤمن ہم معنی ہیں، مسلم مؤمن کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوگا جب کہ دنیا میں پھر کافر پھیل چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا سب مسلمان ہو چکے ہوں گے یا قتل۔ کبھی مسلم ومؤمن میں فرق کیا جاتا ہے کہ ظاہری اطاعت کرنے والا مسلم اور دل سے عقائد اسلامیہ کو ماننے والا مؤمن۔ یہ ہوا ایک غیبی ہوا ہوگی جو ہر مسلمان کی جان نہایت آسانی سے نکال لے گی۔

۴۴ ہرج بمعنی قتل بھی آتا ہے اور بمعنی زنا بھی یہاں بمعنی زنا ہے۔ ہرج کے لغوی معنی خلط ملط ہونا ہے خواہ قتل کے لیے خواہ زنا کے لیے عورت ومرد کا اختلاط یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ بعض شارحین نے بمعنی قتل فرمایا ہے مگر پھر گدھوں سے تشبیہ درست نہیں ہوگی، گدھا جفتی کے وقت رینگتا ہے جس سے دور تک خبر ہو جاتی ہے اس لیے یہاں گدھے سے تشبیہ دی نہ کہ دوسرے جانور سے اگرچہ چیل بھی اس وقت چیختی ہے مگر گدھے سے کم اس کی آواز آتی ہے لہٰذا گدھے سے تشبیہ نہایت ہی موزوں ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر: 319)

(۹۱۸) وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ إِلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم - فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّجَّالِ، قَالَ: "إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ، وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَّنَارًا، فَأَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وَأَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ. فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَاهُ نَارًا، فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ" فَقَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ربعی بن حراش سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت حذیفہ یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا' تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا ہمیں وہ حدیث سنایئے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دجال کے متعلق سنی ہے تو انہوں نے فرمایا: دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ پانی بھی ہوگا اور آگ بھی جسے لوگ پانی سمجھیں گے وہ آگ ہوگی اور جلا دے گی اور جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا تو تم میں سے جو اس کو پائے اسے چاہئے کہ وہ جسے آگ سمجھے اس کے اندر کود جائے کیونکہ وہ شیریں اور عمدہ پانی ہوگا۔ حضرت ابو مسعود نے فرمایا: میں نے بھی آپ سے یہی سنا ہے۔ (متفق علیہ)

قربِ قیامت کے وقعات:

(۹۱۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۹۱۸) صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: 3450، وصحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، رقم الحدیث: 2934، 2935

(۹۱۹) صحیح مسلم، الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثہ فی الارض......، رقم الحدیث: 2940

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ أُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ أَرْبَعِيْنَ، لَا أَدْرِيْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِيْنَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللهُ تَعَالٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهُ، فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا، ولا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ، فَيَقُوْلُ: أَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لِيْتًا وَّرَفَعَ لِيْتًا، وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهُ رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ إِبِلِهٖ فَيُصْعَقُ ويُصْعَقُ النَّاسُ حولهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ -أو قال: يُنْزِلُ اللهُ- مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِ الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ، وَقِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِئَةٍ وَّتِسْعَةً وتِسْعِيْنَ؛ فَذٰلِكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا، وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ"۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَللِّيْتُ": صَفْحَةُ الْعُنُقِ۔ وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهٖ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْأُخْرٰى۔

◀◀ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس تک ٹھہرے گا۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔ پھر لوگ سات سال تک اس حالت میں رہیں گے کہ کوئی بھی دو آدمی ایسے نہ ہوں گے جن میں باہمی عداوت ہو۔ پھر اللہ عزوجل شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا تو زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھلائی یا ایمان ہوگا مگر ہوا اسے قبض کرے گی حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی شخص پہاڑ کی گھاٹی میں داخل ہوگا تو وہ اسے قبض کرنے کے لئے اس میں داخل ہو جائے گی۔ زمین پر صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو برائی کی طرف پرندوں کی تیزی اور درندوں کی طرح دوڑیں گے نہ وہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور کسی بدی کو بدی۔ شیطان انسانی شکل میں ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ تو وہ کہیں گے: تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ تو وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا اس وقت ان کے لئے رزق کشادہ ہوگا اور ان کی زندگی

حسین ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا' سو جو بھی اس صور کو سنے گا وہ اپنی گردن کا ایک پہلو جھکا لے گا اور دوسرا پہلو بلند کرے گا۔ سب سے پہلے اسے ایک ایسا شخص سنے گا جو اپنے اونٹ کے حوض کو مٹی سے لیپ رہا ہوگا تو اس پر غشی طاری ہو جائے گی اور اس کے اردگرد لوگ بیہوش ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا۔ یا فرمایا: اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا وہ بارش شبنم یا سائے کی طرح ہوگی اور اس سے لوگوں کے جسم اگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے پھر وہ فرشتہ کہے گا: اے لوگو! آؤ اپنے رب کی طرف! اور (کہا جائے گا) انہیں کھڑا کرو ان سے پوچھا جائے گا پھر کہا جائے گا: انہیں نکالو! جنہیں دوزخ میں بھیجا جانا ہے کہا جائے گا! وہ کتنے ہیں؟ جواب ملے گا؟ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے اور یہ ایسا دن ہوگا جو جوانوں کو بوڑھا کر دے گا اور پنڈلی کو کھول دیا جائے گا۔ (مسلم)

حل لغات:

اَللَّیْتُ: گردن کا کنارہ' اس کا معنی ہے وہ گردن کا ایک کنارہ نیچے رکھے گا اور دوسرا اٹھا لے گا۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 138 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال) یہ شک ان راوی کو ہے کہ حضور انور نے کیا فرمایا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا سال ورنہ حضور انور نے چالیس دن فرمایا ایک دن ایک سال کی برابر وغیرہ۔

(پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عروہ ابن مسعود کے ہم شکل ہوں گے، عروہ ابن مسعود سیدنا عبداللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں جو صلح حدیبیہ کے دن کفار کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، پھر ۹ھ میں غزوہ طائف کے بعد یہ اسلام لائے پھر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی جس پر قوم نے انہیں قتل کر دیا، یہ عبداللہ ابن مسعود کے بھائی نہیں کہ وہ تو عبداللہ ابن مسعود ابن غافل ہذلی ہیں یہ ہی صحیح ہے۔ (مرقات)

حضرت عیسیٰ کے پردہ فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ہی خیر و برکت رہے گی، پھر انسان کافر بھی ہونے لگیں گے حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفار بھی بہت ہو جائیں گے لہٰذا حدیث شریف واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے انسان مسلمان ہو چکے تھے تو اس کے ہوا چلنے پر کافر کہاں سے آئے جو زندہ رہے۔

(پھر اللہ عزوجل شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا تو زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھلائی یا ایمان ہوگا) خلاصہ یہ ہے کہ اس ہوا سے کوئی مسلمان کسی طرح بچے گا نہیں جہاں بھی ہوگا وفات پا جائے گا۔ یہ

موت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوگی کہ بدترین لوگوں میں مسلمان نہ رہیں گے ہم کو اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے وتوفنا مع الابرار۔

(شیطان انسانی شکل میں ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: کیا تم میری بات نہیں مانتے؟) شیطان کا انسان کے دل میں وسوسے ڈالنا اس کا ادنی فریب ہے مگر شکل انسانی میں آکر بہکانا اس کا بڑا ہی سخت فریب ہے جس سے بچنا مشکل ہے اس لیے قرآن مجید میں انسان شیطان کو جن شیطان سے سخت تر فرمایا کہ "شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ"۔ (مرقات) وہ کہے گا کہ تم خدارسی کا ذریعہ کیوں اختیار نہیں کرتے اللہ کی راہ سے کیوں بہکے ہوئے ہو۔

(تو وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا) یعنی تم لوگ بت پرستی کرو خدارسی کے لیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اولاً کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ہوں گے نہ خدا تعالیٰ کی نہ بتوں کی، جانوروں کی طرح یوں ہی زندگی گزارتے ہوں گے شیطان انہیں برے راستہ پر لگا دے گا۔

(اس وقت ان کے لئے رزق کشادہ ہوگا اور ان کی زندگی حسین ہوگی) یعنی ان پر بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اس بے علمی بے عقلی بے دینی کے ساتھ ان کے پاس مال و دولت رزق بہت ہی وسیع ہوگا کہ اس سے ان پر گناہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔

(سو جو بھی اس صور کو سنے گا وہ اپنی گردن کا ایک پہلو جھکا لے گا اور دوسرا پہلو بلند کرے گا۔) یعنی وہ گھبراہٹ میں کبھی گردن کی داہنی کروٹ اونچی کرے گا بائیں نیچی کبھی اس کے برعکس۔ اس کی یہ حرکت انتہائی گھبراہٹ میں ہوگی کہ کبھی وہ صور کی آواز داہنے کان سے سنے گا کبھی بائیں سے۔

(سب سے پہلے اسے ایک ایسا شخص سنے گا جو اپنے اونٹ کے حوض کو مٹی سے لیپ رہا ہوگا تو اس پر غشی طاری ہو جائے گی) صور کی آواز لازماً نہایت ہلکی اور باریک ہوگی جسے سوا اس شخص کے کوئی نہ سنے گا پھر آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی۔

(اور اس کے اردگرد لوگ بیہوش ہو جائیں گے) پہلے بے ہوش ہوں گے پھر فنا، یا بے ہوشی سے مراد ہلاکت ہے، اشعۃ اللمعات نے یہ ہی معنی کیے۔

(پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا۔ یا فرمایا: اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا وہ بارش شبنم یا سائے کی طرح ہوگی اور اس سے لوگوں کے جسم اگ آئیں گے۔) یہ واقعہ پہلے نفخہ سے چالیس سال بعد ہوگا اس دوران میں ان مردوں کے جسم گل چکے ہوں گے، اس بارش سے لوگوں کے جسم ایسے اگیں گے جیسے کھیت میں سبزہ اگتا ہے۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ جسموں کی بالیدگی تو اس ہلکی بارش سے ہوگی اور سب کا زندہ ہونا صور کی آواز سے ہوگا۔

(پھر وہ فرشتہ کہے گا: اے لوگو! آؤ اپنے رب کی طرف!) پہلا خطاب زندہ ہونے والے لوگوں سے تھا کہ اے زندہ ہونے والو یہاں سے میدان حشر کی طرف یعنی شام کی زمین کی طرف چلو، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تب فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں یہاں کھڑا کر دو یہاں ہی ان کا حساب ہوگا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کی

نگرانی میں محشر تک جائیں گے اور انہیں فرشتے وہاں کھڑا کریں گے۔

(اور (کہا جائے گا) انہیں کھڑا کرو ان سے پوچھا جائے گا پھر کہا جائے گا: انہیں نکالو! جنہیں دوزخ میں بھیجا جانا ہے کہا جائے گا! وہ کتنے ہیں؟ جواب ملے گا؟ ہر ایک ہزار میں سے نوسوننانوے) یہ سوال جواب رب تعالیٰ اور ان فرشتوں کے درمیان ہوگا یعنی اے فرشتو تمام لوگوں میں سے آگ کے مستحقین کو الگ کردو تب وہ یہ سوال کریں گے کہ آگ کا حصہ کتنا ہے، فرمایا جائے گا ہزار میں سے نوسوننانوے۔ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہیں: ایک یہ کہ نوسوننانوے میں کفار گنہگار جو بھی دوزخ کے لائق ہیں سب ہوں گے، پھر سارے گنہگار حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے، بعض تو یہاں ہی اور بعض دوزخ میں سزا پا کر صرف کفار وہاں رہیں گے۔ دوسری شرح یہ ہے کہ محشر کی اس جماعت میں یاجوج ماجوج بھی ہوں گے ان کی تعداد کا یہ حال ہے کہ یہاں بیرونی زمین کے انسان ان کے مقابلے میں فی ہزار ایک ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) بہرحال یہ خطاب بہت ہی ہولناک ہوگا۔

(اور یہ ایسا دن ہوگا جو جوانوں کو بوڑھا کردے گا اور پنڈلی کو کھول دیا جائے گا) یعنی اس دن کی وحشت و دہشت کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس دن بچے ہوتے تو بڑھے ہوجاتے غم واندوہ کی وجہ سے۔ پنڈلی کھلنے سے مراد ہے سخت پریشان ہونا یعنی لوگوں کو اس وقت انتہائی پریشانی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ جب حاملہ اونٹنی کے پیٹ میں بچہ مرجاتا ہے تو آدمی ہاتھ ڈال کر اسے نکالتا ہے، پہلے اس بچہ کی پنڈلی نمودار ہوتی ہے، یہ اونٹنی پر سخت تروقت ہوتا ہے، پھر محاورہ میں ہر مشکل میں پھنسنے کو پنڈلی کھل جانے سے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ" وہاں پنڈلی کھولے جانے سے مراد بعض کے نزدیک یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنی ساق قدرت کھولے گا، لوگوں کو حکم دے گا کہ ہماری ساق کو سجدہ کرو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر: 363)

(۹۲۰) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلاَّ سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلاَّ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِّنْ أَنْقَابِهَا إِلاَّ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبَخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلاَثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکہ مکرمہ اور مدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جسے دجال اپنے پاؤں تلے نہ روندے اور ان دونوں شہروں کے ہر راستے پر فرشتے صفیں باندھے ان کی حفاظت کررہے ہوں گے وہ (دجال) شور والی زمین پر اترے گا اور مدینہ منورہ میں زلزلے کے تین جھٹکے آئیں گے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو مدینہ منورہ سے باہر نکال دے گا۔ (مسلم)

(۹۲۰) صحیح مسلم، الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثہ فی الارض......، رقم الحدیث: 2943

(۹۲۱) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اَصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اصبہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے ہوں گے اور انہوں نے سبز چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی۔ (مسلم)

(۹۲۲) وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت اُمِّ شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں کی طرف چلے جائیں گے۔ (مسلم)

(۹۲۳) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کوئی امر (فتنہ) دجال کے فتنہ سے بڑا نہیں ہوگا۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 24 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی انسان کی ابتداء پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں یہ ہی انسان کے لیے بڑی آفت ہے، اس سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے، لوگ دجال کے کرشمے دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے اس لیے نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے آگاہ کیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:313)

(۹۲۴) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

(۹۲۱) صحیح مسلم، الفتن، باب فی بقیۃ من أحادیث الدجال، رقم الحدیث: 2944

(۹۲۲) صحیح مسلم، الفتن، باب فی بقیۃ من أحادیث الدجال، رقم الحدیث: 2945

(۹۲۳) صحیح مسلم، الفتن، باب فی بقیۃ من أحادیث الدجال، رقم الحدیث: 2946

(۹۲۴) صحیح البخاری، الفتن، باب لا یدخل الدجال المدینۃ، حدیث: 7132، وصحیح مسلم، الفتن، باب فی صفۃ الدجال وتحریم المدینۃ علیہ...... رقم الحدیث: 2938

"يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّالِ. فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: إِلَى أَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُوْلُ: أَعْمِدُ إِلَى هٰذَا الَّذِيْ خَرَجَ. فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: أَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُوْلُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُوْلُوْنَ: اقْتُلُوْهُ. فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوْا أَحَدًا دُوْنَهُ، فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهِ إِلَى الدَّجَّالِ، فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِيْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ؛ فَيَقُوْلُ: خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ. فَيُوْسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا. فَيَقُوْلُ: أَوَمَا تُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُوْلُ: أَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهِ، فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَّفْرِقِهِ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: قُمْ فَيَسْتَوِي قَائِمًا. ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: أَتُؤْمِنُ بِيْ؟ فَيَقُوْلُ: مَا ازْدَدْتُّ فِيْكَ إِلَّا بَصِيْرَةً. ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ؛ فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللهُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاسًا، فَلَا يَسْتَطِيْعُ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، فَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ". فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-:
"هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَرُوِيَ الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ بِمَعْنَاهُ. "اَلْمَسَالِحُ": هُمُ الْخُفَرَاءُ وَالطَّلَائِعُ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دجال خروج کرے گا تو ایک مومن شخص اس کی طرف چلے گا راستے میں اسے مسلح پہریدار یعنی دجال کے پہریدار ملیں گے وہ اس سے پوچھیں گے: تو کہاں جا رہا ہے؟ وہ جواب دے گا: میں اس کی طرف جا رہا ہوں جس نے خروج کیا ہے وہ اس سے کہیں گے: کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتا؟ وہ کہے گا: ہمارا رب تو وہ ہے جو چھپا ہوا نہیں ہے وہ کہیں گے: اسے قتل کر دو پس وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمہارے رب نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا کہ اس کے حکم کے بغیر تم کسی کو قتل کرو؟ پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے جب مومن اسے دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے پھر دجال کے حکم سے اس کو پیٹ کے بل لٹا دیا جائے گا پھر دجال کہے گا: اسے پکڑو! اور زخمی کرو پھر مار مار کر اس کی پیٹھ اور پیٹ چوڑے کر دیئے جائیں گے۔ پھر دجال کہے گا: کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا: تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر حکم دیا جائے گا تو اس کو سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک آرے سے چیر دیا جائے گا پھر دجال اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا اور کہے گا: کھڑا ہو جاؤ! پس وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا پھر وہ اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان رکھتا ہے؟ وہ کہے گا: تیرے اس سلوک سے تیرے متعلق میری بصیرت میں مزید اضافہ ہوا ہے پھر وہ (مومن) کہے گا: اے لوگو! میرے بعد یہ کسی انسان سے ایسا سلوک نہیں

کر سکے گا پھر دجال اسے پکڑے گا تا کہ اسے ذبح کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن سے لے کر پسلی تک کو تانبا بنا دے گا اور دجال اسے ذبح نہیں کر سکے گا پھر وہ اس کو ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑے گا اور اس کو پھینک دے گا۔ لوگ گمان کریں گے کہ اس نے اسے دوزخ میں پھینک دیا ہے حالانکہ اسے جنت میں پھینکا گیا ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مومن کی شہادت تمام شہیدوں سے عظیم ہوگی۔ (مسلم)

بخاری نے اس حدیث کے بعض حصے کو معناً روایت کیا ہے۔

حل لغات:

المسالح: پہرے دار سپاہی کو کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 22 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(تو ایک مومن شخص اس کی طرف چلے گا) یہ صاحب مدینہ سے نکلیں گے۔ غالبًا حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے آپ ہی پر دجال کا زور ختم ہوگا۔ (مرقات)

(راستے میں اسے مسلح پہریدار یعنی دجال کے پہریدار ملیں گے) مسالح ہے جمع مسلح کی، مسلح کے معنی ہیں ہتھیار رکھنے کی جگہ یعنی ملک کی سرحد پھر سرحد کے باشندے کو مسالح کہنے لگے کہ وہ لوگ ہر وقت ہتھیار بند رہتے ہیں، پھر محافظ سپاہیوں کو مسالح کہنے لگے کہ اکثر سپاہی ہتھیار بند ہوتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) معلوم ہوا کہ دجال اپنے سپاہی چھوڑے گا جو لوگوں کو اس مردود تک پہنچائیں گے۔

(وہ جواب دے گا: میں اس کی طرف جا رہا ہوں جس نے خروج کیا ہے) آپ کا یہ فرمان نہایت حقارت کے انداز میں ہوگا۔ خرج سے اشارۃً یہ فرمائیں گے کہ دجال راہِ حق سے نکلا ہوا ہے ایمان سے ہٹا ہوا ہے۔

(وہ کہے گا: ہمارا رب تو وہ ہے جو چھپا ہوا نہیں ہے) یعنی اے بیوقوفو! رب تعالیٰ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں وہ تمام عیوب سے پاک ہے تمام صفات سے موصوف ہے۔ دجال کھاتا پیتا ہے، پیشاب پاخانہ کرتا ہے، سوتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ کانا ہے جس میں یہ عیوب ہوں وہ رب کیسا تم اسے رب کیوں مانتے ہو۔

(وہ کہیں گے: اسے قتل کر دو) خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے سپاہیوں میں سے بعض کہیں گے کہ انہیں یہاں ہی قتل کر دو بعض کہیں گے کہ نہیں انہیں دجال کے پاس لے چلو۔

(جب مومن اسے دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے) یعنی یہ صاحب دجال کی صورت اس کی کالی آنکھ کالا منہ دیکھ کر پکاریں گے کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کا مردود بندہ ہے۔

پہلا شبح بمعنی چوڑائی میں ڈال دینا یعنی مارنے کے لیے اس کو زمین پر الٹا لٹا دینا جسے پنجابی میں کہتے ہیں لما پا دینا۔ دوسرا شبحو شبح سے بمعنی زخمی کرنے سے ہے یعنی پہلے انہیں زمین پر لمبا ڈالو پھر انہیں اتنا مارو کہ زخمی ہو جاویں ان دونوں کی اور کئی شرحیں ہیں جو اسی جگہ لمعات میں مذکور ہیں۔

(پھر مار مار کر اس کی پیٹھ اور پیٹ چوڑے کر دیئے جائیں گے) پیٹھ چوڑی کرنا ایک خاص محاورہ ہے یعنی مار مار کر ایسا حال کر دیں گے کہ اگر ان کی پیٹھ لوہے یا سونے چاندی کی ہوتی تو کٹ کٹ کر چوڑی ہو جاتی۔ مقصد یہ ہے کہ بہت ہی ماریں گے مگر وہ اف نہ کریں گے، ہر کام اور ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام دجال پر اپنی کرامت یا معجزہ نہ جاری کریں گے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ورنہ یہ خضر وہ ہیں جنہوں نے ایک اشارہ سے گرتی دیوار سیدھی کر دی تھی اور ایک انگلی سے بچہ کا سر اکھیڑ کر اسے مار دیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

(وہ کہے گا: تو جھوٹا مسیح ہے۔) یعنی تو جھوٹا مسیح ہے جسے سچے مسیح علیہ السلام قتل کریں گے، یہ فیصلہ الٰہی ہے ورنہ میں ہی تجھے ہلاک کر دیتا۔ (مرقات)

(اور دجال اسے ذبح نہیں کر سکے گا) اللہ اکبر یہ ہے اللہ کی راہ میں مصیبت جھیلنا کہ لکڑی کھیرے کی طرح آرہ سے چیرے گئے اف نہ کی لوگ یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

(پھر وہ اس کو ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑے گا اور اس کو پھینک دے گا۔ لوگ گمان کریں گے کہ اس نے اسے دوزخ میں پھینک دیا ہے حالانکہ اسے جنت میں پھینکا گیا ہوگا۔) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقابلہ کے وقت کرامت و معجزہ سارے جادو اور استدراج پر غالب رہتا ہے مگر جب مقابلہ نہ ہو تو جادو، استدراج وغیرہ ولی نبی پر اثر کر دیتے ہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سارے جادوگر فیل ہو گئے کہ وہاں مقابلہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو نے اثر کر دیا کہ وہاں مقابلہ نہ تھا بعض انبیاء کرام کو تلوار سے شہید یا زخمی کیا گیا یہاں دوسری صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر زندگی باقی ہو جب بھی عارضی موت آسکتی ہے۔ حضرت خضر کی زندگی قریب قیامت تک ہے مگر آج وہ دجال کے ہاتھوں عارضی طور پر شہید کر دیئے گئے، عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ اپنی زندگی ختم کر کے مرے ہوتے تھے مگر آپ دعا سے دوبارہ عمر پاتے تھے۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مومن کی شہادت تمام شہیدوں سے عظیم ہوگی۔) یعنی یہ صاحب اس زمانہ کے تمام شہید مسلمانوں میں اول درجہ کے شہید ہوں گے کیونکہ ایک بار تو آرہ سے چیرے گئے پھر دوبارہ قتل و ذبح کے لیے لٹائے گئے پھر ظاہری آگ میں پھینکے گئے ان سب کے سوا ایسے موقع پر نہایت جرأت و ہمت سے مردانہ وار دجال کے مقابل ہو کر سینکڑوں کے ایمان کو بچا گئے اور ظاہر ہے کہ جیسے کارناموں جیسی تکلیف ویسا درجہ۔ اس الناس میں حضرات شہداء احد، بدر و حنین یا شہداء کربلا داخل نہیں کہ ان کے درجہ تک کوئی مسلمان تا قیامت نہیں پہنچ سکتا لہٰذا حدیث واضح

ہے۔اس پر یہ اعتراض نہیں کہ سید الشہداء تو حضرت حمزہ یا شہداء کربلا امام حسین ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ درجہ ان کی نبوت کی وجہ سے سب سے بڑھ جاوے کہ نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر 320)

(۹۲۵) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ، وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ: "مَا يَضُرُّكَ" قُلْتُ: اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهْرَ مَاءٍ. قَالَ: "هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ دجال کے متعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مجھ سے زیادہ سوال کسی نے نہیں پوچھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: وہ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں اس کے ہمراہ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر ہوگا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

خُبْزٍ: روٹی۔ چپاتی۔

تعارف راوی:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 791 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: وہ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا) یعنی تم دجال سے مطلقاً خوف نہ کرو گے کیونکہ دجال تم کو ایمان سے نہ ہٹا سکے گا یا اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں نہ آئے گا یا اس لیے کہ تم ایمان میں پختہ ہو اگر وہ تمہارے زمانہ میں آ بھی گیا تو تم کو بہکا نہ سکے گا تم ایمانی قلعہ میں ہو۔ بہرحال اس میں حضرت مغیرہ کی عمر اور آپ کی پختگی ایمان دونوں کی غیبی خبر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حال سے خبردار ہیں۔

(میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں اس کے ہمراہ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔) یعنی اس مردود کے ظہور کے وقت دنیا میں پانی اور رزق کی بہت تنگی ہوگی اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی پھر مجھے وہ کیوں نہ بہکا سکے گا، روٹی پانی کی ایسی تنگی میں روٹی پانی سے بڑے بڑے بہک جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے اپنے ایمان کا خوف، یہ خوف قوت ایمان کی دلیل ہے اس میں حضور انور کی خبر جھٹلانا نہیں بلکہ خوف کا اظہار ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرما لیا مگر انہیں پھر بھی خدا تعالیٰ کی ہیبت ہے۔

---

(۹۲۵) صحیح البخاری، الفتن باب ذکر الدجال، رقم الحدیث: 7122، وصحیح مسلم، الفتن، باب فی الدجال وھو اھون علی اللہ عزوجل، رقم الحدیث: 2939

(هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ) ذالك سے اشارہ ہے گمراہ کرنے کی طرف یعنی دجال میرے صحابہ کو بہکانے سے مجبور ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ میرے صحابہ پر داؤ چلائے۔ یا ذالک سے اشارہ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کی طرف ہے یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل وخوار ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ وغیرہ ہو اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا محض دھوکا شعبدہ ہوگا جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر: 336)

(۹۲۶) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی امت کو کانے دروغ گو (دجّال) سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار! وہ کانا ہے، اور بے شک تمہارا ربّ (نعوذ باللہ) کانا نہیں ہے، اس (دجال) کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوگا۔ (متفق علیہ)

(۹۲۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ! إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی؟ بے شک وہ کانا ہے، اور اس کے ہمراہ جنت اور جہنم جیسی دو چیزیں ہوں گی اور جسے وہ جنت کا نام دے گا وہ آگ ہوگی۔ (متفق علیہ)

کانا دجال:

(۹۲۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ، فَقَالَ: "إِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کانا نہیں ہے خبردار! مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا گویا کہ اس کی آنکھ

(۹۲۶) صحیح البخاری، الفتن، باب ذکر الدجال، رقم الحدیث: 7131، وصحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، رقم الحدیث: 2933

(۹۲۷) صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ عزوجل: (ولقد أرسلنا نوحا الی قومہ)، رقم الحدیث: 3338، وصحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، رقم الحدیث: 2936

(۹۲۸) صحیح البخاری، الفتن، باب ذکر الدجال، رقم الحدیث: 7127، وصحیح مسلم، الفتن، باب ذکر ابن صیاد، رقم الحدیث: 169 قبل رقم الحدیث: 2935

پھولا ہوا انگور ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اَعْوَرُ: کانا۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی دجال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو انگور کی طرح ابھری ہوئی جو ہر شخص کو نظر آوے اپنے اس عیب کو دور نہ کر سکے گا۔ خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت تو مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جاوے۔ دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی عجوبہ نہیں دکھا سکتا یہ خوب خیال رکھو۔ یہاں مسیح بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ممسوح العین ایک آنکھ کا کانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں وہاں مسیح بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برکت کے لیے چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ، بیماروں کو اچھا کرنے والا۔ طافیہ بنا ہے طفی سے بمعنی اوپر ہونا اور ابھرنا اس لیے جو مچھلی پانی پر تر کر آ جاوے اسے طافیہ کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر: 314)

(۹۲۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ حَتّٰی یَخْتَبِئَ الْیَهُوْدِیُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ. فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ: یَا مُسْلِمُ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلْفِیْ تَعَالَ فَاقْتُلْهُ. اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْدِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے اور شجر و حجر آواز دیں گے: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ آ اور اسے قتل کر دے، سوائے غرقد کے درخت کے کیونکہ وہ یہودیوں کے درختوں میں سے ہے۔ (متفق علیہ)

قیامت کی نشانی:

(۹۳۰) وَعَنْهُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ

---

(۹۲۹) صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب قتال الیہود، رقم الحدیث: 2926، وصحیح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل......، رقم الحدیث: 2922

بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ بِالْقَبْرِ، فَیَتَمَرَّغَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُ: یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ، وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ، مَا بِہٖ اِلَّا الْبَلَاءُ''. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا اور اس پر لیٹ کر کہے گا: کاش! اس قبر والے کی جگہ میں اس قبر میں ہوتا حالانکہ اس کے ذمہ قرض نہیں ہوگا وہ صرف آزمائش کی وجہ سے ایسا کرے گا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

فَیَتَمَرَّغَ: لوٹ پوٹ ہونا، لیٹنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کاش! اس قبر والے کی جگہ میں اس قبر میں ہوتا) یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے۔

(حالانکہ اس کے ذمہ قرض نہیں ہوگا وہ صرف آزمائش کی وجہ سے ایسا کرے گا۔) یعنی اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگا، انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا، یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا فتنے ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی، وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جائے گی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر: 289)

سونے کا پہاڑ:

(۹۳۱) وَعَنْہُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَھَبٍ یُقْتَتَلُ عَلَیْہِ، فَیُقْتَلُ مِنْ کُلِّ مِئَۃٍ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ،

---

(۹۳۰) صحیح البخاری، الفتن، باب لاتقوم الساعۃ حتی یغبط اہل القبور، رقم الحدیث: 7115، وصحیح مسلم، الفتن، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل......، رقم الحدیث: 157، بعد رقم الحدیث: 2907

(۹۳۱) صحیح البخاری، الفتن باب خروج النار، رقم الحدیث: 7119، وصحیح مسلم، الفتن، باب لاتقوم الساعۃ، حتی یحسر الفرات عن جبل من ذھب، رقم الحدیث: 2894

فَيَقُوْلُ كُلُّ رجُلٍ مِّنْهُمْ: لَعَلِّيْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا أَنْجُو".
وَفِي رِوَايَةٍ: "يُوْشِكُ أَنْ يَّحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا".
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر کردے گا اس سونے کے لئے لوگ آپس میں لڑیں گے اور ہر سو میں سے ننانوے آدمی قتل ہو جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص کہے گا: شاید نجات پانے والا ایک آدمی میں ہی ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے: قریب ہے کہ فرات سونے کے خزانے ظاہر کردے تو جو اس وقت موجود ہو وہ اس خزانے میں سے کچھ بھی نہ لے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1 ،حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی فرات کا پانی خشک ہو جاوے گا اور اس کی تہ میں سونا چاندی کا خزانہ ظاہر ہوگا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(تو جو اس وقت موجود ہو وہ اس خزانے میں سے کچھ بھی نہ لے۔) یعنی اس سونے چاندی سے دور بھاگے وہاں ٹھہرے بھی نہیں کیونکہ اس پر بڑی لڑائی اور عام قتل ہوگا، نیز اس خزانہ کے لینے سے عذاب الٰہی نازل ہوگا بلائیں آئیں گی، نیز یہ مال خزانہ قارونی کی طرح منحوس ہوگا اس سے نفع لینا حرام ہوگا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:286)

(۹۳۲) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَآخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا، حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: لوگ مدینہ طیبہ کو عمدہ حالت میں چھوڑیں گے اس کی سرزمین پر رزق کے متلاشیوں کے سوا کوئی چیز نہ ہوگی اور

(۹۳۲) صحیح البخاری، فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، رقم الحدیث: 1874، وصحیح مسلم، الحج، باب فی المدینۃ حین یترکہا اہلہا، رقم الحدیث: 1389

(رزق کے متلاشیوں سے) مراد یہاں درندے اور پرندے ہیں اور سب سے آخر میں قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے اٹھائے جائیں گے وہ اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے مدینہ طیبہ جارہے ہوں گے اور وہ مدینہ کو وحشی جانوروں سے بھرا ہوا پائیں گے حتیٰ کہ جب وہ "ثنیۃ الوداع" کے مقام پر پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (متفق علیہ)

(۹۳۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَكُوْنُ خَلِیْفَةٌ مِّنْ خُلَفَائِكُمْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَحْثُو الْمَالَ وَلَا یَعُدُّهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو (لوگوں کو) مال دے گا اور اسے گنے گا نہیں۔ (مسلم)

(۹۳۴) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَّطُوْفُ الرَّجُلُ فِیْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَّاْخُذُهَا مِنْهُ، وَیُرَی الرَّجُلُ الْوَاحِدُ یَتْبَعُهٗ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً یَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَ كَثْرَةِ النِّسَاءِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک آدمی سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا اور اسے کوئی آدمی ایسا نہ ملے گا جو اس سے صدقہ قبول کرے اور ایک آدمی کو دیکھا جائے گا کہ چالیس عورتیں اس کی پناہ لینے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہی ہوں گی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ مردوں کی تعداد کم ہوگی اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ (مسلم)

امانت کا اجر:

(۹۳۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اشْتَرٰی رَجُلٌ مِّنْ رَّجُلٍ عَقَارًا، فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْكَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ: اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا، فَتَحَاكَمَا اِلٰی رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا اِلَیْهِ: اَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا: لِیْ غُلَامٌ، وَقَالَ الْاٰخَرُ: لِیْ جَارِیَةٌ قَالَ: اَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ، وَاَنْفِقُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک

(۹۳۳) صحیح مسلم، الفتن، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل......، رقم الحدیث: 2914،2913

(۹۳۴) صحیح مسلم، الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ قبل ان لا یوجد من یقبلھا، رقم الحدیث: 1012

(۹۳۵) صحیح البخاری، أحادیث الانبیاء، باب: 54، رقم الحدیث: 3472، وصحیح مسلم، الاقضیۃ، باب استحباب اصلاح الحاکم بین الخصمین، رقم الحدیث: 1721

آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی جس نے خریدی تھی اس نے اس زمین میں ایک گھڑا دیکھا جس کے اندر سونا تھا۔ زمین کے خریدار نے اس زمین بیچنے والے سے کہا اپنا سونا لے لو کیونکہ میں نے تم سے زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا' زمین کے مالک نے کہا: میں نے تیرے ہاتھ زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب فروخت کیا ہے تو انہوں نے ایک آدمی کو اپنا ثالث بنالیا اس نے کہا: کیا تمہارا کوئی بچہ ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: میرا ایک بچہ ہے' اور دوسرے نے کہا: میری ایک بچی ہے' اس ثالث نے کہا: تم اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کردو اور ان دونوں پر یہ سونا خرچ کرو اور صدقہ کرو۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

فَتَحَاكَمَا: وہ دونوں فیصلہ (مقدمہ) لے گئے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(جس نے خریدی تھی اس نے اس زمین میں ایک گھڑا دیکھا جس کے اندر سونا تھا) یعنی جب خریدار نے اس زمین میں کنواں یا بنیاد کھودی تو اس میں دفینہ پایا۔ کان و دفینہ مل جانے کے احکام کتب فقہ میں دیکھئے۔

(زمین کے خریدار نے اس زمین بیچنے والے سے کہا اپنا سونا لے لو) سبحان اللہ! کیسے ایماندار لوگ تھے، خریدار کہہ رہا ہے کہ میں نے صرف زمین خریدی ہے اور یہ سونا زمین میں نہیں یہ تیرا ہے، بائع کہتا ہے کہ زمین کی فروخت میں اس کے اندر کی تمام چیزیں بک جاتی ہیں جیسے اس کے اندر کا پانی اور کان وغیرہ لہٰذا یہ سونا بھی بک گیا اور زمین کی طرح اس کا بھی تو ہی مالک ہو گیا۔

(تو انہوں نے ایک آدمی کو اپنا ثالث بنالیا) ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا مقرر کردہ پنچ تھا اور ہوسکتا ہے کہ حاکم ہی ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ بعض محدثین کے خیال میں یہ حاکم داؤد علیہ السلام تھے۔ واللہ اعلم!

وَصَدِّقُوْا یا اَنْفِقُوْا کا بیان ہے یا علیحدہ حکم یعنی ان بچوں پر سارا خرچ کرو جس میں صدقہ کا ثواب ملے گا یا کچھ ان پر خرچ کرو کچھ فقراء پر۔ (حاشیہ مشکوۃ) خیال رہے کہ دفینہ کے یہ احکام ہمارے دین میں نہیں، ہمارے ہاں دفینہ اگر کفار کا ہے تو اس کا اور حکم ہے اور اگر مسلمانوں کا ہے تو اور حکم، رہا یہ فیصلہ کہ کس کا دفینہ ہے علامت سے کیا جائے گا، تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی و حاکم حتی الامکان فریقین میں صلح کی کوشش کرے اور ان کو اچھی بات کا حکم کرے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر: 484)

ماں کی محبت:

(۹۳۶) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا. فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الْاُخْرٰى: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَا اِلٰى دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتَاهُ. فَقَالَ: ائْتُوْنِي بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ! رَحِمَكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: دو عورتیں تھیں ان کے ہمراہ ان کے دو بچے تھے۔ پس بھیڑیا آیا اور وہ ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا اس نے اپنی ساتھی عورت سے کہا: بھیڑیا تمہارا بچہ لے گیا ہے دوسری نے کہا: وہ تو تمہارا بچہ تھا وہ اپنا مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئیں تو انہوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ کیا۔ پھر وہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئیں اور ان کی خدمت میں واقعہ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے ایک چھری دو تاکہ میں اس بچے کو کاٹ کر تمہارے درمیان تقسیم کردوں تو چھوٹی نے کہا: آپ ایسا نہ کریں اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ بچہ بڑی کا ہے تو آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

سِکِّیْنِ: چھری۔ چاقو۔ خنجر۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(دو عورتیں تھیں ان کے ہمراہ ان کے دو بچے تھے) یہ دونوں عورتیں اپنے اپنے لڑکے جنگل میں بٹھال کر کسی کام میں مشغول ہوگئیں کہ یہ حادثہ پیش آگیا اور باقی ماندہ بچہ میں جھگڑا پڑ گیا۔

(اس نے اپنی ساتھی عورت سے کہا: بھیڑیا تمہارا بچہ لے گیا ہے دوسری نے کہا: وہ تو تمہارا بچہ تھا) خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک چاہتی تھی کہ یہ بچہ مجھے ملے ایک تو واقعی ماں تھی دوسری ماں بنی جا رہی تھی۔

(تو انہوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ کیا۔) بڑی کے حق میں یہ فیصلہ فرمانا اس لیے تھا کہ وہ اس بچہ پر قابض تھی یا اس

(۹۳۶) صحیح البخاری، الفرائض، باب اذا ادعت المرأة ابنا، رقم الحدیث: 6769، وصحیح مسلم، الاقضیۃ، باب اختلاف المجتہدین، رقم الحدیث: 1720

لیے کہ بچہ اس کی ہم شکل تھا۔ بہر حال یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد سے تھا، وحی الٰہی سے نہ تھا ورنہ اس کی اپیل نہ ہوتی اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کا اجتہاد برحق ہے اور نبی بھی اجتہاد فرماسکتے ہیں۔

(پھر وہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئیں اور ان کی خدمت میں واقعہ عرض کیا) اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی اپیل ہوسکتی ہے اور اپیل والا حاکم پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے بشرطیکہ پہلا فیصلہ اجتہاد سے ہوا ہو وحی سے نہ ہو وحی کی اپیل ناممکن ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ"۔

(تو انہوں نے فرمایا: مجھے ایک چھری دو تا کہ میں اس بچے کو کاٹ کر تمہارے درمیان تقسیم کردوں) یعنی اس بچہ کی دو کھانپ کر کے تم دونوں کو ایک ایک دیدوں۔ خیال رہے کہ آپ نے اس بے گناہ بچے کے قتل کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کلام سے ان عورتوں کی شفقت ومحبت کی آزمائش فرمائی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بے قصور کے قتل کا ارادہ کرنا گناہ ہے اور نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

(تو چھوٹی نے کہا: آپ ایسا نہ کریں اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ بچہ بڑی کا ہے) اس وقت بڑی عورت یا تو خاموش رہی یا کچھ ہلکی تڑپی دکھلاوے کے لیے، حقیقی تڑپ اور بناوٹی تڑپ میں فرق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام اقرار کے لیے نہیں بلکہ بے قراری میں تڑپ کے طور پر ہے یعنی آپ اسے قتل نہ کریں اسی کو دے دیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ چھوٹی نے بڑی کے لیے اقرار کرلیا پھر آپ نے بڑی کو یہ بچہ نہ دیا، اس علامت سے آپ نے پہچان لیا کہ ماں یہ ہی ہے بچہ کی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہے۔

اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اجتہاد جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی اجتہاد میں غلطی بھی ہوجاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد میں خطا ہوئی۔ تیسرے یہ کہ خطا اجتہادی پر پکڑ اور مواخذہ نہیں ہوتا، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ ٹوٹ تو گیا مگر ان سے رب نے پوچھ گچھ نہ کی۔ چوتھے یہ کہ کبھی افضل کے مقابلے میں مفضول کا فیصلہ قوی اور قابل عمل ہوتا ہے، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد ہیں، ان تمام باتوں کے باوجود عملی فیصلہ سلیمان علیہ السلام پر کیا گیا لہٰذا امام اعظم کے فرمان کے ہوتے ہوئے قول صاحبین پر فتویٰ دینا عمل کرنا درست ہے، یہ حدیث اس کا ماخذ ہے ایک مقدمہ کا ذکر تو قرآن مجید میں فرمایا ہے: "فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ"۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:550)

(۹۳۷) وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

---

(۹۳۷) صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، رقم الحدیث:4156

"یَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، وَتَبْقٰی حُثَالَةٌ کَحُثَالَةِ الشَّعِیْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا یُبَالِیْهِمُ اللهُ بَالَةً". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◀◀ حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کرکے چلے جائیں گے اور پیچھے صرف تلچھٹ رہ جائے گا جیسے کہ جو یا کھجور کا چھلکا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ (بخاری)

شہدائے بدر کا مقام:

(۹۳۸) وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ جِبْرِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِیْکُمْ؟ قَالَ: "مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِیْنَ" اَوْ کَلِمَةً نَحْوَهَا. قَالَ: وَکَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَائِکَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◀◀ حضرت رفاعۃ بن رافع الزُرَقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ اپنے درمیان اہل بدر کا کیا مقام شمار کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم انہیں افضل مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کا کلمہ ارشاد فرمایا تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا جنگ بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا بھی یہی مقام ہے۔ (بخاری)

تعارف راوی:

رفاعہ ابن رافع: آپ کی کنیت ابو معاذ ہے، زرقی انصاری ہیں، بدر وغیرہ تمام غزوات میں حاضر ہوئے، جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے، امیر معاویہ کی سلطنت میں وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف الراء، فصل فی الصحابہ،)

شرح:

غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ حضرات صحابہ سے بیان کیا ہوگا انہوں نے حضور سے سن کر روایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے حضرت جبریل کو حاضر ہوتے ہوئے یہ عرض کرتے سنا ہو اور اگرچہ حضرت جبریل شکل انسانی میں تھے مگر اس گفتگو سے یہ حضرات پہچان گئے ہوں کہ آپ جبریل ہیں۔

(اور عرض کیا: آپ اپنے درمیان اہل بدر کا کیا مقام شمار کرتے ہیں؟) یعنی یارسول اللہ حضور اور صحابہ کرام اہلِ بدر کو اپنے مؤمنوں میں سے کس درجہ کا سمجھتے ہیں۔ تعدون میں خطاب حضور انور اور صحابہ کرام سے ہے اور ما فرمانا نہایت ہی

(۹۳۸) صحیح البخاری، المغازی، باب شہود الملائکۃ بدرا، رقم الحدیث:3992

موزوں ہے، یہاں مَن کی جگہ نہیں ہے مابمعنی کیف ہے یا مادرجہ کے لیے ہے۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم انہیں افضل مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں) اس جواب شریف سے معلوم ہوا غزوہ بدر میں شریک ہونے والے حضرات ان صحابہ سے افضل ہیں جو شریک نہ ہوئے۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان غنی بدر میں حکمًا شریک تھے کہ ان کے لیے ان کا گھر میدان بدر بنا دیا تھا کیونکہ وہ حضور انور کے حکم سے گھر میں رہے جناب رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمار داری کے لیے حضور جسے جو چاہیں بنا دیں، اگر چاہیں تو گجرات کو مدینہ بنا دیں، ہر مؤمن کی قبر ان شاء اللہ مدینہ ہوگی۔ شعر

بنا دو میرے سینہ کو مدینہ ۔۔۔ نکالو بحرِ غم سے یہ سفینہ

(حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا جنگ بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا بھی یہی مقام ہے) پانچ ہزار فرشتے بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آئے تھے یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت میکائیل و اسرافیل علیہم السلام بھی ہوں گے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 8، حدیث نمبر: 467)

(۹۳۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْمٍ عَذَابًا، أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى أَعْمَالِهِمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو اس قوم کا ہر فرد عذاب سے دوچار ہوتا ہے، اور پھر وہ اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

اسطوانِ حنانہ:

(۹۴۰) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ جِذْعٌ يَّقُوْمُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِيْ فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ، حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ فَسَكَنَ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ۔

---

(۹۳۹) صحیح البخاری، الفتن، باب اذا انزل اللہ بقوم عذابا، رقم الحدیث: 7108، وصحیح مسلم، الجنۃ، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت، رقم الحدیث: 2879

(۹۴۰) صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم الحدیث: 3584

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ،

فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: "بَكَتْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس سے ٹیک لگا کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ خطبہ دیا کرتے تھے تو جب مسجد میں منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی جیسی آواز سنی حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے۔ سو آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو اسے قرار آ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے: جب جمعہ کا دن آیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس کھجور نے چیخنا شروع کر دیا جس کے پاس کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ پڑے۔ اور ایک روایت میں ہے: اس نے بچے کی طرح چیخنا شروع کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے سواسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا تو اس نے اس روتے بچے کی طرح سسکیاں لینا شروع کر دیں جسے چپ کرایا جا رہا ہو حتیٰ کہ اسے قرار آ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھجور کا یہ تنا جو ذکر سنا کرتا تھا اس کے سبب رو رہا ہے۔ (بخاری)

حل لغات:

صِيَاحَ الصَّبِيِّ: بچے کی طرح رونا۔ چیخنا۔

تعارف راوی:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 4 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس ستون کا نام اسطوان حنانہ ہے، حنانہ بنا ہے حنین سے بمعنی باریک آواز سے رونا یہ ستون محراب النبی کے بائیں طرف بالکل متصل ہے اب وہاں اینٹ کا ستون ہے اسے اسطوان حنانہ ہی کہتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا حضور انور زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے۔

(ہم نے اس تنے سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی جیسی آواز سنی) رونے کی یہ آواز تمام صحابہ نے سنی یہ ستون کیوں رویا اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکر الٰہی سنا کرتا تھا اب اس سے محروم ہو گیا لہٰذا ذکر کی محرومی پر رو دیا۔ یہ محض غلط ہے آج ہم لوگ بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں ستون کیوں نہیں روتے، نیز خطبہ کی آواز تو اب بھی اس ستون تک آ رہی تھی کہ وہ منبر سے بالکل ہی قریب تھا، نیز پھر وہ حضور کے سینہ سے لگا لینے پر خاموش ہو گیا وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے یہ کہا۔ شعر

مسندت من بودم از من تاختی بر سر منبر تومند ساختی
در فراق تو مرا چوں سوخت جان چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

یہ گریہ وزاری اس لیے تھا کہ وہ جمعہ کے دن پشت پاک مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہوگیا اس فراق پر رو یا۔

(تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے سواسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا) یعنی جب حضور انور نے اس ستون کو اپنے سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس واقعہ سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ تمام حسینانِ جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انوکھے حسین ہیں کی ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں خالق کے محبوب ہیں، دیکھو لکڑیاں فراق میں گریہ وزاری کر رہی ہیں دوسرے یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ہوا ایک۔ حسن یوسف کی عاشق صرف زلیخا، لیلی پر فریفتہ صرف مجنوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جاں نثار عاشق لاکھوں، حسن یوسفی صرف بازار مصر میں چمکا، حسن محمدی ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

خواجہ حسن بصری جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے فرماتے تھے کہ حضور کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ چاند چرنے اور ستون کے رونے کی حدیثیں معنًی متواتر ہیں لفظًا مشہور مستفیض ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ستون قرب رسول فوت ہونے پر رو یا تھا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج8، حدیث نمبر:160)

(۹۴۱) وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللهَ تَعَالٰى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا، وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا". حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهٗ۔

◄◄ حضرت ابو ثعلبہ الخشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں تم انہیں ضائع نہ کرو اور اللہ نے کچھ حدود مقرر کی ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرو، اور اللہ نے چند چیزوں کو حرام قرار دیا ہے تم ان کا ارتکاب نہ کرو، اور اس نے کچھ چیزوں سے بغیر بھولے محض تم پر رحم کرتے ہوئے سکوت فرمایا تم ان کے متعلق بحث نہ کرو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے دار قطنی وغیرہ نے روایت کیا۔

(۹۴۱) ضعیف۔ سنن الدار قطنی، الرضاع، رقم الحدیث:4350

(۹۴۲) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ: نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شرکت کی اور ہم ٹڈیاں کھایا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے: ہم آپ کے ساتھ ٹڈیاں کھایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا:

(۹۴۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن ایک ہی بل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

يُلْدَغُ: ڈسا جاتا۔ از، لدغاً، بمعنی ڈسنا۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ ایک کافر شاعر جس کا نام ابوعزہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت میں سخت توہین آمیز اشعار کہا کرتا تھا، جنگ بدر میں گرفتار ہو گیا اس نے حضور انور سے گزشتہ کی معافی مانگی آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا حضور انور نے اسے چھوڑ دیا، وہ چھوڑ کر پھر اس حرکت میں مشغول ہو گیا، پھر جنگ احد میں گرفتار ہوا پھر اس نے معذرت کی اور صحابہ کرام نے اس کی رہائی کی سفارش کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا اور اسے رہائی نہ بخشی یعنی جس سوراخ سے ایک بار بچھو نے کاٹ لیا ہو اس سوراخ میں دوبارہ انگلی مت ڈالو، جس شخص سے ایک بار دھوکا کھا لیا ہو دوبارہ اس کے دھوکے میں نہ آؤ اس شاعر کو قتل کر دیا گیا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، حدیث نمبر:880)

---

(۹۴۲) صحیح البخاری، الذبائح والصید، باب أکل الجراد، رقم الحدیث:5495، وصحیح مسلم، الصید والذبائح، باب اباحۃ الجراد، رقم الحدیث:1952

(۹۴۳) صحیح البخاری، الأدب، باب لایلدغ المومن من جحر مرتین، رقم الحدیث:6133، وصحیح مسلم، الزہد والرقائق، رقم الحدیث:2998

(۹۴۴) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِلدُّنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا لَمْ يَفِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن کے ساتھ قیامت کے دن نہ تو اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور نہ ان کی جانب دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ آدمی جس کے پاس جنگل میں فالتو پانی ہو اور وہ مسافروں کو پانی نہ دے اور ایک وہ آدمی جو عصر کے بعد کسی کے ہاتھ کوئی چیز خرید و فروخت کرے اور قسم کھا کر کہے: میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی ہے اور خریدار اس کی تصدیق کردے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہو اور ایک وہ آدمی جو شخص دنیا کے لئے کسی امام کی بیعت کرے اگر وہ امام اسے دنیا میں کچھ دے تو (عہد) بیعت کو پورا کرے اور اگر وہ اسے دنیا میں سے کچھ نہ دے تو وہ اس عہد کو پورا نہ کرے۔ (متفق علیہ)

(۹۴۵) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ" قَالُوْا: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: اَبَيْتُ۔ قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ۔ "وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دو دفعہ صور پھونکے جانے کے بعد چالیس کا وقفہ ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! کیا چالیس دن کا؟ انہوں نے فرمایا: میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا چالیس سال کا؟ فرمایا: مجھے یقین نہیں ہے لوگوں نے پوچھا: کیا چالیس ماہ کا؟ فرمایا: میں یقین سے نہیں کہہ سکتا اور انسان کی پیٹھ کی ہڈی کے سوا اس کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی اور اسی ہڈی سے ہی اس کی تخلیق ترکیب پائے گی پھر اللہ عزوجل آسمان سے پانی نازل فرمائے گا اور لوگ اسی طرح اگ آئیں گے جیسے کہ سبزہ اگتا ہے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

اَلْبَقْلُ: سبزا، گھاس وغیرہ۔

(۹۴۴) صحیح البخاری، الأحکام، باب من بایع رجلا لا یبایعہ الا للدنیا، رقم الحدیث: 7212، وصحیح مسلم، الایمان، باب غلظ تحریم اسبال الازار، رقم الحدیث: 108

(۹۴۵) صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ (ونفخ فی الصور ......) رقم الحدیث: 4814 وصحیح مسلم، الفتن، باب ما بین النفختین، رقم الحدیث: 2955

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(انہوں نے فرمایا: میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔) یعنی مجھے یاد نہیں کہ حضور انور نے دن فرمایا یا مہینے یا سال اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر دوسری روایات میں چالیس سال وارد ہے۔

(پھر اللہ عزوجل آسمان سے پانی نازل فرمائے گا اور لوگ اسی طرح اگ آئیں گے جیسے کہ سبزہ اگتا ہے۔) یعنی اس غیبی بارش سے یہ گلے جسم درست ہو جائیں گے، روح پڑنے کے لائق ہو جائیں گے پھر صور پھونکنے پر یہ اجسام زندہ ہو جائیں گے۔

(اور انسان کی پیٹھ کی ہڈی کے سوا اس کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی) لہٰذا اگرچہ جنت میں سارے انسان جوان اور ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، دوزخی انسان اتنا بڑا کہ اس کی ایک داڑھ پہاڑ کی برابر مگر ہوں گے وہ ہی دنیا کے انسان کیونکہ ان کے اصل اجزاء وہ ہی ہوں گے روح وہ ہی ہوگی جو دنیا میں تھی لہٰذا اسلام کا محشر اور ہے آریوں کا تناسخ کچھ اور، حتیٰ کہ جو لوگ دنیا میں بندر سوّر بنادیئے گئے ان کے بھی اجزاء اصلیہ وہ ہی تھے اور روح وہ ہی تھی لہٰذا وہ بھی تناسخ نہیں۔

(عَجْبَ الذَّنَبِ) عجب الذنب کے لفظی معنی ہیں دم گچھ، عجب بمعنی اصل ذنب بمعنی دم، جانور کی دم اس ہڈی کے کنارہ سے شروع ہوتی ہے اس کا نام ہے، ریڑھ کی جو گردن سے شروع ہوتی ہے چوتڑ پر ختم ہوتی ہے اسی پر انسان بیٹھتا ہے یہ اس کے لیے ایسی ہے جیسے دیوار کے لیے بنیاد، اگر یہاں یہ ہی ہڈی مراد ہے تو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہڈی جلد فنا نہیں ہوتی، اسے خاک سو برس کے بعد گلاتی ہے اور اگر اس سے مراد ہیں اجزاء اصلیہ جو انسان کی جسم کی اصل ہیں تو وہ واقعی کبھی نہیں فنا ہوتے یہ ایسے باریک اجزاء ہیں جو خوردبین سے بھی دیکھنے میں نہیں آتے، انہیں انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں۔ عربی میں اجزاء لایتجزی۔ انسان جل جاوے، اسے شیر کھا جاوے اور پاخانہ بن کر اس کے پیٹ سے نکل جاوے وہ اجزاء ویسے ہی رہے ہیں حتیٰ کہ غذا خون نطفہ میں یہ اجزاء ہوتے ہیں انہیں اجزاء سے انسان پہلے بھی بنا تھا اور آئندہ بھی بنے گا اس لیے ہم بڈھے کو کہتے ہیں کہ یہ وہ ہی ہے جو پہلے بالشت بھر کا بچہ بلکہ نطفہ تھا وہ ہی کیسے کہا جاتا ہے انہیں اصلی اجزاء کو یہ خوب یاد رہے۔ زائد اجزاء میں فرق ہوتا رہتا ہے کہ بیماری میں گل کر نکل جاتے ہیں آدمی دبلا ہو جاتا ہے، عیش میں اور اجزاء بڑھ جاتے ہیں مگر اصل اجزاء اسی طرح رہتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر: 364)

نااہل حکمران:

(۹۴۶) وَعَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَآءَهُ أَعْرَابِيٌّ

فَقَالَ: مَتَی السَّاعَةُ؟ فَمَضَی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَکَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ یَسْمَعْ. حَتّٰی اِذَا قَضٰی حَدِیْثَهٗ قَالَ: اَیْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟" قَالَ: هَا اَنَا یَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: "اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" قَالَ: کَیْفَ اِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ". رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں بیٹھے لوگوں سے گفتگو فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور پوچھنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ تو نبی کریم ﷺ نے گفتگو جاری رکھی۔ بعض صحابہ کہنے لگے: حضور ﷺ نے اعرابی کا سوال سن تو لیا ہے لیکن آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا: بلکہ آپ نے اس کا سوال سنا ہی نہیں، حتیٰ کہ جب آپ ﷺ بات مکمل کر چکے تو فرمایا: قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: میں یہاں ہوں۔ یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: جب امانتوں کو ضائع کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا: امانتوں کو ضائع کرنے کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(ایک اعرابی آیا اور پوچھنے لگا: قیامت کب آئے گی؟) قیامت کی تاریخ مہینہ دن بتائیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی بخشا اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا گیا اس لیے تو آپ سے یہ سوال کرتے تھے، حضور انور نے بھی انہیں اس سوال پر کافر یا مشرک نہ کہا بلکہ قیامت کی علامات بیان فرمادیں اور علامتیں وہ بیان کرتا ہے جسے ہر شے کا پتہ ہو۔

(جب امانتوں کو ضائع کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو) یہاں امانت سے مراد امامت حکومت سلطنت وغیرہ ہے جو رب تعالیٰ کے امانتیں ہیں جو اس نے چند روز کے لیے بندوں کو سپرد فرمائی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(آپ نے فرمایا: جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو) اس طرح کہ حکومت فاسقوں یا عورتوں کو ملے، قاضی فقیر جاہل لوگ بنیں اور بے وقوف لوگ بادشاہ بنیں۔ توسید بنا ہے وسادۃ سے اس کے معنی ہیں تکیہ کسی

(۹۴۶) صحیح البخاری، العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل فی حدیثه ...، رقم الحدیث: 59

کے نیچے رکھنا یعنی نااہلوں کے سر تلے ان امانتوں کا تکیہ رکھ دیا جائے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:283)

(۹۴۷) وَعَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُصَلُّوْنَ لَكُمْ، فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ، وَاِنْ اَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (امراء) تمہیں نمازیں پڑھائیں گے اگر صحیح پڑھائیں تو تمہارے لیے ثواب ہے، اور اگر غلطی کریں تو تمہارے لیے ثواب اور ان کے لیے عذاب ہے۔ (بخاری)

(۹۴۸) وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: {كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ} (البقرۃ:110)

قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَاْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہو۔ فرمایا: لوگوں کے لیے بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں لوگ گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لائے، حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(۹۴۹) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ".

رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ. مَعْنَاهُ: يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل ان لوگوں سے خوش ہوگا جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔

ان دونوں احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں قید کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

حل لغات:

السَّلَاسِلِ: بیڑیاں، زنجیریں۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۹۴۷) صحیح البخاری، الاذان، باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفہ، رقم الحدیث:694

(۹۴۸) صحیح البخاری، التفسیر، باب: (کنتم خیر امۃ......) رقم الحدیث:4557

(۹۴۹) صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب الاساری فی السلاسل، رقم الحدیث:3010

شرح:

(اللہ عزوجل ان لوگوں سے خوش ہوگا جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے) اس طرح کہ جنگ میں گرفتار ہوکر آتے ہیں، پھر مسلمانوں کے اخلاق وعبادات سے اثر لے کر مسلمان ہوجاتے ہیں، پھر رب تعالیٰ انہیں حسن خاتمہ نصب فرماکر جنت میں داخل فرمادیتا ہے۔ یہ اسیری ان کی دوزخ سے رہائی جنت میں داخلہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ سرکار کا یہ فرمان عالی بدر کے قیدیوں کو ملاحظہ فرماکر تھا کہ وہ تمام ہی مسلمان بلکہ مسلمان گر ہوگئے۔ حضرت عباس حضرت ابوالعاص وغیرہم اسی دن ہی ایمان لے آئے تھے اگرچہ بعض نے اظہار ایمان فتح مکہ کے دن کیا۔ غرضیکہ ان کے لیے یہ قیدوبند اللہ کی رحمت ہوگئی۔ (از اشعہ) اس فرمان کی اور شرحیں بھی کی گئیں۔ بعض لوگ دنیاوی مصیبتیں دیکھ پاکر توبہ کرکے جنتی ہوجاتے ہیں ان کے لیے یہ مصیبتیں زنجیریں ہیں جن کے ذریعہ رب انہیں جنت کی طرف کھینچتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:853)

(۹۵۰) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ اَسْوَاقُهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں کی سب سے زیادہ محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور اس کے نزدیک شہروں کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ اس کے بازار ہیں۔ (مسلم)

بازار شیطان کا اکھاڑا ہے:

(۹۵۱) وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ قَالَ: لَا تَكُونَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطٰنِ، وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا.

وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَكُنْ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا. فِيهَا بَاضَ الشَّيْطٰنُ وَفَرَّخَ".

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہی کا قول مروی ہے' فرماتے ہیں کہ اگر تیرے لیے ممکن ہوتو وہ آدمی نہ بن جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہو اور نہ ایسا آدمی جو سب سے آخر میں بازار سے نکلے کیونکہ وہ شیطان کا اکھاڑا ہے وہیں وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔ اسے مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

---

(۹۵۰) صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح، وفضل المساجد، رقم الحدیث:671

(۹۵۱) صحیح مسلم، فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أم سلمۃ أم المؤمنین رضی اللہ عنہا، رقم الحدیث:2451

اور برقانی نے اسے اپنی صحیح میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو وہ آدمی نہ بن جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہو اور نہ وہ جو سب سے آخر میں بازار سے نکلے' کیونکہ شیطان وہیں انڈے دیتا ہے' اور وہیں بچے نکالتا ہے۔

حل لغات:

بَاضَ: انڈے دیتا ہے۔

فَرَّخَ: چوزے نکالتا ہے، بچے دیتا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 831 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان بازار ہی میں اپنے انڈے بچے دیتا ہے وہاں ہی اس کے جھنڈے گڑھتے ہیں، وہاں ہی نوے فی صد گناہ ہوتے ہیں اس لیے وہاں یہ دعا پڑھنا بہت بہتر ہے، دکاندار حضرات ضرور پڑھ لیا کریں کہ انہیں اکثر وقت وہاں ہی رہنا ہوتا ہے۔ آج کل کچہریاں بازاروں سے بدتر ہیں، وہاں بھی یہ دعا ضرور پڑھے۔

دعا یہ ہے:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اکیلا ہے وہ جس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی کا ملک ہے، اسی کی تعریف ہے زندگی اور موت دیتا ہے وہ خود زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا اسی کے قبضہ میں خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج4، حدیث نمبر:48)

(۹۵۲) وَعَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ، قَالَ: "وَلَكَ". قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: اَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَكَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ: {وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ} (محمد:19)۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀ ◀ حضرت عاصم الاحول حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی مغفرت فرمائی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں بھی معاف فرما دے۔ عاصم کہتے ہیں میں نے ان (حضرت عبداللہ) سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

(۹۵۲) صحیح مسلم، الفضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ وصفتہ ومحلہ من جسدہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، رقم الحدیث: 2346

اور تیرے لیے بھی۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور دعا مانگا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے"۔ (مسلم)

(۹۵۳) وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى: اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

◀ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیائے اولین کے کلام سے جو کلام لوگوں تک پہنچا ہے اس میں سے یہ کلام بھی ہے: اگر تجھے شرم نہیں آتی تو پھر تو جو چاہے کرتا رہ۔ (بخاری)

(۹۵۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے خون (قتل ناحق) کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

(۹۵۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے جنوں کو بھڑکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدمی کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تمہارے سامنے بیان ہو چکا ہے۔ (مسلم)

نبی اکرم ﷺ کا خلق:

(۹۵۶) وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. قَالَتْ: كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ۔

---

(۹۵۳) صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 54، رقم الحدیث: 3484

(۹۵۴) صحیح البخاری، الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، رقم الحدیث: 6533، وصحیح مسلم، القسامۃ والمحاربین، باب المجازاۃ بالدماء فی الآخرۃ......، رقم الحدیث: 1678

(۹۵۵) صحیح مسلم، الزہد والرقائق، باب فی احادیث متفرقۃ، رقم الحدیث: 2996

(۹۵۶) صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ أو مرض، رقم الحدیث: 746

رَوَاہُ مُسْلِمٌ فِیْ جُمْلَۃِ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ۔

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے' فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق قرآن ہے۔ اس کو مسلم نے ایک طویل حدیث کے جملہ سے روایت کیا۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1 ، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی قرآن کریم پر عمل آپ کی جبلی عادات کریمہ تھیں، یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن، آپ کا ہر عمل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے، قرآن ہماری ہدایت کے لیئے آیا نہ کہ حضور کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیئے فرمایا گیا "ھُدًی لِّلنَّاسِ" اور فرمایا "ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا، آپ تو اول ہی سے ہدایت یافتہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر:495)

(۹۵۷) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهُ". فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ، فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ: "لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ، وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے' اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے تو ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ بات نہیں' بلکہ مومن کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت رضا اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے' اور کافر کو جب اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔ (مسلم)

(۹۵۷) صحیح مسلم، الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ......، رقم الحدیث:2684

حل لغات:

سَخَطِ: غضب، جلال۔

تعارف راوی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 2 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے) یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی منہ سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا۔ پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے، ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے، اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی، ہر ایک کی زندگی، موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی، ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے۔

(میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے تو ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں) جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے، نہ اس لیئے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصًا حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی کہاں، فقر و فاقہ میں نہایت سادہ زندگی گزاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث نہ ملی، اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھ لی اور ۵۳ سال کی عمر شریف یونہی گزاری رضی اللہ عنہا وعنہن۔

(فرمایا: یہ بات نہیں، بلکہ مومن کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت رضا اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے) یہ تو عام مؤمنوں کا حال ہے، خواص کو جان کنی کے وقت جمال مصطفی دکھا دیا جاتا ہے، ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے، پھر انہیں جانکنی قطعًا محسوس نہیں ہوتی، روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا۔

(کافر کو جب اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے) چنانچہ کافر کو موت کے وقت میں تین مصیبتیں جمع ہوجاتی ہیں: دنیا چھوٹنے کا غم، آئندہ مصیبتوں کا خوف، جان نکلنے کی شدت۔ غرضکہ مؤمن کی موت عید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیئے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی شادی۔ خلاصہ موت پہلے ہے، رب سے ملنا بعد میں لہٰذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج2، حدیث نمبر: 826)

(۹۵۸) وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا. فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا, فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِأَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي, فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا. فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلٰى رِسْلِكُمَا, إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا: سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ, فَقَالَ: "إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ, وَإِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: شَيْئًا -". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں رات کے وقت زیارت کے لئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی پھر واپسی کے لئے اٹھی تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بھی میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ مجھے واپس بھیجیں' تو انصار کرام میں سے دو آدمی گزرے جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو تیز چلنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آہستہ چلو وہ صفیہ بنت حیی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کے اندر خون کی طرح چلتا ہے' اور مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں برائی نہ ڈال دے یا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شے (نہ ڈال دے)۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

ام المؤمنین صفیہ بنت حیی: آپ صفیہ بنت حیی ابن اخطب ہیں، آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں وہ محرم ۷ھ میں غزوہ خیبر میں مارا گیا آپ قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں پہلے دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں، پھر حضور انور نے انہیں قبول فرمایا، ۵۰ھ پچاس میں آپ کی وفات ہوئی، بقیع میں دفن ہوئیں۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 8، ص430)

شرح:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا کہ بدگمانی سے اجتناب ضروری و لازمی ہے، ارشاد باری تعالٰی۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔ (پ۲۶، الحجرات: ۱۲)

اور حدیث صحیح میں فرمایا:

"اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ"

(۹۵۸)) صحیح البخاری، الاعتکاف، باب ہل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد، رقم الحدیث: 2035، وصحیح مسلم، السلام، باب بیان أنہ یستحب لمن رؤی خالیا بامرأۃ......2175

گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب یاایھا الذین امنوا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۶۰۶۶، ج ۴، ص ۱۱۷)

(۹۵۹) وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: شَھِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ، فَلَزِمْتُ اَنَا وَاَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عبد الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُفَارِقْہُ، وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عَلٰی بَغْلَۃٍ لَہٗ بَیْضَاءَ، فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ، وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَرْکُضُ بَغْلَتَہٗ قِبَلَ الْکُفَّارِ، وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَکُفُّھَا اِرَادَۃَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ، وَاَبُوْ سُفْیَانَ اٰخِذٌ بِرِکَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَیْ عَبَّاسُ، نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَۃِ". قَالَ الْعَبَّاسُ - وَکَانَ رَجُلًا صَیِّتًا - فَقُلْتُ بِاَعْلٰی صَوْتِیْ: اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَۃِ، فَوَاللّٰہِ لَکَاَنَّ عَطْفَتَھُمْ حِیْنَ سَمِعُوْا صَوْتِیْ عَطْفَۃُ الْبَقَرِ عَلٰی اَوْلَادِھَا، فَقَالُوْا: یَا لَبَّیْکَ یَا لَبَّیْکَ، فَاقْتَتَلُوْا ھُمْ وَالْکُفَّارُ، وَالدَّعْوَۃُ فِی الْاَنْصَارِ یَقُوْلُوْنَ: یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَۃُ عَلٰی بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَھُوَ عَلٰی بَغْلَتِہٖ کَالْمُتَطَاوِلِ عَلَیْھَا اِلٰی قِتَالِھِمْ، فَقَالَ: "ھٰذَا حِیْنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ"، ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، حَصَیَاتٍ فَرَمٰی بِھِنَّ وُجُوْہَ الْکُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: "انْھَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ"، فَذَھَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰی ھَیْئَتِہٖ فِیْمَا اَرٰی، فَوَاللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ رَّمَاھُمْ بِحَصَیَاتِہٖ، فَمَا زِلْتُ اَرٰی حَدَّھُمْ کَلِیْلًا وَّاَمْرَھُمْ مُدْبِرًا۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْوَطِیْسُ" التَّنُّوْرُ، وَمَعْنَاہُ: اشْتَدَّتِ الْحَرْبُ۔ وَقَوْلُہٗ: "حَدَّھُمْ" ھُوَ بِالْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ: اَیْ بَاْسَھُمْ۔

◀◀ حضرت ابوالفضل العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوا میں اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بالکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ نہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جب مسلمانوں اور مشرکین کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خچر کو کفار کی طرف ایڑ لگانا شروع کر دیا۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور میں اسے روک رہا

---

(۹۵۹) صحیح مسلم، الجہاد والسیر، باب غزوۃ حنین، رقم الحدیث: 1775

تھا۔اس خیال سے کہ وہ تیز نہ چلے اور ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب پکڑی ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عباس! اصحاب سمرہ (یعنی بیعت رضوان والوں) کو بلاؤ حضرت عباس فرماتے ہیں: اور وہ بلند آواز والے تھے تو میں نے با آواز بلند کہا: اصحاب سمرہ (بیعت رضوان والے) کہاں ہیں؟
خدا کی قسم! جب انہوں نے میری آواز سنی تو اس طرح واپس آئے جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف آتی ہے' اور وہ کہنے لگے: ہم حاضر ہیں' ہم حاضر ہیں' پھر مسلمانوں اور کافروں نے ایک دوسرے سے جنگ کی' اور انصار کے درمیان یہ آواز آ رہی تھی: اے جماعت انصار! اے جماعت انصار! پھر یہ آواز بنوالحارث بن خزرج تک محدود ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خچر پر سوار ہو کر جھانکنے کے سے انداز میں لڑائی کو دیکھا اور فرمایا: یہ ایسا وقت ہے جس میں (جنگ کا) تنور گرم ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کنکریاں لیں اور انہیں کفار کے چہرے کی طرف پھینکا۔ پھر فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے ہیں' سو میں گیا تو دیکھا جنگ اسی طرح جاری ہے جیسے کہ میں دیکھ رہا تھا۔ خدا کی قسم! جونہی آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں تو میں یہ دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہو گئی ہے' اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہیں۔ (مسلم)

حل لغات:

اَلْوَطِیْسُ: تنور، یہاں مراد میدان جنگ ہے۔

تعارف راوی:

عم الرسول حضرت عباس بن ابی مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 596 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

حنین ایک جنگل کا نام ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اس گنہگار نے وہاں کی زیارت کی ہے۔ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا، بنی ہوازن سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تھا پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح کامل عطا فرمائی یہ بنی ہوازن جناب حلیمہ دائی کی ہم قوم تھی اس علاقہ میں جناب حلیمہ کا گھر تھا۔ حضور انور نے وہاں ہی پرورش پائی تھی غزوہ حنین بھی ۸ ہجری میں ہوا۔ (مرقات)
اس غزوہ میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کفار قریبًا چار ہزار، مسلمانوں کو خیال ہوا کہ آج ہم زیادہ ہیں فتح پائیں گے رب تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا فرماتا ہے: "اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا" ہوا یہ کہ حضرات صحابہ حضور انور سے آگے کفار سے لڑ رہے تھے، مسلمان قبیلہ ہوازن کی تیراندازی کی تاب نہ لا سکے اس لیے ان کے قدم اکھڑ گئے تتر بتر ہو کر بھاگ پڑے، یہاں المسلمون سے مراد اکثر مسلمان ہیں سارے نہیں۔
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خچر کو کفار کی طرف ایڑ لگانا شروع کر دیا) یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری

کہ ایسی حالت میں خاطر اقدس پر قطعاً گھبراہٹ نہیں تنہا ہیں مگر کفار کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں۔

(اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور میں اسے روک رہا تھا۔) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف دوڑانا چاہتے تھے اور جناب عباس اسے روکتے تھے آپ چاہتے تھے مسلمان سب جمع ہو جاویں تب حضور کا خچر کفار میں پہنچے۔

(ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کی رکاب پکڑی ہوئی تھی) آپ کا نام مغیرہ ہے کنیت ابوسفیان آپ ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ حلیمہ بنت ابوذویب سعدیہ نے آپ کو بھی دودھ پلایا زمانہ کفر میں حضور انور کے سخت خلاف تھے حضور کے خلاف قصیدے لکھا کرتے تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور زندگی بھر حضور انور کے سامنے کبھی سر نہ اٹھایا شرم وحیاء کی وجہ سے ۲۰ بیس ہجری میں وفات پائی، حضرت عمر نے جنازہ پڑھایا دار عقیل میں دفن ہوئے۔(اکمال)

اس وقت حضور انور کے ساتھ صرف یہ دو حضرات ہی تھے باقی صحابہ کرام جن کے قدم نہ اکھڑے تھے۔وہ اپنے اپنے مقام معین پر کھڑے تھے۔

(اصحاب سمرہ (یعنی بیعت رضوان والوں) کو بلاؤ) سمرہ والے وہ حضرات ہیں جنہوں نے بیعۃ الرضوان میں شرکت کی تھی یعنی بیتس رضوان والے صحابہ چونکہ یہ بیعت ایک خاردار درخت کے نیچے ہوئی تھی اس لیے انہیں اصحاب سمرہ کہا جاتا ہے انہیں پکارنا مدد کے لیے تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں ادھر آؤ۔

(تو میں نے باآواز بلند کہا: اصحاب سمرہ (بیعت رضوان والے) کہاں ہیں) بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس کی آواز چند میل تک پہنچتی تھی۔صیتا مبالغہ صائت کا صائت بمعنی آواز والا صیتاً بہت بڑی آواز والا۔

(خدا کی قسم! جب انہوں نے میری آواز سنی تو اس طرح واپس آئے جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف آتی ہے) یعنی جیسے گائے کے بچھڑے ہوئے بچے اپنی ماں کی آواز سن کر شوق ومحبت میں دوڑے آتے ہیں ایسے ہی وہ حضرات میری آواز سن کر حضور انور کی طرف بڑے شوق سے آئے اور دوڑے ہوئے آئے۔

(اور انصار کے درمیان یہ آواز آرہی تھی: اے جماعت انصار! اے جماعت انصار!) یعنی ان تمام گروہوں کو علیحدہ علیحدہ آوازیں دی گئیں اور وہ سب حضرات آتے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہوتے گئے۔

(رسول اللہ ﷺ نے اپنی خچر پر سوار ہو کر جھانکنے کے سے انداز میں لڑائی کو دیکھا اور فرمایا: یہ ایسا وقت ہے جس میں (جنگ کا) تنور گرم ہے) معلوم ہوا کہ بندوں سے مدد لینا انہیں مدد کے لیے بلانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت انبیاء کرام ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد کے لیے لوگوں کو پکارا "مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ"۔تطاول کے معنی ہیں انتظار میں کسی کو گردن اٹھا کر دیکھنا کہ وہ ہماری مدد کرے۔

(ھٰذَا حِیْنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ'') حمی کے معنی ہیں گرم ہونا۔ وطیس بمعنی تنور اس سے مراد جنگ و جہاد ہے (اشعہ) یعنی اب دیر نہ کرو جلد جہاد کرو یہ وقت رحمتِ الٰہی کے نزول کا ہے۔

(پھر فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے ہیں' سو میں گیا تو دیکھا جنگ اسی طرح جاری ہے جیسے کہ میں دیکھ رہا تھا۔ خدا کی قسم! جونہی آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں) اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے چونکہ اس خبر کا وقوع یقینی تھا اس لیے مستقبل کو ماضی سے تعبیر فرمایا یعنی یقین کرلو کہ وہ بھاگ ہی گئے۔

(تو میں یہ دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہوگئی ہے' اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہیں۔) دھار کند ہونے سے مراد ہے ان کی تیزی ختم ہوجانا جوش ٹھنڈا پڑ جانا اور معاملہ ذلیل ہونے سے مراد ہے ان کفار کا ذلیل وخوار ہوجانا شکست کھا جانا۔ اس واقعہ میں حضور انور کے دو معجزے ظاہر ہوئے: ایک فعلی دوسرا قولی۔ فعلی معجزہ تو ایک مٹھی کنکروں کا تقسیم ہوکر سب کی آنکھوں میں پڑ جانا ہے اور قولی معجزہ ہے کہ یہ شکست کھا گئے پھر فوراً ہوا بھی ایسا ہی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج8، حدیث نمبر: 146)

(۹۶۰) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَیُّھَا النَّاسُ، اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلاَّ طَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ. فَقَالَ تَعَالٰی: {یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا} (المؤمنون: 51)، وَقَالَ تَعَالٰی: {یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ} (البقرۃ: 172). ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ: یَا رَبِّ یَا رَبِّ، وَمَطْعَمُہُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُہُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُہُ حَرَامٌ، وَغُذِّیَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ؟ رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے' اور پاک چیزیں ہی قبول فرماتا ہے' اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو حکم اس نے رسولوں کو دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے جماعت مرسلین! تم کھاؤ پاک اشیاء اور بجالاؤ نیک اعمال''۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! کھاؤ پاک چیزیں جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر طے کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور چہرہ گرد آلود ہوتا ہے' اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے رب! اور حال یہ ہے اس کا کھانا بھی حرام ہے' اور اس کا پینا بھی حرام ہے' اور وہ حرام غذا کھاتا ہے تو اس کی دعائیں کیسے قبول ہوں۔ (مسلم)

(۹۶۱) وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَۃٌ لَا

(۹۶۰) صحیح مسلم، الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، رقم الحدیث: 1015

(۹۶۱) صحیح مسلم، الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار......، رقم الحدیث: 107

يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "اَلْعَائِلُ": الْفَقِيرُ.

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا' نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا' بوڑھا زانی' جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم) العائل: فقیر کو کہتے ہیں۔

(۹۶۲) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِّنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سیحان' جیحان' فرات اور نیل یہ سب جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ (مسلم)

مخلوق کی تخلیق کے ایام:

(۹۶۳) وَعَنْهُ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ: "خَلَقَ اللهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا' اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا فرمایا اور درختوں کو سوموار کے دن پیدا فرمایا' اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا فرمایا اور نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا' اور چوپاؤں کو جمعرات کے دن زمین میں بکھیرا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد تمام مخلوقات کے بعد اس دن کی آخری ساعت میں عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۹۶۲) صحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا وأہلہا، باب ما فی الدنیا من أنہار الجنۃ، رقم الحدیث: 2839

(۹۶۳) صحیح مسلم، صفات المنافقین وأحکامہم، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام، رقم الحدیث: 2789

شرح:

حضرتِ سیِّدُنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین وآسمان کی تخلیق کے دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ہر رحمت زمین وآسمان کے درمیان تہہ در تہہ رکھ دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی۔ اسی سے والدہ اپنی اولاد پر، وحشی درندے اور پرندے ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں، یہاں تک کہ گھوڑا اپنا پاؤں اپنے بچے سے دور کر لیتا ہے کہ کہیں اسے چوٹ نہ لگ جائے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس رحمت کو دوسری ننانوے (99) رحمتوں میں ملا کر سو مکمل فرما دے گا اور بروزِ قیامت اس سے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۳ / ۲۷۵۲، ص ۱۱۵۵)

(۹۶۴) وَعَنْ اَبِیْ سُلَیْمَانَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَقَدِ انْقَطَعتْ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُؤْتَۃَ تِسْعَۃُ اَسْیَافٍ، فَمَا بَقِیَ فِیْ یَدِیْ اِلاَّ صَفِیْحَۃٌ یَّمَانِیَّۃٌ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اور میرے ہاتھ میں صرف ایک چھوٹی سی یمنی تلوار رہ گئی۔ (بخاری)

مجتہد کا اجر:

(۹۶۵) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: "اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ، ثُمَّ اَصَابَ، فَلَہٗ اَجْرَانِ، وَاِنْ حَکَمَ وَاجْتَھَدَ، فَاَخْطَاَ، فَلَہٗ اَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: جب حاکم فیصلہ کرنے لگے تو اجتہاد کرے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہوا تو اس کو دو اجر ملیں گے اور جب فیصلہ کے وقت اجتہاد کرے لیکن اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 3، حدیث نمبر 54 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(جب حاکم فیصلہ کرنے لگے تو اجتہاد کرے) کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہو جائے، یہ بھی رب

(۹۶۴) صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ مؤتۃ من أرض الشام، رقم الحدیث: 4265

(۹۶۵) صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب أجر الحاکم......رقم الحدیث: 7352، وصحیح مسلم، الاقضیۃ، باب بیان أجر الحاکم......رقم الحدیث: 1716

تعالیٰ کا کرم ہی ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہو جائے۔

(اگر اس کا اجتہاد صحیح ہوا تو اس کو دو اجر ملیں گے) ایک ثواب تو اجتہاد و کوشش کرنے کا اور دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کہ درستی بھی بڑا عمل ہے، قاضی عالم بلکہ درجہ اجتہاد والا چاہیے، اگر خود عالم و فقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور متبع ہو۔

(جب فیصلہ کے وقت اجتہاد کرے لیکن اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملے گا۔) یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہٰذا چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی برحق ہیں کہ اگرچہ ان میں سے درست و صحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن آئمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب انہیں بھی ہے، نیز حضرت علی و معاویہ میں گنہگار کوئی نہیں، حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں۔ ایک موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ"۔ وہ حدیث کریمہ اس آیت کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لیے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ غیر عالم کو فتوی دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فروعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی۔ اس کی تحقیق کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ اجتہادی خطا کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اسے سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے، اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی تو اگرچہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہو گئیں او(اس کو نماز کا ثواب یقیناً مل گیا۔ اس کی نفیس بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر: 630)

(۹۶۶) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخار جہنم کی شدید گرمی میں سے ہے اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کیا کرو۔ (متفق علیہ)

(۹۶۷) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: الْقَرِيْبُ

---

(۹۶۶) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفۃ النار......، رقم الحدیث: 3263، وصحیح مسلم، السلام، باب لکل داء دواء......، رقم الحدیث: 2210

(۹۶۷) صحیح البخاری، الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، رقم الحدیث: 1952، وصحیح مسلم، الصیام، باب قضاء الصوم عن المیت، رقم الحدیث: 1147

وَارِثًا كَانَ اَوْ غَيْرَ وَارِثٍ۔

◀◀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کی رو سے مختار قول یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتہ ہے خواہ وارث ہو یا نہ ہو۔

(۹۶۸) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ: اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا: وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا. قَالَتْ: اَهُوَ قَالَ هٰذَا! قَالُوْا: نَعَمْ۔ قَالَتْ: هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ اَنْ لَا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ۔ فَقَالَتْ: لَا، وَاللهِ لَا اُشَفِّعُ فِيْهِ اَبَدًا، وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِيْ۔ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا: اَنْشُدُكُمَا اللهَ لَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِيْ، فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرحمٰنِ حَتّٰى اسْتَاْذَنَا عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: اُدْخُلُوْا۔ قَالُوْا: كُلُّنَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ اُدْخُلُوْا كُلُّكُمْ، وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ. فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِيْ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُوْلَانِ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ؛ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ. فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ، وَتَقُوْلُ: اِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ، فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَاَعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

◀◀ حضرت عوف بن مالک بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک بیع یا عطیہ کے متعلق کہا: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے باز آ جائیں ورنہ میں ان کے معاملے میں رکاوٹ ڈال دوں گا۔ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے) فرمایا: کیا اس نے یہ بات کہی

(۹۶۸) صحیح البخاری، الادب، باب الہجرۃ، رقم الحدیث: 6073_6075

ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں انہوں نے فرمایا: میں خدا کے سامنے یہ نذر مانتی ہوں کہ کبھی ابن زبیر سے بات نہیں کروں گی۔ جب قطع تعلقی کا عرصہ طویل ہوا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمت میں سفارش کرائی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم! میں اس کے متعلق کبھی سفارش قبول نہیں کروں گی اور نہ ہی میں اپنی نذر کو توڑوں گی پھر جب یہ معاملہ اور طول پکڑ گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن اسود بن سے بات کی اور ان دونوں سے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے چلو کیونکہ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میرے ساتھ قطع تعلقی کی نذر کو پورا کریں۔ حضرت مسور اور عبدالرحمن آئے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت طلب کی اور دونوں نے عرض کیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: آ جاؤ! انہوں نے عرض کیا: کیا ہم سب آ جائیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ہاں! سب آ جاؤ اور انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں جب وہ اندر داخل ہوئے تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پردے کے اندر داخل ہو گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اپنی خالہ) کے گلے لگ گئے اور انہیں قسمیں دینے اور رونے لگے۔ اور حضرت مسور اور عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قسمیں دینے لگے اور عرض کرنے لگے کہ وہ ان (ابن زبیر) سے بات کریں اور ان کی معذرت قبول کر لیں اور وہ دونوں یہ کہنے لگے: (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی ہیں) کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلقات منقطع رکھے سو جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان باتوں کا بکثرت تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مجبور کر دیا تو وہ دونوں سے باتیں کرنے اور رونے لگیں اور فرمانے لگیں: میں نے نذر مانی ہے اور نذر بڑی سخت ہے اور انہوں نے اپنا اصرار جاری رکھا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کلام فرمایا اور اپنی نذر کے لئے چالیس غلام آزاد کیے اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی نذر کو یاد کرتیں تو اتنی شدید روتیں کہ آپ کے آنسو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوپٹے کو بھگو دیتے تھے۔ (بخاری)

تعارف راوی:

عوف ابن مالک: آپ اشجعی ہیں، غزوہ خیبر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے، بنی اشجع کا جھنڈا فتح مکہ کے دن آپ کے ہاتھ میں تھا، آخر میں شام میں رہے وہاں ہی ۷۳ تہتر میں وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف العین، فصل فی الصحابہ،)

شرح:

(1) جنت کے طلبگار کو اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہیے۔

(2) غصہ انسان کی حالت میں ایسی تبدیلی کر دیتا ہے کہ غصہ والا شخص اپنی صورت دیکھ لے تو غصے سے باز آ جائے۔

(3) غصہ نرمی سے روکتا، قطع تعلق کرواتا، دوسروں کو ایذا دینے پر ابھارتا اور اس کے علاوہ اور بہت سی اخلاقی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

(4) جب کوئی ہمیں غصہ دلائے تو ہمیں اپنے اَسلاف کی پیروی کرتے ہوئے اپنی خامیوں پر نظر رکھنی چاہیے اور اس شخص سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے صبر سے کام لینا چاہیے۔

(5) غصہ آنا برا نہیں بلکہ غصے کا بے جا استعمال بُرا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی شرعی وجہ سے تھی جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

(۹۶۹) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ، فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ اِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ، وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا، اَلَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا، وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا" قَالَ: فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ"۔ قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَ اٰخِرَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: "اِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ، وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ، اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ، وَاِنِّيْ وَاللهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ، وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا"۔

وَالْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ: اَلدُّعَاءُ لَهُمْ، لَا الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوْفَةُ۔

◀◀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے احد کی قبروں کی طرف تشریف لے گئے اور آٹھ سال کے بعد ان کے لئے دعا کی جیسے کہ آپ زندوں اور مردوں کو الوداع فرما رہے ہوں

(۹۶۹) صحیح البخاری، الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، رقم الحدیث: 1344، وصحیح مسلم، الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفاتہ، رقم الحدیث: 2296

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر تشریف لے گئے پس فرمایا: میں تمہارے (تم سے پہلے مصالح اخروی) کا انتظام کرنے والا ہوں اور میں تم پر گواہی دوں گا اور تم سے ملاقات کا مقام حوض کوثر ہے اور میں اس جگہ سے حوض کو دیکھ رہا ہوں مجھے تمہارے متعلق اس بات کا ڈر نہیں کہ تم شرک کرو گے بلکہ میں تمہارے متعلق دنیا سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا کہ معاملے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔ راوی کہتے ہیں یہ آخری بار تھی جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تھا۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے: لیکن میں تمہارے متعلق دنیا سے ڈرتا ہوں کہ تم اس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگو گے اور تم باہم لڑو گے اور اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جیسے کہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ آخری بار تھی جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔

اور ایک روایت میں ہے: فرمایا: میں تمہارے معاملات کا منتظم ہوں گا اور میں تم پر گواہ ہوں گا اور خدا کی قسم! میں اپنے حوض کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور بلاشبہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا فرمایا: مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔ اور مراد شہداء پر نماز پڑھنے سے ان کے لیے دعا کرنا ہے نہ کہ معروف نماز۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک:

(۹۷۰) وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلّٰی، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَاَخْبَرَنَا مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ، فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور آپ منبر پر تشریف لے گئے ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وہ سب کچھ بتا دیا جو کچھ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے اور ہم میں سے زیادہ عالم وہی ہے جس نے زیادہ باتیں یاد رکھیں۔ (مسلم)

---

(۹۷۰) صحیح مسلم، الفتن، باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعۃ، رقم الحدیث: 2892

تعارف راوی:

عمرو ابن اخطب: آپ کی کنیت ابوزید ہے اسی میں مشہور ہیں، انصاری ہیں، کئی غزوات میں حضور انور کے ساتھ حاضر ہوئے حضور انور نے آپ کے سر پر دستِ اقدس پھیرا اور حسن و جمال کی دعا فرمائی، سو برس سے زیادہ عمر ہوئی مگر سر اور ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید ہوئے، آپ سے بہت صحابہ نے احادیث نقل فرمائیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، لصاحب المشکوٰۃ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب علیہ الرحمۃ، تحت حرف العین، فصل فی الصحابہ۔)

شرح:

یعنی حضور نے تھوڑے وقفہ کے بعد سارا دن وعظ و خطبہ ارشاد فرمایا، یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وہ سب کچھ بتادیا جو کچھ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے) یعنی تا قیامت قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ بتادیا جو پرندہ تا قیامت پر ہلائے گا وہ سب کچھ تفصیل وار بتادیا۔ یہ ہے حضور کا علم غیب کلی۔ حضور کا یہ معجزہ ہے کہ سارے واقعات صرف ایک دن میں بتادیئے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑا کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اس معجزہ کا نام ہے طی الوقت یہ بھی طی الارض کی طرح ایک معجزہ ہے، کبھی کرامت کے طور پر ولی کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(ہم میں سے زیادہ عالم وہی ہے جس نے زیادہ باتیں یاد رکھیں۔) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو یہ سارے واقعات یاد نہ رہے کسی کو زیادہ یاد رہے کسی کو کم لہٰذا ان میں سے کسی کا علم حضور انور کے علم کے برابر نہیں ہو گیا۔ خیال رہے کہ تعلیم یعنی سکھانا اور چیز ہے اور خبر دینا یعنی اعلام یا انباء کچھ اور چیز اللہ تعالیٰ نے حضور کو ہر چیز سکھادی "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" اور حضور نے یہ تمام باتیں لوگوں کو سنادیں بتادیں سکھائیں نہیں "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا"، "فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ" میں یہ ہی فرق ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج8، حدیث نمبر: 183)

(۹۷۱) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهٖ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو یہ نذر مانے کہ خدا کی اطاعت کرے گا تو اسے چاہئے کہ خدا کی اطاعت کرے اور جو نذر مانے کہ خدا کی نافرمانی کرے گا تو وہ خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری)

(۹۷۲) وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

---

(۹۷۱) صحیح البخاری، الایمان والنذور، باب النذر فی الطاعۃ ......رقم الحدیث: 6696

(۹۷۲) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب خیر مال المسلم......، رقم الحدیث: 3307، وصحیح مسلم، السلام، باب استحباب قتل الوزغ، رقم الحدیث: 2237

◄◄ حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گرگٹوں کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ حضرت ابراہیم پر آگ میں پھونکیں مارتا تھا۔(متفق علیہ)

گرگٹ کو مارنے کا ثواب:

(۹۷۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً دُوْنَ الْاُوْلٰى، وَاِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً"۔

وَفِیْ رِوَايَةٍ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهُ مِئَةُ حَسَنَةٍ، وفی الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ، وَفِی الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "اَلْوَزَغُ" اَلْعِظَامُ مِنْ سَامِّ اَبْرَصَ۔

◄◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے پہلی ضرب سے گرگٹ کو مارا اس کو اتنی اور اتنی نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جس نے دوسری ضرب سے مارا اسے اتنی اور اتنی نیکیوں کا ثواب ملے گا (پہلی ضرب سے مارنے والے سے کم) اور جس نے اسے تیسری ضرب سے مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ اور ایک روایت میں ہے: جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب سے مار دیا اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور دوسری ضرب سے مارنے والے کو اس سے کم ثواب ملے گا اور تیسری ضرب سے مارنے والے کو اس سے بھی کم ثواب ملے گا۔(مسلم)

حل لغات:

اہل لغت نے فرمایا: الوزغ: بڑی چھپکلی کو کہتے ہیں۔

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا زور کی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے ہلکی چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے۔ احمد و ابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کو سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی۔ طبرانی نے بروایت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو گرگٹ کو مار دے اللہ تعالیٰ اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا۔(مرقات) بہرحال اس کا قتل

(۹۷۳) صحیح مسلم، السلام، باب استحباب قتل الوزغ، رقم الحدیث: 2240

ثواب ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج5، حدیث نمبر:1014)

غیر اہل کو صدقہ کیوں دیا:

(۹۷۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ، فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰی سَارِقٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ زَانِیَةٍ، فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی زَانِیَةٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی زَانِیَةٍ! لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ، فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰی غَنِیٍّ؟ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ وَّعَلٰی زَانِیَةٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ! فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَهٗ: اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَاَمَّا الزَّانِیَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّعْتَبِرَ فَیُنْفِقَ مِمَّا اَعْطَاهُ اللهُ".

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ.

◄◄ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا میں صدقہ کروں گا وہ صدقے کا مال لے کر نکلا تو اسے ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات چور پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں میں (مزید) صدقہ کروں گا پس وہ صدقہ لے کر نکلا اور وہ مال ایک زانیہ کو دے دیا۔ لوگ صبح کے وقت باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ کو صدقہ دینے پر بھی میں تیری ہی تعریف کرتا ہوں میں (مزید) صدقہ کروں گا۔ وہ پھر صدقے کا مال لے کر نکلا اور ایک مالدار شخص کو دے دیا۔ لوگ صبح کو باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک مالدار شخص کو صدقہ دے دیا گیا ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! چور' زانیہ اور مالدار کو صدقہ دینے پر بھی میں تیری ہی تعریف کرتا ہوں۔ پس اس نے خواب میں دیکھا کہ اس سے کہا گیا کہ تو نے چور کو جو صدقہ دیا ہے ممکن ہے اس وجہ سے چور چوری سے باز آ جائے اور رہی زانیہ تو ممکن ہے کہ وہ زنا کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرے اور تو نے غنی کو جو صدقہ دیا ہے ممکن ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل کرے اور جو مال اسے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کو راہ خدا میں خرچ کرنے لگے۔

اسے بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور مسلم نے اس کے ہم معنیٰ روایت کی۔

(۹۷۴) صحیح البخاری، الزکاۃ، باب اذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم، رقم الحدیث: 1421، وصحیح مسلم، الزکاۃ، باب ثبوت أجر المتصدق، رقم الحدیث: 1022

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(ایک آدمی نے کہا میں صدقہ کروں گا) یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا۔ ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو۔ ممکن ہے اس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

(وہ صدقے کا مال لے کر نکلا تو اسے ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا) یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچا ہو گیا۔ مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آ کر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو، غرضکہ اس کا چرچا ہو گیا۔

(اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں) یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔

(میں (مزید) صدقہ کروں گا) یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اس کی جگہ اور صدقہ دوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لیے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اس لیے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔

(آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا ہے۔) اس چرچا کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا۔

(ایک مالدار شخص کو دے دیا) اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی جیسا کہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی۔ موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔

(لوگ صبح کو باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک مالدار شخص کو صدقہ دے دیا گیا ہے) ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہو گا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا

ہوگا۔

(اس شخص نے کہا: اے اللہ! چور، زانیہ اور مالدار کو صدقہ دینے پر بھی میں تیری ہی تعریف کرتا ہوں) یعنی مولا میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے، تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لیے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لیے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوۃ دی پھر پتہ لگا وہ غنی ہے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین کا یہی قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام آئمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں۔ قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لیے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لیے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر:102)

شفاعت کبریٰ:

(۹۷۵) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَّقَالَ: "اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ؟ ذَاكَ يَجْمَعُ اللهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ: اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَا بَلَغَكُمْ، اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: اَبُوْكُمْ اٰدَمُ، وَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهٖ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ، وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنَّهٗ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ، فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ، اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ، اَلَا تَرٰى اِلٰى

(۹۷۵) صحیح البخاری، التفسیر، باب (ذریۃ من حملنا مع نوح......)، رقم الحدیث:4712، وصحیح مسلم، الایمان، باب أدنی أھل الجنۃ منزلۃ فیھا، رقم الحدیث:194

مَا بَلَغَنَا، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِيْ، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ. فَيَأْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اِبْرَاهِيْمُ، اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنِّيْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ؛ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى، فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ؛ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى. فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى، اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "فَيَأْتُوْنِيْ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ، فَاَقُوْلُ: اُمَّتِيْ يَا رَبِّ، اُمَّتِيْ يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ"۔ ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک دعوت میں موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ دستی کا گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمانا شروع کیا اور فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا

کیا تم جانتے ہو کیونکر؟ اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا' دیکھنے والا اسے دیکھ سکے گا اور پکارنے والا اسے اپنی آواز سنا سکے گا۔ اور سورج ان کے قریب ہو جائے گا اور لوگوں کا غم اور دکھ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ وہ اس کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ لوگ کہہ اٹھیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہاری تکلیف مصیبت کہاں تک جا پہنچی ہے کیا تم کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کے سامنے تمہاری شفاعت کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: اس کام کے لئے تمہارے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں پس وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے آدم! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دست اقدس سے پیدا فرمایا ہے' اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کریں اور اللہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں سکونت عطا فرمائی۔ کیا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے حالات کیا ہو گئے ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے: میرے پروردگار کا غضب آج اتنے جوش میں ہے کہ وہ نہ اس سے پہلے اتنا غضبناک ہوا اور نہ اس کے بعد اتنا غضبناک ہوگا' اس نے مجھے ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا تو میں نے اس کے حکم کی نافرمانی کی پھر وہ نفسی نفسی پکاریں گے اور فرمائیں گے: تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ تو لوگ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! آپ زمین پر بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار کے لقب سے نوازا ہے کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں اور ہماری حالت کیا ہو گئی ہے؟ کیا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟ وہ فرمائیں گے: میرا پروردگار آج جتنے غضب میں ہے اتنا غضبناک نہ وہ کبھی پہلے ہوا اور نہ وہ کبھی آئندہ اتنا غضبناک ہوگا۔ مجھ سے یہ خطا سرزد ہو گئی تھی کہ میں نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی پھر وہ نفسی نفسی پکاریں گے اور فرمائیں گے: میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ' پس وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے' وہ عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور زمین پر اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے شفاعت کریں کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے: میرے رب کا غضب آج اتنے جوش میں ہے کہ نہ کبھی پہلے وہ اتنا غضبناک ہوا اور نہ بعد میں ہوگا اور میں نے تین مرتبہ خلاف واقعہ بات کہی تھی پھر وہ نفسی نفسی پکاریں گے اور فرمائیں گے: میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ' لوگ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسالت اور کلام کے ذریعے آپ کو لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی

ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے ہیں کہ ہماری حالت کیا ہو گئی ہے؟ وہ فرمائیں گے: آج میرا پروردگار اتنے غصے میں ہے کہ وہ اتنا غضبناک نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ میں نے ایک جان کو قتل کر دیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں تھا۔ پھر وہ نفسی نفسی پکاریں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو جائیں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں خدا کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور آپ اس کی روح ہیں اور آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے کلام فرمایا تھا آپ خداوند کریم کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: میرا رب آج جتنے غصے میں ہے کہ اتنا غضبناک وہ نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا وہ کسی بھی خطا کا ذکر نہیں کریں گے صرف نفسی نفسی پکاریں گے اور فرمائیں گے: میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

ایک روایت میں ہے: پس وہ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے محمد ((صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کی امت کے اولین وآخرین کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:) پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے جا کر اپنے پروردگار کے حضور سربسجود ہو جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثنا کو میرے لیے کھول دے گا۔

حمد وثناء کے یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنے سر کو اٹھاؤ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، سو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! میری امت اے میرے رب! میری امت! اے میرے رب میری امت! تو ارشاد ہوگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))! جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے تم اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کرو جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا اور دیگر دروازوں سے داخل ہونے میں بھی وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر کے درمیان ہے یا فرمایا: جتنا فاصلہ مکہ اور بصری کے درمیان ہے۔ (متفق علیہ)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ) اس ناس میں سارے انسان داخل ہیں حضرات انبیاء کرام اور ان کی ساری امتیں، اگرچہ حضور ہمیشہ سے ہی ساری مخلوق کے سردار ہیں مگر اس سرداری کا ظہور قیامت کے دن ہوگا کہ سارے لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور سب حضور کا منہ تکیں گے کوئی آپ کی سرداری کے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا کفار بھی اس کا اقرار کریں گے اور نادم ہوں گے اس لیے یوم القیامۃ کا ذکر فرمایا۔

(اس دن اللہ تعالیٰ تمام اولین وآخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا) یہ یوم القیامۃ کا بیان ہے، چونکہ یہ حاضری بارگاہ قیامت کا مقصود ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا ورنہ قیامت میں اور بھی کام ہوں گے جیسے کہ آگے سے معلوم ہو رہا ہے۔

(اور سورج ان کے قریب ہو جائے گا اور لوگوں کا غم اور دکھ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ وہ اس کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔) گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ انسان کا پسینہ ستر گز زمین میں جذب ہو کر اس کے منہ کی لگام بن جائے گا یعنی منہ تک پسینہ میں آدمی ڈوبا ہوگا۔

(کیا تم کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کے سامنے تمہاری شفاعت کرے؟) معلوم ہوا کہ قیامت کے کاروبار کی ابتداء توسل یعنی وسیلہ کی تلاش سے ہوگی۔ آج جو حضور کے وسیلہ کے منکر ہیں وہ بھی یہ ہی کام پہلے کریں گے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے ۔۔۔ نجدی آج ان سے التجا نہ کرے

(پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے جا کر اپنے پروردگار کے حضور سربسجود ہو جاؤں گا) یہاں جہاں مجھے لوگ پائیں گے اور ساری مخلوق مجھے گھیرے گی وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مقام شفاعت میں پہنچوں گا جو میرے لیے خالص تیار کیا گیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ حضور انور ان سب کو لے کر وہاں پہنچیں گے۔ واللہ ورسولہ اعلم! وہ نظارہ عجیب ہوگا۔

(حمد وثناء کے یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے) یعنی اس دن جیسی حمد اپنے رب کی میں کروں گا ایسی حمد مخلوق الٰہی میں کسی نے نہیں کی ہوگی یہ حمد مجھے میرا رب بطور الہام سکھائے گا۔

(پھر ارشاد ہوگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنے سر کو اٹھاؤ، مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی) اسے کہتے ہیں عرض سے پہلے قبولیت ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعا کے لیے لب نہیں ہلائے کہ قبولیت کا رب نے وعدہ فرمالیا۔

(تو ارشاد ہوگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے تم اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کرو جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا) اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا، بعض بے حساب جنت میں

بھیجے جائیں گے۔ جو دنیا میں اپنا حساب خود لیتا رہے گا اس کا حساب یا تو ہوگا نہیں یا ہوگا تو ہلکا ہوگا۔

(اور دیگر دروازوں سے داخل ہونے میں بھی وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔) یعنی ان بے حساب جنتیوں کے لیے ایک دروازہ خاص ہے جس سے دوسرے جنتی داخل نہیں ہوسکتے مگر یہ حضرات ان دروازوں سے جاسکتے ہیں جیسے ریل کا فسٹ کلاس کا مسافر ہر درجہ میں سفر کرسکتا ہے مگر تھرڈ والے فسٹ میں سفر نہیں کرسکتے۔

(ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ مَا بَیْنَ الْمِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَّصَارِیْعِ الْجَنَّۃِ کَمَا بَیْنَ مَکَّۃَ وَھَجَرَ، اَوْ کَمَا بَیْنَ مَکَّۃَ وَبُصْرٰی"۔) ایک دروازے کے حصے ہوں تو ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے اس سے مقصود ہے دروازہ جنت کی چوڑائی بیان کرنا۔

ہجر مدینہ منورہ کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی ہے اور بحرین کے ایک شہر کا نام بھی یہاں یہ ہی شہر مراد ہے جو بحرین میں ہے، اس تشبیہ سے مقصود ہے اس دروازے کی فراخی بیان فرمانا حد بندی فرمانا مقصود نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر: 414)

مکہ مکرمہ کی آبادی اور ظہور زم زم:

(۹۷۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا، قَالَ: جَآءَ اِبْرَاھِیْمُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ اِسْمَاعِیْلَ وَبِاِبْنِھَا اِسْمَاعِیْلَ وَھِیَ تُرْضِعُہٗ، حَتّٰی وَضَعَھَا عِنْدَ الْبَیْتِ، عِنْدَ دَوْحَۃٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِیْ اَعْلَی الْمَسْجِدِ، وَلَیْسَ بِمَکَّۃَ یَوْمَئِذٍ اَحَدٌ، وَلَیْسَ بِھَا مَاءٌ، فَوَضَعَھُمَا ھُنَاکَ، وَوَضَعَ عِنْدَھُمَا جِرَابًا فِیْہِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِیْہِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفّٰی اِبْرَاھِیْمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْہُ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ فَقَالَتْ: یَا اِبْرَاھِیْمُ، اَیْنَ تَذْھَبُ وَتَتْرُکُنَا بِھٰذَا الْوَادِی الَّذِیْ لَیْسَ فِیْہِ اَنِیْسٌ وَّلَا شَیْءٌ؟ فَقَالَتْ لَہٗ ذٰلِکَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْھَا، قَالَتْ لَہٗ: اَللہُ اَمَرَکَ بِھٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا؛ ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ اِبْرَاھِیْمُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، حَتّٰی اِذَا کَانَ عِنْدَ الثَّنِیَّۃِ حَیْثُ لَا یَرَوْنَہٗ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْھِہِ الْبَیْتَ، ثُمَّ دَعَا بِھٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ: {رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ} حَتّٰی بَلَغَ {یَشْکُرُوْنَ} (ابراھیم: 37)۔ وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِیْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَآءِ، حَتّٰی اِذَا نَفِدَ مَا فِی السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُھَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَیْہِ یَتَلَوّٰی۔ اَوْ قَالَ یَتَلَبَّطُ۔ فَانْطَلَقَتْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَیْہِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِی الْاَرْضِ یَلِیْھَا، فَقَامَتْ عَلَیْہِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِیَ تَنْظُرُ ھَلْ تَرٰی اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا۔ فَھَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِیَ،

(۹۷۶) صحیح البخاری، احادیث الانبیاء، باب (یزفون): النسلان فی المشی، رقم الحدیث: 3364

رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلِذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا"، فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَهْ - تُرِيدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ - أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ - حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرُفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرُفُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: بِقَدْرِ مَا تَغْرِفُ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَحِمَ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا" قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتًا لِلّٰهِ يَبْنِيهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَّمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمٍ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمٍ مُّقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ؛ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا: إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلٰى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ۔ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ۔ فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ؛ فَأَقْبَلُوا وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَأَلْفٰى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الْأُنْسَ" فَنَزَلُوا، فَأَرْسَلُوا إِلٰى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِهَا أَهْلَ أَبْيَاتٍ وَّشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ: وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا - وَفِي رِوَايَةٍ: يَصِيدُ لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَّشِدَّةٍ؛ وَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ۔ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي: كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ

وَّشِدَّةٍ۔ قَالَ: فَهَلْ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكِ اَبِيْ وَقَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُفَارِقَكِ! اَلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ۔ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيْمُ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ اَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَ عَنْهُ۔ قَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا قَالَ: كَيْفَ اَنْتُمْ؟ وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ، وَاَثْنَتْ عَلَى اللهِ۔ فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ: الْمَاءُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ، قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُوْ عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَجَاءَ فَقَالَ: اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ؟ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ: ذَهَبَ يَصِيْدُ، فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ: اَلَا تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ۔ قَالَ: فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرَكَةُ دَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ۔ قَالَ: فَاِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهٖ۔ فَلَمَّا جَاءَ اِسْمَاعِيْلُ قَالَ: هَلْ اَتَاكُمْ مِنْ اَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، اَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَاَلَنِيْ عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ، فَسَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا بِخَيْرٍ۔ قَالَ: فَاَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَاْمُرُكَ اَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ۔ قَالَ: ذَاكِ اَبِيْ، وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ، اَمَرَنِيْ اَنْ اُمْسِكَكِ۔ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِسْمَاعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَّهٗ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِّنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ۔ قَالَ: يَا اِسْمَاعِيْلُ، اِنَّ اللهَ اَمَرَنِيْ بِاَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا اَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِيْنُنِيْ، قَالَ: وَاُعِيْنُكَ، قَالَ: فَاِنَّ اللهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْنِيَ بَيْتًا هٰهُنَا، وَاَشَارَ اِلٰى اَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا، فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ اِسْمَاعِيْلُ يَاْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ لَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِيْ وَاِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ: {رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ} (البقرة:127)۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا، حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ،

ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا إِبْرَاهِيمُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: إِلَى اللهِ، قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللهِ، فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا. قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا، فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ، وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ، فَذَهَبَتْ وَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ، كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ ونظرت فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَإِذَا جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهِ عَلَى الْأَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهِشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ... وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلِّهَا.

"اَلدَّوْحَةُ" الشَّجَرَةُ الْكَبِيرَةُ. قَوْلُهُ: "قَفَّى": أَيْ: وَلَّى. "وَالْجَرِيُّ": الرَّسُولُ. "وَأَلْفَى": مَعْنَاهُ وَجَدَ. قَوْلُهُ: "يَنْشَغُ": أَيْ: يَشْهَقُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام اسماعیل اور ان کے بچے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لائے جب کہ وہ بچے کو دودھ پلاتی تھی حتیٰ کہ انہیں بیت اللہ کے پاس مسجد کے بالائی حصہ میں زمزم کے اوپر ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا اس وقت مکہ میں کوئی شخص نہ تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ آپ نے ان دونوں کو وہاں چھوڑا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ بھی رکھ دیا جس کے اندر پانی تھا پھر حضرت ابراہیم واپس چل دیے۔ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ان کے پیچھے آئیں اور عرض کیا: اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہمیں اس وادی میں چھوڑے جا رہے ہیں، جس میں نہ کوئی غمخوار ہے اور نہ کوئی اور چیز، تو انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات کئی بار کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں! کہنے لگیں: تو پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ پھر وہ واپس آ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے گئے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ثنیہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے وہ یعنی ان کی بیوی اور بچہ انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے تو اپنا چہرہ بیت اللہ کی طرف کیا اور آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور ان کلمات کے ساتھ دعا کی: رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ "اے میرے پروردگار! میں نے آباد کر دیا ہے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں جو

بے آب وگیاہ ہے"۔یشکرون تک۔

حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلاتیں اور خود اس مشکیزے کا پانی پیتیں حتیٰ کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہوگیا تو انہوں نے پیاس محسوس کی اور ان کے بچے کو بھی پیاس محسوس ہوئی تو انہوں نے اپنے بچے کو دیکھا کہ وہ زمین پر لوٹ رہا ہے یا فرمایا: پیچ وتاب کھا رہا ہے۔تو وہ چل دیں اس لیے کہ وہ اپنے بچے کو اس حالت میں دیکھنا نہیں چاہتی تھیں۔انہوں نے اپنے نزدیک ہی زمین پر صفا پہاڑی دیکھی وہ پہاڑی پر چڑھیں اور اس پر کھڑے ہوکر وادی کی طرف دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے تو انہیں کوئی نظر نہ آیا' پھر وہ صفا سے اتریں اور جب وادی میں پہنچیں تو انہوں نے اپنی قمیض کے پلو کو اوپر اٹھایا اور ایک تھکے ماندے انسان کی طرح دوڑنے لگیں حتیٰ کہ وادی کو عبور کر گئیں پھر مروہ پہاڑی پر چڑھیں اور اس پر کھڑے ہوکر دیکھا کہ شاید کوئی نظر آ جائے لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا۔انہوں نے سات مرتبہ ایسے کیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی وجہ ہے کہ لوگ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں تو جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے آواز سنی اور کہنے لگیں: خاموش! یعنی اپنی ذات سے مخاطب ہوکر یہ کلمہ کہا۔پھر انہوں نے توجہ سے سنا تو انہیں پھر آواز آئی کہنے لگیں: تم نے آواز تو مجھے سنا دی ہے اگر تمہارے پاس ہماری مدد کے لئے کچھ ہے تو ہماری مدد کرو۔پھر وہ کیا دیکھتی ہیں کہ زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ ہے اس نے اپنی ایڑی سے یا فرمایا: اپنے پر سے زمین کو کریدا حتیٰ کہ پانی ظاہر ہوگیا تو وہ (حضرت اُمّ اسماعیل) پانی کو حوض کی شکل دینے لگیں اور اس کو ہاتھ سے روکنے لگی اور انہوں نے چلو بھر بھر کے پانی مشکیزے میں ڈالنا شروع کر دیا وہ جتنا پانی چلو میں لیتیں اتنا مزید پانی زمین سے پھوٹ آتا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اگر پانی کا چلو نہ بھرتیں تو زمزم جاری پانی کا چشمہ ہوتا۔فرمایا: پھر انہوں (اُمّ اسماعیل) نے پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا اور فرشتے نے ان سے کہا: تم ہلاکت کا خوف ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہاں خدا کا گھر ہے جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے والد کریں گے اور اللہ تعالیٰ یہاں کے مکینوں کو تباہ نہیں کرے گا۔اور بیت اللہ کی جگہ ٹیلے کی طرح زمین سے اٹھی ہوئی تھی۔سیلاب آتے اور اس کے دائیں بائیں سے گزر جاتے تھے۔حضرت ام اسماعیل اسی حالت میں تھیں کہ قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ یا ایک خاندان وہاں سے گزرا وہ لوگ کداء کے راستے سے آ رہے تھے وہ مکہ کے زیریں علاقے میں اترے تو انہوں نے ایک پرندے کو منڈلاتے دیکھا وہ کہنے لگے: یہ پرندہ تو پانی پر چکر لگا رہا ہے۔ہم نے اس وادی کو پہلے بھی دیکھا ہے لیکن یہاں پانی نہیں دیکھا تھا۔سو انہوں نے ایک یا دو قاصد بھیجے تو انہوں نے پانی دیکھا تو وہ واپس آئے اور انہوں نے اہل قافلہ کو پانی کے متعلق بتایا پس وہ آئے تو ام اسماعیل پانی کے پاس موجود تھیں۔انہوں نے پوچھا: کیا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم بھی آپ کے پاس پڑاؤ کریں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بات ام اسماعیل کو پسند آئی کیونکہ وہ انس کو پسند کرتی تھیں سوانہوں نے وہاں پڑاؤ کیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف پیغام بھیجا تو وہ بھی ان کے ساتھ آ کر مقیم ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ چند ایک گھرانے ہو گئے اور بچہ بھی جوان ہو گیا اور اس نے ان سے عربی بھی سیکھ لی تو جوان ہو کر وہ ان سب سے زیادہ نفیس اور پسندیدہ ہو گیا اور جب وہ بچہ (یعنی اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام) شادی کی عمر کو پہنچا تو ان لوگوں نے اپنی ایک عورت سے اس کی شادی کر دی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت اسماعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم اپنے چھوڑے ہوئے اہلخانہ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں تشریف لے آئے لیکن حضرت اسماعیل سے ان کی ملاقات نہ ہوئی۔ سوانہوں نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی سے ان کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہمارے لیے حصول رزق کی تلاش میں گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے لیے شکار کے لئے گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ان کی گزران اور حالت کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہم بہت برے حال میں ہیں۔ ہم بڑی سختی میں ہیں اور اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے شکایتیں کیں تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تمہارا خاوند آئے تو اسے میری طرف سے سلام کہنا اور اسے یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر تشریف لائے تو ان کو کسی مانوس شے کا احساس ہوا۔ پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ ان کی بیوی نے عرض کیا: جی ہاں! ایسی ایسی شکل وصورت کے ایک بزرگ آئے تھے۔ انہوں نے ہم سے آپ کے متعلق پوچھا تو ہم نے بتادیا کہ ہم سخت تنگی اور سختی میں ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی نصیحت بھی کی تھی؟ اس (ان کی بیوی) نے کہا: انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ تمہیں سلام کہوں اور وہ فرماتے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔ فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں تم اپنے اہل وعیال کے پاس چلی جاؤ۔ پس انہوں نے اس عورت کو طلاق دے دی اور ان ہی میں سے ایک اور عورت سے شادی کر لی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ عرصہ جتنا خدا کو منظور تھا ان کے پاس نہ آئے پھر وہ ان کے ہاں تشریف لائے تو حضرت اسماعیل موجود نہ تھے وہ ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے بتایا: ہمارے لیے حصولِ رزق کے لئے گئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اور پوچھا کہ تمہاری گزران کیسی ہو رہی ہے اور حالات کیسے ہیں؟ تو اس نے بتایا: ہم بخیریت ہیں اور خوشحال ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ انہوں نے پوچھا تم کیا کھاتے ہو۔ اس نے بتایا گوشت۔ انہوں نے پوچھا: تم کیا پیتے ہو؟ اس نے بتایا پانی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت غلہ نہ تھا اگر نہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے لئے غلے میں برکت کی بھی دعا

فرماتے۔ فرمایا: (مکہ کے سوا) کسی بھی جگہ اگر کوئی شخص صرف ان دو چیزوں (گوشت اور پانی) کو اپنی خوراک بنائے تو اسے موافق نہیں آتیں۔ اور ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور پوچھا اسماعیل کہاں ہے؟ ان کی بیوی نے جواب دیا شکار کے لئے گئے ہیں پھر حضرت اسماعیل کی زوجہ نے عرض کیا: کیا آپ تشریف نہیں رکھتے اور کچھ کھاتے پیتے نہیں؟ فرمایا: تمہارا کھانا اور تمہارا پینا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: ہمارا کھانا گوشت ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ ان کے لئے ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما۔

راوی کہتے ہیں حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکہ میں جو خوشحالی ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت ہے۔ پھر (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) فرمایا: جب تمہارا خاوند آئے تو اسے میرا اسلام کہنا اور اسے حکم دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھے۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تو فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ اس (ان کی زوجہ) نے عرض کیا: جی ہاں! ہمارے ہاں ایک خوبصورت بزرگ تشریف لائے تھے۔ پھر اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کی اور کہا انہوں نے مجھ سے ہماری گزران کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا: ہم خیریت سے ہیں۔ (حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) پوچھا: انہوں نے تمہیں کوئی نصیحت بھی کی تھی؟ عرض کیا: جی ہاں! وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور انہوں نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھو۔ فرمایا: یہ میرے والد محترم تھے اور چوکھٹ تو ہے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے پاس ہی رکھوں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنا عرصہ جتنا خدا کو منظور تھا ان کے پاس تشریف نہ لائے۔ پھر وہ اس وقفہ کے بعد تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام زمزم کے قریب درخت کے نیچے بیٹھ کر تیر کو تراش رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو ان کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے، اسی طرح ملے جس طرح باپ اپنے بیٹے سے ملتا ہے۔ فرمایا: اے اسماعیل! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ عرض کیا: خدا نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اس کی تعمیل کریں۔ فرمایا: تم میری مدد کرو گے؟ عرض کیا: میں آپ سے تعاون کروں گا۔ فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی جانب اشارہ فرمایا جو اپنے اردگرد کی جگہ سے بلند تھا سو وہیں انہوں نے بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھایا۔ پس حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پتھر اٹھا کر لانے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دیواریں تعمیر کرنے لگے جب دیواریں بلند ہوگئیں تو حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ پتھر اٹھا لائے اور اپنے والد کے لئے دیوار کے ساتھ رکھ دیا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر پکڑا رہے تھے اور دونوں باپ بیٹا کہہ رہے تھے: ''اے ہمارے رب! ہمارے عمل کو قبول فرما بے شک تو بہت سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

اور ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام' حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اُم اسماعیل کو اپنے ہمراہ لے کر نکلے' ان کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ حضرت ام اسماعیل خود پانی پیتیں اور ان کا دودھ بچے کے لئے کافی ہو جاتا حتیٰ کہ وہ مکہ پہنچے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک درخت کے نیچے چھوڑ دیا اور خود اپنے گھر کی جانب لوٹے۔ حضرت ام اسماعیل ان کے پیچھے پیچھے چل دیں حتیٰ کہ جب مکہ کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے پیچھے سے آواز دی: ہمیں کس کے حوالے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ فرمایا: خدا کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔ کہنے لگیں: میں خدا کے حکم پر راضی ہوں پھر وہ واپس پلٹ گئیں وہ خود مشکیزے سے پانی پی لیتیں اور ان کا دودھ بچے کے لئے کافی ہو جاتا۔ حتیٰ کہ جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے کہا: مجھے جا کر دیکھنا چاہئے شاید مجھے کوئی نظر آ جائے۔ فرمایا: وہ گئیں صفا پہاڑی پر چڑھیں اور دیکھنے لگیں کہ شاید انہیں کوئی نظر آ جائے لیکن انہیں کوئی نہ ملا۔ پھر جب وادی میں پہنچیں تو دوڑ پڑیں حتیٰ کہ مروہ تک پہنچ گئیں۔ انہوں نے یہ عمل کئی مرتبہ دہرایا۔ پھر فرمایا: مجھے جا کر دیکھنا چاہئے کہ بچہ کس حال میں ہے؟ پس وہ گئیں دیکھا کہ بچہ اس حال میں ہے گویا کہ وہ موت کی سسکیاں بھر رہا ہے۔ ان کے جی کو قرار نہ آیا۔ کہنے لگیں مجھے جا کر دیکھنا چاہئے شاید کوئی نظر آ جائے وہ گئیں' صفا پر چڑھیں نظر دوڑائی لیکن کوئی نظر نہ آیا حتیٰ کہ انہوں نے صفا اور مروہ کے مابین دوڑنے کا یہ عمل سات مرتبہ مکمل کر لیا پھر کہنے لگیں: مجھے جا کر دیکھنا چاہئے کہ بچہ کس حال میں ہے؟ اسی اثناء میں انہوں نے ایک آواز سنی کہنے لگیں: اگر تمہارے پاس کوئی اچھی چیز ہے تو ہماری مدد کرو وہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے' فرمایا کہ انہوں نے اپنی ایڑی ایسے زمین پر ماری تو وہاں سے پانی بہہ نکلا۔ حضرت اُمّ اسماعیل یہ دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئیں اور پانی کا چلو بھرنے لگیں اور پھر تفصیل کے ساتھ حدیث بیان کی۔ ان تمام روایات کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حل لغات:

الدوحۃ: بڑے درخت کو کہتے ہیں۔

قفّی: کا مطلب ہے: واپس مڑے۔

الجری: قاصد۔

الفی: اس کا مطلب ہے: پایا۔

ینشغ: سسکیاں بھرنا' پیچ و تاب کھانا

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 12 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح: آبِ زم زم پینے کا ثواب:

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، آبِ زم زم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے، اگر تو اسے شفا کی غرض سے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے شفا دے گا اور اگر تو شکم سیری کے لئے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے شکم سیر فرما دے گا اور اگر تو اسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پئے گا تو اللہ عزوجل تیری پیاس بجھادے گا اور اگر تو اسے پناہ حاصل کرنے کے لئے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے پناہ عطا فرمائے گا۔

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب آب زم زم پیتے تو یہ دعا مانگتے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ" ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔ (المستدرک، کتاب المناسک، باب ماء زمزم لما شرب لہ، رقم ۱۷۸۲، ج ۲، ص ۱۳۲ بتغیر قلیل)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، آبِ زم زم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، رقم ۳۰۶۲، ج ۳، ص ۴۹۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے غلام حضرتِ سیدنا حسن بن عیسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو زم زم کے کنویں پر آتے دیکھا۔ آپ نے ایک ڈول پانی پیا اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! مجھے عبداللہ بن مُؤَمَّل نے ابو زبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا آبِ زم زم اسی کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔ لہٰذا میں قیامت کی پیاس سے تحفظ کے لئے اسے پی رہا ہوں۔ (شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج، رقم ۴۱۲۸، ج ۳، ص ۴۸۱)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم المُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا، سطحِ زمین پر سب سے بہتر پانی آبِ زم زم ہے کہ یہ ایک قسم کا کھانا بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فی زمزم، رقم ۵۷۱۲، ج ۳، ص ۶۲۱)

(۹۷۷) وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

---

(۹۷۷) صحیح البخاری، الطب، باب المن شفاء للعین، رقم الحدیث: 5708، وصحیح مسلم، الأشربۃ، باب فضل الکمأۃ، رقم الحدیث: 2049

◀ ◀ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: کھمبی ''من'' (وہ کھانے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنی اسرائیل کے لئے نازل فرمائے تھے) میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے دوا ہے۔ (متفق علیہ)

❁❁❁❁

کِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

استغفار کا بیان

۲۲۸-بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهٖ

بخشش طلب کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت

آیت نمبر:1

قَالَ اللہ تعالٰی: {وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ} (محمد:19)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے''۔

آیت نمبر:2

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝} (النساء:106)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ غفور ورحیم ہے''۔

آیت نمبر:3

وَقَالَ تَعَالٰی: {فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝} (النصر:3)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: تو اس وقت اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور اپنی امت کے لئے اس سے مغفرت طلب کیجئے بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے'' ۝

آیت نمبر:4

وَقَالَ تَعَالٰی: {لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ}

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ان کے واسطے جو متقی بنے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں''۔

اِلٰی قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: {وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ} (آل عمران:15-17)۔

اللہ عزوجل کے فرمان: ''اور پچھلے پہر معافی مانگنے والے'' تک۔

آیت نمبر:5

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝} (النساء:110)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''جو شخص اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے پھر مغفرت مانگے اللہ عزوجل سے تو وہ اللہ عزوجل کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا پائے گا''o

آیت نمبر:6

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ o}
(الانفال:33)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اللہ عزوجل انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ آپ ان کے مابین ہیں اور نہیں ہے اللہ عزوجل عذاب دینے والا حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں''o

آیت نمبر:7

وَقَالَ تَعَالٰی: {وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ o} (آل عمران:135)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور وہ لوگ ہیں کہ اپنے آپ پر جب ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشنے والا ہے' اور نہیں اصرار کرتے اس پر جوان سے سرزد ہوا اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں''o

تشریح: گناہوں پر نادم ہونے والے اور توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت کی نوید:

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

عطاء نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابومقبل نبہان کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کے پاس ایک حسین عورت آئی انہوں نے اس کو کھجور فروخت کی' وہ اس سے لپٹ گئے اور اس کا بوسہ لے لیا' پھر اس فعل پر نادم ہوئے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے شان نزول میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ثقفی صحابی کسی غزوہ میں گئے اور اپنے ایک انصاری دوست کو گھر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے۔ انہوں نے اس ثقفی کی امانت میں خیانت کی وہ اس کے گھر میں داخل ہوئے' اس کی عورت نے مدافعت کی تو انہوں نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا' پھر نادم ہوئے اور روتے چیختے ہوئے جنگل میں چلے گئے' جب وہ ثقفی واپس آیا تو اس کی بیوی نے اس کو خبر دی' وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا' اور اس کو تلاش کر کے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس لے گیا کہ وہ شاید اس کی نجات کی کوئی صورت نکالیں' پھر وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور اپنے اس فعل کی خبر دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس آیت سے عموم مراد لینا زیادہ اولیٰ ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۴' ص ۲۱۰۔ ۲۰۹' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں: جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی حدیث خود سنتا ہوں تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مجھے اس حدیث سے نفع پہنچاتا ہے اور جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص مجھے کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو میں اس سے اس حدیث پر حلف طلب کرتا ہوں اور جب وہ حلف اٹھالیتا ہے تو میں اس کی تصدیق کر دیتا ہوں اور مجھ سے حضرت ابوبکر نے یہ حدیث بیان کی اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بھی کوئی گناہ کرے پھر وہ اچھی طرح وضو کرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے پھر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ آیت پڑھی (آیت) "**والذین اذا فعلوا فاحشۃ**"۔ الخ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۲۱۳ مطبوعہ لاہور)

اس حدیث کو امام ترمذی امام ابن ماجہ امام احمد امام نسائی امام ابن جریر اور امام واحدی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

عطاء ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بنو اسرائیل اللہ کے نزدیک ہم سے بہت زیادہ مکرم تھے کہ صبح کو ان کے اس گناہ کا ان کے دروازہ کی چوکھٹ پر لکھا ہوا ہوتا تھا۔ "تم اپنا کان کاٹ لو تم اپنی ناک کاٹ لو" رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش رہے تب یہ آیات نازل ہوئیں: اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کے طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے (الی قولہ) اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشے گا؟ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں؟ پھر آپ نے ان آیات کو پڑھا۔

ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس رویا۔

(جامع البیان ج ٤ ص ٦٣-٦٢ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٤٠٩ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف کردے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے اور وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرے گناہ کو معاف کردے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور

اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی' راوی نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا تھا جو چاہو کرو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۷ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تم جو چاہو کرو۔ اس میں صرف یہ لفظ ہیں' میں نے اس کی مغفرت کر دی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸۔۱۱۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط جائیں گے' اور اگر تمام گناہوں کے بعد توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۷' مطبوعہ کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے مفہم میں لکھا ہے یہ حدیث استغفار فائدے اور اللہ عظیم فضل' اس کی رحمت کی وسعت' اس کے حلم اور اس کرم پر دلالت کرتی ہے لیکن بندہ کا زبان سے استغفار کرنا اس کے دل کے ساتھ مقرون ہونا چاہئے تاکہ اصرار کی گرہ کھل جائے اور اس کے ساتھ بندہ کو اس گناہ پر نادم بھی ہونا چاہئے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے" تم میں سے بہتر وہ ہے جو فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد توبہ کرے۔" اس کا معنی یہ ہے کہ جس سے بار بار گناہ ہو وہ بار بار توبہ کرے اور جب بھی اس سے کوئی گناہ ہو جائے وہ توبہ کر لے' اور ایسا نہ ہو کہ وہ زبان سے توبہ کرے اور اس کا دل اس گناہ پر مصر ہو' کیونکہ ایسا استغفار بجائے خود استغفار کا محتاج ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرفوعا روایت کیا ہے۔" گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو' اور جو شخص گناہ سے توبہ کر رہا ہو حالانکہ وہ اس گناہ پر قائم ہو وہ گویا اپنے رب سے مذاق کر رہا ہے" راجح یہ ہے کہ حدیث کا دوسرا حصہ موقوف ہے (یعنی حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے) اور حدیث کے پہلے حصہ کو امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ بار بار گناہ کرنا ہر چند کہ برا کام ہے' لیکن جب اس کے ساتھ توبہ مقرون ہو تو یہ نیک کام ہے کیونکہ وہ کریم سے گڑ گڑا کر معافی مانگ رہا ہے' چونکہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر رہا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوال کوئی بخشنے والا نہیں ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں جو ہے تم جو چاہو کرو اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے رہو گے تو تم کو معاف کرتا رہوں گا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۷۲۔۴۷۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے" یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بہ طور اعزاز اور اکرام ہو جیسا

کہ قرآن مجید میں ہے:

(آیت)"ادخلوھا بسلام امنین". (الحجر:٤٦)

ترجمہ: (متقین سے کہا جائے گا) تم جنتوں میں سلامتی اور بے خوفی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس توبہ کرنے والے شخص کو یہ خبر دی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا ہے اور وہ مستقبل میں گناہوں سے محفوظ رہے گا' اور پہلی صورت میں جب یہ حکم بطور اعزاز اور اکرام ہو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کے لیے ہر کام مباح کر دیا ہے وہ جو چاہے کرے' اور اب اس کا معنی یہ ہو گا کہ جب تک تم گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے رہو گے میں تم کو بخشتا رہوں گا' علامہ تور پشتی نے کہا ہے کہ یہ کلام (جو چاہو کرو) کبھی بطور اظہار غضب ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

(آیت)"اعملوا ماشئتم انه بما تعملون بصیر". (فصلت:٤٠)

ترجمہ: (کفار سے فرمایا) جو چاہو کیے جاؤ بے شک وہ تمہارے سب کام خوب دیکھنے والا ہے۔

اور کبھی اظہار لطف کے لیے کہا جاتا ہے جیسے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق فرمایا تحقیق اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا اے اہل بدر جو چاہو کرو بے شک میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ (صحیح بخاری ج١ ص٤٢٢)

اور دونوں صورتوں میں اس کلام کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم کو ہر قسم کے کام کی رخصت دے دی ہے خواہ جائز ہو یا ناجائز۔

(اکمال الاکمال ج٩ ص١٧٢-١٧١' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے' جو جب نیک کام رتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب برے کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: چار شخص جنت کے پاکیزہ باغوں میں ہوں گے' جو شخص "لا الہ الا اللہ" پر مضبوط اعتقاد رکھے اور اس میں شک نہ کرے' اور جو شخص جب نیک کام کرے تو خوش ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور وہ شخص جو جب برا کام کرے تو غمگین ہو اور اللہ سے استغفار کرے اور وہ شخص جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو کہے: "انا للہ وانا الیہ راجعون:

(شعب الایمان ج٥ ص٣٧٢-٣٧١ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(٩٧٨) وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّهٗ

---

(٩٧٨) صحیح مسلم، الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ، رقم الحدیث: 2702

لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي، وَاِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ مَرَّةٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کبھی کبھی میرے دل میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں اس واسطے میں ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔ (مسلم)

(۹۷۹) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: "وَاللهِ اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: خدا کی قسم! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

تعارف راوی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لیے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے اس صدمے کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے "عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں۔ شعر

آنچہ تو کردی کسے باخود نہ کرو ۔۔۔ روح پاک مصطفی آمد بدرد
بد نصیبیں تم ان کی خاطر ۔۔۔ رات بھر روؤ کراہو
بد کریں ہر دم برائی ۔۔۔ تم کہو ان کا بھلا ہو

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر: 548)

(۹۸۰) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا، لَذَهَبَ اللهُ تَعَالٰى بِكُمْ، وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی

---

(۹۷۹) صحیح البخاری، الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی الیوم واللیلۃ، رقم الحدیث: 6307

(۹۸۰) صحیح مسلم، التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ، رقم الحدیث: 2749

قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ عزوجل تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ ایسی قوم کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے پھر وہ خدا تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور وہ انہیں معاف فرمادے گا۔ (مسلم)

(۹۸۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: کُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِئَۃَ مَرَّۃٍ: "رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ"۔

رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ"۔

◀◀ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم گنتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی مجلس میں سو سے زیادہ مرتبہ یہ کلمات پڑھتے: "رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ" اے اللہ! مجھے معاف فرمادے میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے"۔ ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لیے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرما لیتے تھے، یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا۔ مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لیے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادات اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہٰذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج3، حدیث نمبر: 575)

(۹۸۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔ (ابوداؤد)

◀◀ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو استغفار کو اپنا معمول بنالے۔ اللہ عزوجل اس کے واسطے ہر تنگی سے نکلنے کے اسباب پیدا فرماتا ہے اور اسے ہر دکھ

---

(۹۸۱) سنن أبی داود، الوتر، فی الاستغفار، رقم الحدیث: 1516، و جامع الترمذی، الدعوات، باب ما یقول اذا قام من مجلسہ، رقم الحدیث: 3434

(۹۸۲) ضعیف۔ سنن أبی داود، الوتر، باب فی الاستغفار، رقم الحدیث: 1518، اس کی سند حکم بن مصعب کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (الضعیفۃ للالبانی رقم الحدیث: 705)

سے نجات عطا کرتا ہے اور اسے اس جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

(۹۸۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ، وَاِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ"۔

رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ"۔

◀◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ کلمات کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ: اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں خواہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہو"۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(۹۸۴) وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ یَّقُوْلَ الْعَبْدُ: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْ لِیْ، فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. مَنْ قَالَھَا مِنَ النَّھَارِ مُوْقِنًا بِھَا، فَمَاتَ مِنْ یَّوْمِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّمْسِیَ، فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ، وَمَنْ قَالَھَا مِنَ اللَّیْلِ، وَھُوَ مُوْقِنٌ بِھَا، فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ، فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ"۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

"اَبُوْءُ" بِبَاءٍ مَّضْمُوْمَۃٍ ثُمَّ وَاوٍ وَّھَمْزَۃٍ مَّمْدُوْدَۃٍ وَمَعْنَاہُ: اُقِرُّ وَاَعْتَرِفُ۔

◀◀ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یہ کلمات کہے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْ لِیْ، فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ "اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں، اور میں حسب استطاعت تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں میں اپنے کرتوتوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری (بے پایاں) نعمتیں مجھ پر ہیں، میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور مجھ سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف فرما دے کیونکہ بے شک کوئی گناہوں کو معاف

(۹۸۳) سنن أبي داود، باب في الاستغفار، رقم الحديث: 1517، وجامع الترمذي، الدعوات......، باب في دعا الضعيف، رقم الحديث: 3577، كلاهما من حديث زيد بن أبي يسار رضي الله عنه، والمستدرك للحاكم: 1/511 من حديث ابن مسعود رضي الله عنه

(۹۸۴) صحيح البخاري، الدعوات، باب أفضل الاستغفار، رقم الحديث: 6306

نہیں کرتا سوائے تیرے۔ جو شخص یہ کلمات دن کے وقت کہے اور اس کو ان کے متعلق پورا یقین ہو اور وہ اسی دن شام سے قبل فوت ہو جائے تو وہ جنتی ہے اور جو شخص رات کو یہ کلمات کہے اور اسے ان کے متعلق یقین ہو اور پھر وہ صبح سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ بھی جنتیوں میں سے ہے۔

حل لغات:

ابوء: باء پر پیش کے ساتھ پھر واؤ پھر ہمزہ ممدورہ کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے: میں نے اقرار کیا اور اعتراف کیا۔

تعارف راوی:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 68 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(سید الاستغفار یہ ہے) عربی میں سید وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے کیونکہ اس میں گزشتہ پر ندامت آئندہ کے لیے عہد، رب تعالیٰ کے انعامات، اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے۔

('اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں) معلوم ہوا کہ استغفار تو بہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی دعا ہو ویسی ہی حمد چاہیے۔ دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں، بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک وصاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ مربی ہے۔

(اور میں حسب استطاعت تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں) یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا میں وہ عہد پورا کروں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تیرے پیارے حبیب سے کیا یا بیعت ہوتے وقت تیرے کسی ولی سے کیا کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں۔ بقدر طاقت کی اس لیے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔

(میں اپنے کرتوتوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں) شیخ نے اشعۃ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی۔ گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ وزاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر و غرور ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطاء گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔

(تیری (بے پایاں) نعمتیں مجھ پر ہیں' میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور مجھ سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کا اعتراف کرتا ہوں' مجھے معاف فرما دے کیونکہ بے شک کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا سوائے تیرے) سبحان اللہ! کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے، عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم وجهول میں ہوں غفور رحیم تو ہے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کرلی ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر، تیرے ایک چھینٹے سے ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر

ماایم پر گناہ تو دریائے رحمتی آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

(شخص یہ کلمات دن کے وقت کہے اور اس کو ان کے متعلق پورا یقین ہو اور وہ اسی دن شام سے قبل فوت ہو جائے تو وہ جنتی ہے' اور جو شخص رات کو یہ کلمات کہے اور اسے ان کے متعلق یقین ہو اور پھر وہ صبح سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ بھی جنتیوں میں سے ہے) یقین کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں خالی نہیں پھیرتے جسے یہ یقین ہو گا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 3، حدیث نمبر: 559)

(۹۸۵) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ، اسْتَغْفَرَ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّقَالَ: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" قِیْلَ لِلْاَوْزَاعِیِّ - وَھُوَ اَحَدُ رُوَاتِہٖ -: کَیْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: یَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے بعد چہرہ انور پیچھے کی جانب پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" "اے اللہ! تو سلامتی والا ہے تجھی سے سلامتی ہے' تو بہت برکت والا ہے' اے بزرگی اور عزت والے" امام اوزاعی (جو اس حدیث کے راوی ہیں) سے پوچھا گیا: آپ استغفار کیسے کرتے تھے؟ فرمایا: آپ پڑھتے استغفر اللہ' استغفر اللہ۔ (مسلم)

(۹۸۶) وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا، قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِہٖ: "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال سے قبل بکثرت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (متفق علیہ)

(۹۸۵) صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ، رقم الحدیث: 591

(۹۸۶) صحیح البخاری، التفسیر، رقم الحدیث: 4967، وصحیح مسلم، الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود؟، رقم الحدیث: 484

(۹۸۷) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللهُ تَعَالٰی: يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ، غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ، اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً"۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ"۔

"عَنَانَ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعين: قِيْلَ هُوَ السَّحَابُ، وَقِيْلَ: هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا، اَيْ ظَهَرَ۔ "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقاف، وَرُوِيَ بِكَسْرِهَا، وَالضَّمُّ اَشْهَرُ۔ وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلْاَهَا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! اگر تو مجھ سے دعا کرے اور (میرے فضل کی) امید رکھے تو میں تیرے سارے گناہ معاف کردوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی وسعتوں کے برابر ہوں اور تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین کی وسعت کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کرے اور تو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے تو میں تجھے زمین کی وسعت کے برابر مغفرت سے نوازوں گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حل لغات:

عَنَانُ السَّمَآءِ: عین کے فتح کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد بادل ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد آسمان کا اتنا حصہ ہے جو تجھے نظر آئے۔

قُرَابُ الْاَرْضِ: قاف کے ضمہ سے اور کسرہ بھی مروی ہے، اور مشہور ضمہ ہی ہے، اس کا مطلب کہ اتنا جو زمین کو بھر دے۔

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ اللہ تعالیٰ گناہ نہیں دیکھتا اپنی رحمت وفضل کے امیدوار کی نیت واخلاص کو دیکھتا ہے اور اس کو بخش

(۹۸۷) جامع الترمذی، الدعوات......، باب الحدیث القدسی، یا ابن آدم انک ما دعوتنی......، رقم الحدیث: 3540

دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کوئی حد نہیں۔

حضرتِ سیِّدُنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سو رحمتیں ہیں اس نے ایک رحمت اہلِ دنیا کی طرف اُتاری تو وہ انہیں ان کی موت تک کافی ہوگئی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس رحمت کو قیامت تک روکے رکھے گا پھر قیامت کے دن اسے ننانوے (99) رحمتوں میں ملاکر اپنے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور اطاعت گزاروں کے لئے سو (100) رحمتیں مکمل فرمادے گا۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث 10675، ج ۳، ص ۵۹۴، بتغیر)

اور ایک روایت میں یوں فرمایا:

حضرتِ سیِّدُنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین وآسمان کی تخلیق کے دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ہر رحمت زمین وآسمان کے درمیان تہہ در تہہ رکھ دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی۔ اسی سے والدہ اپنی اولاد پر، وحشی درندے اور پرندے ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں، یہاں تک کہ گھوڑا اپنا پاؤں اپنے بچے سے دور کرلیتا ہے کہ کہیں اسے چوٹ نہ لگ جائے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس رحمت کو دوسری ننانوے (99) رحمتوں میں ملاکر سو مکمل فرمادے گا اور بروزِ قیامت اس سے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۵۳ / ۲۷۵۲، ص ۱۱۵۵)

عورتوں کی اکثریت جہنم میں کیوں:

(۹۸۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، وَاَكْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ؛ فَاِنِّیْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ" قَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ: مَا لَنَا اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِیْ لُبٍّ مِنْكُنَّ" قَالَتْ: مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ؟ قَالَ: "شَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمْكُثُ الْاَيَّامَ لَا تُصَلِّیْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

◄◄ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو اور بکثرت استغفار پڑھا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اہلِ دوزخ میں اکثریت تمہاری ہے تو ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا: کیا سبب ہے کہ دوزخ میں اکثریت ہماری ہوگی؟ فرمایا: تم بکثرت لعن

(۹۸۸) صحیح البخاری، الحیض، باب ترک الحائض الصوم، رقم الحدیث: 304، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، وصحیح مسلم، الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات ــــ رقم الحدیث: 79

طعن کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو میں نے تم سے زیادہ ناقص عقل اور ناقص دین والیوں کو نہیں دیکھا کہ تم زیادہ صاحب عقل (مرد) پر غالب ہو۔ اس عورت نے عرض کیا: عقل اور دین کے نقصان سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے۔ (یہ عورت کے عقل کا نقصان ہے) اور دین کا نقصان یہ ہے کہ تم کئی دن تک نماز نہیں پڑھتی ہو۔ (مطلب کہ حیض کی حالت میں) (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 13 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اہل دوزخ میں اکثریت تمہاری ہے) معراج میں یا کشف سے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اگلے پچھلے واقعات کو مشاہدہ فرماتی ہے، کیونکہ دوزخ میں داخلہ قیامت کے بعد ہوگا، مگر آج ہی دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم خواب یا خیال میں اگلی پچھلی باتیں دیکھ لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور باذن الٰہی جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچانتے ہیں ان کی تعداد سے خبردار ہیں حالانکہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ تیسرے یہ کہ نیک اعمال خصوصًا صدقہ عذاب کو دفع کرتا ہے۔ اسی لیے میت کو تیجہ، دسویں وغیرہ میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے کہ اگر اس کی قبر میں آگ ہو تو اس سے بجھ جائے۔

(تم بکثرت لعن طعن کرتی ہو) غصہ میں بچوں پر لڑائی میں مقابل پر، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ لعنت کرنا دوزخی ہونے کا سبب ہے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے یہاں صحابہ پر تبرّا اور لعنت کرنا عبادت ہے۔ جب نمرود، فرعون، ہامان بلکہ شیطان کو گالیاں دینا اور تبرا کرنا ثواب نہیں تو بزرگوں کو گالیاں دینا کہاں کی انسانیت ہے۔ مسئلہ کسی معین پر لعنت کرنا جائز نہیں سوا ان کفار کے جن کا کفر پر مرنا نص میں آچکا، غیر معین گنہگار پر بھی لعنت جائز ہے۔ مثلًا یہ کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر یا جھوٹوں پر لعنت مگر اس کی عادت مت ڈالو جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔

(اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو) کہ اگر عمر بھر خاوند تمہاری ناز برداری کرے اور ایک بار کچھ کوتاہی کردے تو کہتی ہو کہ تو نے میرے ساتھ کچھ کیا ہی نہیں، جو بندے کا ناشکرا ہے خدا کا شاکر نہیں بن سکتا۔

(میں نے تم سے زیادہ ناقص عقل اور ناقص دین والیوں کو نہیں دیکھا کہ تم زیادہ صاحب عقل (مرد) پر غالب ہو۔) اس میں عورتوں کے تین عیب بیان کئے گئے: عقل میں کمی، دین پر عمل میں کوتاہی، اور مرد کو بے وقوف بنانا، یہ عورتوں کی عام حالت ہے اگرچہ بعض بیبیاں اس سے پاک ہیں۔ خیال رہے کہ جنس مرد جنس عورت سے افضل ہے، اگرچہ بعض عورتیں، بعض مردوں سے افضل ہیں۔ حضرت آمنہ خاتون، عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرہ ہم جیسے کروڑوں مردوں سے افضل، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(فرمایا: دوعورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے) عام حالات میں یا دو مرد گواہ ہوتے ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں بعض صورتوں میں عورت کی گواہی مطلقاً نہیں مانی جاتی جیسے حدود اور قصاص، بعض صورتوں میں صرف ایک عورت کی خبر معتبر جیسے بحالت غبار، رمضان کا انتیسواں ۲۹ چاند یا حیض ونفاس کی یا عدت گزرنے کی خبر یہاں عام حالت مراد ہے۔

(اور دین کا نقصان یہ ہے کہ تم کئی دن تک نماز نہیں پڑھتی ہو) کہ کچھ عرصہ نماز کے ثواب سے اور ادائے روزہ کی برکتوں سے محروم رہتی ہے۔ خیال رہے کہ حیض ونفاس کے زمانہ کی نمازیں بالکل معاف ہیں اور روزوں کی ادا معاف قضا واجب۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی زیادتی کمی دین کے کمال ونقصان کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ مسافر و بیمار نماز وروزہ کے اہل ہیں لیکن حائضہ اور نفسا ان کی اہل ہی نہیں لہٰذا وہ دونوں ناقص نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 1، حدیث نمبر: 17)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی (دوسرے) کو سجدہ کرے تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (جامع الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج، الحدیث ۱۱۶۲، ج ۲، ص ۳۸۶)

وضاحت:

سجدہ عبادت کفر ہے اور سجدہ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدۂ تعظیم جائز تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مالکِ احکام ہیں جبھی تو فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لئے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا۔ خاوند کی اطاعت وتعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۹۷)

۲۲۹ - بَابُ بَیَانِ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْجَنَّةِ

ان نعمتوں کا بیان جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں مومنوں کے لئے تیار فرما رکھی ہیں

آیت نمبر: 1

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۞ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۞ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۞ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۞} (الحجر: 45-48)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''یقیناً پرہیزگار اس دن باغوں اور چشموں میں آباد ہوں گے ۞ انہیں حکم ملے گا داخل ہو جاؤ ان جنتوں میں خیر وعافیت کے ساتھ بے خوف ہو کر ۞ اور ہم نکال دیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ وغیرہ

تھا وہ بھائی بھائی بن جائیں گے اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ٥ نہیں پہنچے گی انہیں اس میں کوئی تکلیف اور نہ انہیں اس سے نکالا جائے گا'' ٥

تشریح: متقین کی تحقیق:

اللہ سے ڈرنے والے یعنی متقی لوگ معتزلہ کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور کفر کے علاوہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے ہوں اور اگر ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہو تو مرنے سے پہلے انہوں نے اس پر توبہ کر لی ہو یہی لوگ آخرت میں جنتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور جمہور اہلسنت کے نزدیک اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر اور شرک سے دائما مجتنب رہے ہوں لیکن متقی ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ انہوں نے ہر ہر کبیرہ گناہ سے اجتناب کیا ہو جس طرح قاتل ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس نے انسان کے ہر ہر فرد کو قتل کیا ہو اور عالم ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو ہر ہر مسئلہ کا علم ہو ایک انسان کو قتل کرنے والا بھی قاتل کہلاتا ہے اور چند عام پیش آنے والے مسائل کو جاننے والا بھی عالم کہلاتا ہے اس طرح زندگی میں چند بار خوف خدا سے کبیرہ گناہوں کو ترک کر والا بھی متقی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (۳۹)

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ۔ (النزعات: ۴۰) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈار ز اور نفس (امارہ) کو اس کی خواہش سو روکا۔ تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔ سو جس شخص نے زندگی میں ایک بار بھی خوف خدا سے اپنی خواہشوں کے منہ زور گھوڑے کو گناہ کی وادی میں دوڑنے سے روک لیا وہ اس آیت کا مصداق ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ متقی ہونے کے لیے اور جنت کا امیدوار بننے کے لیے ہر ہر گناہ کر ترک کرنا ضروری ہے البتہ کامل متقی وہی شخص ہے جو خوف خدا سے تمام گناہوں سے مجتنب رہے البتہ اگر کبھی نفس اور شیطان کے غلبہ سے وہ گناہ میں لوث ہو جائے تو فوراً نادم ہو اور اس گناہ سے توبہ کرے۔ ایسے لوگ کامل متقی ہیں اور ان ہی کے متعلق توقع ہے کہ وہ بغیر کسی سزا کے پہلی بار ہی جنت میں چلے جائیں گے اور جن لوگوں نے نیک کام بھی کیے اور خوف خدا سے گناہوں کو ترک بھی کیا اور پھر ان سے گناہ بھی ہو گئے اور انہوں نے ان گناہوں پر توبہ کر لی تو ان کو مغفرت کی امید رکھنی چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (التوبہ: ۱۰۲)

اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا انہوں نے کچھ نیک کاموں کو دوسرے برے کاموں سے ملایا عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے نیک کام کیے اور گناہ بھی کیے اور وہ بغیر توبہ کے مر گئے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا حکم دے گا اور آپ

کی شفاعت قبول فرما کر ان کو بخش دے گا یا اپنے فضل محض سے ان کو بخش دے گا یا ان کو دوزخ میں کچھ سزا دے کر نکال لے گا اور پھر ان کو جنت میں داخل فرمادے گا اور جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہیں اور ان گناہوں پر نادم اور تائب نہ ہوں ان کو یہ توقع نہیں رکھنے چاہیے کہ ان کا حشر متقین کی طرح ہوگا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی مثل کردیں گے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہوجائے وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے وہ چاہے تو ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر اور راستہ سے کانٹے ہٹا دینے پر ساری عمر کے گناہوں کو معاف فرمادے اور وہ چاہے تو ایک بلی کو بھوکا رکھنے پر دوزخ میں ڈال دے وہ جس کو چاہے معاف کردیتا ہے اور جس کو چاہے عذاب دیتا ہے۔

چشموں، سلامتی اور امن کی تفسیر:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ چشموں سے مراد پانی، شراب دودھ اور شہد کے دریا، اور علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس سے پانی شراب سلسبیل اور تسنیم کے دریا مراد ہیں، ان سے کہا جائے گا تم سلامتی کے ساتھ جنتوں میں داخل ہوجاؤ اس کی تفسیر میں تین قول ہیں (1) دوزخ سے سلامتی اور حفاظت کے ساتھ جنتوں میں داخل ہو (2) جنت سے نکالے جانے سے بے خوف رہو (3) موت سے بے خوف رہوں (4) مرض اور مصیبت سے بے خوف رہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں جو رنجشیں ہوں گی ہم ان سب کا نکال دیں گے۔ یہ آیت پہلے الاعراف: 43 میں گذر چکی اور ہم اس کی مفصل تفسیر وہاں کرچکے ہیں۔ پھر فرمایا وہ ایک دوسرے کے بھائی ہو کر مسند نشین ہوں گے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ ایک دوسرے کے بالمقابل ہو بن گے اور ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہیں کریں گے امام رازی نے فرمایا جس طرح دو شیشے متقابل ہوں تو ایک کا عکس دوسرے میں نظر آتا ہے اسی طرح جب جنتی متقابل ہوں گے تو یاک کوانوار دوسرے میں منعکس ہوں گے

(تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

آیت نمبر: 2

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۞ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۞ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُوْنَ ۞﴾

(الزخرف: 68-73)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے میرے پیارے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم آج غمزدہ ہوگے۔

وہ بندے جو ایمان لائے تھے‘ ہماری آیتوں پر اور فرمانبردار تھے○ حکم ہوگا‘ داخل ہو جاؤ۔ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں‘ خوشی خوشی گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال اور جام اور وہاں ہر وہ چیز ہوگی جسے دل پسند کریں اور آنکھوں کو لذت ملے مزید براں تم وہاں ہمیشہ رہو گے○ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو ان اعمال کے باعث جو تم کیا کرتے تھے○ تمہارے لیے یہاں بکثرت پھل ہیں ان میں سے کھاؤ گے جو جی چاہے‘‘○

تشریح: مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں:

مقاتل نے بیان کیا ہے کہ میدان حشر میں ایک منادی یہ ندا کرے گا: اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوں گے جب اہل محشر یہ ندا سنیں گے تو سب سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے، پھر جب منادی یہ کہے گا: وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے یہ سن کر مسلمان کے سوا تمام مذاہب والے اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور محاسبی نے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب منادی قیامت کے دن یہ ندا کرے گا: اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے تو تمام لوگ اپنے سر اٹھا کر کہیں گے: ہم اللہ کے بندے ہیں، وہ پھر دوسری بار ندا کرے گا: وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار ہے تو کفار اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور موحدین اسی طرح سر اٹھائے ہوئے ہوں گے، پھر وہ منادی تیسری بار ندا کرے گا: جو لوگ ایمان لائے اور متقی رہے تو تمام کبیرہ گناہ کرنیوالے اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور اہل تقویٰ اسی طرح اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ان سے خوف اور حزن کو دور کر دے گا کیونکہ وہ اکرم الاکرمین ہے، وہ اپنے اولیاء کو شرمندہ ہونے نہیں دے گا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۰۲-۱۰۱)

آیت نمبر:3

وَقَالَ تَعَالٰی: {اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ○ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○} (الدخان: 51 تا 57)

اور اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ’’یقینا پرہیز گار امن کی جگہ میں ہوں گے باغات میں اور بہتے ہوئے چشموں میں۔ پہنے ہوئے ہوں گے لباس باریک اور دبیز ریشم کا دیں گے○ اسی طرح ہم ان کا نکاح کریں گے گوری گوری آہو چشم عورتوں سے○ وہ منگوا لیا کریں گے وہیں ہر قسم کا پھل اطمینان سے○ نہ چکھیں گے وہاں موت کا ذائقہ بجز اس پہلی موت کے اور اللہ عزوجل نے بچا لیا ہے انہیں عذاب جہنم سے○ محض آپ کے رب کی مہربانی سے‘ یہی وہ

بڑی کامیابی ہے''o

تشریح: آخرت میں متقین کے اجر وثواب کی بشارت:

متقین سے مراد ہے: جو لوگ کفر سے اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور وہ مؤمنین صالحین ہیں اور مقام کا معنی ہے: موضع قیام یعنی جگہ، اس مقام کی صفت "امین" فرمائی ہے یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں پر رہنے والا آفات اور بلیات سے، عذاب اور تکلیف دو چیزوں سے مامون اور محفوظ رہے گا، اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو ایسی جگہ رکھے گا جہاں وہ ہر قسم کے ڈر اور خوف سے مامون اور محفوظ ہوگا۔

مقام امین وہ جگہ ہے جہاں انبیاء، اولیاء، صدیقین اور شہداء کی مجلس ہوتی ہے، خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں، دنیا میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں معصیت اور نافرمانی سے امن ہوتا ہے اور جو شخص ان کی مجلس میں آکر بیٹھ جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے محروم نہیں ہوتا اور آخرت میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں عذاب سے امن ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی متعلق فرمایا ہے:

لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقهم الملئكة هذا یومكم الذی كنتم توعدون

(الانبیاء:103)

حشر کے دن کی بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی، فرشتے ان سے مل کر کہیں گے: یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

آیت نمبر:4

وَقَالَ تَعَالٰی: {اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ o عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ o تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ o یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ o خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَّفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ o وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ o عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ o} (المطففین:22 تا 28)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک نیکوکار راحت میں ہوں گے o پلنگوں پر بیٹھے مناظر جنت کا نظارہ کر رہے ہوں گے o آپ پہچان لیں گے ان کے چہروں پر راحتوں کی شگفتگی o انہیں پلائی جائے گی سر بمہر خالص شراب o اس کی مہر کستوری کی ہوگی اس واسطے سبقت لے جانے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے o اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ وہ چشمہ ہے جس سے صرف مقربین پئیں گے''o

تشریح: جنت میں ابرار کی نعمتیں، "رحیق مختوم" اور "تسنیم" کے معانی:

ابرار یعنی نیکوکار جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہے ہوں گے، اور وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کرامات کو دیکھ رہے ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں، مقاتل نے کہا: وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے اہل دوزخ کی طرف

دیکھ رہے ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال ذات کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ان نعمتوں کے ملنے سے ان کی جو خوشی ہوگی اور ان کے چہروں پر جو رونق اور تر و تازگی ہوگی، اس کو دیکھ کر آپ انہیں پہچان لیں گے، ان کو شراب طہور پلائی جائے گی جس میں کوئی تلخی ہوگی نہ کوئی نشہ ہوگا، اس آیت میں "رحیق" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: صاف اور شفاف شراب، اس شراب پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: شراب پینے کے بعد ان کو مشک کا ذائقہ آئے گا۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی بے لباس مسلمان کو لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا، اللہ اس کو "رحیق مختوم" (مشک کے ذائقہ والی شراب) پلائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۲)

المطففین: ۲۶ میں "فلیتنافس" کا لفظ ہے، اس کا مصدر "تنافس" ہے، اس کا معنی ہے: رغبت کرنا، یعنی ان نعمتوں میں رغبت کرنا چاہیے اور ان نعمتوں کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

اور اس (شراب) میں چشمہ تسنیم کی آمیزش ہے۔ تسنیم وہ مشروب ہے جس کو اوپر سے انڈیلا جائے گا، اور یہ جنت کی سب سے افضل شراب ہے۔ لغت میں تسنیم کا معنی ہے: بلندی، اونٹ کے کوہان کو سنام کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی اونٹ کی پیٹھ پر بلند ہوتا ہے، اسی طرح "تسنیم القبور" اس قبر کو کہتے ہیں جو اونٹ کے کوہان کی شکل پر بنائی جائے، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے صرف مقربین کو پلایا جائے گا، ایک قول یہ ہے کہ تسنیم ہوا میں ایک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بہہ رہا ہے اور اس سے اہل جنت کے برتنوں میں صاف شراب انڈیلی جائے گی۔

(تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۹۸۹) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا، وَيَشْرَبُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ، وَلَا يَبُوْلُوْنَ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ، كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں گے بھی پئیں گے بھی اور انہیں نہ پاخانے کی حاجت پیش آئے گی اور نہ رینٹ صاف کرنے کی اور نہ پیشاب کی بلکہ ان کا کھانا ڈکار کی صورت میں ہضم ہو جائے گا' جس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی انہیں توفیق عطا کی جائے گی کہ وہ اسی طرح تسبیح وتکبیر پڑھ سکیں جیسے کہ وہ سانس لیتے ہیں۔ (مسلم)

(۹۸۹) صحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب فی صفات الجنۃ واہلہا......، رقم الحدیث: 2835

(۹۹۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللهُ تَعَالٰی: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ} (السجدۃ:17)۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے واسطے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھا۔ نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ''پس نہیں جانتا کوئی شخص جو نعمتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ جزاء ہے ان کی جو وہ عمل کرتے ہیں''۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کی شرح ابھی ماقبل آیات کی تشریح میں ہو چکی ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

جنت کی نعمتیں:

(۹۹۱) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ زُمْرَةٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ عَلٰی اَشَدِّ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَاءَةً، لَا یَبُوْلُوْنَ، وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَا یَتْفُلُوْنَ، وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ۔ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ۔ عُوْدُ الطِّیْبِ۔ اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِیْنُ، عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰی صُوْرَةِ اَبِیْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِی السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ: "اٰنِیَتُهُمْ فِیْهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ۔ وَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ یُرٰی مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَیْنَهُمْ، وَلَا

(۹۹۰) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ، رقم الحدیث:3244، وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا باب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث:2824

(۹۹۱) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ......، رقم الحدیث:3245، وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب اول زمرۃ تدخل الجنۃ......، رقم الحدیث:2834

تَبَاغُضَ، قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا".

قَوْلُهُ: "عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ". رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَاءِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی شکلیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی اور ان کے بعد جو گروہ آئے گا ان کی شکلیں آسمان کے سب سے زیادہ روشن چمکدار ستارے جیسی ہوں گی' وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ کریں گے' نہ تھوکیں گے اور نہ انہیں رینٹھ آئے گا' ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا' اور ان کی انگھیٹیوں میں عود ہندی ہوگی جو ایک خوشبودار لکڑی ہے ان کی بیویاں حورعین ہوں گی' ان کی تخلیق ایک ہوگی اپنے باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل پر' ان کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ (متفق علیہ)

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے: وہاں ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا' ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی' حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اندر سے نظر آئے گا' ان کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی دشمنی ہوگی' ان کے دل ایک آدمی کے دل جیسے ہوں گے صبح وشام تسبیح وتکبیر کے نغمے الاپیں گے۔

حل لغات:

عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ: بعض نے خاء کے فتحہ اور سکون لام کے ساتھ اسے روایت کیا اور بعض نے ان دونوں (یعنی خاء اور لام) کی پیش کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی شکلیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی) پہلے گروہ سے مراد یا حضرات انبیاء کرام ہیں یا انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ۔ (مرقات) ظاہر یہ ہے کہ صرف انبیاء کرام مراد ہیں کہ جنت میں پہلے وہ ہی تشریف لے جائیں گے۔

جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین ہوں گے ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے۔ (مرقات) کیوں نہ ہوں کہ حضور نبوت کے آسمان کے سورج، رب فرماتا ہے: "وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا"۔

(اور ان کے بعد جو گروہ آئے گا ان کی شکلیں آسمان کے سب سے زیادہ روشن چمکدار ستارے جیسی ہوں گی) یعنی

حضرات انبیاء کرام کے بعد والے حضرات اولیاء، علماء، شہداء، صالحین چمک دار تاروں کی شکل میں ہوں گے خصوصًا صحابہ کرام کہ وہ تو دنیا میں بھی آسمان ہدایت کے تارے ہیں۔ اصحابی کالنجوم۔

(ان کی بیویاں حورعین ہوں گی) حور جمع ہے حورا کی بمعنی صاف وسفید، عین جمع ہے عیناء کی بمعنی بڑی آنکھ والی یعنی خاص حسن کی بیویاں جنس حور سے صرف دو ہوں گی اس کے علاوہ اور بہت سی ہوں گی لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ان جنتیوں کی بیویاں ستر سے زیادہ ہوں گی کہ وہاں دوسرے درجے کی بیویاں مراد ہیں۔ (اشعہ)

(حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اندر سے نظر آئے گا) یعنی ان کا گوشت پوست ہڈیاں سب نورانی اور شفاف ہوں گی کہ ان میں کوئی چیز کسی کے لیے حجاب نہ ہوگی یہ نورانیت اور شفافی ان کے حسن کا باعث ہوگی۔ دنیا میں اگر گوشت پھٹ جاوے اور مینگ نظر آجاوے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ چیز نفرت انگیز ہے۔

(صبح وشام تسبیح وتکبیر کے نغمے الاپیں گے) یعنی ہر وقت بلکہ ہر سانس میں رب کی حمد اور قدوسی ہوگی، صبح شام سے مراد ہے ہیشگی۔

(وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ کریں گے نہ تھوکیں گے اور نہ انہیں رینٹھ آئے گا) یعنی یہ فضلات جنت میں نہ ہوں گے کہ یہ چیزیں گھن اور نفرت کا باعث ہیں، وہاں نفرت کہاں۔ تفل تھوک کو کہتے ہیں اور مخاط رینٹ کو۔

(ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی) خیال رہے کہ جنت میں کنگھی ہوگی جو بالوں میں کی جاوے گی مگر میل دور کرنے کے لیے نہیں کہ وہاں میل جوں، کھٹمل نہیں بلکہ بال نکھارنے حسن بڑھانے کے لیے، یوں ہی وہاں انگیٹھی بھی ہوگی اس میں لوبان بھی سلگے گا مگر آگ کے بغیر کہ جنت میں آگ نہیں جیسے وہاں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے گا مگر یہ گوشت آگ پر نہ پکے گا، رب فرماتا ہے: "وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ"۔ نیز جنتیوں کو پسینہ آوے گا مگر گرمی سے نہیں کہ جنت میں نہ سورج کی گرمی نہ آگ کی تپش، یہ پسینہ بہت ہی آرام دہ ہوگا ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

(ان کی تخلیق ایک ہوگی اپنے باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل پر ان کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا۔) یعنی سارے جنتی ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، شرعی گز ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آدم علیہ السلام کا قد اتنا ہی تھا۔ فی السماء فرما کر بتایا گیا کہ اس سے لمبائی مراد ہے نہ کہ چوڑائی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ سارے نبی نہایت حسین اور بہت ہی خوش آواز ہوں گے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر: 454)

اللہ تعالیٰ کی عطا کی کوئی حد نہیں:

(۹۹۲) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَأَلَ مُوْسٰى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ: مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَجِيْئُ بَعْدَ

(۹۹۲) صحیح مسلم، الایمان، باب أدنی اہل الجنۃ منزلۃ فیہا، رقم الحدیث: 189

مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيُقَالُ لَهُ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُوْلُ: اَيْ رَبِّ، كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ؛ فَيُقَالُ لَهُ: اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُّلُوْكِ الدُّنْيَا؛ فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُوْلُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ، فَيَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ. رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ. قَالَ: رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؛ قَالَ: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَرَدْتُّ؛ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◄◄ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پروردگار سے پوچھا جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ والا کون ہوگا۔ فرمایا: ہر وہ شخص ہوگا جو اس وقت آئے گا جب جنتی جنت میں داخل کر دیئے گئے ہوں گے اس سے کہا جائے گا تو بھی جنت میں داخل ہو جا وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! کیسے جبکہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے اپنے اپنے ٹھکانے سنبھال لئے ہیں تو اس سے کہا جائے گا: کیا تو اس پر راضی ہے کہ تجھے اتنا کچھ دے دیا جائے جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کے پاس ہوتا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں راضی ہوں۔ تو ارشاد ہوگا: تیرے لیے اتنی نعمتیں ہیں اور ساتھ ہی اتنی اور اتنی اور، اتنی اور اتنی اور پانچویں مرتبہ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں راضی ہوں۔ ارشاد ہوگا: یہ بھی تیرے لیے ہے، اور اس کا دس گنا اور بھی اور تیرے لیے ہے اور وہ سب کچھ بھی ہے جو تیرا جی چاہے یا جس میں تیری آنکھیں لذت محسوس کریں، وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں راضی ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: اے میرے پروردگار! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ کن کا ہوگا فرمایا: وہ لوگ جن کو (یہ عزت دینے کا) میں نے ارادہ فرمایا۔ میں نے ان کی عزت و تکریم (کا پودا) اپنے ہاتھ سے لگایا اور اس پر مہر لگا دی۔ یہ وہ اعزاز ہے جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 2، حدیث نمبر 791 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

اس کی شرح اگلی حدیث کے ساتھ ہی ہوگی۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

(۹۹۳) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنِّيْ

لَأَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا، وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ. رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَاْتِيْهَا. فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَه: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيْهَا، فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى، فَيَرْجِعُ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى، فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اذهبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ اَمْثَالِهَا؛ اَوْ اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْيَا. فَيَقُوْلُ: اَتَسْخَرُ بِيْ، اَوْ تَضْحَكُ بِيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ" قَالَ: فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَكَانَ يَقُوْلُ: "ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا' یا فرمایا: سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا وہ آدمی سرین کے بل گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا تو اللہ عزوجل اس سے ارشاد فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا اور اسے محسوس ہوگا کہ جنت پر ہو چکی ہے وہ واپس آئے گا اور عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے دیکھا ہے کہ جنت بھر چکی ہے' اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا' وہ جنت کی طرف آئے گا اور اسے محسوس ہوگا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس آئے گا اور عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے جنت کو بھرا ہوا پایا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ارشاد فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا! بے شک تیرے لیے دنیا جتنی اور اس سے دس گنا نعمتیں ہیں یا فرمایا: تیرے لیے دنیا سے دس گنا زیادہ نعمتیں ہیں وہ عرض کرے گا: کیا تو میرا تمسخر اڑا رہا ہے یا میرے ساتھ ہنسی کر رہا ہے؟ حالانکہ تو مالک ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اتنے مسکرائے کہ آپ کے آخری دانت نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اس آدمی کا مرتبہ تمام جنتیوں سے کم ہوگا۔ (متفق علیہ)

شرح:

یہ حدیث مشکوٰۃ میں کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی گرے گا [1] اور کبھی اسے آگ جھلسائے گی [2] پھر جب اس سے نکل جاوے گا تو اس کی طرف دیکھے گا کہے گا مبارک ہے وہ جس نے مجھے تجھ سے نجات دی [3] اللہ نے مجھے وہ شے دی ہے جو اگلے پچھلوں میں سے کسی کو

(۹۹۳) صحیح البخاری، الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، رقم الحدیث: 6571، وصحیح مسلم، الایمان، باب آخر اہل النار خروجا، رقم الحدیث: 186

نہیں دی ۴۔ پھر اس کے سامنے ایک درخت پیش کیا جاوے گا ۵۔ وہ کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت سے قریب کردے میں اس کا سایہ لوں گا اور اس کا پانی پیوں ۶۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم ممکن ہے کہ اگر میں تجھے یہ دیدوں تو تو مجھ سے اس کے سواء بھی مانگے ۷۔ وہ عرض کرے گا نہیں اے رب اور اس سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سواء اور نہ مانگے ۸۔ اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر صبر نہیں ہوسکتا تو اسے اس درخت سے قریب کردے گا وہ اس کا سایہ لے گا اور اس کا پانی پئے گا ۹۔ پھر دوسرا درخت اس کے سامنے کیا جاوے جو پہلے سے اچھا ہوگا تو کہے گا اے میرے رب مجھے اسی درخت سے قریب کردے ۱۰۔ تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس کا سایہ لوں میں تجھ سے اس کے سواء نہ مانگوں گا ۱۱۔ تو رب فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہ کیا تھا کہ تو اس کے سواء اور مجھ سے نہ مانگے گا پھر فرمائے گا ممکن ہے کہ اگر میں تجھے اس سے قریب کردوں تو تو مجھ سے اس کے سواء مانگے ۱۲۔ وہ رب سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سواء نہ مانگے گا اور اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر صبر نا ممکن ہے تو رب اسے اس درخت سے قریب کردے گا ۱۳۔ وہ اس کا سایہ لے گا اس کا پانی پئے گا پھر اس کے سامنے جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ظاہر ہوگا جو پہلے دو سے اچھا ہوگا ۱۴۔ تو کہے گا اے میرے رب اب مجھے اس سے قریب کردے تاکہ میں اس کا سایہ لوں اور اس کا پانی پیوں ۱۵۔ اس کے سواء تجھ سے کچھ نہ مانگوں گا تو فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہ کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کا سواء کچھ نہ مانگے گا عرض کرے گا ہاں یارب یہ ہی آخری سوال ہے ۱۶۔ اس کے سوا تجھ سے اور نہ مانگوں گا اور اس کا رب اسے معذور رکھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اس سے صبر نہ ہوگا ۱۷۔ تو اس کو اس سے قریب کردے گا تو جب اس سے قریب کردے گا وہ جنت والوں کی آواز سنے گا ۱۸۔ تو کہے گا اے رب مجھے اس میں داخل فرما رب فرمائے گا ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی ۱۹۔ کیا تجھے یہ بات راضی کرے گی کہ میں تجھے دنیا اور دنیا کی مثل اس کے ساتھ دوں ۲۰۔ عرض کرے گا اے رب مجھ سے تو مذاق کرتا ہے تو رب العالمین ہے ۲۱۔ حضرت ابن مسعود ہنس پڑے پھر فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تھے صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ حضور سرکار کس چیز سے ہنستے ہیں فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے جب وہ بندہ کہے گا ۲۲۔ کہ کیا تو مجھ سے مزاق فرماتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے تو فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں اپنے ہر چاہے پر قادر ہوں ۲۳۔ اور اسی مسلم کی ایک روایت میں ہے جو حضرت ابوسعید سے ہے اسی طرح ہے مگر انہوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ اے ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی ۲۴۔ آخر حدیث تک اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ اللہ اسے یاد دلائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ ۲۵۔ حتیٰ کہ جب اس کی خواہشیں ختم ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ سب کچھ تیرا ہے اور اس سے دس گنا اور ۲۶۔ فرمایا پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس پر اس کی دو بیویاں آنکھ والی حوریں داخل ہوں گی ۲۷۔ کہیں گی شکر ہے اس اللہ کا جس نے تجھے ہمارے لیے اور ہمیں تیرے لیے زندہ رکھا ۲۸۔ فرماتے

ہیں وہ کہے گا کہ جیسا مجھے عطیہ کیا گیا وہ کسی کو نہ دیا گیا ۲۹۔

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں:

ا۔ فہو یمشی میں ف تفصیلیہ ہے جس سے اس شخص کے جنت میں داخلہ کی تفصیل بیان فرمائی گئی، تعقیبیہ نہیں ہے۔ جنت میں داخل ہوجانے کے بعد چلنا اور گرنا کیسا یعنی جب جنت میں آتا ہوگا تو راستہ اس طرح طے کرے گا۔

۲۔ تسفع کے لفظی معنی ہیں جلا کر نشان لگا دینا، بالکل جلا دینے کو خرق کہتے ہیں اور معمولی جلا کر چہرہ وغیرہ سیاہ کر دینے کو سفع۔ (مرقات) لہٰذا اس کے معنی جھلسانا بہت موزوں ہیں مؤمن کو دوزخ کی آگ بالکل جلا ڈالنے پر قادر نہ ہوگی ہاں جھلسا دے گی۔

۳۔ اس کا آگ سے یہ کلام نہایت ہی فرحت وخوشی کی حالت میں ہوگا اس وقت اسے ایسی خوشی ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو آج اسے شادی مرگ ہوجاتی۔

۴۔ اس کا یہ کلام بھی انتہائی خوشی کا ہوگا۔ خیال رہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی یہ خیال نہ آوے گا کہ میں ادنی ہوں اگر یہ خیال ہوجائے تو اسے رنج ہو اور جنت میں رنج کیسا۔

۵۔ یہ درخت جنت سے باہر ہوگا اس کے پاس پانی کا چشمہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس درخت کی سرسبزی شادابی حسن وخوبصورتی بیان سے باہر ہے۔

۶۔ یعنی میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس درخت تک پہنچ جاؤں ابھی اسے جنت کی خبر نہ ہوگی کہ وہاں کیا کیا ہے۔

۷۔ رب تعالیٰ کا لعلی فرمانا اپنے شک کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یا تو سامنے والے کے شک کی وجہ سے ہوتا ہے یا یقین کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ تو یقیناً آگے اور بھی سوال کرے گا یا تو سوال نہ کرنے پر یقین نہ کر، تیری حالت اس مقام کی فرحت ایسی ہے کہ تو اپنے اس یقین پر قائم نہ رہے گا۔

۸۔ اس وقت بندے کو اپنے پر پورا اعتماد ہوگا کہ مجھے وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے میں اس کے سواء اور کچھ نہ مانگوں گا، نعوذ باللہ جھوٹا وعدہ کرنے کی نیت نہ کرے گا لہٰذا اس فرمان پر کوئی اعتراض نہیں وہ جگہ جھوٹ بولنے کی ہوگی ہی نہیں۔

۹۔ یہ شخص یہاں وہ عیش وبہار دیکھے گا جو اس کے خیال وگمان وہم سے وراہوں گے وہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں۔

۱۰۔ پہلا درخت بھی جنت کے راستہ ہی میں تھا اور یہ بھی وہاں ہی ہوگا مگر یہ درخت پہلے نظر نہ آوے گا اس درخت پر پہنچ کر نظر آوے گا، یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، وہ ہی دکھائے گا، وہ ہی دل میں سوال پیدا کرے گا، وہ ہی عطا فرمائے گا۔

۱۱۔ وہ شخص یہ دعا فوراً نہ کرے گا اولاً عرصہ تک خاموش رہے گا، صبر کرنے کی کوشش کرے گا، پھر جب صبر کا جام چھلک جائے گا تب یہ عرض کرے گا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

۱۲۔ سبحان اللہ! یہ ارشاد عالی اسے مانگنے پر ابھارنے کے لیے ہے کہ تو مجھ سے اور مانگ یہ سارے کلام محبت وکرم پر ہیں۔

۱۳۔ بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ وہ شخص ہوگا جو تھا تو مؤمن مگر اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا تھا، وہ

جوان تھا کماؤ تھا، اس کے ماں باپ بوڑھے اور معذور تھے یہ انہیں خرچہ دیتا تو تھا مگر ترسا ترسا کر بہت انتظار دکھا کر، اس کی سزا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اسے جنت ملے گی تو مگر دکھا دکھا کر ترسا ترسا کر۔ واللہ اعلم! غرضکہ ہوگا اسی طرح کا مجرم کہ اسے بہت انتظار کے بعد جنت دی جاوے ورنہ اور لوگ تو جنت میں بغیر انتظار داخل کیے جائیں گے۔

۱۴۔ وہ دونوں درخت تو راستہ جنت میں تھے اب یہ درخت دروازہ جنت سے متصل ہوگا جوان دونوں سے بہتر ہوگا اور یہاں سے جنت کا اندرونی حصہ دیکھنے میں آوے گا یہاں بہار ہی کچھ اور ہوگی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔

۱۵۔ وہ سمجھے گا کہ ان دونوں درختوں کی طرح وہاں بھی صرف سایہ اور پانی ہے اسے کیا خبر کہ وہاں جنت کے نظارے بھی ہیں اس لیے صرف سایہ لینے پانی پینے ہی کا ذکر کرے گا۔

۱۶۔ یہاں ھذہ یا تو مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یا مفعول ہے جس کا فعل پوشیدہ ہے یعنی آخری سوال میرا یہ ہی ہے اس کے بعد اور سوال نہ کروں گا یا تجھ سے آخری یہ ہی چیز مانگتا ہوں اب نہ مانگوں گا، وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے اعلیٰ تو کوئی چیز ہوسکتی ہی نہیں پھر سوال کیا۔

۱۷۔ لہٰذا یہ وعدہ خلافیاں بے صبری کی وجہ سے ہوں گی۔

۱۸۔ یا تو جنتی لوگوں کی آپس کی بات چیت سنے گا یا ان کی تسبیح تہلیل، تلاوت قرآن مجید کی آواز جنت میں ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں کوئی اندھا بہرا نہ ہوگا سب کی یہ قوتیں بہت ہی تیز ہوں گی اس لیے یہ شخص جنت کے اندر کی آوازیں دروازے سے سن لے گا، رب فرماتا ہے: "فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ"۔

۱۹۔ یصرینی باب ضرب کا مضارع ہے، یہ بنا ہے صری سے بمعنی ختم ہونا، منقطع ہونا، چھٹکارا ملنا یعنی تیرا مجھ سے مانگنا ختم نہیں ہوتا تیری داد وحش سے فارغ نہیں ہوتا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ما استفہامیہ ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کون چیز مجھے تجھ سے فارغ کرے گی بتا کس چیز پر تیری مانگ ختم ہوتی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبارت الٹی ہے اصل میں یہ تھا مایصرینی منک میری کون سی عطا پر تیری طلب ختم ہوگی تو کس عطا پر مانگنے سے فارغ ہوگا یہ فرمان عالی نہایت ہی کرم و رحم کا ہے۔

۲۰۔ یعنی اگر تجھے جنت کا اتنا رقبہ دے دوں جو ساری دنیا کے رقبہ سے دوگنا ہے تو کیا تو سوالات اور مانگ ختم کردے گا لے تو اتنا لے لے اور اپنی مانگ ختم کر۔

۲۱۔ یہ شخص انتہائی خوشی میں دربار عالیہ کے آداب بھی اور عرض کرنے کا طریقہ بھی بھول جاوے گا وہ سمجھے گا کہ جنت میں اتنی جگہ کہاں سے آئی مجھ سے یوں ہی میرے دل لگانے کے لیے فرمایا جارہا ہے۔ استہزاء کے لغوی معنی ہیں دل لگی جو مخاطب کے دل کو لگ جاوے، اللہ تعالٰی دل اور دل لگنے سے پاک ہے اور دل لگی کے ظاہر معنی سے بھی پاک ہے کہ کچھ دینا تو نہ ہو صرف اس کا دل لبھانے کے لیے یہ فرمادے۔ (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اس کی یہ عرض و معروض ایسی بے خودی میں ہوگی جیسی اس گم شدہ اونٹ والے نے اونٹ مل جانے پر کہا الٰہی انت عبدی وانا ربک خدایا تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب اسے خبر ہی نہ رہی کہ میرے منہ سے نکل کیا رہا ہے ایسی جوش کی حالت کی بے ادبی معاف ہوتی ہے، یہ بے ادبی نہیں بلکہ بے خودی کی بدحواسی ہے۔

۲۲۔رب تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد ہے اس کا خوش ہوجانا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا ہے آپ کا تبسم فرمانا یہ،تبسم بھی اظہار خوشی کے لیے ہے،حضرت ابن مسعود کا ہنسنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل فرماتے ہوئے ہے۔حضرات صحابہ کرام حضور کے افعال کریمہ کی روایت بالعمل بھی کرتے تھے جب غضب ہوتو بندہ کی عبادت پر ناراض ہوجائے اور جب کرم ہوتو اس کے گناہ پر خوش ہوجائے۔بلاتشبیہ شیخ سعدی کا وہ مقولہ دیکھو

گہے بر سلامے بر بخند و | گہے بہ دشنامے خلعت وہندہ

اس کی تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف | ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

رب ہم سے زیادہ ہم پر مہربان ہے۔

۲۳۔یعنی تو نے میری قدرت جانی نہیں تیری طلب سے میری رحمتیں زیادہ ہیں میری عطائیں تیرے وہم وگمان سے ورا ہیں۔

۲۴۔یعنی مسلم کی روایت میں اتنی عبارت نہیں اور دوسری دراز عبارت ہے جو دوسری روایت میں مذکور ہے۔

۲۵۔سبحان اللہ! کیسا کریم رحیم ہے کہ خود ہی مانگنا سکھائے اور خود ہی عطائیں فرمائے جب حاکم فرمائے کہ تم فلاں مضمون کی درخواست ہم کو دے دو مطلب یہ ہوتا ہے کہ نوکر رکھ لیا ہے قانونی کارروائی کے لیے درخواست مانگی ہے یہ ہی وہاں بنے گا بلکہ دنیا میں بھی ایسا ہی ہے وہ ہی دعا سکھاتا ہے وہ ہی عطائیں فرماتا ہے۔

۲۶۔اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اولاً ایک مثل کی عطا ہوگی پھر دس گنا کی لہٰذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

۲۷۔اس کی یہ بیبیاں اس کی منتظر تھیں۔خیال رہے کہ اس جنتی کو دو بیویاں تو حور عین ملیں گی اور اس کی دنیا کی وہ بیوی جو اس کے نکاح میں فوت ہوئیں اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہ بھی ملے گی ان کے سواء اور وہ عورتیں جو کنواری فوت ہوئیں یا وہ جن کے خاوند کافر مرے وہ بھی اسے ملے گی ہر جنتی کا یہ ہی حال ہوگا۔چنانچہ حضرت مریم اور حضرت بی بی آسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی،یہاں دو فرمانا صرف حوروں کے لیے ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ "وَلَہُمۡ فِیۡہَاۤ اَزۡوٰجٌ مُّطَہَّرَۃٌ" وہاں ازواج جمع ارشاد ہوا ہے یہاں دو حوریں فرمایا گیا دونوں درست ہیں۔

۲۸۔یعنی اس رب نے تم کو ہمارے لیے اور ہم کو تمہارے لیے دائمی زندگی بخشی کہ اب نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ ہماری تمہاری جدائی تجھے ہم تک پہنچایا۔

۲۹۔یا تو اس شخص کو اعلیٰ درجات والے جنتیوں کی عطاؤں کی خبر نہ ہوگی وہ سمجھے گا سب سے اعلیٰ نعمتیں مجھے ہی دی گئی ہیں یا اسے ان حضرات کے عطیوں کی طرف دھیان نہ جاوے گا اپنی نعمتوں پر ہی دھیان رہے گا تاکہ اسے رنج نہ ہو کہ جنت میں رنج و غم نہیں،مرقات نے پہلی توجیہ اختیار کی غرضکہ اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ،ج7،حدیث نمبر:420)

(۹۹۴) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّۃِ لَخَیْمَۃً مِّنْ لُؤْلُؤَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُّجَوَّفَۃٍ طُوْلُھَا فِی السَّمَآءِ سِتُّوْنَ مِیْلًا۔ لِلْمُؤْمِنِ فِیْھَا اَھْلُوْنَ یَطُوْفُ عَلَیْھِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا یَرٰی بَعْضُھُمْ بَعْضًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

"اَلْمِیْلُ": سِتَّۃُ اٰلَافِ ذِرَاعٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک ہی موتی کا بنا ہوگا جو کہ اندر سے خالی ہوگا۔ آسمان کی طرف اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی مومن کے لئے وہاں اس کے اہل وعیال ہوں گے اور مومن ان کے پاس باری باری آیا کرے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ (متفق علیہ)

حل لغات:

المیل: کا مطلب ہے: چھ ہزار گز۔

تعارف راوی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 9 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(بے شک مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک ہی موتی کا بنا ہوگا جو کہ اندر سے خالی ہوگا) اندازہ لگاؤ کہ اگر وہ موتی دنیا میں آجاوے تو اس کی قیمت کیا ہو، یہاں تو آدھے ماشے کا ایک سچا موتی کئی ہزار روپیہ کا ہوتا ہے، وہاں تو ساٹھ میل چوڑا ساٹھ میل لمبا ایک موتی ہے پھر اس کی صفائی اس کی چمک دمک کیسی ہے وہ خیال میں بھی نہیں آسکتی ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ چلے گا اللہ نصیب کرے۔

(آسمان کی طرف اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی مومن کے لئے وہاں اس کے اہل وعیال ہوں گے) یعنی اس موتی کے مکان کے چاروں گوشوں میں اس کے مختلف گھر والے آباد ہوں گے کہیں اپنی دنیاوی بیوی بچے، کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاوند کافر مرے اور انکے نکاح میں دی گئیں، کہیں وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی فوت ہوئیں، کہیں حوریں خدام ان کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کو نہ دیکھنا فاصلہ کی وجہ سے نہ ہوگا کہ جنتی مؤمن کی نگاہ بہت دور سے دیکھے گی بلکہ ان جگہوں میں عمارتیں مختلف ہوں گی، کوٹھیاں بنگلے۔ خیال رہے کہ جنت میں پردہ ہوگا، رب فرماتا ہے: "حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ" اور فرماتا ہے: "قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ"۔ پردہ اس لیے نہیں ہوگا کہ وہاں لوگ فاسق و فاجر ہوں گے بلکہ اس لیے کہ

(۹۹۴) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ......، رقم الحدیث: 3243، وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا باب صفۃ خیام الجنۃ......، رقم الحدیث: 2838 واللفظ لہ

شرم وحیاء اچھی چیز ہے، بے پردگی میں بے شرمی ہے ہاں دوزخ میں پردہ نہیں ہوگا، وہاں ننگے مرد وعورت ایک ہی تنور میں جلیں گے۔

(مومن ان کے پاس باری باری آیا کرے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکیں گے) کہ مؤمن کبھی اپنے اس گھر میں جاوے گا کبھی اس گھر میں اس جانے میں نہ اسے سواری کی ضرورت پڑی گی نہ دیر لگے گی، آن کی آن میں ہر جگہ پہنچ جاوے گا ہر گھر میں گشت لگائے گا۔

خیال رہے کہ جنت پوری جنت کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ہر باغ کو بھی دوسرے معنی سے یہ تثنیہ بھی ہوتی ہے جمع بھی مگر پہلے معنی سے ہمیشہ واحد ہی آتی ہے جیسے زمین پورے روئے زمین کو بھی کہتے ہیں اور زمین کے حصوں کو بھی یعنی جنتی کو چار باغ ملیں گے، دو باغ وہ جن کے درودیوار برتن سامان درخت وغیرہ سب چاندی کے ہوں گے اور دو وہ جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی۔

خیال رہے کہ جیسے دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت ہی نہیں صرف نام یکساں ہیں یوں ہی دنیا کے سونے چاندی کو وہاں کے سونے چاندی سے کوئی نسبت نہیں وہاں کا ایک ماشہ سونا دنیا کے منوں سونے سے زیادہ قیمتی ہوگا، یہ ہی حال وہاں کے موتیوں وغیرہ تمام چیزوں کا ہے۔ چنانچہ وہاں کا سونا چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگا، یہاں یہ بات کہاں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:451)

(۹۹۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیعَ مِئَةَ سَنَةٍ مَّا یَقْطَعُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
وَرَوَیَاهُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا مِّنْ رِّوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "یَسِیْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِئَةَ سَنَةٍ مَّا یَقْطَعُهَا"۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے کہ ایک آدمی گٹھیلے جسم کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو سو سال تک چلتا رہے تو اس درخت (کی مسافت) کو عبور نہیں کر سکے گا۔ (متفق علیہ)

اور شیخین نے اپنی صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا لیکن اس کو عبور نہیں کر سکے گا۔

(۹۹۶) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَیَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ

(۹۹۵) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وأنہا مخلوقۃ، رقم الحدیث: 3252، وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب......، رقم الحدیث:2828

(۹۹۶) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ......، رقم الحدیث:3256، وصحیح مسلم، الجنۃ، باب ترائی أہل الجنۃ أہل الغرف......، رقم الحدیث:2831

مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ" قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ، تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: "بَلٰى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جنتی اپنے اوپر بالا خانوں کے مکینوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق ومغرب میں ڈوبتے ہوئے کسی روشن ستارے کو دیکھتے ہو اور یہ ان کے درجات کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو انبیاء کی منازل ہوں گی جہاں تک ان کے سوا کوئی نہ پہنچ سکے گا۔ فرمایا: کیوں نہیں اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہاں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (متفق علیہ)

(۹۹۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

◀◀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے اندر ایک کمان کی مقدار جگہ ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

جنت میں بازار:

(۹۹۸) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ، فَتَحْثُوْ فِي وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ: وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ حُسْنًا وَّجَمَالًا! فَيَقُوْلُوْنَ: وَأَنْتُمْ وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا!". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

◀◀ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ پس شمال کی ہوا چلے گی اور وہ ان کے چہروں اور کپڑوں کو چھوئے گی تو ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا جب وہ اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جائیں گے ورآنحالیکہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان کے اہل خانہ ان سے کہیں گے: تمہارے حسن و جمال میں تو اضافہ ہو گیا تو وہ کہیں گے: اور خدا کی قسم! تم بھی ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین وجمیل ہو گئے ہو۔ (مسلم)

---

(۹۹۷) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وأنہا مخلوقۃ، رقم الحدیث: 3235

(۹۹۸) صحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمہا وأہلہا، باب فی سوق الجنۃ......، رقم الحدیث: 2833

تعارف راوی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1 ،حدیث نمبر 5 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک بازار ہے) وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا، وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے، حضور کا دیدار، صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہٰذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے۔

(پس شمال کی ہوا چلے گی) یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اتر والی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے، وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے۔ وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہٰذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

(اور وہ ان کے چہروں اور کپڑوں کو چھوئے گی تو ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا جب وہ اپنے اہل و عیال کے پاس واپس جائیں گے درآنحالیکہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا) یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال انکی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے، عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط نہ ہو۔ پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(تو وہ کہیں گے: اور خدا کی قسم! تم بھی ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہو۔) یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی، یا ان مردوں کے قرب سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا، اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ

کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:453)

(۹۹۹) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اہل جنت بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستارے دیکھتے ہو۔(متفق علیہ)

(۱۰۰۰) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَّصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى، ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهِ: "فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ" ثُمَّ قَرَأَ: {تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ} إِلٰى قَوْلِهِ تَعَالٰى: {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ} (السجدۃ: 16-17)۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک محفل میں موجود تھا جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی کیفیت بیان فرمائی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو مکمل فرمائی۔ پھر حدیث کے آخر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہاں وہ نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی پیدا ہوا ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ''دور رہتے ہیں ان کے پہلو بستروں سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس نہیں جانتا کوئی شخص جو (نعمتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی'' تک۔(بخاری)

تعارف راوی:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 177 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

تتجافٰی اور مضاجع کا معنی:

اس آیت میں تتجافٰی کا لفظ ہے اس کا معنی ہے ارتفاع اور بلند ہونا، یعنی وہ لیٹنے کی جگہ سے اٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اور مضاجع کا لفظ ہے یہ مضجع کا لفظ ہے یہ مضجع کی جمع ہے، مضجع خواب گاہ کو کہتے ہیں، اور جنوب کا لفظ ہے یہ جب کی جمع ہے اور جب کروٹ اور پہلو کہتے ہیں۔

(۹۹۹) صحیح البخاری، الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، رقم الحدیث: 6555 وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب ترائی اہل الجنۃ اہل الغرف......، رقم الحدیث: 2830

(۱۰۰۰) صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ: (فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین)، رقم الحدیث: 4780، وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث: 2825

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ضحاک نے کہا وہ نماز اور غیر نماز میں اللہ کے ذکر کے لیے بستروں سے دور رہتے ہیں۔

مجاہد، اوزاعی، امام مالک بن انس اور جمہور مفسرین نے کہا وہ رات کو نوافل پڑھنے کے لیے اپنے بستروں سے دور رہتے ہیں۔

تہجد اور رات کو دیگر نوافل پڑھنے کی فضیلت اور ان کی رکعات کی تعداد میں احادیث

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا، میں صبح کے وقت آپ کے قریب ہوا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؟ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کا سوال کیا ہے، بے شک یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ اس کو آسان کر دے، تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر فرمایا کیا میں تم کو نیکی کے ابواب کی رہ نمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے، اور انسان کا آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔ (السجدۃ:۱۶)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۲٦۱٦، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۳۹۷۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۲۰۳۰۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔ (السجدۃ: ۱۶) نماز عشاء کے انتظار کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ (سنن الترمذی الحدیث:۳۱۹٦)

حضرت ابو الدرداء، حضرت عبادہ اور ضحاک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عشاء کی اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے گویا نصف رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے گویا کہ ساری رات قیام کیا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:٦۵٦، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۵۵۵، سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۲۱)

بعض احادیث میں مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھنے کی بھی فضیلت بیان کی گئی ہے، قرآن مجید میں ہے:

کانوا قلیلاً من الیل ما یھجعون۔ (متقین) رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ (الذاریات:۱۷)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں صحابہ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۲۱)

حضرت محمد بن عمار بن یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مغرب کے بعد چھ رکعات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اور انہوں نے کہا میرے حبیب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے' اور آپ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۲۳۱' المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۹۰۰' حافظ المنذری نے کہا یہ حدیث غریب ہے' الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۸۵۲' حافظ الھیثمی نے کہا اس کی روایت میں صالح بن قطن البخاری متفرد ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۰)

قیام اللیل اور تہجد کی نماز کی فضیلت میں بھی بہ کثرت احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں' جو اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۶۳' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۲۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۷۴۰)

حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے لوگو! سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ' اور رشتہ داروں سے مل جل کر رہو اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۸۵' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۲۵۱' المستدرک ج ۳ ص ۱۳)

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پیر سورج گئے یا پھٹ گئے' میں نے آپ سے عرض کیا آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں' آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اللہ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۸۳۰' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۹-۲۸۲۰)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سویا ہوا ہوتا ہے تو شیطان اس کی گدی کے اوپر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر یہ پھونک ماردیتا ہے رات بہت لمبی ہے تم سو جاؤ' پس اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو اس کی ایک گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو تروتازہ ہوتا ہے ورنہ صبح کو سستی کا مارا ہوا نحوست کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۷۶' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۰۷)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہمارا رب تبارک

وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں! کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں! کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۴۵ صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۵۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۱۴ سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۴۹۸ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۳۶۶)

تہجد کی رکعات کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رمضان میں کیسی (یعنی کتنی رکعت) نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول سے نہ پوچھو آپ پھر چار رکعات نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول سے نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت نماز (وتر) پڑھتے حضرت عائشہ نے بیان کیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۴۷ صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۳۸ سنن الترمذی رقم الحدیث:۴۳۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۴۱ سنن النسائی رقم الحدیث:۱۶۹۷)

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے ان میں وتر اور صبح کی دو سنتیں بھی تھیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۳۸ الرقم المسلسل:۱۶۹۶ صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۴۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۳۴)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تہجد کی رکعات کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فجر کی دو سنتوں کے سوا سات رکعات نو رکعات اور گیارہ رکعات پڑھی ہیں (ان میں تین رکعات وتر شامل ہیں خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے آٹھ رکعات سے زیادہ تہجد کی نماز نہیں پڑھی اور کم ازکم چار رکعات پڑھی ہیں)۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۳۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۰۴ سنن الترمذی رقم الحدیث:۴۳۹ سنن النسائی رقم الحدیث:۱۶۹۷)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے تو دو رکعت نماز تخفیف سے پڑھے دوسری روایت میں ہے پھر اس کے بعد جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۲۴۔۱۳۲۳)

(۱۰۰۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۰۰۱) صحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فی دوام نعیم اھل الجنۃ......، رقم الحدیث:2837

قال: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ: اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا، فَلاَ تَمُوْتُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا، فَلاَ تَسْقَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فلا تَهْرَمُوْا اَبَدًا، وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا، فَلاَ تَبْاَسُوْا اَبَدًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو ندا دینے والا ندا دے گا۔ تمہارے لیے یہ انعام ہے کہ تم زندہ رہو گے' اور کبھی نہیں مرو گے تم پر خدا کا یہ فضل ہے کہ تم صحت مند رہو گے' اور کبھی بیمار نہیں پڑو گے اور تمہارے لیے یہ انعام ہے کہ تم جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے' اور تمہارے لیے یہ انعام ہے کہ تم خوشحال رہو گے اور کبھی بدحالی کا شکار نہ ہو گے۔ (مسلم)

جنتی کا کم سے کم مقام:

(۱۰۰۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ لَهُ: فَاِنَّ لَكَ ما تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص کا جنت میں کم سے کم مقام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو آرزو کرو! پس وہ آرزو کرے گا اور آرزو کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا: کیا تو نے تمنا کی ہے؟ وہ عرض کرے گا: جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تجھے مل گیا جس کی تو نے تمنا کی اور اتنا مزید بھی۔ (مسلم)

تعارف راوی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد ۱، حدیث نمبر 8 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو آرزو کرو) اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہوجائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا، جب اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تب رب تعالیٰ اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے، ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

(۱۰۰۲) صحیح مسلم، الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، رقم الحدیث: 182

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے　　　قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 7، حدیث نمبر:419)

اللہ تعالیٰ کی رضا:

(۱۰۰۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ: یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ، فَیَقُوْلُوْنَ: لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ، فَیَقُوْلُ: ھَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبَّنَا وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، فَیَقُوْلُ: اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوْلُ: اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

◀◀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں اور تمام بھلائیاں تیرے ہی اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر نہ عطا کروں؟ عرض کریں گے: اس سے افضل چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں تمہیں اپنی رضا کی دولت سے نوازتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (متفق علیہ)

تعارفِ راوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 22 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں اور تمام بھلائیاں تیرے ہی اختیار میں ہیں) عربی میں جب آقا و مولیٰ کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالیٰ سے بھی اس لیے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے، بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔

(۱۰۰۳) صحیح البخاری، الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، رقم الحدیث:6549، وصحیح مسلم، الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب احلال الرضوان علی اھل الجنۃ......، رقم الحدیث:2829

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟) سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستوں یہاں ہم رب کو راضی کرلیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا، یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔

(عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں کیا۔) یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگر چہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے، وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں لہٰذا یہ عرض بالکل درست ہے۔

(عرض کریں گے: اس سے افضل چیز کیا ہے؟) یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں۔

(تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں تمہیں اپنی رضا کی دولت سے نوازتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔) اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے کہ یہ رضا ہی بقاء کا دیدار کا ذریعہ ہے، جس سے مالک خوش ہوگیا تو ہر چیز اس کی ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہوجاتا ہے، بندہ کے راضی ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ" اور "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں، راضی ہوجاؤ راضی کرلو، اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کراؤ۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست   ایں گداز و سوز و دراز بیک ماست

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:460)

(۱۰۰۴) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: "اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ. لَا تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم اپنے رب کریم کو اسی طرح واضح طور پر دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیدار سے تمہیں تکلیف نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

(۱۰۰۴) صحیح البخاری، مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، رقم الحدیث:554، و صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما، رقم الحدیث:633 واللفظ لہ

اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے اعلیٰ نعمت ہے:

(۱۰۰۵) وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید کوئی چیز عطا کروں؟ جنتی عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ تو اللہ تعالیٰ حجاب کو ہٹا دے گا اور ان جنتیوں کو کوئی چیز ایسی نہیں ملی ہوگی جو ان کے لئے رب تعالیٰ کے دیدار سے بہتر ہو۔ (مسلم)

حل لغات:

فَيَكْشِفُ: از، کشفاً، بمعنی کھولنا، ہٹانا، ظاہر کرنا۔

اَلْحِجَابَ: پردہ، آڑ، رکاوٹ۔

تعارف راوی:

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف جلد 1، حدیث نمبر 29 کے تحت ہو چکا ہے۔

شرح:

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید کوئی چیز عطا کروں؟) یعنی ان نعمتوں کے علاوہ اور نعمت دوں یا تمہارے اعمال کی جزا سے زیادہ عطا کروں جو تمہارے کسی عمل کا بدلہ نہ ہو خاص میری عطا ہو یا تم کو وہ نعمت دوں جو ان سب سے زیادہ ہو سب سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ازید کی تین شرحیں ہیں۔

(جنتی عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟) یعنی اے مولیٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نعمتوں سے زیادہ ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی تو نے ہمارا منہ اجیالا کیا، تو نے ہم کو نعمتوں کے مرکز جنت میں داخل جہاں ہر قسم کی راحتیں ہیں، تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا، تیرے نام پر ہماری جانیں فدا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شعر

جملہ عالم بندۂ اکرام تو   صد چو جان من فدائے نام تو

(۱۰۰۵) صحیح مسلم، الایمان، باب اثبات رؤیۃ المؤمنین ربہم فی الآخرۃ، رقم الحدیث: 181

(تو اللہ تعالیٰ حجاب کو ہٹا دے گا) وہ حجاب اٹھاوے گا جو طالب ومطلوب کے درمیان آڑ تھا اور وہ حجاب باقی رکھا جاوے گا جو دیدار کا ذریعہ ہے جسے رداء کبریائی کہتے ہیں جیسے سورج پر ہلکے پتلے بادل کا حجاب جو سورج کو دکھا دیتا ہے اگر یہ حجاب نہ ہو تو سورج پر نظر نہیں ٹھہرتی۔

دیدار یار کی بہار یا تو مصری عورتوں سے پوچھو جنہوں نے جمال یوسفی کی ایک جھلک سے مست ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یا جناب ابوبکر صدیق سے پوچھو جو جمال محمدی سے مست ہو کر اپنا سب کچھ فدا کر بیٹھے، آج مخلوق کے حسن پر گردنیں کٹ جاتی ہیں تو خالق کا حسن کیسا ہو گا۔

معلوم ہوا کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے، یہ نعمت سب سے زیادہ ہے بقیہ نعمتوں میں عدل کا ظہور ہے، اس میں فضل کی جلوہ گری۔ اس پوری حدیث کی شرح میں صوفیاء فرماتے ہیں کہ صفات ذات کا پردہ بھی ہیں اور ذات کو دکھانے والی بھی یہاں جسم کو رنگت کے پردہ میں دیکھا جاتا ہے، اگر رنگ نہ ہو تو جسم نظر نہ آئے، اللہ تعالیٰ ذات کا حجاب تو اٹھاوے گا مگر صفات کی چلمن میں ذات کا دیدار کرائے گا۔ (اشعہ) دنیا میں رب نے ہم کو اپنا دیدار کرایا مگر رخسار یار میں یعنی جمال محمدی میں وہ بے صورت اسی صورت میں نظر آتا ہے، حضرت اعلیٰ فاضل گولڑوی نے فرمایا۔ شعر

ایہہ صورت ہے بے صورت دی بے صورت ظاہر صورت تھیں
پر کام نہیں بے سوجھت دا کوئی ورلیاں موتی لے تریں

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج7، حدیث نمبر:420)

قَالَ اللہُ تَعَالیٰ: {اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَّاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝} (یونس:9-10)۔

اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے پہنچائے گا انہیں ان کا رب منزل مقصود تک ان کے ایمان کے باعث، رواں ہوں گی ان کے نیچے نہریں نعمت وسرور کے باغوں میں ۝ بہار جنت کو دیکھ کر ان کی صدا وہاں یہ ہو گی: پاک ہے تو اے اللہ! اور ان کی دعا یہ ہو گی سلامتی ہو اور ان کی آخری پکار یہ ہو گی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کو ۝

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کام کی ہدایت عطا فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا نہ فرماتا تو ہم ہدایت پانے والے نہیں تھے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تیرے خاص بندے اور تیرے رسول ہیں اور نبی اُمّی ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر اور آپ کی ازواج مطہرات پر اور آپ کی اولاد پر بھی رحمت نازل فرما جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر اور ان کی اولاد پر اور برکت نازل فرما نبی اُمّی حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور ازواج اور اولاد پر بھی جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اوران کی اولاد پر سارے جہانوں میں بے شک تو ہی تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔

مؤلف کتاب (امام نووی علیہ الرحمۃ القوی) فرماتے ہیں میں اس کتاب کی تالیف سے بروز پیر چار رمضان المبارک سن چھ سو ستر ہجری کو دمشق میں فارغ ہوا۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی عمدہ توفیق سے مکمل ہوئی۔

عرضِ شارح:

اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم سے آج 28 اپریل بروز جمعۃ المبارک صبح 8:55 منٹ پر "رفیق السالکین فی شرح ریاض الصالحین" کی چوتھی اور آخری جلد کا اختتام ہوا۔

میں لاکھوں اور کڑوروں شکر کرتا ہوں اُس ہستی کا جس نے مجھ کم علم سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین عالی شان کی خدمت کروائی جو حضرات میری اس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں اُن سے عرض ہے کہ وہ مجھ گناہ گار کے لیے حسن خاتمہ اور بخشش ومغفرت کی دعا ضرور فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر عظیم سے نوازے۔

اور دوسری عرض یہ کہ اس میں کم عملی کی وجہ سے جو غلطی کوتاہی ہے وہ میری طرف سے ہے تمام مقدس ہستیاں اس سے بری ہیں میں ان تمام غلطیوں کوتاہیوں پر جو بھول سے صادر ہوئیں قبل الظہور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بلند وبالا میں توبہ کرتا ہوں اور قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ وہ ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کا ازالہ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں تعاون کرنے والے تمام افراد کو اجر عظیم عطا فرمائے اور میری ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ سے قبولیت کی سند دے کر اس کا ثواب نبی اکرم، نور مجسم، شفیع المعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باگاہ میں پہنچائے اور اس کو میری، میرے والدین، تمام اساتذہ ودوست اور تمام قارئین ومسلمین کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الحسین الامین۔

اے اللہ میرے مولیٰ وسردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے جمیع اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لا متناہی رحمتیں نازل فرما اور اُن کے دراجات کو مزید رفعت عطاء فرما۔ آمین۔

فقیر الی اللہ ورسولہ:
ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی غفرلہ
(فاضل ومدرس جامعہ قادریہ عالیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات)

مآخذ و مراجع

(وہ کتب جن سے دوران تحریر و تخریج مدد لی گئی)

قرآن مجید،

☆ کتب تفاسیر

تفسیر طبری، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ، متوفی 310ھ۔

تفسیر ابن ابی حاتم، حافظ ابومحمد عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ۔

تفسیر بغوی، امام حسین بن مسعود البغوی علیہ الرحمۃ، متوفی 516ھ۔

تفسیر زاد المسیر، علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد بن الجوزی علیہ الرحمۃ، متوفی 597ھ۔

تفسیر کبیر، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی علیہ الرحمۃ، متوفی 606ھ۔

تفسیر مدارک التنزیل، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد النسفی علیہ الرحمۃ، متوفی 710ھ۔

تفسیر خازن، علامہ علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی علیہ الرحمۃ، متوفی 741ھ۔

تفسیر ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی علیہ الرحمۃ، متوفی 774ھ۔

تفسیر در منصور، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

تفسیر جلالین، امام جلال الدین محلی و امام جلال الدین السیوطی علیہما الرحمۃ۔

تفسیر روح البیان، علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ، متوفی 1137ھ۔

تفسیر روح المعانی، علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ، متوفی 1270ھ۔

تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المظہری علیہ الرحمۃ۔

تفسیر خزائن العرفان، علامہ مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ، متوفی 1367ھ۔

تفسیر نور العرفان، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

تفسیر نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

}تفسیر تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی علیہ الرحمۃ۔

}تفسیر جمل،

☆ کتب حدیث

}مؤطا امام مالک، امام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، متوفی 179ھ۔

}کتاب الزھد، امام عبداللہ بن مبارک حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 181ھ۔

}مسند ابوداؤد طیالسی، امام سلیمان بن داؤد الجارود علیہ الرحمۃ، متوفی 204ھ۔

}مصنف عبدالرزاق، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی علیہ الرحمۃ، متوفی 211ھ۔

}مسند حمیدی، امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی الشافعی علیہ الرحمۃ، متوفی 227ھ۔

}مصنف ابن ابی شیبہ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ علیہ الرحمۃ، 235ھ۔

}مسند ابی اسحاق، ابویعقوب اسحاق بن ابراھیم بن مخلد المعروف بابن راھویہ، متوفی 238ھ۔

}مسند امام احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ، متوفی 241ھ۔

}سنن دارمی، امام ابوعبداللہ عبدالرحمن الدارمی علیہ الرحمۃ، متوفی 255ھ۔

}صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمۃ، متوفی 256ھ۔

}ادب المفرد، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمۃ، متوفی 256ھ۔

}صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج القشیری شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی 261ھ۔

}سنن ابن ماجہ، اماابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی 273ھ۔

}سنن ابوداؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اسعث سجستانی علیہ الرحمۃ، متوفی 275ھ۔

}جامع ترمذی، امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورہ الترمذی علیہ الرحمۃ، متوفی 279ھ۔

}مسند بزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار علیہ الرحمۃ، متوفی 292ھ۔

}سنن نسائی، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ، متوفی 303ھ۔

}سنن الکبریٰ، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ، متوفی 303ھ۔

}مسند ابویعلیٰ موصلی، امام احمد بن عالی المثنی التمیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 307ھ۔

}صحیح ابن خزیمہ، امام محمد بن اسحاق خزیمہ علیہ الرحمۃ، متوفی 311ھ۔

}شرح معانی الآثار (طحاوی شریف)، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی علیہ الرحمۃ متوفی 321ھ۔

}صحیح ابن حبان، امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی 354ھ۔

}الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی 354ھ۔

}المعجم الکبیر، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

}المعجم الاوسط، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

}المعجم الصغیر، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

}مسند شامیین، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

}تنبیہ الغافلین، ابواللیث نصر بن محمد احمد بن ابرہیم السمرقندی، متوفی 373ھ۔

}المستدرک، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری علیہ الرحمۃ، متوفی 405ھ۔

}حلیۃ الاولیاء، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی علیہ الرحمۃ، متوفی 430ھ۔

}دلائل النبوۃ، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی علیہ الرحمۃ، متوفی 430ھ۔

}مسند الشہاب، ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر المصری علیہ الرحمۃ، متوفی 454ھ۔

}سنن الکبریٰ، امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی علیہ الرحمۃ، متوفی 458ھ۔

}شعب الایمان، امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی علیہ الرحمۃ، متوفی 458ھ۔

}جامع البیان العلم وفضلہ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد النمری، متوفی 463ھ۔

}شرح السنۃ، امام حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمۃ، متوفی 516ھ۔

}الترغیب والترھیب، امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری علیہ الرحمۃ، متوفی 656ھ۔

}ریاض الصالحین، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی علیہ الرحمۃ، متوفی 676ھ۔

}مجمع الزوائد، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی علیہ الرحمۃ، متوفی 807ھ۔

}اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، امام ابوالعباس احمد بن ابی بکر بوصیری علیہ الرحمۃ، متوفی 840ھ۔

}الجامع الصغیر، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

}الفتح الکبیر فی ضم الزیادات الی جامع الصغیر، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

}الخصائص الکبریٰ، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

}الصحیح والضعیف، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

}الصواعق المحرقۃ، شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی علیہ الرحمۃ، متوفی 974ھ۔

} کنز العمال، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 975ھ۔

☆ کتب شروحات حدیث

} شرح صحیح بخاری لابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف بن عبداللہ علیہ الرحمۃ، متوفی 449ھ۔

} کشف المشکل من حدیث الصحیحین، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی علیہ الرحمۃ، متوفی 597ھ۔

} شرح مسلم للنووی، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی علیہ الرحمۃ، متوفی 676ھ۔

} فتح الباری، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، متوفی 852ھ۔

} عمدہ القاری، حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی علیہ الرحمۃ، متوفی 855ھ۔

} مرقاۃ المفاتیح، فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 1014ھ۔

} اشعۃ اللمعات، شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1052ھ۔

} شرح زرقانی علی مؤطا امام مالک، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی علیہ الرحمۃ، متوفی 1122ھ۔

} دلیل الفالحین فی شرح ریاض الصالحین، محمد بن علان الشافعی علیہ الرحمۃ۔

} روضۃ المتقین فی شرح ریاض الصالحین۔

} مراۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

} فضل الساری،

} نزہۃ القاری، علامہ شریف الحق رحمۃ اللہ علیہ۔

} نعمۃ الباری، علامہ غلام رسول سعیدی حنفی البریلوی علیہ الرحمۃ۔

} شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی حنفی البریلوی علیہ الرحمۃ۔

} فیضان ریاض الصالحین، مجلس العلمیہ دعوت اسلامی۔

☆ کتب اسماء الرجال

} الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابوعمر یوسف بن عبداللہ النمری علیہ الرحمۃ، متوفی 463ھ۔

} الاصابہ فی تمیز الصحابہ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، متوفی 852ھ۔

} الاکمال فی اسماء الرجال، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب صاحب مشکوٰۃ المصابیح۔

} اجمال فی اسماء الرجال، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

☆ کتب تعریفات ولغت

}المنجد، لویس معلوف

}فیروز اللغات، الحاج مولوی فیروز الدین

}کتاب التعریفات، سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی علیہ الرحمۃ، متوفی 816ھ۔

}خزائن التعریفات، محمد انس رضا قادری مدظلہ

}کنز التعریفات، علامہ محمد مظفر قادری عطاری مدظلہ

☆ کتب سیرت وشمائل

}سیرت ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام علیہ الرحمۃ، متوفی 213ھ۔

}الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی ابو الفضل عیاض مالکی علیہ الرحمۃ، متوفی 544ھ۔

}سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ، متوفی 942ھ۔

}مدارج النبوۃ، شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1052ھ

}زرقانی علی المواہب، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی علیہ الرحمۃ، متوفی 1122ھ۔

}حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین (جامع المعجزات)، امام یوسف بن اسماعیل النبہانی علیہ الرحمۃ، متوفی 1350ھ۔

}شواہد النبوۃ،

}سیرۃ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ عبد المصطفی اعظمی علیہ الرحمۃ۔

}ذکر جمیل، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ،

☆ کتب تصوف

}الزہد لابی داؤد، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی علیہ الرحمۃ، متوفی 275ھ۔

}الفوائد والزہد والرقاق، ابو محمد جعفر بن محمد بن نصر الخلدی، متوفی 348ھ۔

}عمل الیوم واللیلۃ، احمد بن محمد بن اسحاق المعروف بابن السنی، متوفی 364ھ۔

}رسالۃ القشیریہ، عبد الکریم بن ہوازن القشیری علیہ الرحمۃ، متوفی 465ھ۔

}احیاء العلوم، امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ، متوفی 505ھ۔

}لباب الاحیاء (تلخیص احیاء العلوم)، امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ، متوفی 505ھ۔

}مکاشفۃ القلوب، امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ، متوفی 505ھ۔

} کیمیائے سعادت، امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ، متوفی 505ھ۔

} کتاب الاذکار، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی علیہ الرحمۃ، متوفی 676ھ۔

} اتحاف سعادۃ المتقین فی شرح احیاء العلوم الدین، علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی علیہ الرحمۃ، متوفی 1205ھ۔

} کتاب الزھد، لمعافی بن عمران الموصلی۔

☆ کتب عامہ

} فتوح الشام، محمد بن عمر بن واقد (المعروف ابوعبداللہ واقدی) علیہ الرحمۃ، متوفی 207ھ۔

} مکارم الاخلاق، ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن شاکر الخرائطی، متوفی 327ھ۔

} الدعا، للطبرانی، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

} الابانۃ الکبریٰ، ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن حمدان المعروف بابن بطہ العکبری، متوفی 387ھ۔

} شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری علیہ الرحمۃ، متوفی 418ھ۔

} تاریخ بغداد، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ، متوفی 463ھ۔

} السنن والمبتدعات المتعلقہ بالاذکار والصلوات، محمد بن احمد عبدالسلام الشقیری، متوفی 521ھ۔

} البدایہ والنہایہ، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی علیہ الرحمۃ، متوفی 774ھ۔

} تلخیص الحبیر، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، متوفی 852ھ۔

} تاریخ الخلفاء، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

} فیض القدیر، محمد بن مدعو بعبد الرؤف بن تاج الدین، متوفی 1031ھ۔

} حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

} فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1340ھ۔

} ملفوظات اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1340ھ۔

} بہار شریعت، علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1367ھ۔

} عیون الحکایات، امام عبدالرحمن بن جوزی۔

} مناقب امام اعظم، للامام البزازی الکردری علیہ الرحمۃ۔

} فتاویٰ عالمگیری، علامہ نظام الدین البلخی علیہ الرحمۃ۔

} جاء الحق، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

}الامام النووی، عبدالغنی الدقر، الطبعۃ الرابعۃ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴م دارالقلم، دمشق۔

}موقع، الشیخ الدکتور عبدالعزیز بن محمد السدحان۔

}من المراد بالشیخین عند الاحناف والشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ، موقع طریق الاسلام۔

}الاعلام، خیر الدین بن محمود الزرکلی الدمشقی، الطبعۃ الخامسۃ عشر، ۲۰۰۲م، دارالعلم للملایین بیروت، لبنان،

}نزہۃ المتقین شرح ریاض الصالحین، مجموعۃ من العلماء، الطبعۃ الرابعۃ عشر، ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷م، موسسۃ الرسالۃ،

}تحفۃ الطالبین فی ترجمۃ الامام محیی الدین، علاء الدین بن العطار، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷م، الدارالاثریۃ عمان، الاردن،

}تصحیح التنبیہ ویلیہ تذکرۃ النبیہ فی تصحیح التنبیہ،

}المنہل العذب الروی فی ترجمۃ قطب الاولیاء النووی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۵م، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان،

}تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، الذہبی، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷م، الطبعۃ الاولی،

}علو الہمۃ، محمد بن احمد المقدم، دارالایمان مصر، ۲۰۰۴م،

}روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی، المکتب الاسلامی ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۱م،

}تذکرۃ النبیہ فی تصحیح التنبیہ، عبدالرحیم الاسنوی، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶م،

}البدایۃ والنہایۃ، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، دار عالم الکتب، ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م،

}تذکرۃ الحفاظ، امام الذہبی علیہ الرحمۃ۔

}المقاصد الامام النووی، مکتبۃ الغزالی، دمشق،

}طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین السبکی،

}سکب العبرات للموت والقبر والسکرات، سید بن حسین العفانی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م، مکتبۃ معاذ بن جبل، مصر،

}ذیل مرآۃ الزمان، الیونینی، موقع الوراق۔

}تأملات فی سیرۃ امام شبکۃ صید الفوائد، مشعل بن عبدالعزیز الفلاحی۔

}شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابن العماد الحنبلی۔

}العلماء العزاب، عبدالفتاح ابوغدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲م۔

}یحیٰی النووی۔ المحدث الفقیہ، موقع مقالات اسلام، ویب۔

}توضیح تلویح، علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشاریہ

(مکمل چار جلدوں کے ابواب کا مختصر اشاریہ)

مرتب

ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی

(فاضل ومدرس جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشاریہ

(مکمل چار جلدوں کے ابواب کا مختصر اشاریہ)

نوٹ: یہ اشاریہ ہم نے ابواب کے مضوعات سے منتخب کیا ہے۔ اور اس میں جو نمبر دیئے گئے ہیں وہ ابواب کے نمبر ہیں، جس لفظ کے آگے جو باب نمبر ہوگا اس بارے میں احادیث آپ کو اسی باب میں ملیں گی۔ مثلاً لفظ ہے "ایفائے عہد" اس کے آگے نمبر ہے 86 جلد دوم، تو آپ کو ایفائے عہد پر احادیث جلد دوم باب نمبر 86 میں مل جائیں گی۔ (ابو الاحمد غفرلہ)

(آ)

(الف)

(ب)

(ذ)

(ر)

(ز)

(ک)

(گ)

(ل)

(م)

(ن)

(و)

اس اشاریہ کو بنانے میں جن احباب نے میری مدد فرمائی میں ان کا بہت بہت مشکور ہوں اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الحسین الامین۔

فقیر الی مولیٰ القدیر و الی ارسولہ البشیر

ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی

"فاضل و مدرس جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست

تعارف اصحابِ رسول وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(مکمل چار جلدیں سے)

مرتب

ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی

(فاضل ومدرس جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست تعارف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نوٹ: یہاں پر ہم نے اُن تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فہرست بنائی ہے جن کا تعارف ہم نے "رفیق السالکین فی شرح ریاض الصالحین" کی چاروں جلدوں میں کیا ہے۔حروف تہجی کے لحاظ سے آپ کسی بھی صحابی کا تعارف آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جس جزء (جلد) کے تحت فہرست میں آپ صحابی کا نام مبارک دیکھیں گے اُسی جلد میں آگے مذکورہ حدیث نمبر کے تحت آپ کو اُن کا تعارف مل جائے گا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف دیکھنا ہے تو چوں کہ آپ کا نام مبارک (الف) سے شروع ہوتا ہے اس لیے پہلے آپ حرف (الف) میں جائیں گے پھر وہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مباک تلاش کریں پھر اُوپر دیکھیں کہ کونسی جلد کے تحت نام ذکر کیا گیا تو جو جلد اُوپر مذکور ہو گی اسی جلد میں نام مبارک کے سامنے حدیث نمبر کے تحت تعارف مل جائے گا۔واللہ ولی المؤمنین (ابو الاحمد غفر لہ)۔

(الف)

حرف الف من جزء الاوّل

حرف الف من جزء الثانی

حرف الف من جزء الثالث

حرف الف من جزء الرابع

اسم مبارک........تحت حدیث

(ب)

حرف الباء من جزء الاوّل

اسم مبارک........تحت حدیث

حرف الباء من جزء الثالث

اسم مبارک........تحت حدیث

حرف الباء من جزء الرابع

اسم مبارک........تحت حدیث

(ت)

حرف التاء من جزء الثانی

(ث)

حرف الثاء من جزء الاوّل

(ج)

حرف الجیم من جزء الاوّل

حرف الجیم من جزء الثانی

حرف الجیم من جزء الثالث

(ح)

حرف الحاء من جزء الاوّل

حرف الحاء من جزء الثالث

حرف الحاء من جزء الرابع

(خ)

حرف الخاء من جزء الثانی

حرف الخاء من جزء الثالث

(ر)

حرف الراء من جزء الاول

حرف الراء من جزء الثانی

حرف الراء من جزء الثالث

حرف الراء من جزء الرابع

(ز)

حرف الزاء من جزء الاول

حرف الزاء من جزء الثانی

حرف الزاء من جزء الثالث

حرف الزاء من جزء الرابع

(س)

حرف السین من جزء الاوّل

حرف السین من جزء الثانی

حرف السین من جزء الثالث

حرف الشین من جزء الثالث

(ص)

حرف الصاد من جزء الاوّل

حرف الصاد من جزء الثانی

حرف الصاد من جزء الثالث

(ط)

حرف الطاء من جزء الاوّل

حرف الطاء من جزء الثالث

(ع)

حرف العین من جزء الاول

حرف العین من جزء الثانی

حرف العین من جزء الثالث

حرف العین من جزء الرابع

(ف)

حرف الفاء من جزء الثانی

حرف الفاء من جزء الرابع

(ق)

حرف القاف من جزء الثانی

حرف القاف من جزء الرابع

(ک)

حرف الکاف من جزء الاوّل

حرف الکاف من جزء الثانی

(ل)

حرف اللام من جزء الثالث

(م)

حرف المیم من جزء الاوّل

حرف المیم من جزء الثانی

حرف المیم من جزء الثالث

(ن)

حرف النون من جزء الاوّل

حرف النون من جزء الثانی

حرف النون من جزء الثالث

(و)

حرف الواؤ من جزء الاوّل

حرف الواؤ من جزء الثانی

(ہ)

حرف الھمزہ من جزء الرابع

(ی)

حرف الیاء من جزء الرابع

(کنیتوں کا باب)

باب الکنی من جزء الاوّل

باب الکنی من جزء الثانی

باب الکنی من جزء الثالث

باب الکنی من جزء الرابع

قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور اُن کی قوموں کے حالات و واقعات پر مدلل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام اور اُنکی قوموں کے احوال

مؤلف:
مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاهد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ بھلاد شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ (عزوجل) کا اور حکم مانو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا (النسآء ۵۹) (ترجمہ کنزالایمان)

صحیح بخاری شریف

متن و ترجمہ

تصنیف:

حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶

ترجمہ و تخریج:

حضرت علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

حدیث کی مایۂ ناز تصنیف ابوداؤد شریف
کا ترجمہ، شرح و تخریج

نعمۃ الودود
فی شرح
سنن ابی داؤد

تصنیف
امام ابوداؤد بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و شرح مع تخریج
علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
شاہ جمال آستانہ عالیہ بھلار شریف

نظر ثانی
استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی
جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ

پسند فرمودہ و مصدقہ
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ (عزوجل) کا اور حکم مانو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا (النساء۔۵۹) (ترجمہ کنزالایمان)

متن و ترجمہ

سُنن ابُوداؤد شریف

تصنیف

حضرت امام ابُوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تخریج:

حضرت علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

ناشر
اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022